بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبائی امراض

اور اسباب و علاج

مؤلف

مُفتی محمد رضوان خان

ادارۂ غفران

راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وبائی امراض

اور اسباب وعلاج

طاعون اور وبائی ومتعدی امراض کے حقیقی ومعنوی اسباب

طاعون اور وبائی امراض کے موقع پر اسلامی تعلیمات واحکامات

طاعون اور وبائی امراض کے موقع پر معنوی وحسّی حفاظتی تدابیر واسباب

افراط وتفریط کے درمیان، راہِ اعتدال پر کلام

طاعون اور وباؤں کے موقع پر تدابیر واسباب

مصنّف

مفتی محمد رضوان خان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: وبائی امراض اور اسباب وعلاج

مصنِّف: مفتی محمد رضوان خان

صفحات: 492

طباعتِ اول: محرم الحرام 1446ھ - جولائی 2024ء

ملنے کے پتے

Idara Ghufran

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین
11	**تمہید** (من جانبِ مؤلف)
19	**(پہلا حصہ)** **وبائی امراض اور اسباب و علاج**
21	(فصل نمبر1) **طاعون اور وبائی امراض کے حقیقی و معنوی اسباب**
22	دنیا میں خیر و شر کے ذریعے، ابتلاء و امتحان
26	چوپاؤں کی طرح کھانے اور زندگی گزارنے کا وبال
38	قرآن مجید میں مصائب کا بیان کردہ سبب
40	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث
43	ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث
45	بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث
46	انس رضی اللہ عنہ کی حدیث
47	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

Idara Ghufran

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث	50
ابنِ عمرو عائشہ رضی اللہ عنہما کی حدیث	51
(فصل نمبر 2) **طاعون، شیطان کا خفیہ چوکا ہے**	57
ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	65
عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث	67
ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث	68
(فصل نمبر 3) **طاعون، کافر کے لیے عذاب اور مومن کے لیے رحمت**	73
سورہ بقرہ کا حوالہ	74
سورہ آلِ عمران کا حوالہ	76
سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث	77
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	78
اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث	79
چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث	81
عسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث	//

Idara Ghufran

(فصل نمبر 4) **طاعون پر صبر اور فوت ہونے پر شہادت کا اجر**	83
عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث	//
عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث	85
عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری حدیث	86
عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی حدیث	87
ابو بردہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث	89
معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث	90
شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	96
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	97
عسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث	99
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث	100
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث	101
بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث	//
(فصل نمبر 5) **مدینہ منورہ کا طاعون سے محفوظ ہونا**	110
انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث	//

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث	110
سعد بن مالک اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث	111
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	112
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	//
(فصل نمبر 6) وباء زدہ علاقہ میں داخل ہونے اور نکلنے کی ممانعت	116
اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث	117
اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	118
چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث	119
سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث	120
عکرمہ بن خالد کے دادا رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	121
عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کی حدیث	122
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	123
(فصل نمبر 7) مرض کا متعدی ہونا	141
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	142
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	144

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث	145
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث	146
ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث	148
ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث	151
ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	152
سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث	154
جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	155
علی رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث	156
(فصل نمبر 8) کوڑھی سے بچنا اور مریض وتندرست کا اختلاط کرنا	162
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	164
ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث	165
بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث	167
شرید رضی اللہ عنہ کی حدیث	//
شرید رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث	168

عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث	169
ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث	172
عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی حدیث	175
جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث	177
ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث	179
ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث	182
(دوسرا حصہ) طاعون اور وباؤں کے موقع پر تدابیر واسباب	191
(فصل نمبر1) توکل وصبر کا اہتمام	192
(فصل نمبر2) توبہ واستغفار کا اہتمام	218
(فصل نمبر3) مسنون اذکار ودعاؤں کا اہتمام	241
گھروں میں سورہ بقرہ، یا اس کی دو آخری آیات کی قرائت	249
صبح وشام اور گھروں میں آیۃ الکرسی کی قرائت	250

چند مسنون اذکار اور دعائیں	252
(فصل نمبر 4) فرض اور نفل نمازوں کا اہتمام	262
(فصل نمبر 5) "امر بالمعروف اور نهی عن المنکر" کا اہتمام	280
(فصل نمبر 6) زکاۃ وصدقات کا اہتمام	302
(فصل نمبر 7) صفائی ونظافت کا اہتمام	309
طہارت کا نصف ایمان ہونا	310
دس چیزوں کا فطرتِ اسلام میں سے ہونا	312
شرم گاہ کی صفائی	318
وضو کے ذریعہ مختلف اعضاء کی صفائی	325
ہاتھوں کی صفائی	342
منہ اور دانتوں کی صفائی	351
ناک اور ڈاڑھی وغیرہ کی صفائی	358

آنکھوں کی صفائی	365
سر کی صفائی	368
جسم، لباس، اور مختلف اشیاء کی صفائی	373
’’براجم‘‘ کی صفائی	398
(فصل نمبر 8) گھروں میں سکونت اور زبان کی حفاظت کا اہتمام	403
(فصل نمبر 9) مخصوص غذاء ودواء کا اہتمام	425
کھانے پینے میں اعتدال، اور علاج، معالجہ کا حکم	//
جَو (Barley) اور اس کے دلیہ وتلبینہ کی افادیت	433
کھجور اور نبیذ کی افادیت	445
شہد کی افادیت	455
کلونجی کی افادیت	460
’’زیتون‘‘ کے تیل کی افادیت	463
’’عودِ ہندی‘‘ یا ’’قسط‘‘ کی افادیت	478
’’سنا مکی‘‘ کی افادیت	479
’’دیسی سرکہ‘‘ کی افادیت	482
’’حجامہ‘‘ کی افادیت	488

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(من جانب مؤلف)

ہر مومن کو اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ یہ دنیا درحقیقت عالمِ امتحان وابتلاء، یعنی دارُ الامتحان و دارُ الابتلاء ہے، اس دنیا میں جو بھی انسان آتا ہے، وہ عاقل و بالغ ہونے پر اس امتحان و آزمائش کا حصہ بن جاتا ہے، اور امتحان کے نتیجے میں کوئی تو کامیاب و بامراد شمار ہوتا ہے، اور کوئی ناکام و نامراد ٹھہرتا ہے۔

پھر کامیاب اور ناکام ہونے والوں کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں، کوئی اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا ہے، کوئی اوسط درجہ میں کامیاب ہوتا ہے، کوئی ادنیٰ درجہ میں کامیاب ہوتا ہے، اور ناکامی والوں کے درجات بھی اسی نوعیت کے ہوتے ہیں۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں کسی نعمت، یا مصیبت کی شکل میں جو بھی حالت پیش آتی ہے، اس میں بندہ کا امتحان ہوتا ہے کہ کون اس نعمت پر شکر کو اختیار کرتا ہے، اور کون ناشکری کا مظاہرہ کرتا ہے؟ اور کون مصیبت پر صبر کو اختیار کرتا ہے، اور کون بے صبری کا ارتکاب و مظاہرہ کرتا ہے۔

سب سے پہلے تو اللہ کی طرف سے خود انسان کا وجود ہی اللہ کی بڑی نعمت ہے، اس کا شکر، یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لایا جائے، اور کفر و شرک سے اجتناب کیا جائے، اس کے بعد درجہ بدرجہ نیک اعمال کو بھی اختیار کیا جائے، اور گناہوں سے بچا جائے۔

اور جس جس شکل میں بھی اس اللہ ربُّ العزت کی طرف سے ''جو کہ منعمِ حقیقی ہے'' جو نعمتیں حاصل ہوتی رہیں، ان پر اس منعم کا شکر ادا کیا جائے۔

اور جس جس شکل میں بھی مصیبتیں پیش آتی رہیں، ان پر صبر کیا جائے، اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کیا جائے، خواہ کوئی مصیبت وبائی بیماری، مثلاً طاعون، یا اس جیسی کسی دوسری وبائی اور غیر

وبائی بیماری کی شکل میں کیوں نہ ہو۔

اور یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ کے حکم کے بغیر نہ کوئی بیمار ہوسکتا، اور نہ کوئی فوت ہوسکتا۔

البتہ اسی کے ساتھ اگر حفاظتی تدبیر کے طور پر بیماریوں اور خاص کر متعدی بیماریوں سے بچنے کے جائز اسباب اختیار کیے جائیں، اور ان کو اسباب ہی کے درجے میں رکھا جائے، اور مسببُ الاسباب، اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھا جائے، تو اس میں حرج نہیں، بلکہ نیک نیتی کے ساتھ شرعی حدود وقیود کی پاسداری کرتے ہوئے اسباب کو اختیار کرنا، اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، جو کہ ''مسببُ الاسباب'' یعنی اِن اسباب کو پیدا فرمانے والا، اور ان کا خالق ومالک اور قادر ومختار ہے، اسی لیے اللہ پر توکل وبھرسہ کرتے ہوئے جائز تدابیر واسباب کو حدودِ شریعت میں رہتے ہوئے اختیار کرنا، درجہ بدرجہ عبادت وثواب ہے۔

لیکن اسباب وتدابیر کو اختیار کرتے وقت یہ عقیدہ رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ اللہ کی طرف سے بیماری، یا موت جو کچھ بھی مقدر ہو، اس سے کوئی مفر کا راستہ نہیں، اسی عقیدہ کے ساتھ مصائب پر صبر اور ان پر ثابت قدم رہنا، اجروثواب کا باعث ہے۔

اور اسی وجہ سے صحیح احادیث کے مطابق، اگر کوئی طاعون جیسے وبائی امراض کے موقع پر صبر کا مظاہرہ کرے، یا اس حالت میں فوت ہوجائے، تو وہ عظیم اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، بلکہ شہادت کے اجروثواب کو پاتا ہے۔

آج کل مخصوص ''وائرس'' (virus) کی ایک خاص وباء دنیا میں پھیلنے کی وجہ سے تقریباً تمام ملکوں میں خوف وہراس اور افراتفری پھیلی ہوی ہے، اور پوری دنیا، ایک طرح سے لاک ڈاؤن (Lockdown) کا شکار ہے۔

ان حالات میں چہار سو جتنے منہ اتنی باتیں ہورہی ہیں، دنیا بھر میں بسنے والے بیشتر انسانوں پر ایک خوف ودہشت کا عالم سوار ہے، میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر بھی اس وباء سے متعلق ہمہ وقت مختلف قسم کے تبصرے اور تجزیے جاری ہیں۔

اور اس وباء کے نتیجے میں اہلِ حل وعقد اور حکمرانوں کی طرف سے حفاظتی تدابیر کے طور پر مختلف قسم کے قانونی احکام صادر کیے جارہے ہیں، جن میں سے بعض کا تعلق اسلام کے خاص شعبوں سے بھی ہے۔

اور آج کل جس طرح ایک عام مسلمان کا مزاج ومذاق بن گیا ہے کہ وہ اسلام کے مخصوص ونازک اور نہایت پیچیدہ احکام کے متعلق بھی، جو چاہے، جب چاہے، اپنی رائے قائم کرنے سے گریز نہیں کرتا، اس قسم کے حالات میں ہر شخص ہی مفتی ومجتہد ہونے کا کردار ادا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

دوسری طرف صورتِ حال یہ ہے کہ آج کل کی مادی سائنسی دنیا کے بہت سے مقتداء اور پیش رو تو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کے حکم ومشیت ہی کو تسلیم نہیں کرتے، اس لیے مادیت پرستی پر مشتمل اِن اہلِ سائنس کی طرف سے اس قسم کے حالات میں جو اقدامات واحکامات صادر کیے جاتے ہیں، ان میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کا کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا۔

ایسی صورت میں اہلِ سائنس سے متاثر ہوکر، مسلم معاشرے میں ذرائع ابلاغ اور میڈیا کے ذریعے سیاسی وغیر سیاسی سطح پر، جس قسم کی باتیں نشر کی جاتی ہیں، ان میں بہت سی باتیں نری مادیت پرستی پر مبنی ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے بعض کمزور ایمان والے مسلمانوں کے ایمان وعقائد میں تزلزل، اور فساد وبگاڑ پیدا ہونا شروع ہوجاتا ہے، اور اس قسم کے وبائی امراض کے حقیقی ومعنوی اسباب اور ان کے خالق ومالک اور ''مسببُ الاسباب'' پر توکل اور طے شدہ تقدیر سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

جبکہ ایک مذہبی طبقہ اس قسم کے حالات میں تمام تر سائنسی تحقیقات وتجزیات کا سرے سے انکار کر بیٹھتا ہے، جس کے ضمن میں وہ ظاہری تدابیر واسباب کی نفی کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا، اور وہ ان چیزوں کو اللہ پر توکل اور تقدیر پر بھروسہ کرنے کے خلاف قرار دیتا ہے۔

افراط وتفریط کے اس ماحول میں سخت ضرورت ہوتی ہے کہ اس عالمِ اسباب میں اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات واحکامات اور سائنسی تحقیقات وتجزیات کو اپنے اپنے درجہ پر رکھا

جائے، اور ’’اسباب‘‘ اور اُس کے خالق ومالک ’’مسبّبُ الاسباب‘‘ کے درمیان فرق کا لحاظ کیا جائے۔

اور یہ بات اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک شریعتِ مطہرہ کی اصل تعلیمات واحکامات کو ملاحظہ نہ کرلیا جائے، جن کی روشنی میں نہ صرف یہ کہ تمام تر سائنسی تحقیقات وتجزیات کا بھی کالا چٹھا کھل کر سامنے آجاتا ہے، بلکہ اسی کے ساتھ شریعتِ مطہرہ کی چودہ سو سال قبل کی پیش کردہ تعلیمات وہدایات اور احکامات وارشادات کا صد فیصد حق ودرست ہونا بھی ثابت ہوجاتا ہے۔

مگر المیہ یہ ہے کہ اس وقت جو مسلمانوں کے اکثر حکمران قائدین ہیں، جن کے ہاتھوں میں حکومت واقتدار کی زمامِ کار ہے، وہ تو غیر معمولی حد تک شرعی احکامات وتعلیمات سے بے بہرہ ہیں ہی، اسی کے ساتھ ہمارے دور میں مذہبی ودینی مقتداؤں کی شکل میں جو ایک بڑا طبقہ ابھر کر، بلکہ اُمڈ کر سامنے آیا ہے، وہ بھی شریعتِ مطہرہ کی اصل تعلیمات واحکامات سے پوری طرح واقف نہیں، اسی لیے اس طبقہ کی طرف سے بھی افراط، یا تفریط اور بے اعتدالیوں پر مشتمل بے شمار مناظر سامنے آتے ہیں۔

اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ امتِ مسلمہ، موجودہ اور اس جیسے حالات سے متعلق، شریعتِ مطہرہ کی طرف سے پیش کردہ تعلیمات واحکامات کو خود ملاحظہ کرے، اور اس کے مطابق عمل کرے، اور اسی کے ساتھ دنیا بھر میں بسنے والے انسانوں کے لیے بھی رہنمائی فراہم کرے، بجائے اس کے کہ مادیت پرستی پر مشتمل اہلِ سائنس کی اقتداء میں نیت باندھ کر اور مقتدی بن کر کھڑی ہوجائے، اور شروع سے آخر تک ان ہی کی اقتداء کرتی رہے، جیسا کہ آج کل بہت سے مسلمانوں کے طرزِ عمل سے محسوس ہوتا ہے۔

جبکہ موجودہ حالات نے یہ ثابت کردکھایا ہے، بلکہ اس کو مادیت پرست طبقہ کی طرف سے بزبانِ حال تسلیم کرلیا گیا ہے کہ اس کائنات کی اصل باگ ڈور کسی اور قدرت کے ہاتھ میں

ہے، جس کے مقابلے میں تمام تر سائنسی ومادی وسائل وآلات اور اسباب و تدابیر کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

اللہ کی قدرت ومشیّت کا کرشمہ دیکھیے کہ موجودہ ''وائرس'' (virus) کی وباء سے ابتداءً اور اکثر وبیشتر وہی ممالک زیادہ متاثر ہورہے ہیں، جن کے ہاتھوں میں موجودہ مادی سائنس کی باگ ڈور ہے، اور وہ تمام تر سائنس کے آلات اور وسائل کے ہوتے ہوئے، اس قدرتی آفت کے سامنے بالکل بے بس دکھائی دے رہے ہیں، اور وہ اس آفت سے نمٹنے اور بچنے کے لیے اپنے جملہ ممکنہ وسائل واسباب کو اختیار کررہے ہیں، لیکن قدرتی آفت ان کا پیچھا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، جو کہ ان کا پیچھا کرتے کرتے، ان کے بلند وبالا ایوانوں اور مضبوط ترین محلوں تک میں جا پہنچی ہے، اور اس وبا سے ان کا آہنی حفاظتی نظام بھی بالکل ناکام ثابت ہورہا ہے، جہاں بظاہر چڑیا کا بچہ بھی پر نہیں مارسکتا۔

فضاؤں میں دیوہیکل شکل میں اڑنے والے جہاز بند پڑے ہیں، نقل وحمل اور طلب ورسد کی بڑی بڑی مشینریاں جام ہوکر رہ گئی ہیں، ایوانوں میں بڑے بڑے سیاسی سورماؤں کے خوف ودہشت کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کرنے کے لیے تیار نہیں، دور بیٹھ کر مختلف ذرائع ابلاغ سے ایک دوسرے کے ساتھ رابطے کرنے پر مجبور ہیں۔

لیکن ان تمام تر حالات سے دوچار ہونے کے باوجود وہ یہ سوچنے کے لیے تیار نہیں کہ شاید ہم سے اس کارخانۂ قدرت کا بانی اور خالق ناراض ہے، ہم نے جو قدرت کے خلقی وفطری راستوں کو پامال کیا، اور طرح طرح سے اس قدرتی وفطری نظام میں دخل اندازی کی، یہ اس کی شامتِ اعمال ہے۔

شریعتِ مطہرہ نے آج سے سینکڑوں سال پہلے یہ اعلان فرمادیا تھا کہ زمین میں فساد پھیلنے کا سبب، انسانوں کی بداعمالیاں اور سیاہ کاریاں ہیں، جب تک ان کو ترک نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک وقتاً فوقتاً زمین پر آنے والی اس قسم کی آفات وبلیات سے بچنا ممکن نہیں۔

اللہ نے انسان کو دوسرے جانوروں اور دوسری مخلوق سے الگ تھلگ عظیم مخلوق بنایا ہے، اور اس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، اور زمین اور اس کی تمام چیزوں کو بالواسطہ، یا بلاواسطہ انسان کے وسائل وذرائع کے طور پر پیدا فرمایا ہے، تا کہ وہ اس کائنات میں رہ کر اپنے معبودِ حقیقی کی معرفت حاصل کر کے اس کی عبادت کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔

لیکن انسانوں نے اپنے ان وسائل وذرائع کو مقاصد کا درجہ دے دیا، اور انسانوں کے بجائے ، حیوانوں والی زندگی کا طرزِ عمل اپنالیا، جانوروں کی طرح کھانے پینے، موج مستی کرنے ، سیر سپاٹے کرنے اور بے جا، فضول، بلکہ ناجائز اختلاط کو اپنی زندگی کا اہم نصبُ العین بنالیا، جو انسانیت کا بہت بڑا المیہ ہے، اور یہی حیوانی طرزِ عمل اور طرزِ زندگی انسانیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی شرم گاہ کا تقاضا پورا کرنے کے لیے نکاح کی شکل میں جائز راستہ مقرر فرمایا، جو جانوروں اور حیوانوں میں نہیں پایا جاتا، لیکن انسانوں نے اس جائز راستے کو چھوڑ کر حیوانوں والا راستہ اپنایا، اور زنا وفاحشہ کے راستہ کو چنا، اور طرح طرح سے بے حیائی وفحاشی کا ارتکاب ومظاہرہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے پیٹ کا تقاضا پورا کرنے کے لیے حلال اور جائز وپاکیزہ چیزیں پیدا فرمائیں، لیکن انسانوں نے اللہ کی ان حدود کو بھی پامال کیا، اور حیوانوں وجانوروں کی طرح حرام جانوروں اور حرام وناپاک چیزوں کو کھانا پینا شروع کیا، اور پوری دنیا کو زنا اور بے حیائی کے ساتھ ساتھ شراب نوشی اور سود وحرام خوری سے آلودہ کردیا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ''اُنس ومحبت'' سے ماخوذ نام دیا، لیکن انسانوں نے اپنی اس حقیقت کو نظر انداز کر کے وحشی حیوانوں، بلکہ درندوں والا طرزِ عمل اپنایا، اور ایک انسان نے دوسرے انسان کو کاٹنا کھانا شروع کردیا، اپنے ہاتھوں سے تیار کردہ سائنسی آلات اور اسلحہ جات کو انسانیت ہی کے خلاف بے دریغ استعمال کرنا شروع کیا، اور انسانیت پر ظلم وبربریت کی وہ

تاریخ رقم کردی، جس کی شاید مثالیں نہ ملتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو صفائی، ستھرائی، اور طہارت ونظافت کا ایک پاکیزہ نظام، فراہم کیا، جس میں سر سے لے کر پاؤں تک اور لباس سے لے کر اپنے گھروں اور مسجدوں وغیرہ تک کا ایک منظّم و مستحکم نظام داخل ہے، لیکن انسانوں نے اس پاکیزہ، منظّم و مستحکم نظام کو سبوتاژ کیا۔

اللہ نے انسانوں کے لیے مخلوق کے ساتھ اختلاط کو جائز حد تک محدود رکھنے کے ساتھ ساتھ جائز اختلاط واجتماع کے لیے نہایت پاکیزہ معاشرت کی تعلیم دی، لیکن انسانوں نے اس کو بھی پامال ونظر انداز کیا، اور فضول، بلکہ ناجائز اختلاط، میل جول اور بے جا نقل وحرکت کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ تصور کرلیا۔ اور الغرض انسانوں نے اس طرح کی بے شمار حیوانی حرکتوں کو اپنایا، جس کے نتیجے میں اللہ رب العزت کی طرف سے حیوانی وائرس نے ان پر حملہ کیا، اور ان کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ اور اب اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہزاروں تدبیریں کی جارہی ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ جب تک انسان، حیوانی زندگی کا طرزِ عمل چھوڑ کر انسانی فطری زندگی پر نہیں آئے گا، اس وقت تک یہ اور اس جیسی وبائیں، پیچھا چھوڑنے والی نہیں، وہ اللہ کی حکمت ومشیت سے عارضی طور پر موقوف، یا دھیمی تو ہوسکتی ہیں، لیکن پھر یا کسی نہ کسی رنگ وروپ اور شکل وصورت میں حملہ آور ہوتی رہیں گی۔

اس قسم کی آفات وبلیات کا اصل سبب تو کفر وشرک اور پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ مختلف گناہ ہوتے ہیں، جن میں اہم گناہ، زنا، فحاشی اور ناجائز اختلاط کا پھیلنا ہوتا ہے، جن کا کفار کے معاشرے میں اتنا پھیلاؤ ہوگیا ہے کہ انہوں نے اس کو قانونی تحفظ تک بھی فراہم کردیا ہے۔

اوران کے اثرات سے مسلمانوں کا معاشرہ بھی محفوظ نہیں رہا، اوپر سے نہی عن المنکر کا فریضہ بھی نہایت کمزور ہوگیا، جس کے نتیجے میں دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا، خطرناک وائرس کی وباء سے دوچار ہوگئی۔

تاہم اس بات میں شبہ نہیں کہ کافروں کے لیے تو جبکہ وہ ایمان نہ لائیں، یہ حقیقی عذاب ہوتا

ہے، اس بناء پر ان کے لیے حقیقی خوف و ہراس اور مایوسی و ناامیدی کا باعث ہوتا ہے، لیکن مومنوں کے حق میں صرف صوری اور حسی عذاب ہوتا ہے، اور حقیقت میں رحمت ہوتا ہے، جس کے ذریعے سے مومن بندوں کے گناہوں کو دھویا اور صاف کیا جاتا ہے، جس طرح سونے کو بھٹی میں صاف کرنے کے لیے ڈالا جاتا ہے، بلکہ اگر مومن اس طرح کی وباء کے موقع پر صبر و استقامت اور رجوع الی اللہ کا مظاہرہ کرے، تو یہ اس کے لیے آخرت کے اعتبار سے گناہوں کی معافی، درجات کی بلندی اور عظیم رحمت و شہادت کا ذریعہ بن جاتا ہے، جس کا قرآن و سنت میں ذکر آیا ہے۔

ایسے حالات میں ''مسببُ الاسباب'' کی قدرت و حکمت اور رحمت سے نظر ہٹا کر مسلمانوں میں کفار کی طرح کا خوف و ہراس اور مایوسی و ناامیدی پھیلانا، یا مومن کو اس سلسلہ میں کفار کی تقلید و اتباع کرنا اور ان کی باتوں سے متاثر ہونا درست نہیں۔

ہم نے موجودہ حالات کے پیشِ نظر کوشش کی کہ طاعون اور وبائی امراض کے سلسلے میں شریعت کی اصل تعلیمات و احکامات کو پیش کیا جائے، اور بحالاتِ موجودہ، ان کی مناسب توضیح و تشریح، اور طاعون اور وباؤں کے موقع پر تدابیر و اسباب ذکر کر دیئے جائیں، جس کو آنے والے مضمون میں جمع کر دیا گیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اگر قرآن و سنت کی ان پاکیزہ تعلیمات کو ملاحظہ کیا جائے گا، اور ان کے مطابق طرزِ عمل اپنایا جائے گا، تو بندہ، ہرگز ناکام نہ ہوگا، اور اس کے لیے اس طرح کی وبائیں کسی حقیقی نقصان کا باعث نہ بن سکیں گی، بلکہ اس کے بجائے رحمت کا ذریعہ بن کر کامیابی و کامرانی شمار ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ حق و باطل میں امتیاز کرنے اور حق کی اتباع کرنے، اور باطل سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔ محمد رضوان خان

08/ شعبان المعظم/ 1441ھ 02/ اپریل/ 2020 بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(پہلا حصہ)

وبائی امراض اور اسباب وعلاج

طاعون دراصل ایک بیماری ہے، جو وبائی شکل میں پھیلتی ہے، اس میں موسمی تغیرات کی وجہ سے ہوا خود خراب ہوجاتی ہے، تو بجائے اس کے بدن میں جا کر طبعی طور پر تسکین دے اور روح کو فرحت بخشے، روح میں فاسد کیفیت پیدا کرتی ہے، اور خون میں ایک خاص قسم کا غیر معمولی فساد اور زہریلا اثر پیدا ہوجاتا ہے (حاذق، مصنفہ: حکیم حافظ محمد اجمل خان صاحب مرحوم، صفحہ ۵۸۶، مطبوعہ: مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

موجودہ زمانے میں طاعون کی مختلف قسمیں دریافت ہوئی ہیں۔

اور بعض اوقات وبائی بیماریوں کو بھی طاعون سے تعبیر کردیا جاتا ہے۔

دنیا میں وقتاً فوقتاً طاعون کے علاوہ مختلف وبائی امراض پھیلتے ہیں، ان میں سے طاعون کے وبائی مرض پر شریعتِ مطہرہ نے تفصیل کے ساتھ کلام کیا ہے، جس کی روشنی میں دوسرے وبائی امراض کی حقیقت اور ان کے اسباب اور ازالہ کی تدابیر کو سمجھا جاسکتا ہے۔ [1]

---

[1] طاعون: التعریف: قال ابن منظور: الطاعون لغة: المرض العام والوباء الذی یفسد له الهواء فتفسد له الأمزجة والأبدان. وفی المعجم الوسیط: الطاعون داء ورمی وبائی سببه مکروب یصیب الفئران، وتنقله البراغیث إلی فئران أخری وإلی الإنسان.

وفی الاصطلاح قال النووی: الطاعون قروح تخرج فی الجسد فتکون فی الآباط أو المرافق أو الأیدی أو الأصابع وسائر البدن، ویکون معه ورم وألم شدید، وتخرج تلک القروح مع لهیب ویسود ما حوالیه أو یخضر أو یحمر حمرة بنفسجیة کدرة ویحصل معه خفقان القلب والقیء، وفی أثر عن عائشة -رضی الله عنها- أنها قالت للنبی صلی الله علیه وسلم: الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال: غدة کغدة البعیر یخرج فی المراق والإبط.

قال ابن قیم الجوزیة -بعد أن بین الصلة بین الوباء والطاعون هذه القروح والأورام والجراحات، هی آثار الطاعون، ولیست نفسه ولکن الأطباء لما لم تدرک منه إلا الأثر الظاهر جعلوه نفس الطاعون.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لیے آگے مختلف فصلوں میں طاعون اور اس جیسے وبائی مرض کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والطاعون يعبر به عن ثلاثة أمور:
أحدها :هذا الأثر الظاهر، وهو الذى ذكره الأطباء .
والثانى :الموت الحادث عنه، وهو المراد بالحديث الصحيح فى قوله :الطاعون شهادة لكل مسلم.
والثالث :السبب الفاعل لهذا الداء ، وقد ورد فى الحديث الصحيح :أنه بقية رجز أرسل على بنى إسرائيل .وورد فيه أنه وخز أعدائكم من الجن وجاء أنه دعوة نبى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٣٢٩،مادة"طاعون")

وأما الطاعون فهو قروح تخرج فى الجسد فتكون فى المرافق أو الآباط أو الأيدى أوالأصابع وسائر البدن ويكون معه ورم وألم شديد وتخرج تلك القروح مع لهيب ويسود ماحواليه أو يخضر أو يحمر حمرة بنفسجية كدرة ويحصل معه خفقان القلب والقىء وأما الوباء فقال الخليل وغيره هو الطاعون وقال هو كل مرض عام والصحيح الذى قاله المحققون أنه مرض الكثيرين من الناس فى جهة من الأرض دون سائر الجهات ويكون مخالفا للمعتاد من أمراض فى الكثرة وغيرها ويكون مرضهم نوعا واحدا بخلاف سائر الأوقات فإن أمراضهم فيها مختلفة قالوا وكل طاعون وباء وليس كل وباء طاعونا (شرح النووى على مسلم، ج١٤ ص ٢٠٤،كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها)

(باب ما يذكر فى) أمر (الطاعون) بوزن فاعول من الطعن عدلوا به عن أصله ووضعوه دالا على الموت العام كالوباء وفى تهذيب النووى هو بثر وورم مولم جدا يخرج مع لهب وشمود ما حوله أو يخضر أو يحمر حمرة شديدة بنفسجية كدرة ويحصل معه خفقان وقىء ويخرج غالبا فى المراق والآباط وقد يخرج فى الأيدى والأصابع وسائر الجسد . وقال ابن سينا: وسببه دم ردىء يستحيل إلى جوهر سمى يفسد العضو ويؤدى إلى القلب كيفية رديئة فتحدث القىء والغثيان والغشى ولردائته لا يقبل من الأعضاء إلا ما كان أضعف بالطبع والطواعين تكثر عند الوباء فى البلاد الوبيئة، ومن ثم أطلق على الطاعون وباء وبالعكس والوباء فساد جوهر الهواء الذى هو مادة الروح ومدده انتهى. وحاصل هذا أنه ورم ينشأ عن هيجان الدم وانصباب الدم إلى عضو فيفسده وأن غير ذلك من الأمراض العامة الناشئة عن فساد الهواء يسمى طاعونا بطريق المجاز لاشتراكهما فى عموم المرض به (ارشاد السارى لشرح صحيح البخارى للقسطلانى، ج٨، ص٣٨٣، كتاب الطب، باب ما يذكر فى الطاعون)

وفى شرح الروض، قال ابن الأثير :الطاعون المرض العام، والوباء يحصل بفساد الهواء فتفسد منه الأمزجة فجعل الوباء قسما من الطاعون، وبعضهم فسر الطاعون بغير ذلك، ولعله أنواع، وقيل الوباء المرض العام، وقيل الموت الذريع، أى السريع، اهـ(إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين للبكرى الدمياطى، ج٣،ص٢٤٧،باب فى الوصية)

(فصل نمبر 1)

طاعون اور وبائی امراض کے حقیقی ومعنوی اسباب

سب سے پہلے تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ دنیا ’’دارُ الامتحان‘‘ ہے، جس میں آنے والا ہر انسان، امتحان میں ہے، اور امتحان کے بعد یا تو کامیابی حاصل ہوتی ہے، یا ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

نعمتوں پر امتحان میں کامیابی، دراصل ان کا شکر کرنے سے حاصل ہوتی ہے، اور مصیبتوں پر کامیابی، ان پر صبر کرنے سے حاصل ہوتی ہے، جس طرح نعمتوں کی ناشکری کرنے اور مصیبتوں پر بے صبری کرنے سے ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پھر دنیا میں جو مصائب پیش آتے ہیں، ان کا بنیادی اور حقیقی سبب، انسان کی بداعمالیاں وسیاہ کاریاں ہوتی ہیں، جن میں کفر وشرک سرِ فہرست ہے، جس کے بعد درجہ بدرجہ مختلف بداعمالیاں ہیں۔

خاص طور پر جو طاعون اور اس جیسے وبائی امراض پھیلتے ہیں، ان کا حقیقی ومعنوی سبب، زنا، بے حیائی وفحاشی کا عام ہوجانا ہوتا ہے، اور ان کا مقصد توبہ ورجوع الی اللہ ہوتا ہے، جس میں بعض لوگ کامیاب، اور بعض ناکام ہوتے ہیں۔

اور اگر اس طرح کے گناہ عام ہوجانے پر نہی عن المنکر کا سلسلہ بھی ختم، یا معتدبہ حد تک کم ہوجائے، تو پھر ان مصائب کا سلسلہ عمومی صورتِ حال اختیار کرلیتا ہے، اور بعض اوقات اللہ کے نیک بندوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، لیکن یہ مومن بندوں اور نیک لوگوں کے لیے اپنے حسبِ ایمان وحسبِ اعمال، گناہوں کی معافی، درجات کی بلندی اور یہاں تک کہ شہادت کا ذریعہ بن کر ان کے لیے رحمت کا باعث بن جاتا ہے۔

اور اس کے برعکس کافروں، بددینوں اور ناصبروں کے لیے عذاب، یا عظیم اجر وثواب سے محرومی کا باعث بنتا ہے۔

آگے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

دنیا میں خیر وشر کے ذریعے، ابتلاء وامتحان

قرآن مجید کی کئی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ، دنیا میں انسانوں کو خیر وشر پر مشتمل دونوں طرح کی چیزوں کے ذریعے سے آزماتا ہے، جس میں بعض لوگ کامیاب اور بعض لوگ ناکام شمار ہوتے ہیں، اور اللہ کسی قوم کی حالت کو اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنے عمل سے اپنی حالت کو نہ بدل دے۔

اس طرح کی صرف چند آیات بمع ضروری فوائد کے ذکر کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (سورة المائدة، رقم الآية ٤٨)

ترجمہ: اور اگر چاہتا اللہ، تو کر دیتا تم کو ایک ہی امت، اور لیکن آزماتا ہے وہ تم کو، ان چیزوں میں، جو عطاء کیں اس نے تم کو، پس سبقت کرو تم، نیکیوں میں (سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر انسان کو عطاء کردہ چیزوں میں آزمایا جاتا ہے، خواہ وہ بظاہر اچھی ہوں، یا بری ہوں اور اس دنیا کے اندر ہر شخص آزمائش وامتحان میں ہے، لہٰذا ہر انسان کو، اللہ کی طرف سے، عطاء کی ہوئی چیزوں کو اللہ کے حکم کے مطابق استعمال کر کے کامیابی کو حاصل کرنا چاہیے۔ [1]

---

[1] (ولو شاء الله لجعلكم أمة واحدة) على شريعة واحدة (ولكن) فرقكم فرقا (ليبلوكم ليختبركم (فيما آتاكم) من الشرائع المختلفة لينظر المطيع منكم والعاصى (فاستبقوا الخيرات سارعوا إليها (إلى الله مرجعكم جميعا) بالبعث (فينبئكم بما كنتم فيه تختلفون) من أمر الدين ويجزى كلا منكم بعمله(تفسير الجلالين، ص ١٤٦، تحت رقم الآية ٤٨ من سورة المائدة)

قرآن مجید کی سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورة الأنعام، رقم الآية ۱۶۵)

ترجمہ: اور وہی (اللہ) ہے، جس نے بنایا تم کو زمین کے خلیفہ، اور بلند کیا تمہارے بعض کو بعض کے درجات کے اوپر، تاکہ آزمائے وہ تم کو اُن چیزوں میں، جو عطاء کیں، اُس نے تم کو، بے شک آپ کا رب جلدی سزا دینے والا ہے، اور بے شک وہ یقیناً غفور الرحیم بھی ہے (سورہ انعام)

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انسانوں کو زمین میں نیابت وخلافت عطاء فرمائی ہے، اور عقل، مرتبے اور مال دولت وغیرہ میں ایک دوسرے کے اوپر مختلف درجات رکھے ہیں، تاکہ انسانوں کو جو جو چیزیں عطاء کی گئیں، خواہ وہ بظاہر اچھی ہوں، یا بری، اُن میں اُن کی آزمائش کی جائے، جس کے بعد بعض انسان اس آزمائش میں ناکام ہو کر سزا کے مستحق ہوتے ہیں، اور بعض کامیاب ہو کر اللہ کی مغفرت اور رحمت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ [1]

پس دنیا میں آنے والا ہر انسان آزمائش وامتحان میں ہے، جس میں کوئی کامیاب ہوتا ہے،

---

[1] ثم قال :ورفع بعضكم فوق بعض درجات فى الشرف والعقل والمال والجاه والرزق وإظهار هذا التفاوت ليس لأجل العجز والجهل والبخل فإنه تعالى متعال عن هذه الصفات وإنما هو لأجل الابتلاء والامتحان وهو المراد من قوله :ليبلوكم فى ما آتاكم وقد ذكرنا أن حقيقة الابتلاء والامتحان على الله محال إلا أن المراد هو التكليف وهو عمل لو صدر من الواحد منا لكان ذلك شبيها بالابتلاء والامتحان فسمى لهذا الاسم لأجل هذه المشابهة ثم إن هذا المكلف إما أن يكون مقصرا فيما كلف به وإما أن يكون موفرا فيه فإن كان الأول كان نصيبه من التخويف والترهيب وهو قوله :إن ربك سريع العقاب ووصف العقاب بالسرعة لأن ما هو آت قريب وإن كان الثانى وهو أن يكون موفرا فى تلك الطاعات كان نصيبه من التشريف والترغيب هو قوله :وإنه لغفور رحيم أى يغفر الذنوب ويستر العيوب فى الدنيا بستر فضله وكرمه ورحمته وفى الآخرة بأن يفيض عليه أنواع نعمه وهذا الكلام بلغ فى شرح الإعذار والإنذار والترغيب والترهيب إلى حيث لا يمكن الزيادة عليه (التفسير الكبير، لفخر الدين الرازى، ج۱۴، ص۱۹۲، ۱۹۳، سورة الأنعام)

اورکوئی ناکام ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا مِنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورة الأعراف، رقم الآية ١٦٨)

ترجمہ: اور ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہم نے، ان (لوگوں) کو زمین میں، مختلف جماعتوں کے اعتبار سے، ان میں سے نیک بھی ہیں، اور اُن میں سے اس کے علاوہ بھی ہیں، اور آزمایا ہم نے ان کو بھلائیوں اور برائیوں کے ساتھ، تاکہ وہ رجوع کریں (اللہ کی طرف) (سورہ اعراف)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے ٹکڑوں میں مختلف قوموں اور جماعتوں کو پیدا فرمایا ہے، جن میں نیک لوگ بھی ہیں، اور ان میں بُرے لوگ بھی ہیں، اور اللہ، اُن کی اچھائیوں اور بُرائیوں، یعنی مصیبت ونعمت اور راحت وتکلیف اور صحت وبیماری وغیرہ کے ذریعہ آزمائش فرماتا ہے، تاکہ وہ کفر اور گناہوں سے باز آجائیں۔

پس جو لوگ برائیوں سے باز آجاتے ہیں، وہ کامیاب ہوجاتے ہیں، اور جو باز نہیں آتے، وہ ناکام ہوجاتے ہیں۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (سورة انفال، رقم الآية ۵۳)

---

[1] (منهم الصالحون) صفة لأمما أو بدل منه وهم الذين آمنوا بالمدينة ومن يسير بسيرتهم (ومنهم دون ذلك) أى ناس دون ذلك الوصف أى منحطون عن الصلاح وهم كفرتهم وفسقتهم (وبلوناهم بالحسنات والسيئات بالنعم والنقم (لعلهم يرجعون) عما كانوا فيه من الكفر والمعاصى (تفسير أبى السعود، ج۳ص۲۸۷، ۲۸۸، سورة الأعراف، تحت رقم الآية ١٦٨)

Idara Ghufran

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ نہیں بدلتا اُس نعمت کو، جو انعام فرمائی کسی قوم پر، یہاں تک کہ وہ بدل دیں اُس چیز کو، جو اُن کے ساتھ ہے، اور بے شک اللہ خوب سُننے والا ہے، خوب جاننے والا ہے (سورہ انفال)

مطلب یہ ہے کہ جب اللہ کسی قوم کو کوئی نعمت عطاء فرماتا ہے، تو اس کو اس سے، اسی وقت واپس لیتا ہے، جب وہ قوم اپنے طرزِ عمل کو بدل لیتی ہے، پس اللہ کی طرف سے آنے والے وبال وآفت کو اپنے اعمال کی سزا سمجھنا چاہیے، اور کافر کو اپنے کفر سے اور گناہ گار کو اپنے گناہ سے باز آنا اور تائب ہونا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللّٰـهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ (سورة الرعد، رقم الآية ١١)

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں بدلتا اُس چیز کو جو کسی قوم کے ساتھ ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ بدل لیں، اُس چیز کو جو اُن کے ساتھ ہے، اور جب ارادہ فرمالے اللہ کسی قوم کے ساتھ بُرائی کا، تو نہیں ہوگا کوئی رَد کرنے والا اُس کو، اور نہیں ہوگا اُن کے لئے اللہ کے مقابلے میں کوئی مددگار (سورہ رعد)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کسی قوم کی نعمت وغیرہ کی حالت کو اس قوم کے عمل ہی کی وجہ سے بدلتا ہے، اور جب اللہ، کسی قوم کے طرزِ عمل کی وجہ سے اس کے ساتھ کسی عذاب کا ارادہ فرمائے، تو اس کے مقابلے میں کوئی طاقت اس سے نہیں بچا سکتی، لہٰذ وباء وآفت کے موقع پر اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کافر کو اپنے کفر سے، اور گناہ گار کو اپنے گناہ سے باز آنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ (سورة الأنبياء، رقم الآية ٣٥)

ترجمہ: اور ہم آزمائیں گے، تم کو، شر اور خیر کے ساتھ جانچنے کے لئے، اور ہماری

طرف ہی لوٹائے جاؤ گے تم (سورہ انبیاء)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو شر اور خیر، یعنی مصیبت ونعمت اور راحت وتکلیف اور صحت وبیماری وغیرہ کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا فرماتا ہے، جس کے بعد اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر اس کے مطابق سزا وجزا ملتی ہے۔

پس مومن وکافر، جس کو بھی کوئی اچھی وبری حالت پہنچی، اس میں وہ اللہ رب العزت کی طرف سے امتحان وآزمائش میں ہے، اس آزمائش وامتحان میں کامیابی کا طریقہ، اللہ کی طرف ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے رجوع کرنا ہے۔

اس امتحان میں کامیاب ہو کر مومن رحمت وثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور کافر وعاصی عذاب وغضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ابتلاء وامتحان اور آزمائش کے یہی دو نتیجے ہیں، جس طرح دنیا میں امتحان کے یہی دو ہی نتیجے ہوتے ہیں، ''عِندَ الِامتِحَانِ یُکرَمُ الرَّجُلُ أَو یُهَانُ'' [1]

چوپاؤں کی طرح کھانے اور زندگی گزارنے کا وبال

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنانے والوں، اللہ کے مقابلے میں شریک ٹھہرانے والوں، چوپاؤں کی طرح زندگی گزارنے اور چوپاؤں کی طرح کھانے پینے

---

[1] وقوله :ونبلوكم بالشر والخير فتنة أي نختبركم بالمصائب تارة وبالنعم أخرى، فننظر من يشكر ومن يكفر، ومن يصبر ومن يقنط(تفسير ابن كثير ،ج۵،ص ۳۰۰،سورة الأنبياء)

والبلاء هو الابتلاء ، وذلك قد يكون بالنعمة تارة، وبالمحنة أخرى، قال تعالى :ونبلوكم بالشر والخير فتنة (التفسير الكبير،لفخر الدين الرازي،ج۱۹ ،ص ۲۶ ،سورة إبراهيم)

الابتلاء والامتحان يوجب الرحمة والثواب للمحسن والعقاب للمسيء (اللباب في علم الكتاب لابن عادل،ج۱۰ ص ۱۴۱، سورة هود)

يستعمل في الخير مقيدا والشر مطلقا لقوله تعالى بلاء حسنا وقد يطلق فيهما كقوله تعالى ونبلوكم بالشر والخير فتنة وأصله الاختبار ومنه أراد الله أن يبتليهم(فتح الباري شرح صحيح البخاري،ج۱،ص۹۰ ،مقدمة فتح الباري، الفصل الخامس في سياق ما في الكتاب من الألفاظ الغريبة على ترتيب الحروف مشروحا،فصل ب و)

والوں، اور دنیا میں ادھر سے ادھر چکر کاٹنے اور دنیا کا نظارہ کرنے کے باوجود عبرت حاصل نہ کرنے والوں، اور اپنے کفر اور دنیا کے عارضی سامان سے فائدہ اٹھانے والوں، اور اپنے علم پر گھمنڈ کرنے والوں، اور اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے ساتھ استہزاء کرنے والوں کے لیے سخت عذاب کا ذکر فرمایا ہے، جو ایسے لوگ ہیں کہ دل ہونے کے باوجود، ان سے حقیقت کو نہیں سمجھتے، اور آنکھیں ہونے کے باوجود، ان سے حقیقت کو نہیں دیکھتے، اور کان ہونے کے باوجود، ان سے حقیقت کو نہیں سنتے، وہ چوپاؤں سے بدتر اور غافل لوگ ہیں، اور یہ دنیا کے بارے میں لمبی لمبی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں، جبکہ اللہ ان سے زیادہ علم وطاقت رکھنے والوں کو ہلاک کر چکا ہے، جن کا کوئی حامی ومددگار نہ ہوا، پھر یہ کیسے بچ سکتے ہیں۔

پہلے اس طرح کی چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ، وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ

(سورة آل عمران، رقم الآية ۴)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اللہ کی آیات کا، ان کے لیے عذابِ شدید ہے، اور اللہ، زبردست انتقام والا ہے (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ کافروں کے لیے، اللہ کی طرف سے شدید عذاب ہے، اس لیے ان کو، اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے، اور اللہ پر ایمان لانا چاہیے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ. مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ثُمَّ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (سورة آل عمران، رقم الآيات ۱۹۶ و ۱۹۷)

---

[1] (إن الـذين كفروا بآيات الله) القرآن وغيره (لهم عذاب شديد والله عزيز) غالب على أمره فلا يمنعه شيء من إنجاز وعده ووعيده (ذو انتقام) عقوبة شديدة ممن عصاه لا يقدر على مثلها أحد(تفسير الجلالين، ص ۶۵، تحت رقم الآية ۴ من سورة آلِ عمران)

ترجمہ: ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے تمہیں، شہروں میں چلنا پھرنا اُن لوگوں کا، جنہوں نے کفر کیا۔ متاعِ قلیل ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے، اور بہت ہی برا ٹھکانہ ہے (سورہ آلِ عمران)

مطلب یہ ہے کہ کفار، جو دنیا کے مختلف شہروں اور خطوں میں چکر کاٹتے اور گھومتے پھرتے ہیں، ان سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے، یہ دنیا کی زندگی کا سامان، اور موج مستی، بہت تھوڑی ہے، جس کے بعد اصل ٹھکانہ، جہنم ہے، جو کہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں موج مستی اڑاتے پھرنا، اور بے جا اختلاط کرنا، اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، یہ مقصدِ زندگی کے خلاف ہے، اور اس سے غفلت پیدا ہوتی ہے، اور یہ اللہ کی ناراضگی اور عذاب کا سبب بنتا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (سورة الأعراف، رقم الآية ١٧٩)

ترجمہ: اور بلاشبہ یقیناً پیدا کیا ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جن اور انسان میں سے، جن کے دل ہیں، مگر نہیں سمجھتے وہ، اُن (دِلوں) سے، اور اُن کی آنکھیں ہیں، مگر نہیں دیکھتے وہ اُن (آنکھوں) سے، اور اُن کے کان ہیں، مگر نہیں سنتے وہ اُن (کانوں) سے۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ بھٹکے ہیں، یہ لوگ ہی غافل ہیں (سورہ اعراف)

---

[1] (لا يغرنك تقلب الذين كفروا) تصرفهم (فى البلاد) بالتجارة والكسب هو (متاع قليل) يتمتعون به يسيرا فى الدنيا ويفنى (ثم مأواهم جهنم وبئس المهاد) الفراش هى (تفسير الجلالين، ص ٩٦، تحت رقم الآيات ١٩٦ و ١٩٧ من سورة آل عمران)

معلوم ہوا کہ اپنی عقل وفہم اور حواس کا صحیح اور حقیقت کے مطابق استعمال نہ کرنے والے، چوپاؤں کے مثل اور ان سے بھی بدتر اور غافل ہوتے ہیں، خواہ بظاہر وہ کتنے جاہ وجلال اور حشم وخدم اور وسائل واسباب والے کیوں نہ ہوں، لہٰذا چوپاؤں والے طرزِ عمل سے بچ کر انسانوں والے طرزِ عمل کو اپنانا اور اختیار کرنا چاہیے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ. جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ. وَجَعَلُوا لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلُّوا عَنْ سَبِيْلِهِ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيْرَكُمْ إِلَى النَّارِ (سورة إبراهيم، رقم الآيات ۲۸ الیٰ ۳۰)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف، جنہوں نے بدل دیا، اللہ کی نعمت کو، کفر سے، اور اتار دیا اپنی قوم کو، تباہی کے گھر میں، جو جہنم ہے، داخل ہوں گے یہ (کافر لوگ) اس میں، اور وہ برا ٹھکانہ ہے، اور کر دیا انہوں نے، اللہ کے لیے شریکوں کو، تاکہ گمراہ کریں وہ اِس (اللہ) کے راستے سے، آپ کہہ دیجیے کہ فائدہ اٹھالو تم، پس بے شک تمہارے لوٹنے کی جگہ آگ کی طرف ہے (سورہ ابراہیم)

مطلب یہ ہے کہ اللہ نے، انسانوں کو جو جسم وعقل پیدا کی تھی، اس کا تقاضا یہ تھا کہ اپنے خالق ومالک کو پہچانیں، اور کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانی سے بچیں، لیکن جن لوگوں نے ایسا نہ کیا، وہ خود بھی تباہ ہوئے، اور ان کے پیروکار بھی تباہ ہوئے۔

اور ان کا دنیا سے عارضی اور غیر فطری فائدہ اٹھانا، ان کو ہلاکت وتباہی سے نہیں بچا سکتا، لہٰذا کفر وشرک اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا چاہیے، اور دنیا کے عارضی فائدہ میں الجھ کر اپنے مقصدِ

---

[1] (ولقد ذرأنا) خلقنا (لجهنم كثيرا من الجن والإنس لهم قلوب لا يفقهون بها) الحق (ولهم أعين لا يبصرون بها) دلائل قدرة الله بصر اعتبار (ولهم آذان لا يسمعون بها) الآيات والمواعظ سماع تدبر واتعاظ (أولئک كالأنعام) في عدم الفقه والبصر والاستماع (بل هم أضل) من الأنعام لأنها تطلب منافعها وتهرب من مضارها وهؤلاء يقدمون على النار معاندة (أولئک هم الغافلون (تفسير الجلالين، ص ۲۲۱، تحت رقم الآية ۱۷۹ من سورة الأعراف)

زندگی کوفوت اورخراب نہیں کرنا چاہیے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ. وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ (سورة الحجر، رقم الآيات ۳، و ۴)

ترجمہ: چھوڑ دیجیے آپ ان کو، کھالیں وہ اور فائدہ اٹھالیں، اور غافل کر دیں، ان کو ان کی امیدیں، پس عنقریب یہ (حقیقت کو) جان لیں گے، اور نہیں ہلاک کیا ہم نے کسی بستی کو، مگر اس کے لیے لکھا ہوا مقرر تھا (سورہ حجر)

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ، دنیا میں کھانے پینے اور دنیا میں غیر فطری طریقوں سے فائدہ اٹھانے میں مگن رہتے ہیں، اور دنیا کے ساتھ لمبی امیدیں وابستہ رکھتے ہیں، وہ عنقریب حقیقت جان لیں گے کہ ان چیزوں پر کامیابی کا مدار نہیں، اللہ پہلے بھی ایسے بہت سے لوگوں کو ہلاک فرما چکا ہے، جن کے لیے اللہ نے ہلاکت کا ایک وقت مقرر فرما رکھا تھا۔

لہٰذا موجودہ انسانوں کے لیے بھی سبق ہے کہ وہ ان واقعات سے عبرت حاصل کریں، اور دنیا میں کھانے پینے اور موج مستی اڑانے اور دنیا کے ساتھ لمبی امیدیں وابستہ کرنے سے باز آجائیں۔ [2]

قرآن مجید کی سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا . وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا (سورة الكهف، رقم الآيات ۷ و ۸)

---

[1] (وجعلوا لله أندادا) شركاء (ليضلوا) بفتح الياء وضمها (عن سبيله) دين الإسلام (قل) لهم (تمتعوا) بدنياكم قليلا (فإن مصيركم) مرجعكم (إلى النار) (تفسير الجلالين، ص ۳۳۴، تحت رقم الآية ۳۰ من سورة إبراهيم)

[2] (ذرهم) اترك الكفار يا محمد (يأكلوا ويتمتعوا) بدنياهم (ويلههم) يشغلهم (الأمل) بطول العمر وغيره عن الإيمان (فسوف يعلمون) عاقبة أمرهم وهذا قبل الأمر بالقتال (وما أهلكنا من) زائدة (قرية) أريد أهلها (إلا ولها كتاب) أجل (معلوم) محدود لإهلاكها (تفسير الجلالين، ص ۳۳۸، تحت رقم الآيات ۳، و ۴ من سورة الحجر)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: بے شک بنادیا ہم نے ان چیزوں کو، جو زمین پر ہیں، زینت اس (زمین) کے لیے، تاکہ آزمائیں ہم ان کو کہ ان میں سے کون بہتر ہے، عمل کے اعتبار سے، اور بلاشبہ ہم یقیناً کرنے والے ہیں، ان چیزوں کو جو اس (زمین) پر ہیں، بنجر میدان (سورہ کہف)

معلوم ہوا کہ دنیا اور زمین کی رونق وخوبصورتی، امتحان وآزمائش کے لیے ہے، جس کا انجام بے رونقی ہے، اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے، اور اپنے اعمال کو درست کرنا چاہیے۔

پس جو لوگ دنیا کی ظاہری رونق اور زیب وزینت سے متاثر ہوکر، اسی کو مقصدِ زندگی بنا لیتے ہیں، ان کی مثال خوبصورت اور منقش زہریلے سانپ سے دھوکا کھانے اور اس کے زہر سے آلودہ ہونے والوں کی طرح ہے، جس سے باز آنا چاہیے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى (سورة طٰهٰ، رقم الآية ۱۳۱)

ترجمہ: اور ہرگز نہ اٹھایئے آپ اپنی آنکھیں، ان چیزوں کی طرف، جن کو فائدہ اٹھانے کے لیے دیا ہے، مختلف طرح کا ہم نے ان میں سے بعض لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر، تاکہ آزمائیں ہم ان کو، اس میں، اور تیرے رب کا رزق سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے (سورہ طٰہٰ)

مطلب یہ ہے کہ کفار کو اللہ نے جو دنیا میں مختلف قسم کی مزین چیزیں عطاء فرمائی ہیں، ان کا مقصد آزمائش اور امتحان وابتلاء ہے، اور ان کفار کو حاصل شدہ مزین چیزوں کے مقابلہ میں، اللہ جو حلال رزق عطاء فرمائے، وہ بہتر اور ثواب کی شکل میں باقی رہنے والا ہے۔

---

[1] (إنا جعلنا ما على الأرض) من الحيوان والنبات والشجر والأنهار وغير ذلك (زينة لها لنبلوهم) لنختبر الناس ناظرين إلى ذلك (أيهم أحسن عملا) فيه أى أزهد له (تفسير الجلالين، ص ۳۸۱، تحت رقم الآيات ۷ و ۸ من سورة الكهف)

اس لیے دنیا کے عارضی مال و دولت اور ساز و سامان سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ فرقان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا، أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ، إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلًا

(سورۃ الفرقان، رقم الآیات ۴۳، و ۴۴)

ترجمہ: کیا دیکھا آپ نے اس شخص کو، جس نے بنالیا اپنا معبود، اپنی خواہش کو، کیا آپ ہیں اس کے اوپر وکیل۔ کیا گمان کرتے ہیں آپ کہ بے شک ان کے اکثر سنتے ہیں، یا عقل رکھتے ہیں، نہیں ہیں وہ، مگر چوپاؤں کی طرح، بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں، راستہ سے (سورہ فرقان)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنی خواہشات کا پیروکار بن جائے، وہ دراصل ان خواہشات کو اپنا معبود بنا بیٹھتا ہے، اور ایسا شخص چوپاؤں کی طرح، بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ شمار ہوتا ہے، جو کبھی اپنی منزل تک نہیں پہنچتا، لہٰذا خواہشِ نفس کی پیروی کو عقلمندی سمجھنا سخت دھوکا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيْبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْ إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهِ، قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ (سورۃ الزمر، رقم الآیۃ ۸)

ترجمہ: اور جب پہنچتی ہے، انسان کو کوئی تکلیف، تو پکارتا ہے وہ اپنے رب کو، رجوع کرتے ہوئے اس کی طرف، پھر جب عطاء کر دیتا ہے وہ (یعنی اس کا رب) اس کو، کوئی نعمت اپنی طرف سے، تو بھول جاتا ہے وہ اس کو کہ پکارتا تھا وہ،

---

[1] (ولا تمدن عينيك إلى ما متعنا به أزواجا) أصنافا (منهم زهرة الحياة الدنيا) زينتها وبهجتها (لنفتنهم فيه) بأن يطغوا (ورزق ربك) في الجنة (خير) مما أوتوه في الدنيا (وأبقى) أدوم (تفسير الجلالين، ص ۴۱۹، تحت رقم الآية ۱۳۱ من سورة طٰهٰ)

Idara Ghufran

اس کی طرف اس سے پہلے، اور کر لیتا ہے وہ اللہ کے شریکوں کو، تاکہ گمراہ کرے وہ اس (اللہ) کے راستے سے، آپ کہہ دیجیے کہ فائدہ اٹھا لے اپنے کفر سے تھوڑا سا، بے شک! تُو آگ والوں میں سے ہے (سورہ زمر)

اس سے معلوم ہوا کہ جو کفار دنیا سے فائدہ اٹھاتے ہیں، وہ بہت تھوڑا اور عارضی ہے، ان سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللّٰهِ تُنكِرُونَ. أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ، كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ. فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِندَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ. فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ. فَلَمْ يَكُ يَنفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا، سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ، وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ

(سورة غافر، رقم الآيات ۸۱، الیٰ ۸۵)

ترجمہ: اور دکھاتا ہے وہ (یعنی اللہ) اپنی نشانیوں کو، پس اللہ کی کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے تم۔ کیا نہیں چلے پھرے وہ زمین میں، تاکہ دیکھیں وہ کہ کیسے ہوا انجام ان لوگوں کا، جو اِن سے پہلے تھے، تھے وہ زیادہ تعداد میں ان سے، اور تھے وہ زیادہ شدید قوت کے اعتبار سے، اور زمین میں آثار کے اعتبار سے، پس نہیں فائدہ پہنچایا ان کو، ان چیزوں نے، جو وہ کرتے تھے۔ پھر جب آئے ان کے پاس، ان کے رسول، کھلی نشانیوں کے ساتھ، تو اترائے وہ اس کی وجہ سے، جو ان کے پاس علم تھا، اور گھیر لیا ان کو اس چیز نے کہ جس کے ساتھ وہ استہزاء کرتے تھے

۔پھر جب دیکھا انہوں نے ہماری پکڑ کو، تو کہا انہوں نے کہ ایمان لائے ہم، تنہا اللہ پر، اور کفر کیا ہم نے ان چیزوں کا کہ ہم ان کے ذریعے سے شرک کرتے تھے۔لیکن نہیں نفع پہنچایا، ان کو ان کے ایمان نے، جب دیکھ لیا انہوں نے ہماری پکڑ کو، اللہ کی سنت ہے، جو کہ گزر چکی ہے، اس کے بندوں میں، اور خسارہ پایا اس موقع پر کافروں نے (سورہ غافر)

معلوم ہوا کہ دنیا میں اللہ، بڑی بڑی قوت وکثرت والے لوگوں کو ہلاک اور نیست ونابود فرمادیتا ہے، ان کی کثرت وقوت اور علم وہنر کا گھمنڈ، اللہ کے عذاب کے مقابلے میں کام نہیں آتا۔

اور جب عذاب کی وجہ سے موت سر پر آ کھڑی ہو، پھر ایمان لانا مفید نہیں ہوتا۔

اس لیے اللہ کی پکڑ سے پہلے توبہ تائب ہوجانا چاہیے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ. وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ أَخْرَجَتْكَ

---

[1] واختلف المفسرون فى الضمير فى :فرحوا على من يعود، فقال مجاهد وغيره :هو عائد على الأمم المذكورين، أى بما عندهم من العلم فى ظنهم ومعتقدهم من أنهم لا يبعثون ولا يحاسبون .قال ابن زيد :واغتروا بعلمهم فى الدنيا والمعايش، وظنوا أنه لا آخرة ففرحوا، وهذا كقوله تعالى : يعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا ،وقالت فرقة :الضمير فى فرحوا عائد على الرسل، وفى هذا الرسل حذف، وتقديره:

فلما جاء تهم رسلهم بالبينات كذبوهم، ففرح الرسل بما عندهم من العلم بالله والثقة به، وبأنه سينصرهم .وحاق معناه :نزل وثبت، وهى مستعملة فى الشر .وما فى قوله :ما كانوا هو العذاب الذى كانوا يكذبون به ويستهزئون بأمره، والضمير فى بهم عائد على الكفار بلا خلاف .ثم حكى حالة بعضهم ممن آمن بعد تلبس العذاب بهم فلم ينفعهم ذلك، وفى ذكر هذا حض للعرب على المبادرة وتخويف من التأنى لئلا يدركهم عذاب لا تنفعهم توبة بعد تلبسه بهم .وأما قصة قوم يونس فرأوا العذاب ولم يكن تلبس بهم، وقد مر تفسيرها مستقصى فى سورة يونس عليه السلام .و: سنت الله نصب على المصدر .و :خلت معناه :مضت واستمرت وصارت عادة(المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز،لابن عطية الأندلسى،ج۴،ص ۵۷۱، ۵۷۲،سورة غافر)

أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ (سورة محمد، رقم الآيات ١٢، و١٣)

ترجمہ: اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، فائدہ اٹھاتے ہیں وہ، اور کھاتے ہیں وہ، اس طرح سے، جیسا کہ کھاتے ہیں چوپائے، اور آگ ہی ٹھکانہ ہے ان کا۔ اور کتنی بستیاں جو کہ زیادہ شدید تھیں، قوت کے اعتبار سے، آپ کی اس بستی سے کہ نکالا جس سے آپ کو (اس کے باشندوں نے) ہلاک کر دیا، ہم نے ان کو، پس نہیں ہوا کوئی مددگار ان کے لیے (سورہ محمد)

اس سے معلوم ہوا کہ کفار، جو چوپاؤں کی طرح کھاتے اور زندگی گزارتے ہیں، اور ان کا کام کھانا پینا اور شہوت کے تقاضے پورے کرنا ہوتا ہے، ان کا اصل ٹھکانہ جہنم ہے، اور اس طرح کے نہایت طاقتور اور اکثر لوگوں کو، اللہ ہلاک کر چکا ہے، جن کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ قٓ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ، هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ (سورة ق، رقم الآية٣٦)

ترجمہ: اور کتنی ہلاک کیں ہم نے، ان سے پہلے قومیں، جو کہ زیادہ شدید تھے ان سے، قوت کے اعتبار سے، پھر وہ دوڑتے پھرنے لگے، شہروں میں کہ کیا کوئی پناہ گاہ ہے (سورہ قٓ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بہت سی طاقتور قوموں کو عذاب دے کر ہلاک کیا ہے، اور ہلاک ہونے کے وقت وہ شہروں کی مختلف جگہوں میں محفوظ پناہ گاہیں، تلاش کرتے

---

[1] والذين كفروا يتمتعون يعني: يعيشون بما أعطوا في الدنيا، ويأكلون كما تأكل الأنعام ليس لهم هم إلا الأكل، والشرب، والجماع، والنار مثوى لهم أي: منزلا، ومستقرا لهم (بحر العلوم، للسمرقندي، ج٣، ص ٢٩٩، سورة محمد)

(والذين كفروا يتمتعون) أي ينتفعون في الدنيا بمتاعها (ويأكلون كما تأكل الأنعام) غافلين عن عواقبهم (والنار مثوى لهم) أي منزل ثواء وإقامة والجملة إما حال مقدرة من واو يأكلون أو استئناف (تفسير أبي السعود، ج٨، ص ٩٤، سورة محمد)

پھرتے رہے، مگر انہیں کوئی پناہ گاہ نہ ملی۔ [1]

آج بھی مختلف وباؤں کے موقع پر محفوظ پناہ گاہیں تلاش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، لیکن اللہ کے حکم کے سامنے کوئی پناہ گاہ، حفاظت ونجات کا ذریعہ نہیں ہوتی۔

قرآن مجید کی سورہ مرسلات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ (سورة المرسلات، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: کھالو تم، اور فائدہ اٹھالو تم، تھوڑا سا، بے شک تم مجرم ہو (سورہ مرسلات)

معلوم ہوا کہ دنیا میں کھانا پینا، اور اس سے فائدہ اٹھانا عارضی ہے، اس کو مقصدِ زندگی بنانا، دائمی نقصان وخسارہ کا سبب ہے، جس سے بچنا چاہیے۔ [2]

قرآن مجید کی سورہ بروج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ. إِنَّهُ هُوَ يُبْدِءُ وَيُعِيْدُ. وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ، ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ. فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (سورة البروج، رقم الآيات ١٢ الىٰ ١٦)

ترجمہ: بے شک آپ کے رب کی پکڑ یقیناً شدید ہے۔ بے شک وہی ابتداء کرتا ہے، اور دوبارہ لوٹاتا ہے۔ اور وہی بہت زیادہ مغفرت کرنے والا ہے، بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ عرشِ مجید والا ہے۔ اس کام کو خوب کرنے والا ہے، جس کا وہ ارادہ کرتا ہے (سورہ بروج)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہوتی ہے، جس سے بچنا ممکن نہیں ہوتا، وہی ہر چیز کو ابتداء سے پیدا کرنے والا، اور اس کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے، اور اپنے

---

[1] (وكم أهلكنا قبلهم من قرن) أى أهلكنا قبل كفار قريش قرونا كثيرة من الكفار (هم أشد منهم بطشا) قوة (فنقبوا) فتشوا (فى البلاد هل من محيص) لهم أو لغيرهم من الموت فلم يجدوا (تفسير الجلالين، ص ٦٩١، تحت رقم الآية ٣٦ من سورة ق)

[2] كلوا وتمتعوا قليلا يعنى :كلوا فى الدنيا كما تأكل البهائم وعيشوا مدة قليلة إلى منتهى آجالكم إنكم مجرمون يعنى :مشركين، وهذا وعيد وتهديد ويل يومئذ للمكذبين يعنى :لمن رضى بالدنيا ولا يقر بالبعث (بحر العلوم، للسمرقندى، ج٣، ص ٥٣٥، سورة المرسلات)

www.idaraghufran.org

فرمانبرداروں کا قدردان بھی ہے کہ ان کی مغفرت کرنا والا ہے، اور ان سے بہت زیادہ محبت کرنے والا ہے۔

لہٰذا اللہ کی سخت پکڑ سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے، اور اس کی طرف توبہ واستغفار اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے رجوع کیا جائے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ فجر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ. إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ. الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ. وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ. وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ، الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ. فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ. فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ. إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (سورة الفجر، رقم الآيات ٦ الیٰ ١٤)

ترجمہ: کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ کیسے کیا آپ کے رب نے عاد کے ساتھ، جو ''ارم'' کی قوم تھی، ستونوں والی کہ نہیں پیدا کیا گیا، اس کے مثل شہروں میں۔ اور (کیسے کیا) ثمود کے ساتھ، وہ لوگ جنہوں نے بنایا تھا، پتھر کو وادی، اور فرعون کے ساتھ، جو کہ میخوں والا تھا، جنہوں نے سرکشی اختیار کی شہروں میں، پس انہوں نے بہت زیادہ ان (شہروں) میں فساد پیدا کیا، پس ڈالا ان پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا، بے شک آپ کا رب یقیناً تاک میں ہے (سورہ فجر)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قومِ عاد اور قومِ ثمود اور فرعون کو زمین میں فساد اور سرکشی کی وجہ سے، عذاب کے ذریعے ہلاک فرما چکا ہے، اور یہ قومیں بہت زیادہ قوت والی سمجھی جاتی تھیں، جن

---

[1] (إن بطش ربک) بالكفار (لشديد) بحسب إرادته (إنه هو يبدء) الخلق (ويعيد) فلا يعجزه ما يريد (وهو الغفور) للمذنبين المؤمنين (الودود) المتودد إلى أوليائه بالكرامة (ذو العرش) خالقه ومالكه (المجيد) بالرفع المستحق لكمال صفات العلو (فعال لما يريد) لا يعجزه شيء (تفسير الجلالين، ص ٨٠١، تحت رقم الآيات ١٢ الیٰ ١٦، من سورة البروج)

کے شہر اور عمارتیں بڑی مضبوط تھیں، اور اللہ رب العزت ہمہ وقت لوگوں کے اعمال سے باخبر اور ان پر پوری نظر رکھے ہوئے ہے، وہ کسی بھی وقت اپنے حکم سے عذاب نازل فرما سکتا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے سامنے کسی قوم کی مادی طاقت وصلاحیت، کوئی حیثیت نہیں رکھتی، ان سب چیزوں کے باوجود، جب زمین میں فساد اور سرکشی کی وجہ سے، اللہ کا عذاب آتا ہے، تو تمام مادی وسائل وذرائع اور اسباب وتدابیر، لاشئ محض ہوکر رہ جاتی ہیں۔

قرآن مجید میں مصائب کا بیان کردہ سبب

اس کے بعد قرآن مجید میں بیان کردہ مصائب کے سبب کو ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورة الروم، رقم الآية ۴۱)

ترجمہ: ظاہر ہوگیا، فساد، خشکی اور تری میں، بوجہ اس کے جو کمایا لوگوں کے ہاتھوں نے، تاکہ چکھائے وہ (یعنی اللہ) ان کو، ان کے بعض اعمال کا بدلہ، تاکہ وہ رجوع کریں (سورہ روم)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین کی خشکی اور تری میں فساد، دراصل لوگوں کی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے ظاہر ہوتا اور پھیلتا ہے، جن میں کفر وشرک بڑی بداعمالیاں ہیں، پھر

---

[1] (ألم تر) تعلم یا محمد (کیف فعل ربک بعاد)(إرم) هی عاد الأولى فإرم عطف بیان أو بدل ومنع الصرف للعلمية والتأنيث (ذات العماد) أی الطول كان طول الطويل منهم أربعمائة ذراع(التی لم یخلق مثلها فی البلاد) فی بطشهم وقوتهم(وثمود الذين جابوا) قطعوا (الصخر) جمع صخرة واتخذوها بیوتا (بالواد) وادی القرى (وفرعون ذی الأوتاد) كان يتد أربعة أوتاد يشد إليها يدی ورجلی من یعذبه (الذين طغوا) تجبروا (فی البلاد)(فأكثروا فيها الفساد) القتل وغيره (فصب عليهم ربک سوط) نوع (عذاب)(إن ربک لبالمرصاد) يرصد أعمال العباد فلا يفوته منها شیء ليجازيهم عليها(تفسير الجلالين، ص ۸۰۶، تحت رقم الآيات ۶ الی ۱۴ من سورة الفجر)

اس کے بعد درجہ بدرجہ گناہ ہیں، اس فساد کے ذریعے سے بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کا کچھ مزہ اور بدلہ چکھایا جاتا ہے، اور مقصد یہ ہوتا ہے کہ انسان، اللہ کی طرف رجوع کرے، اور آخرت کے حقیقی خسارے سے اپنے آپ کو بچائے۔

لہٰذا فساد فی الارض، طاعون اور وباء وغیرہ کے ظاہر ہونے پر ہر ایک کو اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، کافر کو اپنے کفر و شرک سے اور مومن کو اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا أَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (سورة الشورىٰ، رقم الآية: ٣٠)

ترجمہ: اور جو پہنچتی ہے تمہیں کوئی مصیبت، تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کی وجہ سے ہے، اور معاف کردیتا ہے، وہ (اللہ) بہت سے کاموں سے (سورہ شوریٰ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسانوں کو جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، وہ عموماً انسانوں کی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے پہنچتی ہے، جن میں بڑی بداعمالی وسیاہ کاری کفر و شرک ہے، اور اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسری بداعمالیاں اور گناہ ہیں، پھر بعض اوقات ان مصائب سے نیک صالح لوگ بھی متاثر ہوجاتے ہیں، وہ الگ بات ہے کہ وہ اس کی وجہ سے درجہ بدرجہ گناہ معاف ہونے اور شہادت کا اجر وثواب پانے والے شمار ہوتے ہیں، مگر اس کے باوجود، اللہ بہت سی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کو تو درگزر ہی فرمادیتا ہے، ورنہ کوئی زمین پر باقی نہ رہے۔

اس لیے مصائب سے نجات کے لیے کفر و شرک اور دوسری بداعمالیوں سے تائب ہونا چاہیے، اس کے باوجود کوئی مصیبت پہنچے، تو اس پر بندۂ مومن کو صبر کرنا چاہیے۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ (سورة الحديد، رقم الآية : ٢٢)

ترجمہ: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت، زمین میں اور نہ تمہاری اپنی جانوں میں، مگر ہے وہ کتاب میں، اس سے پہلے کہ وجود دیں ہم اس کو، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے (سورہ حدید)

اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کو جو کوئی مصیبت پہنچتی ہے، وہ اللہ کی طرف سے طے شدہ فیصلے کے مطابق ہوتی ہے، خواہ وہ انسانوں کی بداعمالیوں اور سیاہ کاریوں کی وجہ سے کیوں نہ ہو۔

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ کے لیے طے شدہ فیصلے کے مطابق زمین میں، یا انسانی جانوں میں کوئی نئی مصیبت پیدا کر کے بھیجنا بہت آسان ہے، اگرچہ یہ مصیبت، انسانوں کے لیے نہایت کٹھن اور مشکل کیوں نہ ہو۔

پھر یہ مصیبت، کافر کے حق میں عذاب اور مومن کے حق میں رحمت ومغفرت، بلکہ صابر اور صالح مومن کے حق میں شہادت تک کے درجہ کو پہنچانے کا بھی ذریعہ بن جاتی ہے، یعنی کافر کے حق میں ناکامی اور مومن کے حق میں اپنے اپنے درجے کے اعتبار سے کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے، جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ، خَمْسٌ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ، وَأَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ: لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يُعْلِنُوا بِهَا، إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا، وَلَمْ

يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ، إِلَّا أُخِذُوا بِالسِّنِينَ وَشِدَّةِ الْمَؤُونَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ،وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ، إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوا،وَلَمْ يَنْقُضُوا عَهْدَ اللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهٖ، إِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوًّا مِنْ غَيْرِهِمْ، فَأَخَذُوا بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ. وَمَا لَمْ تَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَيَتَخَيَّرُوا مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ، إِلَّا جَعَلَ اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۰۱۹،ابواب الفتن، باب العقوبات) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ اے جماعتِ مہاجرین! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہو جاؤ اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس سے کہ تم ان چیزوں میں مبتلا ہو، اول یہ کہ جس قوم میں فحش (وبے حیائی کے کام) کھلے عام ہونے لگتے ہیں، تو اس میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں، جو ان سے پہلے لوگوں میں نہ تھیں، اور جو قوم ناپ تول میں کمی کرتی ہے،تو وہ قحط مصائب اور حکمرانوں کے ظلم وستم میں مبتلا کر دی جاتی ہے، اور جب کوئی قوم اپنے اموال کی زکاۃ نہیں دیتی،تو بارش روک دی جاتی ہے، اور اگر چوپائے (وجانور) نہ ہوتے،تو ان پر بارش ہی نہ برستی، اور جو قوم اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے،تو اللہ، غیروں کو ان پر مسلط فرما دیتا ہے، جو اس قوم سے عداوت رکھتے ہیں، پھر وہ ان کے اموال چھین لیتے ہیں، اور جب مسلمان حکمران، کتابُ اللہ کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، بلکہ اللہ کے نازل کردہ نظام میں (مرضی کے کچھ احکام) اختیار کر لیتے ہیں (اور باقی چھوڑ دیتے ہیں) تو اللہ اس قوم کو (خانہ جنگی اور) باہمی اختلافات میں مبتلا فرما دیتا ہے (ابنِ ماجہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية ابنِ ماجه)

اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِيْنَ، خَمْسٌ إِنِ ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَنَزَلَ فِيْكُمْ أَعُوذُ بِاللّٰهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ : لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِيْ قَوْمٍ قَطُّ حَتّٰى يَعْمَلُوْا بِهَا إِلَّا ظَهَرَ فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِيْ لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِيْ أَسْلَافِهِمْ، وَلَمْ يَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ إِلَّا أُخِذُوْا بِالسِّنِيْنَ وَشِدَّةِ الْمُؤْنَةِ وَجَوْرِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ، وَلَمْ يَمْنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يُمْطَرُوْا، وَلَمْ يَنْقُضُوْا عَهْدَ اللّٰهِ وَعَهْدَ رَسُوْلِهٖ إِلَّا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ مِنْ غَيْرِهِمْ وَأَخَذُوْا بَعْضَ مَا كَانَ فِيْ أَيْدِيْهِمْ، وَمَا لَمْ يَحْكُمْ أَئِمَّتُهُمْ بِكِتَابِ اللّٰهِ إِلَّا أَلْقَى اللّٰهُ بَأْسَهُمْ بَيْنَهُمْ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٨٦٢٣، کتاب الفتن والملاحم، مسند البزار، رقم الحديث ٦١٧٥) [1]

ترجمہ: اے مہاجرین کی جماعت! پانچ چیزوں میں جب تم مبتلا ہو جاؤ اور وہ تم میں آ جائیں، میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، اس سے کہ تم ان چیزوں کو پاؤ، پہلی یہ کہ جس قوم میں بھی فحاشی پھیل جاتی ہے، تو اس میں طاعون اور ایسا فقر وفاقہ پھیل جاتا ہے کہ جو اُن سے پہلے لوگوں میں نہیں پھیلا، دوسرے جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرتی ہے، تو وہ قحط، مصائب اور بادشاہوں (وحکمرانوں) کے ظلم وستم میں مبتلا کر دی جاتی ہے، تیسرے جب بھی کوئی قوم اپنے اموال کی زکاۃ نہیں دیتی، تو آسمان سے بارش روک دی جاتی ہے، اور اگر چوپائے نہ ہوں، تو ان پر کبھی بھی بارش نہ برسے، چوتھے جو قوم بھی اللہ اور اس کے رسول کے عہد کو توڑتی ہے، تو اللہ

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه .
وقال الهيثمي: رواه البزار ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٩٦١٥)

ان پر ان کے علاوہ، ان کے دشمنوں کو مسلط فرما دیتا ہے، اور وہ دشمن ان کی کئی چیزوں کو لے لیتے ہیں، جو ان کے قبضہ میں ہیں (خواہ وہ مال ہو، یا دوسرے خزانے وذخائر اور معدنیات وغیرہ) پانچویں جب بھی مسلمانوں کے حکمران، کتاب اللہ کے مطابق (عادلانہ ومنصفانہ) فیصلے نہیں کرتے، تو اللہ ان کے درمیان باہمی پھوٹ ڈال دیتا ہے (حاکم، بزار)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ طاعون جیسی وباؤں کے پھیلنے کا حقیقی ومعنوی سبب، فحاشی کا پھیلنا ہے، جن میں زنا اور اس کے دوسرے متعلقات سب داخل ہیں۔

اور آج دنیا میں فحاشی وبے حیائی عام ہے، خاص طور پر یورپ وغیرہ میں، جن کے اثرات، مسلمانوں کے معاشرے میں بھی پہنچ رہے ہیں۔ [1]

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ بِخَمْسٍ، قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ وَمَا خَمْسٌ بِخَمْسٍ؟ قَالَ: مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلا سُلِّطَ عَلَيْهِمْ عَدُوُّهُمْ، وَمَا حَكَمُوْا بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الْفَقْرُ، وَلا ظَهَرَتْ فِيْهِمُ الْفَاحِشَةُ إِلَّا فَشَا فِيْهِمُ الْمَوْتُ، وَلا طَفَّفُوْا

---

[1] (ما من قوم يظهر فيهم الربا) أى يفشو بينهم ويصير متعارفا غير منكر (إلا أخذوا بالسنة) أى الجدب والقحط قال الحرالى :أكثر بلايا هذه الأمة حتى أصابها ما أصاب بنى إسرائيل من البأس الشنيع والانتقام بالسنين إنما هو من عمل الربا (وما من قوم يظهر فيهم الرشا) كذا بخط المصنف وفى نسخة الزنا ولا أصل لها فى نسخته (إلا أخذوا بالرعب) قال ابن حجر :وفى هذا الحديث ما يقتضى أن الطاعون والوباء ينشأ عن ظهور الفواحش وهذا الحديث وإن كان ضعيفا لكن له شواهد منها عند الحاكم بسند قال ابن حجر :جيد ولا ظهرت الفاحشة فى قوم إلا سلط الله عليهم الموت ولأحمد لا تزال أمتى بخير ما لم يفش فيهم ولد الزنا فإذا فشا فيهم أوشك أن يعمهم الله بعقاب . وسنده حسن(فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۵ص ۴۹۴، تحت رقم الحديث ۸۰۸۸)

www.idaraghufran.org

الْمِكْيَالَ إِلَّا مُنِعُوا النَّبَاتَ وَأُخِذُوا بِالسِّنِينَ، وَلَا مَنَعُوا الزَّكَاةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحدیث ۱۰۹۹۲، ج ۱۱ ص ۴۵) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، پانچ چیزیں، پانچ چیزوں کے بدلے میں آتی ہیں، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ وہ کونسی پانچ چیزیں ہیں، جو پانچ چیزوں کے بدلے میں آتی ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک تو یہ کہ جو لوگ بھی (باہم کیے ہوئے) عہد ومعاہدہ کو توڑتے ہیں، تو اس کے بدلے میں اُن پر، ان کے دشمنوں کو مسلط کردیا جاتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جو لوگ بھی اللہ کے نازل کردہ حکموں کو توڑتے ہیں، تو اس کے بدلے میں، ان میں فقر وافلاس پھیل جاتا ہے۔

اور تیسرے یہ کہ جب بھی کسی قوم میں فحاشی وبے حیائی عام ہوجاتی ہے، تو اس کے بدلے میں اُن میں موت عام ہوجاتی ہے۔

اور چوتھے یہ کہ جو لوگ بھی ناپ تول میں کمی کرتے ہیں، تو اس کے بدلے میں، یہ لوگ پیداوار کی کمی اور قحط سالی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

اور پانچویں یہ کہ جو لوگ بھی زکاۃ کو روکتے ہیں (یعنی ٹھیک ٹھیک ادا نہیں کرتے) تو اس کے بدلے میں اُن سے بارش روک لی جاتی ہے (طبرانی)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جس قوم میں فحاشی وبے حیائی پھیلتی ہے، اس میں موت عام

---

[1] قال المنذری: رواہ الطبرانی فی الکبیر وسندہ قریب من الحسن ولہ شواھد. السنین جمع سنة وھی العام المقحط الذی لم تنبت الأرض فیہ شیئا سواء وقع قطر أو لم یقع (الترغیب والترھیب، تحت رقم الحدیث ۱۱۴۶، ج ۱ ص ۳۰۹، کتاب الصدقات الترغیب فی أداء الزکاة وتأکید وجوبھا)

وقال الھیثمی: رواہ الطبرانی فی الکبیر، وفیہ إسحاق بن عبد اللہ بن کیسان المروزی، لینہ الحاکم، وبقیة رجالہ موثقون، وفیھم کلام (مجمع الزوائد، ج۳ص ۶۵، رقم الحدیث ۴۳۴۶، کتاب الزکاة، باب فرض الزکاة)

ہو جاتی ہے، اور موت کا عام ہونا، طاعون اور دوسرے وبائی امراض کی شکل میں بھی ہوسکتا ہے، جیسا کہ اس سے پہلی احادیث سے معلوم ہوا۔ [1]

بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَانَقَضَ قَوْمٌ اَلْعَھْدَ قَطُّ اِلَّا کَانَ الْقَتْلُ بَیْنَھُمْ وَلَا ظَھَرَتُ الْفَاحِشَۃُ فِیْ قَوْمٍ قَطُّ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ الْمَوْتَ وَلَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّکَاۃَ اِلَّا حَبَسَ اللّٰہُ عَنْھُمُ الْقَطْرَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۲۵۷۷، ج۲ص ۱۳۶، کتاب الجهاد، شعب الایمان، رقم الحدیث ۳۰۴۰، السنن الکبریٰ للبیهقی، رقم الحدیث ۶۳۹۷، مسند البزار، رقم الحدیث ۴۴۶۳) [2]

---

[1] (عن ابن عباس) أی :موقوفا (قال " :ما ظهر الغلول ") بالضم أی :خيانة المغنم ("فی قوم إلا ألقى الله فی قلوبهم الرعب ") بسكون العين وضمها أی :خوف العدو ("ولا فشا الزنا ") أی: انتشر ("فی قوم إلا كثر فيهم الموت ") أی :بالوباء أو الطاعون أو موت القلب أو موت العلماء ("ولا نقص قوم المكيال والميزان ") أی :وما فی معناهما كالذراع والعدد من طريق الغش والخديعة ("إلا قطع عنهم الرزق ") أی :الحلال أو بركة الرزق الذی فی أيديهم ("ولا حكم قوم") أی :من الحكام ("بغير حق ") أی :بغير استحقاق أو بغير علم فی أحكامهم الفاسدة، بل آرائهم الكاسدة ("إلا فشا فيهم الدم ") أی :القتل، والمراد ما ينجر إليه ("ولا ختر ") بفتح الخاء المعجمة والفوقية، ومنه قوله تعالى :(وما يجحد بآياتنا إلا كل ختار كفور)أی :غدر ("قوم بالعهد") أی :ينقضه خديعة رجاء الغلبة "إلا سلط ") بصيغة المجهول أی :بتسليط الله ("عليهم العدو(مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۸،ص ۳۳۶۶، كتاب الرقاق،باب تغير الناس)

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه "
وقال الذهبی: على شرط مسلم.
وقال الهيثمی: رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح غير رجاء بن محمد وهو ثقة (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۲۱۵۰، كتاب الفتن، باب فی ظهور المعاصی)
وقال الالبانی:ما نقض قوم العهد قط إلا كان القتل بينهم، وما ظهرت فاحشة فی قوم قط إلا سلط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوقوم بھی کبھی عہد توڑتی ہے، تو اُن کے درمیان قتل عام ہوجاتا ہے، اور جب بھی کسی قوم میں فحاشی و بے حیائی عام ہوجاتی ہے، تو اللہ، اُن پر موت کو مسلط فرمادیتا ہے، اور جوقوم بھی زکاۃ کو روکتی ہے ،تو اللہ اُن سے بارش کو روک لیتا ہے (حاکم)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ فحاشی و بے حیائی عام ہونے سے موت مسلط ہوجاتی ہے، اور آج اسی فحاشی و بے حیائی کے عام ہوجانے سے پوری دنیا، پر وبائی سبب سے موت کا خوف مسلط ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَيَكْثُرَ الزِّنَا، وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ، وَيَقِلَّ الرِّجَالُ، وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۵۲۳۱، كتاب النكاح، باب يقل الرجال ويكثر النساء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الله عز وجل عليهم الموت، ولا منع قوم الزكاة إلا حبس الله عنهم القطر ."رواه الحاكم(۲/۱۲۶) والبيهقی(۳/۳۴۶)من طريق بشير بن مهاجر عن عبد الله بن بريدة عن أبيه. وقال الحاكم ": صحيح على شرط مسلم "، ووافقه الذهبی.قلت :وهو كما قالا، غير أن بشيرا هذا قد تكلم فيه من قبل حفظه، وفی "التقريب "أنه صدوق لين الحديث .وقد خولف فی إسناده، فقال البيهقی عقبه: "كذا رواه بشير بن المهاجر " .... وبالجملة فالحديث بهذه الطرق والشواهد صحيح بلا ريب، وتوقف الحافظ ابن حجر فی ثبوته إنما هو باعتبار الطريق الأولى .والله أعلم. (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۰۷، ملخصاً)

www.idaraghufran.org

علامتوں سے یہ بھی ہے کہ علم اُٹھالیا جائے گا، اور جہالت (اور لاعلمی) کی کثرت ہوگی، اور زنا کی کثرت ہوگی، اور خمر (وشراب) پینے کی کثرت ہوگی، اور مَردوں کی قلت ہوگی، اور عورتوں کی کثرت ہوگی، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا کفیل (وسہارا) ایک مرد ہوگا (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت سے پہلے، زنا عام ہوجائے گا، اور آج نعوذ باللہ تعالیٰ دنیا بھر میں اس فعلِ بد کی کمی نہیں۔

کفار کے معاشرہ میں تو اس کا سخت بازار گرم ہے، جہاں باہمی رضامندی سے اس کو قانونی طور پر سندِ جواز بھی پیش کردی گئی ہے، اور ہم جنس پرستی کی شکل میں بھی حیوانی طریقوں کو اختیار کرنے میں کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، جس کے اثرات مسلم معاشرہ میں بھی پھیلنا شروع ہوگئے ہیں۔

اللہ اس سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ يَظْهَرُ الرِّبَا، وَالزِّنَا، وَالْخَمْرُ (المعجم الأوسط، للطبرانی، رقم الحديث ٧٦٩٥) [1]

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٦٥٨٢، باب ما جاء فی الربا)

و قال المنذری:

رواه الطبرانی ورواته رواة الصحيح (الترغيب والترهيب للمنذری، تحت رقم الحديث ٢٨٦٠)

و قال الالبانی:

(بين يدی الساعة يظهر الربا، والزنی، والخمر).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے قریب سود اور زنا اور شراب کے گناہ کے عام ہوجائیں گے (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه الطبرانی فی "المعجم الأوسط "(8/340/7691) : حدثنا محمد بن داود بن جابر الأحمسی البغدادی قال :حدثنا محمد بن عباد المكی قال :حدثنا حاتم بن إسماعيل عن بشير أبی إسماعيل عن سيار عن طارق بن شهاب عن ابن مسعود عن النبی -صلى الله عليه وسلم -قال ... :فذكره .وقال:

"لم يروه عن بشير أبی إسماعيل إلا حاتم بن إسماعيل ."

قلت :وهو ثقة من رجال الشيخين، وبشير أبو إسماعيل -وهو ابن سلمان -ثقة من رجال مسلم.

وسيار :هو أبو حمزة الكوفی، وثقه ابن حبان، وصحح له الحاكم (1/408) ، ووافقه الذهبی؛ فهو حسن الحديث.

ومحمد بن عباد المكی ثقة أيضا من رجال الشيخين.

وأما محمد بن داود بن جابر الأحمسی "فأورده الخطيب فی "التاريخ "(5/263-264) ، وساق له حديثا من طريق الطبرانی أيضا غير هذا، ولم يزد؛ فهو مجهول .لكنه قد توبع، فأخرجه الشجری فی "الأمالی "(2/273) من طريق أحمد بن عبد الجبار قال :حدثنا محمد بن عباد المكی به.

وأحمد بن عبد الجبار، قال الذهبی فی "المغنی":

"حديثه مستقيم، وضعفه غير واحد."

وتابعه أيضا غيره، فقال الطبرانی فی "الأوسط "أيضا (9/73/8154) : حدثنا موسى بن هارون قال :حدثنا محمد بن عباد المكی به؛ غير أنه لم يذكر" :الزنى."

وموسى بن هارون :هو الحمال، ثقة حافظ.

وبهذا التخريج يتبين أن الحديث رجال إسناده رجال "الصحيح"؛ غير سيار أبی حمزه الكوفی، وقد سبق أنه حسن الحديث .وقد أشار المنذری فی "الترغيب "(3/52/23) إلى تقوية الحديث.

وأما قول الهيثمی فی "المجمع "(4/118):

"رواه الطبرانی فی "الأوسط "، ورجاله رجال (الصحيح)!"

فهذا التعميم -فيما يبدو لی -يعنی أن (سيارا) هذا هو أبو الحكم العنزی الواسطی؛ فإنه من رجال الشيخين، لكن الإمام أحمد وغيره جزم بأن (سيارا) الذی يروی عنه بشير بن سلمان هو أبو حمزة الكوفی، وليس هو أبا الحكم، وإن جاء ذلك صريحا فی بعض الروايات عن بشير؛ انظر الحديث المخرج تحت الحديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس حدیث سے بھی قیامت کے قریب، زنا اور سود اور شراب کا عام ہونا معلوم ہوا۔
اور شامتِ اعمال سے یہ تینوں اعمالِ بد، آج دنیا بھر میں عام ہیں۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا ظَهَرَ فِيْ قَوْمٍ الرِّبَا وَالزِّنَا، إِلَّا أَحَلُّوْا بِأَنْفُسِهِمْ عِقَابَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۳۸۰۹) [1]

ترجمہ: جب بھی کسی قوم میں سود اور زنا پھیل جائے، تو سمجھ لینا چاہئے کہ ان لوگوں نے اللہ عزوجل کے عذاب کو اپنے اوپر دعوت دے دی (مسند احمد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(2767) ، فلهذا اقتصرت على التحسين .لكن الحديث صحيح، ومن دلائل نبوته - صلى الله عليه وسلم -؛ فقد جاء مفرقا فی أحاديث تقدم بعضها، فانظر مثلا حديث ابن عمر المتقدم برقم (107) ، وحديث ابن عباس المخرج فی "غاية المرام" (203/344) ، وحديث عبادة بن الصامت فی "الصحيحة "برقم (1604) وغيرها.

ومن ذلک قوله -صلى الله عليه وسلم :-

"إن من أشراط الساعة :أن يرفع العلم، ويظهر الجهل، ويفشو الزنى، وتشرب الخمر " ...الحديث.

أخرجه الشيخان فی "العلم "، وأصحاب "السنن -"غير أبی داود-، وصححه الترمذی (2205). (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۴۱۵)

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

[2] عكرمة، عن ابن عباس، قال: " نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن تشترى الثمرة حتى تطعم، وقال: إذا ظهر الزنا والربا فی قرية، فقد أحلوا بأنفسهم عذاب الله (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۲۶۱)

قال الحاكم :هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص:صحيح.

وقال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتی:

قلت: سماک صدوق إلا أن ابن المدينی وغيره تكلموا فی روايته عن عكرمة(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج۶ص ۴۳۴۹، تحت رقم الحديث ۳۰۶۶، حرف اللام)

Idara Ghufran

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

إِذَا بُخِسَ الْمِيزَانُ حُبِسَ الْقَطْرُ، وَإِذَا كَثُرَ الزِّنَا كَثُرَ الْقَتْلُ وَوَقَعَ الطَّاعُونُ، وَإِذَا كَثُرَ الْكَذِبُ كَثُرَ الْهَرْجُ (مستدرک حاكم، رقم الحديث ٨٥٣٦، كتاب الفتن والملاح، أما حديث أبى عوانة) [1]

ترجمہ: جب ناپ تول میں کمی کی جاتی ہے، تو بارش کو روک دیا جاتا ہے، اور جب زنا کی کثرت ہوتی ہے، تو قتل کی کثرت ہو جاتی ہے، اور طاعون واقع ہو جاتا ہے، اور جب جھوٹ کی کثرت ہوتی ہے، تو ''ھرج'' (یعنی خونریزی کا سلسلہ عام) ہو جاتا ہے (حاکم)

مذکورہ احادیث وروایات سے بھی معلوم ہوا کہ زنا اور سود کا عام ہو جانا، اللہ عزوجل کے عذاب، اور طاعون جیسی وباؤں کے پھیلنے کا سبب ہے۔

اور آج ان چیزوں کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ.

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَهُمْ، فَلَمْ يُنْكِرُوْهُ، يُوْشِكُ أَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِ (مسند احمد، رقم الحديث ٥٣) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ، جب اپنے درمیان برائی کو دیکھتے ہیں، اور اس پر نکیر نہیں کرتے، تو قریب ہے کہ اللہ،

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه "
وقال الذهبى فى التلخيص: على شرط البخارى ومسلم

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

اُن کو عذابِ عام میں مبتلا کرے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ جب منکرات وفواحش عام ہو جائیں، اور ان پر نہی عن المنکر کا سلسلہ بھی نہ رہے، تو اللہ کا عذاب، عام ہو کر آتا ہے، جس سے نیک لوگ بھی کم وبیش انداز میں متاثر ہوتے ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

ابنِ عمر وعائشہ رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ عَذَابًا، أَصَابَ الْعَذَابُ مَنْ كَانَ فِيْهِمْ، ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰى أَعْمَالِهِمْ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٧١٠٨، كتاب الفتن، باب: إذا أنزل الله بقوم عذابا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ، کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے، تو وہ عذاب ان کو بھی پہنچ جاتا ہے، جو اس قوم کے اندر ہوتے ہیں، پھر آخرت میں ان کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق اٹھایا جائے گا (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَبَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَنَامِهِ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَنَعْتَ شَيْئًا فِيْ مَنَامِكَ لَمْ تَكُنْ تَفْعَلُهُ، فَقَالَ: اَلْعَجَبُ، إِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِيْ يَؤُمُّوْنَ بِالْبَيْتِ بِرَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ، قَدْ لَجَأَ بِالْبَيْتِ، حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالْبَيْدَاءِ خُسِفَ بِهِمْ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ الطَّرِيْقَ قَدْ يَجْمَعُ النَّاسَ، قَالَ: نَعَمْ، فِيْهِمُ الْمُسْتَبْصِرُ وَالْمَجْبُوْرُ وَابْنُ السَّبِيْلِ، يَهْلِكُوْنَ مَهْلَكًا وَاحِدًا، وَيَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰى، يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٨٨٤ "٨" كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب الخسف بالجيش الذى يؤم البيت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیند میں اپنے ہاتھ پاؤں کو ہلایا، تو ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے اپنی نیند میں وہ عمل کیا، جو پہلے نہ فرمایا کرتے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بیتُ اللہ کا ارادہ کریں گے، قریش کے ایک آدمی کو پکڑنے کے لئے، جس نے بیتُ اللہ میں پناہ لی ہوگی، یہاں تک کہ جب وہ ایک ہموار میدان میں پہنچیں گے، تو انہیں دھنسا دیا جائے گا، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! راستے میں تو سب لوگ جمع ہوتے ہیں (کیا وہ بھی ہلاک ہوجائیں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کے بے شک! ان میں دیکھنے والے، مجبور اور مسافر بھی ہوں گے، جو ایک ہی دفعہ ہلاک ہوجائیں گے، لیکن وہ (آخرت میں) مختلف جماعتوں کی شکل میں برآمد ہوں گے، اور انہیں ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا (مسلم)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جب کسی قوم کے سامنے گناہوں کا سلسلہ ہو، اور وہ قوم نہی عن المنکر کا فریضہ انجام نہ دے، تو اللہ کی طرف سے عام عذاب آتا ہے۔

اور بعض اوقات اس طرح کے وبال سے نیک لوگ بھی متاثر ہوجاتے ہیں، جو آخرت میں اپنے اپنے اعمال اور عقائد و نیت کے اعتبار سے الگ الگ مقامات کو پائیں گے۔

تاہم احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے مصائب، اگرچہ گناہوں کی وجہ سے آئیں، تب بھی مومن کے لیے اس حیثیت سے رحمت ہوتے ہیں کہ ان کے وجہ سے مومن بندوں کے گناہ معاف ہوتے ہیں، درجات بلند ہوتے ہیں، اور اگر مومن بندہ ایسے موقع پر صبر واستقامت اور توبہ ورجوع الی اللہ کا اہتمام کرے، تو وہ شہادت کے مقام کو پالیتا ہے۔

بہرحال دنیا میں طاعون اور دوسری وبائی بیماریاں، انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے آتی ہیں، جو کافروں کے حق میں تو نرا عذاب ہوتی ہیں، اور مومنوں اور نیک لوگوں کے حق میں ظاہری وصوری عذاب ہوتی ہیں، حقیقت میں رحمت ہوتی ہیں، جن سے مومنوں کے گناہ

معاف ہوتے ہیں، یا درجات بلند ہوتے ہیں، یہاں تک کہ یہ وبائیں مومن وصابر کے لیے شہادت کے اجروثواب کا بھی ذریعہ بن جاتی ہیں۔

اور الغرض طاعون اور اس جیسے وبائی مرض کے موقع پر فوت ہونے والے کافر، تو عذاب کی شکل میں ہلاک ہو کر ناکام ونامراد شمار ہوتے ہیں، اور مومن کامیاب وبامراد شمار ہوتے ہیں، جبکہ ایمان کی حالت میں فوت ہوں، صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں، پھر مومن بندے اپنے اپنے ایمان واعمال کے اعتبار سے کامیابی کے درجات سے سرفراز ہوتے ہیں۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر کسی جگہ اللہ کا عذاب نازل ہو، تو وہ آزمائش، ابتلاء یا امتحان ہوتا ہے، جس کی ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے تو فرق نہیں کیا جاتا، تاکہ اس کا امتحان وآزمائش ہونا باقی رہے، لیکن اس امتحان سے گزرنے والے اپنے ایمان وصبر اور توکل علی اللہ ہونے نہ ہونے کی حیثیت سے، کامیاب وناکام ہوتے، اور اس اعتبار سے مختلف درجات ومراتب پاتے ہیں۔ [1]

اور جب طاعون جیسی وبائیں، گناہوں کی وجہ سے آتی اور پھیلتی ہیں، تو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آفات وبلیات پھیل جانے کے وقت توبہ واستغفار، رجوع الی اللہ اور صبر وغیرہ کا

---

[1] ولو كان العذاب يقع على بلد، وينجو منه المؤمنون لتميز الحق عن الباطل قبل أوانه، ولم تبق هذه الدار دار الابتلاء .وإنما أراد الله سبحانه من التمحيص والتمييز فى الدنيا بقدر ما لا يوجب رفع التكليف، والإيمان بالغيب، فلم يزل التمحيص والتمييز، وهو من أهم مقاصد الغزوات، إلا أنه كان فى ذيل الأسباب.

ومن ههنا تبين السر فى ابتلاء الصبى بالمرض، مع أنه لا ذنب له، وذلك لأنه أراد أن يبقى الأمر غيبا .فالعصاة تبتلى نقمة، والمؤمنون والصبيان رحمة وتسبيبا، ولا ظلم فى التسبيب، فإن الله تعالى قد نبه على خواص الأشياء .فمن يأكل السم يموت، فلا اعتراض على الله سبحانه، وإنما الذنب على من أكله .فابتلاء الصبيان من هذا القبيل، لا أنه انتقام منه تعالى، وإنما كان الظلم لو لم ينبه عليها، أو لو قهره على أكلها .وأما بعد أن هداه النجدين، ومنحه السمع والعين، فمن اقترفها، فعليه اللوم والشين(فيض البارى على صحيح البخارى، ج٣،ص ٤٣٣، كتاب البيوع،باب ما ذكر فى الأسواق)

اہتمام بھی ہونا چاہیے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ ۱؎

۱؎ ففی هذه الأحاديث أن الطاعون قد يقع عقوبة بسبب المعصية فكيف يكون شهادة ويحتمل أن يقال بل تحصل له درجة الشهادة لعموم الأخبار الواردة ولا سيما فى الحديث الذى قبله عن أنس الطاعون شهادة لكل مسلم ولا يلزم من حصول درجة الشهادة لمن اجترح السيئات مساواة المؤمن الكامل فى المنزلة لأن درجات الشهداء متفاوتة كنظيره من العصاة إذا قتل مجاهدا فى سبيل الله لتكون كلمة الله هى العليا مقبلا غير مدبر ومن رحمة الله بهذه الأمة المحمدية أن يعجل لهم العقوبة فى الدنيا ولا ينافى ذلك أن يحصل لمن وقع به الطاعون أجر الشهادة ولا سيما وأكثرهم لم يباشر تلك الفاحشة وإنما عمهم والله أعلم لتقاعدهم عن إنكار المنكر وقد أخرج أحمد وصححه بن حبان من حديث عتبة بن عبيد رفعه القتل ثلاثة رجل جاهد بنفسه وما له فى سبيل الله حتى إذا لقى العدو قاتلهم حتى يقتل فذاك الشهيد المفتخر فى خيمة الله تحت عرشه لا يفضله النبيون إلا بدرجة النبوة ورجل مؤمن قرف على نفسه من الذنوب والخطايا جاهد بنفسه وما له فى سبيل الله حتى إذا لقى العدو قاتلهم حتى يقتل فانمحت خطاياه إن السيف محاء للخطايا ورجل منافق جاهد بنفسه وما له حتى يقتل فهو فى النار إن السيف لا يمحو النفاق.

وأما الحديث الآخر الصحيح إن الشهيد يغفر له كل شىء إلا الدين فإنه يستفاد منه أن الشهادة لا تكفر التبعات وحصول التبعات لا يمنع حصول درجة الشهادة وليس للشهادة معنى إلا أن الله يثيب من حصلت له ثوابا مخصوصا ويكرمه كرامة زائدة وقد بين الحديث أن الله يتجاوز عنه ما عدا التبعات فلو فرض أن للشهيد أعمالا صالحة وقد كفرت الشهادة أعماله السيئة غير التبعات فإن أعماله الصالحة تنفعه فى موازنة ما عليه من التبعات وتبقى له درجة الشهادة خالصة فإن لم يكن له أعمال صالحة فهو فى المشيئة والله أعلم(فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج ۱۰، ص ۱۹۳، كتاب الطب،قوله باب أجر الصابر على الطاعون)

والحاصل أنه لا يلزم من الاشتراك فى الموت الاشتراك فى الثواب أو العقاب بل يجازى كل أحد بعمله على حسب نيته .

وجنح بن أبى جمرة إلى أن الذين يقع لهم ذلك إنما يقع بسبب سكوتهم عن الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر وأما من أمر ونهى فهم المؤمنون حقا لا يرسل الله عليهم العذاب بل يدفع بهم العذاب ويؤيده قوله تعالى ”وما كنا مهلكى القرى إلا وأهلها ظالمون “وقوله تعالى ”وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون“ ويدل على تعميم العذاب لمن لم ينه عن المنكر وإن لم يتعاطاه قوله تعالى فلا تقعدوا معهم حتى يخوضوا فى حديث غيره انكم إذا مثلهم(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۶۱، كتاب الفتن، قوله باب إذا أنزل الله بقوم عذابا)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر شبہ کیا جائے کہ میڈیکل سائنس وغیرہ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ طاعون اور دوسرے وبائی امراض کا سبب، خاص قسم کے جراثیم اور وائرس ہوتے ہیں، جبکہ قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان جیسی وباؤں کا سبب، انسانوں کی بداعمالیاں اور سیاہ کاریاں ہوتی ہیں، تو اس ٹکراؤ کو کیسے ختم کیا جائے گا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن وسنت کی مذکورہ نصوص میں ان وباؤں اور بلاؤں کے حقیقی ومعنوی اسباب کو بیان کیا گیا ہے، جن کا صحیح علم اس مسببُ الاسباب کے بتلانے سے ہی ہوتا ہے، جو بیماریوں کے ان ظاہری اسباب کا خالق ومالک ہے، جبکہ مادیت پرستی پر مبنی سائنس ان بیماریوں کے صرف ظاہری اسباب تک رسائی حاصل کرسکتی ہے، اور یہ بات ممکن ہے کہ ایک چیز کا حقیقی سبب تو کچھ اور ہو، لیکن ظاہر میں اس کا سبب دوسرا محسوس ہورہا ہو، ان میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں ہوتا۔

جیسا کہ زمین پر بارش نازل ہونے کا سبب، مخصوص قسم کے بادلوں کو سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووجه عدم المنافاة أن من رحمة الله تعالى بهذه الأمة أن عجل لهم عقوباتهم فى الدنيا كما فى الحديث أمتى أمة مرحومة ليس عليها عذاب فى الآخرة عذابها فى الدنيا الفتن، والزلازل، والقتل .رواه أبو داود بسند حسن.

وهو محمول على معظم الأمة لثبوت أحاديث الشفاعة فى قوم يعذبون ثم يخرجون من النار، والحاصل أن كونه عقوبة بسبب المعصية لا ينافى كونه شهادة لجميع من طعن لا سيما من لم يباشر المعصية المذكورة .ولعل سبب العموم تقاعدهم عن الأمر بالمعروف، والنهى عن المنكر أو زيادة حسنات من لم يباشر الفاحشة للحديث الصحيح إن الرجل لتكون له عند الله المنزلة ما يبلغها بعمله فما يزال يبتليه بما يكره حتى يبلغه إياها ولا كونه شهادة فى حق العاصى نفسه؛ لأن من الرحمة فى حقه أن تعجل له العقوبة فى الدنيا لتكفر خطاياه، وإنما كان سببه ظهور الزنا؛ لأنه غالبا يقع سرا، وحده :إزهاق روح المحصنين فإذا لم يقم عليهم الحد سلط الله تعالى عليهم عدوا يقتلهم سرا من حيث لا يرونه.

وقاعدة العذاب أنه إذا نزل يعم المستحق له، وغيره ثم يبعثون على نياتهم(الفتاوى الفقهية الكبرى،لابن حجر الهيتمى،ج۴،ص۲۳، كتاب الفرائض،باب الوصية)

حقیقی ومعنوی سبب، اللہ کی مشیت وغیرہ ہوتی ہے۔

اس طرح کی اور بھی بے شمار مثالیں، دنیا کے کاموں میں ملتی ہیں۔

چنانچہ آج کی سائنسی دنیا میں سافٹ ویئرز و پروگرام، بظاہر ہارڈ ویئرز کے ذریعے چلتے ہیں، اور ان کا ظہور ہارڈ ویئرز کی شکل میں ہوتا ہے، لیکن پیچھے درحقیقت سافٹ ویئرز ہیں کارفرما ہوتا ہے۔

پس ان وباؤں اور بلاؤں کا حقیقی سبب تو وہی ہے، جو قرآن وسنت نے بیان کیا، اسی لیے اس کو حقیقی ومعنوی سبب کہا جاتا ہے، اور اس حقیقی ومعنوی سبب کی ظاہری وحسی صورت وسبب وہ ہے، جو سائنس نے معلوم کیا۔

اس لیے دونوں باتوں میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہ ہوا۔

اور شریعتِ مطہرہ نے ظاہر سے آگے بڑھ کر حقیقت اور معنیٰ کی بھی نشاندہی کی، اور ان کے حل وازالہ کی بھی نشاندہی فرمائی۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] (قوله بخلاف الصلاة) أى للزلزلة فلا تكره بل تطلب لأنها أمر يخاف منه ومثل الصلاة للزلزلة الصلاة لدفع الوباء أو الطاعون لأنه عقوبة من أجل الزنا وإن كان شهادة لغيرهم كما أفاده البدر ويصلون لذلك أفذاذا أو جماعة وهل يصلون ركعتين أو أكثر ذكر بعضهم عن اللخمى أنه يستحب ركعتان ومحل استحباب الصلاة لما ذكر ما لم يجمعهما الإمام وإلا وجبت(حاشية الدسوقى على الشرح الكبير، ج ۱، ص ۳۰۸، باب فى بيان أوقات الصلاة وما يتعلق بذلك من الأحكام، فصل فى سجود التلاوة)

(فصل نمبر2)

طاعون، شیطان کا خفیہ چوکا ہے

بعض احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون جیسی وباء، دراصل شیطان کا خفیہ چوکا ہوتا ہے، جو وہ انسانوں کو خفیہ طریقے پر لگاتا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَنَاءُ أُمَّتِي بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ.

فَقِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا الطَّعْنُ قَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا الطَّاعُوْنُ؟ قَالَ وَخْزُ أَعْدَائِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَفِي كُلٍّ شُهَدَاءُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٥٢٨)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ''طعن'' اور ''طاعون'' سے فناء ہوگی، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اس ''طعن'' کو تو ہم جانتے ہیں (کہ اس سے مراد مومنوں کو دشمنوں کی طرف سے قتل کیا جانا ہے) لیکن ''طاعون'' کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''طاعون'' دراصل تمہارے دشمن جنات کا ''خفیہ چوکا'' ہے، اور ان دونوں (یعنی طعن وطاعون) میں (مومن کے لیے) شہید ہونے کا اجروثواب ہے (مسند احمد)

Idara Ghufran

مذکورہ حدیث کی سند پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے۔ ؎

؎ قال شعیب الارنؤوط:

هذا إسناد اختُلف فيه على زياد بن علاقة، فرواه سفيان- وهو الثورى كما فى هذه الرواية- عنه، عن رجل، عن أبى موسى .وكذلك رواه شعبة عنه، كما سيأتى برقم (19743)

ورواه سَعَّادُ بنُ سليمان، كما عند البخارى فى "التاريخ الكبير 212 -4/211 "، والبزار " (3040)زوائد"، والطبرانى فى "الأوسط (1418) "، ومسعر بنُ كدام، كما عند الطبرانى فى "الصغير (351) "كلاهما عنه، عن يزيد ابن الحارث (وهو لا يعرف، وفى مطبوع البزار: زياد بن الحارث) ، عن أبى موسى، به.

ورواه حجاجُ بنُ أرطاة كما عند الطبرانى فى "الأوسط (8507) "عنه، عن كردوس بن عياش الثعلبى، عن أبى موسى، به .وحجاج ضعيف.

ورواه أبو مريم- وهو عبد الغفار بن القاسم- كما عند الدارقطنى فى "العلل 7/257"، عنه، عن البراء بن عازب، عن أبى موسى .وأبو مريم ضعيف جداً.

ورواه أبو حنيفة- كما فى "مسنده - (393) "عنه، عن عبد الله بن الحارث، عن أبى موسى، به .وعبد الله بن الحارث مجهول.

ورواه أبو بكر النهشلى كما فى الرواية (19744)، عنه، عن أسامة بن شريك، عن أبى موسى.

والظاهرُ أن الحديث معروفٌ فى بنى ثعلبة قومِ زياد بن علاقة، فقد جاء فى رواية شعبة (19743)عن زياد، قال: حدثنى رجل من قومى ..ثم قال فى آخره: فلم أَرْضَ بقوله، فسألتُ سيد الحى وكان معهم، فقال: صدق، حدثناه أبو موسى .وهو ما جاء التصريح به عند أبى شيبة، فيما حكاه عنه

الدارقطنى فى "العلل257-7/256 "، فقال: وقال أبو شيبة: عن زياد، عن اثنى عشر رجلاً من بنى ثعلبة، عن أبى موسى .ومن ثم قال الدارقطنى: والاختلافُ فيه من قِبَلِ زياد بن علاقة، ويُشبه أن يكون حَفِظَهُ عن جماعة، فمرةً يرويه عن ذا، ومرة يرويه عن ذا.

وانظر. (19708)

قال السندى: قوله: بالطعن: أراد القتل بالسلاح أعم من أن يكون بالرمح، أو بالسيف، أو غيرهما .

وخز: الوخز بفتح واو وسكون خاء معجمة، بعدها زاى معجمة: طعن بالرمح أو غيره، ليس بنافذ.

وفى قوله: أعدائكم، إشارة إلى أن الطاعنين من الجن كفرة(حاشية مسند احمد)

وقال الهيثمى:

رواه أحمد بأسانيد، ورجال بعضها رجال الصحيح، ورواه أبو يعلى والبزار والطبرانى فى الثلاث (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٣٨٥٨،باب فى الطاعون وما تحصل به الشهادة)

www.idaraghufran.org

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ مضمون مختلف سندوں سے مروی اور مختلف احادیث سے ثابت ہے۔ اس لیے اس حدیث کا مضمون معتبر ہے، اور اس حدیث کی مجموعی اسناد پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا راجح اور مضبوط بات نہیں۔ [1]

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے، اور کئی محدثین نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثرى:

الحكم عليه:فى إسناده راو مبهم، وبقية رجاله رجال الصحيح.

وقال فى بذل الطاعون (ص 109) عن طريق حديث الباب الذى عند ابن أبى شيبة: "وما أظنه إلا وهما."

ثم قال: " وهذا الإسناد إلى زياد بن علاقة على شرط الصحيح، لولا الراوى المبهم لكان المتن محكوما بصحته."

وقد جاء مسمى –كما جاء مبينا فى التخريج– وأمثل طرقه رواية أبى بكر النهشلى عند أحمد وأبى يعلى، وتقدم تخريج روايته والكلام عنها.

وللحديث طريق أخرى عن أبى موسى عند ابن خزيمة كما فى بذل الماعون لابن حجر (ص 116) والحاكم (1/ 50)وأحمد (4/ 413)، قال عنها فى بذل الماعون (ص 116):" طريق قوية ليس فيها اضطراب."وصححه الحاكم.

وللحديث شواهد بعضها بإسناد جيد عن جماعة من الصحابة تقدم تخريجها.

فالحديث ثابت صحيح من طريق أبى موسى الأشعرى(حاشية المطالب العالية، ج٩ص ٢١٢، تحت رقم الحديث ١٩١٧، كتاب الجهاد، باب الشهدا)

وقال الالبانى:

صحيح...........وللحديث شاهد من حديث عائشة , يأتى فى الكتاب بعده.

ثم وجدت للحديث شاهدا آخر من رواية أبى برده بن قيس رضى الله عنه أخى أبى موسى رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فذكره , بلفظ طريق النهشلى.

أخرجه الحاكم (2/93)وقال: " صحيح الإسناد "ووافقه الذهبى.

(إرواء الغليل فى تخريج أحاديث منار السبيل، ج٦ص ٧٠ الىٰ ٧٢، ملخصاً، تحت رقم الحديث ١٦٣٧)

[2] قال ابو حذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتى:

حديث أبى موسى رفعه "فناء أمتى بالطعن والطاعون "قيل: يا رسول الله، هذا الطعن قد عرفناه، فما الطاعون؟ قال:" وخز أعدائكم من الجن، وفى كل شهادة"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس حدیث کو ابوداؤد طیالسی نے بھی روایت کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الحافظ: أخرجه أحمد من رواية زياد بن علاقة عن رجل عن أبي موسى .وفي رواية له عن زياد: حدثني رجل من قومي قال: كنا على باب عثمان ننتظر الإذن فسمعت أبا موسى .قال زياد: فلم أرض بقوله فسألت سيد الحي، فقال: صدق .

وأخرجه البزار والطبراني من وجهين آخرين عن زياد فسميا المبهم يزيد بن الحارث، وسماه أحمد في رواية أخرى أسامة بن شريك، فأخرجه من طريق أبي بكر النهشلي عن زياد بن علاقة عن أسامة بن شريك قال: خرجنا في بضع عشرة نفسا من بني ثعلبة فإذا نحن بأبي موسى.

ولا معارضة بينه وبين من سماه يزيد بن الحارث لأنه يحمل على أن أسامة هو سيد الحي الذي أشار إليه في الرواية الأخرى واستثبته فيما حدث به الأول وهو يزيد بن الحارث، ورجاله رجال الصحيحين اللهم إلا المبهم، وأسامة بن شريك صحابي مشهور والذي سماه وهو أبو بكر النهشلي من رجال مسلم، فالحديث صحيح بهذا الاعتبار.

وقد صححه ابن خزيمة والحاكم، وأخرجاه وأحمد والطبراني من وجه آخر عن أبي بكر بن أبي موسى الأشعري قال: سألت عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال "هو وخز أعدائكم من الجن، وهو لكم شهادة "ورجاله رجال الصحيح إلا أبا بلج بفتح الموحدة وسكون اللام بعدها جيم، واسمه يحيى، وثقه ابن معين والنسائي وجماعة، وضعفه جماعة بسبب التشيع، وذلك لا يقدح في قبول روايته عند الجمهور.

وللحديث طريق ثالثة أخرجها الطبراني من رواية عبد الله بن المختار عن كريب بن الحارث بن أبي موسى عن أبيه عن جده، ورجاله رجال الصحيح إلا كريبا وأباه، وكريب وثقه ابن حبان، وله حديث آخر في الطاعون أخرجه أحمد وصححه الحاكم من رواية عاصم الأحول عن كريب بن الحارث عن أبي بردة بن قيس أخي أبي موسى الأشعري رفعه "اللهم اجعل فناء أمتي قتلا في سبيلك بالطعن والطاعون"

ولحديث أبي موسى شاهد من حديث عائشة أخرجه أبو يعلى من رواية ليث بن أبي سليم عن رجل عن عطاء عنها، وهذا سند ضعيف، وآخر من حديث ابن عمر سنده أضعف منه، والعمدة في هذا الباب على حديث أبي موسى فإنه يحكم له بالصحة لتعدد طرقه إليه"

له عن أبي موسى الأشعري طرق:

الأول: يرويه زياد بن علاقة الثعلبي واختلف عنه:

– فرواه شعبة عنه عن رجل عن أبي موسى رفعه "فناء أمتي بالطعن والطاعون "قالوا: يا رسول الله، هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون؟ قال "طعن أعدائكم من الجن، وفي كل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

شهادة"أخرجه الطيالسى (ص 72) عن شعبة به.
وأخرجه أحمد (4/ 417)عن محمد بن جعفر البصرى ثنا شعبة عن زياد بن علاقة قال: حدثنى رجل من قومى –قال شعبة: قد كنت أحفظ اسمه– قال: كنا على باب عثمان ننتظر الإذن عليه فسمعت أبا موسى الأشعرى يقول: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: فذكره.
قال زياد: فلم أرض بقوله فسألت سيد الحى وكان معهم فقال: صدق حدثناه أبو موسى.
وأخرجه البزار (2987)من طريق عبد الرحمن بن عثمان أبى بحر البكراوى أنا شعبة به.إلا أنه لم يذكر قول زياد: فلم أرض بقوله –وهكذا رواه الحكم بن عتيبة عن زياد بن علاقة عن رجل من قومه عن أبى موسى.
أخرجه الطبرانى فى "الكبير "و"الأوسط "كما فى "بذل الماعون فى فضل الطاعون " (ص 110و 136)
– ورواه إسرائيل بن يونس عن زياد بن علاقة عن رجل من الحى عن أبى موسى.
أخرجه الطبرانى فى "الكبير) "بذل الماعون ص 110و 136) وابن بشران (99)
– ورواه سفيان الثورى عن زياد بن علاقة واختلف عنه:
فرواه عبد الرزاق (بذل الماعون ص 109) عن سفيان عن زياد عن رجل عن أبى موسى.
ومن طريقه أخرجه الطبرانى فى "الكبير "(بذل الماعون ص 109و 135)
وتابعه:
1– عبد الرحمن بن مهدى ثنا سفيان به.أخرجه أحمد (4/ 395)
2– أبو أحمد محمد بن عبد الله الزبيرى ثنا سفيان به.أخرجه الرويانى (553)
ورواه وكيع عن سفيان فقال: عن جرير، بدل: أبى موسى .أخرجه ابن أبى شيبة فى "مسنده "(بذل الماعون ص 109– المطالب 1929)
قال الحافظ: وما أظنه إلا وهما، والمشهور بهذا الإسناد عن زياد عن رجل عن أبى موسى"
– ورواه إسماعيل بن زكريا الخلقانى عن مسعر وسفيان عن زياد بن علاقة عن يزيد بن الحارث عن أبى موسى.أخرجه الطبرانى فى "الكبير "(بذل الماعون ص 111و135) و"الأوسط (3446) "و"الصغير (351) (1) "وأبو الشيخ فى "حديثه (123)" والخلعى فى "فوائده "(بذل الماعون ص 110– 111) من طريق إسماعيل بن عيسى العطار ثنا إسماعيل بن زكريا به.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز اس حدیث کو بیہقی اور ابویعلیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال الطبرانی: لم یروه عن مسعر بن کدام إلا إسماعیل بن زکریا، تفرد به إسماعیل بن عیسی"

قال الحافظ: قلت: وهما ثقتان، ولعل إسماعیل بن زکریا حمل روایة الثوری علی روایة مسعر .ویزید بن الحارث هو الثعلبی .وقد أثبت البخاری فی "تاریخه "سماعه من ابن مسعود وهو أقدم وفاة من أبی موسی، فلا یستبعد سماعه من أبی موسی .وذکره ابن حبان فی "ثقات التابعین "فالحدیث حسن "بذل الماعون ص 111

– ورواه أبو بکر النهشلی عن زیاد بن علاقة عن أسامة بن شریک قال: خرجنا فی بضع عشرة من بنی ثعلبة فإذا نحن بأبی موسی فإذا هو یحدث عن رسول الله – صلی الله علیه وسلم – قال "اللهم اجعل فناء أمتی فی الطاعون "وذکر الحدیث

أخرجه أحمد (4/ 417)عن یحیی بن أبی بکیر الکرمانی ثنا أبو بکر النهشلی به.

وتابعه العباس بن محمد الدوری ثنا یحیی بن أبی بکیر به.

أخرجه البیهقی فی "الدلائل(6/ 384) "

وخالفهما الفضل بن سهل الأعرج فرواه عن یحیی بن أبی بکیر أنا أبو بکر النهشلی عن زیاد بن علاقة عن قطبة بن مالک عن أبی موسی.

أخرجه البزار (2986)

قال الحافظ: وما أظنه إلا وهما من البزار ومن شیخه، فإن أحمد بن حنبل أحفظ من الفضل بن سهل وأتقن، ویحتمل أن یکون عند زیاد بن علاقة عن جماعة، وقطبة المذکور صحابی، وهو عم زیاد الراوی عنه "بذل الماعون ص 113

قلت: ومما یقوی الأول أن جماعة رووه عن أبی بکر النهشلی عن زیاد بن علاقة عن أسامة بن شریک عن أبی موسی، منهم:

1– جبارة بن مغلس.أخرجه أبو یعلی (7226)

2– یحیی بن عبد الحمید الحمانی .أخرجه ابن أبی الدنیا فی "الطواعین) "بذل الماعون ص 113) والطبرانی فی "الکبیر "(بذل الماعون ص 113و 135)

3– أبو بلال الأشعری .أخرجه الطبرانی فی "الکبیر "(بذل الماعون ص 113و 135)

قال الحافظ: وهو المحفوظ، وأبو بکر النهشلی ثقة أخرج له مسلم، ولا معارضة بینه وبین من سماه یزید بن الحارث، لما تقدم فی روایة شعبة: أن زیاد بن علاقة سمعه من سید الحی بعد أن سمعه من الأول .فیحتمل أن یکون الأول هو یزید بن الحارث، وسید الحی هو أسامة بن شریک، وهو صحابی معروف أخرج له أصحاب السنن الأربعة (بذل الماعون ص 112و 113)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراس حدیث کو بزار نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

– ورواه سعاد بن سليمان عن زياد بن علاقة عن يزيد بن الحارث عن أبى موسى .أخرجه البخارى فى "الكبير (212 - 211 /2 /2) "والبزار (2989)والطبرانى فى "الأوسط (1418) "من طريق سهل بن حماد أبى عتاب الدلال ثنا سعاد بن سليمان به.

قال الطبرانى: لم يرو هذا الحديث عن سعاد إلا أبو عتاب"

وقال الحافظ: وسعاد –بفتح السين المهملة وتشديد العين المهملة– ذكره ابن حبان فى "الثقات "وقال أبو حاتم: ليس بالقوى .ومثل هذا يصلح أن يعتبر به وأن يكتب حديثه فى المتابعات، بذل الماعون ص 111– 112

– ورواه الحجاج بن أرطاة عن زياد بن علاقة عن كردوس الثعلبى عن أبى موسى.

أخرجه البزار (2988)وابن خزيمة فى "التوكل) "بذل الماعون ص 113– 114)

والطبرانى فى "الأوسط (8507) "من طرق عن معتمر بن سليمان التيمى عن الحجاج به .

قال الطبرانى: لم يرو هذا الحديث عن زياد بن علاقة عن كردوس إلا الحجاج، تفرد به معتمر"

قلت: والحجاج قال أحمد وجماعة: لا يحتج بحديثه.

– ورواه أبو مريم عبد الغفار بن القاسم الأنصارى عن زياد بن علاقة عن يزيد بن الحارث عن أبى موسى.أخرجه الطبرانى (بذل الماعون ص 112)

ورواه محمد بن سعد العوفى عن أبيه ثنا أبو مريم ثنا زياد بن علاقة ثنى البراء بن عازب عن أبى موسى.أخرجه الدارقطنى فى "العلل(257 /7) "

قال الحافظ: وأبو مريم ضعيف جدا، بذل الماعون ص 112

– ورواه أبو شيبة إبراهيم بن عثمان العبسى عن زياد بن علاقة عن اثنى عشر رجلا من بنى ثعلبة عن أبى موسى.

قاله الدارقطنى فى "العلل(256 /7) "

وأبو شيبة قال الذهبى فى "الديوان :"مجمع على ضعفه.

– ورواه أبو حنيفة عن زياد بن علاقة عن عبد الله بن الحارث عن أبى موسى.

أخرجه الحارثى فى "مسند أبى حنيفة "وأبو بكر المقرء فى "مسند أبى حنيفة" والكلاباذى فى "معانى الأخبار "(بذل الماعون ص 136– 137) وأبو نعيم فى "مسند أبى حنيفة "(ص 105– 107) من طرق عن أبى حنيفة به.

قال الدارقطنى: والاختلاف فيه من قبل زياد بن علاقة، ويشبه أن يكون حفظه عن جماعة فمرة يرويه عن ذا، ومرة يرويه عن ذا "العلل 257 /7

قلت: ومما يقوى ما ذهب إليه الدارقطنى أن زياد بن علاقة من بنى ثعلبة وهو يروى هذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورعلامہ ابنِ حجرعسقلانی نے اپنی کتاب ’’بَـذْلُ الْمَاعُوْنِ فِیْ فَضْلِ الطَّاعُوْنِ ‘‘میں ان روایات کی اسناد کا ذکر کیا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الحديث عن رجال من قومه بنى ثعلبة، ففى حديث شعبة والحكم يرويه زياد عن رجل من قومه، ويرويه أيضا عن يزيد بن الحارث وهو من بنى ثعلبة وكذا أسامة بن شريک وقطبة بن مالک وكردوس، والله تعالى أعلم.

الثانى: يرويه أبو بلج ثنا أبو بكر بن أبى موسى عن أبيه أن النبى – صلى الله عليه وسلم – ذكر الطاعون فقال "وخز من أعدائكم من الجن، وهى شهادة المسلم ."

أخرجه أحمد (4/ 413)واللفظ له والطبرانى فى "الكبير "(بذل الماعون ص 116 و135) والحاكم (1/ 50) عن أبى عوانة الوضاح بن عبد الله الواسطى وابن خزيمة فى "التوكل "(بذل الماعون ص 116) والحاكم (1/ 50) عن حاتم بن أبى صغيرة البصرى ،كلاهما عن أبى بلج به.

وقال الحاكم: صحيح على شرط مسلم"

وقال الحافظ: وتعقبه شيخنا فى "أماليه على المستدرک "فقال: لم يحتج مسلم بأبى بلج وإنما روى له أصحاب السنن، ولكن للحديث طرق يرتفع بها إلى درجة الصحة.

قال الحافظ: قلت: ورجال هذه الطريق رجال الشيخين إلا أبا بلج واسمه يحيى، واختلف فى اسم أبيه.

ثم ذكر اختلاف أهل الجرح والتعديل فيه "بذل الماعون ص 117

الثالث: يرويه كريب بن الحارث بن أبى موسى عن أبيه عن جده مرفوعا "فناء أمتى فى الطعن والطاعون، الطعن من أعدائكم المشركين، والطاعون وخز عدوكم من الجن"

أخرجه البخارى فى "الكنى) "ص 14– 15) عن معلى بن أسد البصرى ثنا عبد العزيز بن مختار عن عبد الله بن المختار وليس بأخيه ثنى كريب به.

وأخرجه الطبرانى (بذل الماعون ص 118– 119) عن على بن عبد العزيز البغوى ثنا معلى بن أسد به.

قال الحافظ: ورجاله رجال الصحيح، إلا كريبا وأباه، وعبد الله بن المختار وعبد العزيز بن المختار ثقتان وليسا أخوين.

وقد رواه حماد بن زيد عن عبد الله بن المختار فقال: حدثنى رجل من ولد أبى موسى الأشعرى عن أبى موسى.

أخرجه الطبرانى أيضا من طريقه، وعن حماد بن زيد أيضا عن عبد الملک بن عمير عن رجل من ولد أبى موسى عن أبى موسى كذلک "بذل الماعون ص 119(انيس السارى تخريج احاديث فتح البارى، ج۵ص ۳۷۰۳ الٰى ۳۷۱۰، تحت رقم الحديث ۲۵۲۴، حرف الفاء)

اور اس حدیث کو امام حاکم نے بھی اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے، جس کو علامہ ذہبی نے مسلم کی ’’شرط‘‘ پر قرار دیا ہے۔ [1]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ طاعون جیسی وبائی بیماریاں، شیطان کا خفیہ چوکا ہوتی ہیں، جس کی مزید توضیح آگے آتی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

ذُكِرَ الطَّاعُونُ فَذَكَرْتُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَخْزَةٌ تُصِيبُ أُمَّتِي مِنْ أَعْدَائِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ: غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْإِبِلِ. مَنْ أَقَامَ عَلَيْهِ كَانَ مُرَابِطًا، وَمَنْ أُصِيبَ بِهِ كَانَ شَهِيدًا، وَمَنْ فَرَّ مِنْهُ كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ (مسند أبی یعلی، رقم الحدیث ۴۶۶۴، ج۸ص ۱۲۵، مسند عائشة)

ترجمہ: طاعون کا ذکر چھڑا، تو میں نے اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خفیہ چوکا ہے، جو میری امت کو اُن کے جنات دشمنوں کی طرف سے پہنچے گا، یہ ایک گلٹی ہوتی ہے، جو اونٹ کی گلٹی کی طرح

---

[1] جس میں ’’إخوانکم أو قال: أعداؤکم من الجن‘‘ کے الفاظ ہیں۔

حدثنا أبو أحمد بکر بن محمد الصیرفی، بمرو، ثنا أبو قلابة الرقاشی، ثنا أزهر بن سعد، ثنا حاتم بن أبی صغیرة، عن أبی بلج، عن أبی بکر بن أبی موسی، عن أبیه، قال: ذکر الطاعون عند أبی موسی الأشعری، فقال أبو موسی: سألنا عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال: " إخوانکم – أو قال: أعداؤکم – من الجن وهولکم شهادة . هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاه ."وهکذا رواه أبو عوانة، عن أبی بلج.

أخبرنیه أبو الطاهر عبد الله بن محمد الدهقان، ثنا أبو بکر بن رجاء بن السندی، ثنا عباس بن عبد العظیم العنبری، ومحمد بن أبی عتاب، قالا: ثنا یحیی بن حماد، ثنا أبو عوانة، عن أبی بکر بن أبی موسی، عن أبیه عبد الله بن قیس، عن النبی صلی الله علیه وسلم نحوه (مستدرک حاکم، رقم الاحادیث ۱۵۸ و ۱۵۹، کتاب الإیمان)

قال الذهبی فی التلخیص: علی شرط مسلم.

ہوتی ہے، جو شخص اس طاعون میں ثابت قدم رہے گا، تو وہ (اجر وثواب کے اعتبار سے) دشمنوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے والے کی طرح ہوگا، اور جو اس کی وجہ سے فوت ہوگیا، تو وہ شہید ہوگا، اور جو اس سے بھاگا (یعنی طاعون والے علاقے سے از خوفِ موت، راہِ فرار اختیار کی) تو وہ (برائی میں) دشمنوں کے مقابلے سے بھاگنے والے کی طرح ہوگا (مسند ابی یعلیٰ)

مذکورہ حدیث کی سند فی نفسہٖ ضعیف ہے۔ [1]

لیکن اس حدیث میں مذکور مضمون کی دوسری متفرق احادیث وروایات سے تائید ہوتی ہے، اس لیے ان کے ساتھ مل کر اس حدیث کے قابلِ اعتبار ہونے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔

چنانچہ طاعون کے شیطان کا خفیہ چوکا ہونے کا ذکر تو پیچھے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں گزر چکا ہے۔

اور مومن کے طاعون کے موقع پر ثابت قدم رہنے اور فوت ہونے پر شہادت کا اجر حاصل ہونے اور طاعون کے موقع سے بھاگنے والے کے لیے، دشمنوں کے مقابلے میں میدانِ جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہونے کا ذکر آگے کئی مستند ومعتبر احادیث میں آتا ہے۔ [2]

---

[1] قال حسين سليم أسد الدارانی:

إسناده ضعيف(حاشية مسند ابی يعلىٰ، تحت رقم الحديث ٤٢٦٤)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:

حديث أبی يعلى إسناده ضعيف، لضعف ليث وإبهام شيخه.

وكذا قال ابن حجر كما فى الأصل، وبذل الماعون (ص 119) .(حاشية المطالب العالية، ج٩ص ٢١٩، تحت رقم الحديث ١٩٢٢، كتاب الجهاد، باب الشهداء)

[2] قال المنذرى:

وفى رواية لابى يعلى أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وخزة تصيب أمتى من أعدائهم من الجن كغدة الإبل من أقام عليها كان مرابطا ومن أصيب به كان شهيدا ومن فر منه كان كالفار من الزحف.رواه البزار وعنده قلت يا رسول الله هذا الطعن قد عرفناه فما الطاعون قال يشبه الدمل يخرج فى الآباط والمراق وفيه تزكية أعمالهم وهو لكل مسلم شهادة.قال المملى رضى الله عنه أسانيد الكل حسان(الترغيب والترهيب، ج٢ص ٢٢٢، تحت رقم الحديث ٢١٧٧، كتاب الجهاد)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلطَّاعُوْنُ شَھَادَۃٌ لِأُمَّتِیْ، وَوَخْزُ أَعْدَائِکُمْ مِّنَ الْجِنِّ، یَخْرُجُ فِیْ آبَاطِ الرِّجَالِ وَمَرَاقِّھَا، اَلْفَارُّ مِنْہُ کَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ، وَالصَّابِرُ عَلَیْہِ کَالْمُجَاھِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۵۵۳۱، ج۵ص ۱۵۵۳۱،معجم شیوخ ابن الاعرابی، رقم الحدیث ۲۴۵۶، باب الیاء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون میری امت کی شہادت ہے، اور جنات میں سے تمہارے دشمنوں کا خفیہ (یعنی چھپا ہوا) چوکا ہے، جو لوگوں کی بغلوں اور رانوں میں نکلتا ہے، اس سے بھاگنے والا، ایسا ہے، جیسا کہ دشمنوں کے مقابلہ سے بھاگنے والا، اور اس پر ثابت قدم رہنے والا، ایسا ہے، جیسا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا (طبرانی)

یہ روایت بھی فی نفسہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن یہ روایت، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت اور دوسری روایات کے مضمون سے مل کر قوت حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جیسا کہ گزرا، اور آگے بھی آتا ہے۔ [1]

---

[1] قال الالبانی:

الطاعون شهادة لأمتی، وخز أعدائكم من الجن، غدة كغدة الإبل، تخرج بالآباط والمراق، من مات فيه مات شهيدا ومن أقام فيه (كان) كالمرابط فی سبيل الله ومن فر منه كان كالفار من الزحف ."

أخرجه الطبرانی فی "الأوسط "(رقم 5661 -) وأبو بكر بن خلاد فی "الفوائد " (ق 1/36) والسياق له عن يوسف بن ميمون عن عطاء عن ابن عمر عن عائشة مرفوعا .

وليس عند الطبرانی " :من مات فيه مات شهيدا "، وقال بدل قوله" : ومن أقام فيه كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَنَاءُ أُمَّتِيْ فِي الطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ. قُلْنَا: قَدْ عَرَفْنَا الطَّعْنَ، فَمَا الطَّاعُوْنُ؟ قَالَ: وَخْزُ أَعْدَائِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ، وَفِي كُلٍّ شَهَادَةٌ (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۳۲۷۳، ج۲ص۳۷۵، باب الالف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ''طعن'' اور'' طاعون'' سے فناء ہوگی، عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول! اس ''طعن'' کو تو ہم جانتے ہیں (کہ اس سے مراد مومنوں کا دشمنوں کی طرف سے قتل کیا جانا ہے) لیکن ''طاعون'' کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دشمن جنات کا ''خفیہ چوکا'' ہے، اوران دونوں (یعنی طعن اورطاعون) میں (مومن کے لیے) شہادت (کا اجروثواب) ہے (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ كالمرابط فى سبيل الله " ."والصابر عليه كالمجاهد فى سبيل الله ."وقال " :تفرد به يوسف ."

قلت :وهو المخزومى مولاهم الكوفى الصباغ وهو ضعيف كما قال الحافظ فى " التقريب ."وقد وجدت لزيادة ابن خلاد طريقا أخرى عند أبى يعلى فى "مسنده " (3/ 1146) من طريق ليث عن صاحب له عن عطاء قال :قالت عائشة :ذكر الطاعون، فذكرت أن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :وخزة يصيب أمتى من أعدائهم من الجن، غدة كغدة الإبل، من أقام عليه كان مرابطا ومن أصيب به كان شهيدا ومن فر منه كالفار من الزحف ."وليث هو ابن أبى سليم ضعيف لاختلاطه .

ولسائر الحديث شواهد كثيرة فى "الصحيحين "وغيرهما دون ذكر الآباط والمراق، وقد جاء ذكر المراق فى حديث معاذ عن أحمد (5/ 241) فلعله من أجل هذه الطرق حسن المنذرى فى "الترغيب "(4/ 204) إسناد هذا الحديث، وتبعه الهيثمى (2/ 315) ، وأشار الحافظ ابن حجر فى "بذل الماعون "(2/ 69 - 1) إلى تقويته .والله أعلم .(المراق) : ما سفل من البطن فما تحته من المواضع التى ترق جلودها(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٩٢٨)

اس روایت کی سند میں بھی فی نفسہٖ ضعف پایا جاتا ہے۔ [1]

لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا کہ چونکہ طاعون کا شیطان کی طرف سے ''خفیہ چوکا'' ہونا، اور امت کا طعن اور طاعون سے فناء ہونا، دوسری معتبر حدیث سے ثابت ہے، اور صبر کرنے اور فوت ہونے والے مومن کے لیے شہادت کا ذریعہ ہونا بھی معتبر احادیث سے ثابت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اس لیے مذکورہ مضمون معتبر ہے۔

بہرحال گزشتہ احادیث وروایات سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ طاعون بھی امتِ محمدیہ کے فوت ہونے کا سبب ہے، اور اس میں مومن کے لیے شہادت کا اجر ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ، یہ پیشین گوئی اس طرح ثابت ہوئی کہ بہت سے صحابۂ کرام، اس کی وجہ سے شہید ہوئے، اور بعد میں بھی یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً جاری رہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ یہ کبھی چلا جاتا ہے، اور کبھی آجاتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور مذکورہ احادیث سے ساتھ ہی ایک اہم بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ طاعون دراصل، جنات

---

[1] قال الطبرانی:

لم یرو هذا الحديث عن سالم إلا إبراهيم بن أبي حرة، ولا رواه عن إبراهيم إلا بشر بن حكيم، ولا رواه عن بشر إلا عبد الله بن عصمة، تفرد به: موسى بن أيوب ".

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط، وفيه عبد الله بن عصمة النصيبی قال ابن عدی: له مناكير، وقد وثقه ابن حبان(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۸۶۵)

وقال ابوحذيفة نبيل بن منصور البصارة الكويتی:

وأما حديث ابن عمر فأخرجه الطبرانی فی "الأوسط (2294) "و"الصغير (128)" من طريق موسى بن أيوب النصيبی ثنا عبد الله بن عصمة النصيبی عن بشر بن حكيم عن إبراهيم بن أبی حرة عن سالم عن ابن عمر مرفوعا "فناء أمتی فی الطعن والطاعون " قلنا: قد عرفنا الطعن، فما الطاعون؟ قال "وخز أعدائكم من الجن، وفی كل شهادة" وقال: لم يرو هذا الحديث عن سالم إلا إبراهيم بن أبی حرة، ولا رواه عن إبراهيم إلا بشر بن حكيم، ولا رواه عن بشر إلا عبد الله بن عصمة، تفرد به موسى بن أيوب" وقال الهيثمی: وفيه عبد الله بن عصمة النصيبی، قال ابن عدی: له مناكير، وقد وثقه ابن حبان "المجمع 2/ 314 (انيس الساری تخريج احاديث فتح الباری، ج۵ص۳۷۱۳، تحت رقم الحديث ۲۵۲۴، حرف الفاء)

میں سے انسانوں کے دشمنوں کا خفیہ اور چھپا ہوا چوکا ہے، جس سے شیطان مراد ہیں، جو کہ انسانوں کے دشمن ہیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان، کفر وشرک اور مختلف گناہوں پر ابھارتا ہے، اور پھر مختلف اور مہلک جراثیم کی شکل میں انسان کے اندر (سافٹ ویئرز کی طرح) داخل ہو جاتا ہے، اور انسانی جسم و باڈی کے ذریعہ طرح طرح سے فتنہ وفساد کا سبب بنتا ہے۔

ظاہر بینوں کو تو وبائی امراض کا سبب، جراثیم کی شکل میں نظر آتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ شیطانی اثرات ہوتے ہیں۔ اور یہ بات کسی مادّی سائنسی تحقیق اور عقل سے معلوم نہیں ہوسکتی، صرف وحی سے معلوم ہوسکتی ہے، جس پر مومن بندوں کو ایمان لانا چاہیے۔

باقی سائنس ان جراثیم کے جس وجود کو ثابت کرتی ہے، وہ شریعت کی اس بات کے مخالف نہیں، کیونکہ سائنس، چیزوں کی ظاہری وحسی شکل وصورت کو دیکھتی ہے، اور شریعت ان چیزوں کی حقیقت اور باطن پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔

پھر بعض حضرات نے فرمایا کہ شیطان کا ''خفیہ چوکا'' ہونا، طاعون کی وباء کے ساتھ خاص ہے، اور طاعون کے علاوہ دوسری وباؤں میں یہ بات نہیں ہوتی، لیکن بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ ہر وبائی مرض، شیطان کا ''خفیہ چوکا'' ہوتا ہے، کیونکہ اس طرح کے وبائی امراض گندے جراثیموں کے سبب سے پھیلتے ہیں، جن کا حقیقی ومعنوی سبب انسانوں کی بداعمالیاں ہوتی ہیں، جن پر انسانوں کے دشمن، جنات، یعنی شیاطین ابھارتے ہیں، جو پھر اس قسم کے جراثیموں کی شکل میں ظاہر ہو کر، انسانوں کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں، اور اس کے بعد شیطان، خوف وہراس پھیلا کر اور انسانوں میں مایوسی پیدا کر کے بھی اپنی کارروائی جاری رکھتا ہے، اور بظاہر یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] وقولـه وخز بفتح أوله وسكون المعجمة بعدها زاى قال أهل اللغة هو الطعن إذا كان غير نافذ ووصف طعن الجن بأنه وخز لأنه يقع من الباطن إلى الظاهر فيؤثر بالباطن أولا ثم يؤثر فى الظاهر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ طاعون وغیرہ کے موقع پر قرآن مجید کی ایسی آیات اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد لا ينفذ وهذا بخلاف طعن الإنس فإنه يقع من الظاهر إلى الباطن فيؤثر في الظاهر أولا ثم يؤثر في الباطن وقد لا ينفذ (فتح الباری لابن حجر، ج١٠، ص ١٨٢، كتاب الطب، باب ما يذكر فی الطاعون)

قال: وخز إخوانكم من الجن، وفي كل شهادة .ورواه ابن أبي الدنيا في (كتاب الطواعين) وقال فيه: وخز أعدائكم من الجن، ولا تنافي بين اللفظين لأن الأخوة في الدين لا تنافي العداوة لأن عداوة الإنس والجن بالطبع، وإن كانوا مؤمنين فالعداوة موجودة .وقال ابن الأثير: الوخز طعن ليس بنافذ، وقال بعضهم: لم أر لفظ: إخوانكم، بعد التتبع الطويل البالغ في شيء من طرق الحديث .قلت: هذه اللفظة ذكرها هنا ابن الأثير وذكرها أيضا ناقلا من (مسند أحمد) قاضي القضاة بدر الدين محمد بن عبد الله أبي البقاء الشبلي الحنفي، وكفى بهما الاعتماد على صحتها، وعدم اطلاع هذا القائل لا يدل على العدم (عمدة القاری، ج٢١، ص ٢٥٦، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون)

فإن قلت إن الشارع أخبر بأن الطاعون من وخزالجن فبينه وبين ما ذكر من الأقوال في تفسير الطاعون منافاة ظاهرا أقلت: الحق ما قاله الشارع، والأطباء تكلموا في ذلك على ما اقتضته قواعدهم، وطعن الجن أمر لا يدرك بالعقل فلم يذكروه على أنه يحتمل أن تحدث هذه الأشياء فيمن يطعن عند وخز الجن، ومما يؤيد أن الطاعون من وخز الجن وقوعه غالبا في أعدل الفصول وفي أصح البلاد هواء وأطيبها ماء، ولو كان من فساد الهواء لعم الناس الذين يقع فيهم الطاعون ولطعنت الحيوانات أيضا (عمدة القاری، ج٢١، ص ٢٥٦،٢٥٧، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون)

وحاصل هذا أنه ورم ينشأ عن هيجان الدم وانصباب الدم إلى عضو فيفسده وأن غير ذلك من الأمراض العامة الناشئة عن فساد الهواء يسمى طاعونا بطريق المجاز لاشتراكهما في عموم المرض به وهذا لا يعارض حديث الطاعون وخز أعدائكم من الجن إذ يجوز أن ذلك يحدث عن الطعنة الباطنة فتحدث منها المادة السمية ويهيج الدم بسببها، وإنما لم تتعرض الأطباء لكونه من طعن الجن لأنه أمر لا يدرك بالعقل وإنما عرف من جهة الشارع فتكلموا في ذلك بما اقتضته قواعدهم، لكن في وقوع الطاعون في أعدل الفصول وأصح البلاد هواء وأطيبها ماء دلالة على أن الطاعون إنما يكون من طعن الجن ولأنه لو كان بسبب فساد الهواء لدام في الأرض لأن الهواء يفسد تارة ويصح أخرى والطاعون يذهب أحيانا ويجيء أحيانا على غير قياس ولا تجربة وربما جاء سنة على سنة وربما أبطأ سنين وأيضا لو كان من فساد الهواء لعم الناس والحيوان وربما يصيب الكثير من الناس ولا يصيب من هو بجانبهم ممن هو في مثل مزاجهم وربما يصيب بعض أهل البيت الواحد ويسلم منه الآخرون منهم (ارشاد الساری، ج٨، ص ٣٨٣، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون)

(قوله وكل طاعون وباء إلخ) لأن الوباء اسم لكل مرض عام نهر، والطاعون والمرض العام بسبب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں مذکور مسنون دعاؤں کو پڑھنا بھی مفید ہے، جو شیطان سے حفاظت کا باعث ہیں، اور نیک لوگوں کے مجربات میں سے ہیں، جن میں سے بعض دعاؤں اور اذکار کا ذکر آگے دوسرے حصہ میں آتا ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وخز الجن ح، وهذا بيان لدخول الطاعون فى عموم الأمراض المنصوص عليه عندنا، وإن لم ينصوا على الطاعون بخصوص(رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۱۸۳، كتاب الصلاة ،باب الكسوف)

[1] وهذه العلل والأسباب ليس عند الأطباء ما يدفعها، كما ليس عندهم ما يدل عليها، والرسل تخبر بالأمور الغائبة، وهذه الآثار التى أدركوها من أمر الطاعون ليس معهم ما ينفى أن تكون بتوسط الأرواح، فإن تأثير الأرواح فى الطبيعة وأمراضها وهلاكها أمر لا ينكره إلا من هو أجهل الناس بالأرواح وتأثيراتها، وانفعال الأجسام وطبائعها عنها، والله سبحانه قد يجعل لهذه الأرواح تصرفا فى أجسام بنى آدم عند حدوث الوباء وفساد الهواء ، كما يجعل لها تصرفا عند بعض المواد الرديئة التى تحدث للنفوس هيئة رديئة، ولا سيما عند هيجان الدم، والمرة السوداء ، وعند هيجان المنى، فإن الأرواح الشيطانية تتمكن من فعلها بصاحب هذه العوارض ما لا تتمكن من غيره، ما لم يدفعها دافع أقوى من هذه الأسباب من الذكر، والدعاء ، والابتهال والتضرع، والصدقة، وقراء ة القرآن، فإنه يستنزل بذلك من الأرواح الملكية ما يقهر هذه الأرواح الخبيثة، ويبطل شرها ويدفع تأثيرها، وقد جربنا نحن وغيرنا هذا مرارا لا يحصيها إلا الله، ورأينا لاستنزال هذه الأرواح الطيبة واستجلاب قربها تأثيرا عظيما فى تقوية الطبيعة، ودفع المواد الرديئة، وهذا يكون قبل استحكامها وتمكنها، ولا يكاد ينخرم، فمن وفقه الله بادر عند إحساسه بأسباب الشر إلى هذه الأسباب التى تدفعها عنه، وهى له من أنفع الدواء ، وإذا أراد الله عز وجل إنفاذ قضائه وقدره، أغفل قلب العبد عن معرفتها وتصورها وإرادتها، فلا يشعر بها ولا يريدها ليقضى الله فيه أمرا كان مفعولا(زاد المعاد فى هدى خير العباد، ج۴،ص ۳۶،۳۷،القسم الأول العلاج بالأدوية الطبيعية،فصل هديه فى الطاعون وعلاجه والاحتراز منه)

وحكمة تسليطهم على الإنس بالطعن أن الله سبحانه وتعالى أمرنا بمعاداة أعدائنا منهم أيضا وهم شياطينهم فأبى أكثر الناس إلا مسالمتهم بل، ومطاوعتهم على ما يطلبونه منهم من المعاصى، والضلال فسلطوا عليهم عقوبة لهم كما سلط عليهم أعداؤهم من الإنس حيث أفسدوا فى الأرض، ونبذوا كتاب الله وراء ظهورهم عقوبة لمستحقها، وشهادة رحمة لأهلها وهذه سنة الله سبحانه وتعالى فى العقوبات تقع عامة فتكون طهرا للمؤمنين، وانتقاما للكافرين(الفتاوى الفقهية الكبرى،لابن حجر الهيتمى،ج۴،ص ۲۲، كتاب الفرائض،باب الوصية)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر3)

طاعون، کافر کے لیے عذاب اور مومن کے لیے رحمت

طاعون اور اس جیسے وبائی امراض کے حقیقی ومعنوی اسباب، کفر وشرک ، اور درجہ بدرجہ بداعمالیاں، اور خاص طور پر بے حیائی اور زنا کاری کا عام ہوجانا ہے، جیسا کہ گزرا۔

لیکن اس کے باوجود، طاعون اور اس جیسے وبائی مرض، کفار کے لیے باعثِ عذاب ہوتے ہیں، اور مومنوں کے لیے باعثِ رحمت وشہادت ہوتے ہیں، جبکہ وہ اللہ پر ایمان وتوکل رکھیں، اور صبر وہمت کا مظاہرہ کریں، اور اللہ کی طرف متوجہ ہوں۔

پھر مومن کا ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوجانا ہی کافر کے مقابلے میں رحمت ہے، اور اگر وباء کے زمانے میں صبر واستقامت اور اعمالِ صالحہ اختیار کرتے ہوئے، زندہ رہے، یا فوت ہوجائے، تو اس کے لیے اس سے بھی بڑی رحمت ہے کہ اس کے لیے شہادت کا اجر وثواب ہے، اور جتنا صبر واستقلال اور اعمالِ صالحہ بڑھے ہوئے ہوں گے، شہادت کا اجر وثواب بھی، اسی اعتبار سے زیادہ ہوگا۔

جبکہ اس کے برعکس کفر کی حالت میں فوت ہوجانا، سراسر خسارہ کا باعث ہے۔

مطلب یہ ہے کہ طاعون اور اس جیسے وبائی امراض ، دراصل انسانوں کے لیے امتحان وآزمائش کے لیے، بھیجے جاتے ہیں، اور اس امتحان کے موقع پر کافر تو ناکام ونامراد ٹھہرتے ہیں، خواہ پہلے سے کافر ہوں، یا اس حالت میں مبتلا ہوکر نعوذ باللہ تعالیٰ کوئی کفر اختیار کرے، جبکہ مومن کامیاب شمار ہوتے ہیں، کچھ مومن تو اعلیٰ درجے میں اور کچھ اس سے کم حیثیت سے، درجہ بدرجہ کامیابی کے مستحق ٹھہرتے ہیں، اپنے اپنے صبر واعمالِ صالحہ کے اعتبار سے درجات کو پاتے ہیں، خواہ وہ اس حالت میں زندہ رہیں، یا فوت ہوجائیں، بہرحال مومن

ناکام نہیں۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون اور وبائی مرض، مومن کے حق میں صرف ظاہری وحسی اعتبار سے عذاب ہے، اور حقیقت کے اعتبار سے رحمت ہے، کسی مومن کے حق میں بڑی رحمت ہے، اور کسی مومن کے حق میں اس سے نچلے درجے کی رحمت ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن وسنت کی چند تعلیمات وتصریحات ملاحظہ فرمائیں۔

سورہ بقرہ کا حوالہ

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ، وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ. اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ، قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ. اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآيات ١٥٥ الیٰ ١٥٧)

ترجمہ: اور ضرور بالضرور آزمائیں گے ہم تمہیں، کچھ خوف اور بھوک اور مالوں اور جانوں اور پھلوں میں کمی کے ذریعہ سے، اور خوشخبری دے دیجیے آپ، صبر کرنے والوں کو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب پہنچتی ہے ان کو کوئی مصیبت، تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم اللہ کے لئے ہیں، اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں کہ جن پر عنایتیں ہیں ان کے رب کی طرف سے، اور رحمت ہے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (سورہ بقرہ)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خطاب فرماتے ہوئے، ان کا مختلف شکلوں میں امتحان لینے کا حکم فرمایا ہے، اور اس کا پرزور وعدہ فرمایا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی، اس امتحان وآزمائش سے نہیں بچ سکتا، کم وبیش طریقہ پر ہر انسان کا امتحان ضرور لیا جائے گا، اور

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی فضیلت بیان فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں ہر انسان کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے، اور یہ آزمائش، خوف، بھوک، اموال میں کمی اور انسانوں کی وفات کی صورت میں کمی ہونے اور ثمرات اور فصلوں میں کمی وغیرہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

اور ایسی صورت میں جو مومن بندے صبر کرنے والے ہوتے ہیں، وہ خوشخبری کے مستحق ہوتے ہیں، اللہ کی طرف سے عنایتوں کے بھی، رحمت کے بھی، اور وہی ہدایت پانے والوں میں شامل ہوتے ہیں، اور صبر کرنے والوں کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اپنی جان ومال اور اہل وعیال سمیت، اللہ کی مملوک سمجھتے ہیں، اور اسی کی طرف لوٹنے پر یقین رکھتے ہیں۔

اور ان کے مقابلے میں یہ واضح ہے کہ بے صبری کرنے والے، اس خوشخبری کے مستحق نہیں، اس لیے وہ نہ اللہ کی مذکورہ عنایتوں کے مستحق ہیں، نہ اللہ کی رحمت کے، اور نہ ہی وہ ہدایت پانے والوں میں داخل ہیں۔

ظاہر ہے کہ کفار، اس عنایت ورحمت اور ہدایت سے پہلے ہی خارج ہیں، اور اس کے بعد صبر نہ کرنے والے مومن بھی مذکورہ فضیلتوں کے مستحق نہیں، وہ الگ بات ہے کہ مومن کا ایمان کی حالت میں فوت ہوجانا، کفر کی حالت میں فوت ہونے سے بدرجہا بہتر اور ایمان کی جہت سے رحمتِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

لہٰذا آفات وبلیّات اور تکالیف ومصائب کے موقع پر مومنوں کو صبر واستقامت اور اللہ پر توکل کا مظاہرہ کرکے اللہ کی عنایتوں، رحمتوں اور ہدایت کا اپنے آپ کو مستحق بنانا چاہیے، اور کفار کے عذاب میں مبتلا ہونے کے نتیجے میں ان کی طرف سے سرزد ہونے والے واویلا اور جزع وفزع سے متاثر نہ ہونا چاہیے، تاہم اسباب کے درجے میں مصائب سے حفاظت کی تدابیر اختیار کرنا، اس کے خلاف نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

سورہ آلِ عمران کا حوالہ

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ. وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ. لَتُبْلَوُنَّ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذًى كَثِيرًا وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (سورة آل عمران، رقم الآيات ۱۸۵، ۱۸۶)

ترجمہ: ہر جاندار موت کا مزہ چکھنے والا ہے، اور بس پورا پورا دیا جائے گا تم کو، تمہارا بدلہ قیامت کے دن، پس جو کوئی بچا لیا گیا، آگ سے، اور داخل کر دیا گیا، جنت میں، تو وہ بلاشبہ کامیاب ہو گیا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی، مگر دھوکہ کا سامان، ضرور بالضرور آزمائش کی جائے گی تمہاری، تمہارے مالوں میں، اور تمہاری جانوں میں، اور ضرور بالضرور سنو گے تم ان لوگوں کی طرف سے، جنہیں دی گئی کتاب تم سے پہلے، اور ان لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا، بہت تکلیف دہ باتیں، اور اگر صبر کرو گے تم، اور تقویٰ اختیار کرو گے تم، تو یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دھوکے کا سامان بتلا کر، مالوں اور جانوں میں امتحان و آزمائش کا حکم فرمایا ہے، اور تکلیف دہ چیزوں کے بعد صبر کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کو کامیابی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

لہٰذا آفات وبلیّات اور تکالیف ومصائب کے موقع پر مسلمانوں کو صبر وتقویٰ اختیار کر کے کامیابی حاصل کرنی چاہیے، جس سے کافر محروم ہیں۔

اسی وجہ سے آفات وبلیّات کے عام ہو جانے پر مومن کا طرزِ عمل، کافر سے الگ تھلگ، صبر وتقوے والا ہونا چاہیے، اور ان آفات وبلیّات سے متاثر ہونے والے کافروں کی طرف سے ظاہر ہونے والی، بے صبری اور واویلا سے مسلمانوں کو ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہیے۔

سلمان رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، وَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: أَطْوَلُ النَّاسِ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَكْثَرُهُمْ جُوعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(مستدرک حاکم، رقم الحديث ٦٥٤٥، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا، مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے (حاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کو چاہیے کہ وہ دنیا کو قید خانہ سمجھے، مومن ایمان اور اعمالِ صالحہ اختیار کر کے اس قید خانے سے نکل کر جنت میں جاتا ہے، اور کافر کے لیے یہ دنیا ہی جنت کی طرح ہے، وہ اس سے نکل کر قید خانے کی طرف جاتا ہے، اس لیے مسلمان کو دنیا کے مصائب وآفات سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

پس مومن بندوں کو آفات وبلیّات اور مصائب وتکالیف پر صبر کرنا چاہیے، اور تقویٰ اور رجوع الی اللہ کو اختیار کرنا چاہیے، اس طرح یہ مصائب مومنوں کے لیے رحمت ہو جاتے ہیں۔

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث غريب صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

اور اسی طرح آفات وبلیّات سے متاثر ہوکر فوت ہونے والے مومن کو قید خانہ سے نکل کر جنت میں جانے کا مستحق، اور کافر کو قید خانہ میں جانے کا مستحق سمجھنا چاہیے۔

مگر آج کل مادیت پرست، لوگوں اور اہلِ میڈیا نے ایمان وکفر کے اس فرق کو ہی ختم کر کے رکھ دیا ہے، وہ اس طرح کی آفات وبلیات میں فوت ہونے والے کافروں اور مومنوں میں کوئی فرق ہی نہیں کرتے، اور مومن وکافر کے امتیاز کے بغیر سب کو ایک فہرست اور ایک درجہ میں شمار کرتے ہیں، مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں ملک میں اتنی تعداد میں ہلاکتیں ہوگئیں، وغیرہ وغیرہ، یعنی مومن وکافر کا فرق کیے بغیر سب کو ایک درجہ کی ہلاکت کی فہرست میں رکھا اور شمار کیا جاتا ہے۔

اور اب تو ایمان وکفر کا امتیاز اس درجہ کمزور پڑ گیا ہے کہ اس زمانے میں مومن اور کافر کے فوت ہونے میں شہید وغیر شہید اور جنتی وغیر جنتی اور کامیاب وناکام کے فرق کرنے کو بھی اجنبی نظر سے دیکھا جانے لگا ہے، ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَظِیْمِ'' [1]

احادیث میں اس بات کا صاف ذکر آیا ہے کہ طاعون جیسا وبائی مرض، کافروں کے لیے عذاب ہے، اور مومنوں کے لیے رحمت ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ، فَأَخْبَرَنِیْ أَنَّهٗ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ يَّشَاءُ، وَأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهٗ رَحْمَةً

---

[1] وحاصله أن الدنيا سجن المؤمن، وجنة الكافر، فينبغي للمؤمن أن يكون صابرا على حكم الله، راضيا بما قدره الله تعالى وقضاه (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج٣، ص ١١٤٣، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض)

لِلْمُؤْمِنِيْنَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۴۷۴، کتاب احادیث الانبیاء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں معلوم کیا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے، جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے، جس پر چاہتا ہے، بھیج دیتا ہے اور اللہ نے طاعون کو مومنوں کے لئے رحمت قرار دے دیا ہے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ طاعون جیسا وبائی مرض، اللہ کے حکم سے آتا ہے، اور یہ دراصل ایک عذاب ہے، لیکن اسی کے ساتھ یہ مومنوں کے لیے رحمت ہے۔

اس حدیث میں طاعون کے مومنوں کے لیے رحمت ہونے کی صاف تصریح ہے، چونکہ مومنوں کے لیے اس کا عذاب ہونے سے استثناء مذکور ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کافروں کے حق میں عذاب ہے، لہٰذا اس طرح کی آفات وبلیّات کے موقع پر کافروں کی طرف سے ہونے والی جزع فزع اور واویلا سے مسلمانوں کو ہرگز متاثر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ مسلمانوں کو صبر واستقامت اور ہمت وتوکل علی اللہ کا مظاہرہ کرکے اس کے ثواب کو اپنے حق میں بڑھانا چاہیے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِّنْ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ، أَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۳۴۷۳، کتاب احادیث الانبیاء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا، یا تم لوگوں سے پہلے (گزشتہ زمانہ کے) لوگوں پر بھیجا گیا تھا (بخاری)

اور صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلطَّاعُوْنُ آیَۃُ الرِّجْزِ، ابْتَلَی اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ بِہٖ نَاسًا مِّنْ عِبَادِہٖ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۱۸ "۹۳" کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوھا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون عذاب کی نشانی ہے، اللہ عزوجل نے اپنے بندوں میں سے بعض لوگوں کو اس عذاب میں مبتلا کیا (مسلم)

اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ أَنَّہٗ قَالَ: إِنَّ ھٰذَا الْوَجَعَ أَوِ السَّقَمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِہٖ بَعْضُ الْأُمَمِ قَبْلَکُمْ، ثُمَّ بَقِیَ بَعْدُ بِالْأَرْضِ، فَیَذْھَبُ الْمَرَّۃَ وَیَأْتِی الْأُخْرٰی (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۱۸ "۹۶" کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوھا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ (طاعون اور وبائی مرض کی شکل میں) "درد، یا سقم" اللہ کی پکڑ ہے، جس کے ذریعے سے تم سے پہلی بعض امتوں کو عذاب دیا گیا تھا، پھر اس کے بعد بھی یہ زمین میں باقی رہا، پس کبھی وہ چلا جاتا ہے، اور کبھی آ جاتا ہے (مسلم)

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ "طاعون" ایک عذاب ہے، جو پہلی قوموں کی طرف بھیجا گیا تھا، اور اس کا کچھ حصہ باقی رکھا گیا، جو بحکمِ الٰہی کبھی چلا جاتا ہے، اور کبھی آ جاتا ہے، اور اس کے ذریعے سے اللہ، اپنے بندوں کی آزمائش فرماتا ہے کہ کون ایمان لاتا، اور توبہ واستغفار اور صبر وہمت اور توکل علی اللہ کو اختیار کرتا ہے، اور کون اختیار نہیں کرتا، جس کے نتیجے میں بعض لوگ کامیاب اور بعض لوگ ناکام ٹھہرتے ہیں۔

Idara Ghufran

چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث

حضرت ابراہیم بن سعد سے روایت ہے کہ:

عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالُوا: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هٰذَا الطَّاعُوْنَ رِجْزٌ، أَوْ بَقِيَّةٌ مِنْ عَذَابٍ عُذِّبَ بِهٖ قَوْمٌ قَبْلَكُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۷۷) [1]

ترجمہ: حضرت سعد بن مالک، خزیمہ بن ثابت اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ طاعون، اللہ کی پکڑ ہے، یا اس عذاب کا باقی ماندہ حصہ ہے، جس کا تم سے پہلی کسی قوم کو عذاب دیا گیا تھا (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ طاعون، دراصل اور بنیادی طور پر تو پہلی قوموں پر بھیجے گئے عذاب کا حصہ ہے، وہ الگ بات ہے کہ یہ مومن کے لیے رحمت اور صابر مومن کے لیے اس سے بڑی رحمت اور صابر فوت ہونے والے مومن کے حق میں اس سے بھی بڑی رحمت، اور مومن صالح وصابر کے حق میں بھی بڑی رحمت شمار ہوتا ہے، جس کا دوسری احادیث میں ذکر آیا ہے۔

عسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَالطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِأُمَّتِيْ، وَرَحْمَةٌ، وَرِجْسٌ عَلَى الْكَافِرِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۷۶۷) [2]

ترجمہ: پس طاعون میری امت کے لیے شہادت اور رحمت ہے اور کافروں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

کے لیے عذاب ہے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ طاعون اگرچہ عذاب ہے، لیکن مومن کے لیے درحقیقت باعثِ رحمت ہے، بلکہ جب مومن اس پر صبر کرے، تو اس کے لیے اس سے بڑی رحمت ہے، اور مومن کے لیے رحمت کس طرح ہے؟ اس کا تفصیلی ذکر آگے احادیث میں آتا ہے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] قلت :وحاصله أن الطاعون مرض عام يكون عنه موت عام، وقد يسمى بالوباء ، ويرسله الله نقمة وعقوبة لمن يشاء من عصاة عبيده وكفرتهم، وقد يرسله شهادة ورحمة للصالحين من عباده(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم،لأحمد بن عمر بن إبراهيم القرطبى، ج٥، ص ٦١١،٦١٢، كتاب :الرقى والطب،باب ما جاء أن الطاعون إذا وقع بأرض)

(فالطاعون شهادة لأمتي) أى المصاب به يكون له أجر شهيد إن مات به (ورحمة لهم) لأنه يكون به لهم أجر الشهداء أو لأنه يسرع بهم إلى رحمة الله (ورجس) بكسر الراء وسكون الجيم آخره مهملة هو العذاب (على الكافرين) لأنهم لا يؤجرون على ألم، ولأنه يسرع بهم إلى عذاب الله (التنوير شرح الجامع الصغير للصنعانى، ج ١، ص ٢٧١، حرف الهمزة)

فالطاعون شهادة للمؤمنين ورحمة لهم، ورجس على الكافر وهو صريح فى أن كون الطاعون رحمة إنما هو خاص بالمسلمين، وإذا وقع بالكفار فإنما هو عذاب عليهم يعجل لهم فى الدنيا قبل الآخرة، وأما العاصى من هذه الأمة فهل يكون الطاعون له شهادة أو يختص بالمؤمن الكامل؟ فيه نظر. والمراد بالعاصي: من يكون مرتكب الكبيرة ويهجم عليه ذلك وهو مصر، فإنه يحتمل أن يقال: لا يكرم بدرجة الشهادة لشؤم ما كان متلبسا به لقوله – تعالى –: "أم حسب الذين اجترحوا السيئات أن نجعلهم كالذين آمنوا وعملوا الصالحات"؟ وأيضا فقد وقع فى حديث ابن عمر ما يدل على أن الطاعون ينشأ عن ظهور الفاحشة............ ففى هذه الأحاديث أن الطاعون قد يقع عقوبة بسبب المعصية، فكيف يكون شهادة؟ ويحتمل أن يقال: بل تحصل له درجة الشهادة لعموم الأخبار الواردة، ولا سيما فى الحديث الذى قبله عن أنس: الطاعون شهادة لكل مسلم، ولا يلزم من حصول درجة الشهادة لمن اجترح السيئات مساواة المؤمن الكامل فى المنزلة، لأن درجات الشهداء متفاوتة كنظيره من العصاة إذا قتل مجاهدا فى سبيل الله لتكون كلمة الله هى العليا مقبلا غير مدبر، ومن رحمة الله بهذه الأمة المحمدية أن يعجل لهم العقوبة فى الدنيا، ولا ينافى ذلك أن يحصل لمن وقع به الطاعون أجر الشهادة، ولا سيما وأكثرهم لم يباشر تلك الفاحشة، وإنما عمهم – والله أعلم – لتقاعدهم عن إنكار المنكر (فتح البارى لابن حجر، ج ١٠، ص ١٩٢ و ١٩٣، كتاب الطب، باب أجر الصابر على الطاعون)

(فصل نمبر 4)

طاعون پر صبر اور فوت ہونے پر شہادت کا اجر

''طاعون'' کا مومنوں کے لیے رحمت ہونا، درجہ بدرجہ ایمان، صبر واستقامت، توکل علی اللہ اور اعمالِ صالحہ اختیار کرنے کے ساتھ ہوتا ہے۔

احادیث میں مومن کے بطورِ خاص طاعون پر صبر کرنے اور طاعون کی وجہ سے فوت ہوجانے پر شہادت کی فضیلت حاصل ہونے کا ذکر آیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ، فَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ عَذَابٌ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ، وَأَنَّ اللّٰهَ جَعَلَهُ رَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ، لَيْسَ مِنْ أَحَدٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ، فَيَمْكُثُ فِيْ بَلَدِهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا، يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ، إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ شَهِيْدٍ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۴۷۴، كتاب احاديث الانبياء)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں معلوم کیا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے، جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، بھیج دیتا ہے اور اللہ نے طاعون کو مومنوں کے لئے رحمت قرار دے دیا ہے اور جس جگہ طاعون ہو اور وہاں کوئی اللہ کا مومن بندہ صبر اور ثواب کی امید پر ٹھہرا رہے، اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اس کو کوئی مصیبت

اللہ کی طرف سے طے شدہ فیصلہ کے علاوہ نہیں پہنچے گی، تو اس کو شہید کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث ''مسند احمد'' میں بھی ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الطَّاعُوْنِ؟ فَأَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهُ كَانَ عَذَابًا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ، فَجَعَلَهُ رَحْمَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ، فَلَيْسَ مِنْ رَجُلٍ يَقَعُ الطَّاعُوْنُ، فَيَمْكُثُ فِيْ بَيْتِهٖ صَابِرًا مُحْتَسِبًا يَعْلَمُ أَنَّهُ لَا يُصِيْبُهُ إِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ إِلَّا كَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ الشَّهِيْدِ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٦١٣٩) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون کے بارے میں معلوم کیا، تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے، جس کو اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے، بھیج دیتا ہے اور اللہ نے طاعون کو مومنوں کے لئے رحمت قرار دے دیا ہے اور جس شہر میں طاعون ہو اور وہاں کوئی اللہ کا مومن بندہ صبر اور ثواب کی امید پر ٹھہرا رہے، اور یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اس کو کوئی مصیبت اللہ کی طرف سے طے شدہ فیصلہ کے علاوہ نہیں پہنچے گی، تو اس کو شہید کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی جگہ طاعون، یا مہلک وبائی مرض پھیل جائے، اور کوئی مومن بندہ وہاں موجود ہو، اور وہاں پر صبر وہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھ کر ثابت قدم رہے کہ اس کو اللہ کے حکم کے بغیر کوئی ضرر نہ پہنچے گا، اور پہنچا بھی، تو وہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوگا، تو وہ شہید کا اجر وثواب پائے گا۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري (حاشية مسند احمد)

اور بظاہر یہ شہادت کا اجران شاء اللہ تعالیٰ، اس وبا سے فوت ہوئے بغیر، صرف صبر، توکل اور رضا بر قضاء سے حاصل ہوجائے گا۔

اور اگر کوئی بے صبری کا مظاہرہ کرے، اوراس سے بڑھ کر وہاں سے راہِ فرار اختیار کرے، وہ اس اجروثواب کا مستحق نہ ہوگا۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود اسباب کے درجہ میں حفاظتی تدابیر کو اختیار کرنا، صبر کے خلاف نہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ [1]

عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری حدیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ، كَالْفَارِّ

---

[1] وإنما يكون شهادة لمن صبر كما بينه فى الحديث المذكور (شرح النووى على مسلم، ج۱۴، ص ۲۰۵، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها)

الصابر عليه المحتسب أجره على الله، العالم أنه لم يصيبه إلا ماكتب الله عليه، ولذلك تمنى معاذ بن جبل أن يموت فيه لعله إن مات فيه فهو شهيد، وأما من جزع من الطاعون وكرهه وفر منه فليس بداخل فى معنى الحديث (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۹، ص ۴۲۷، كتاب الطب، باب: أجر الصابر فى الطاعون)

قوله: (على من يشاء) وفى رواية الكشميهنى: على من شاء، بلفظ الماضى، يعنى: على من شاء من كافر أو عاص .قوله: (رحمة للمؤمنين) أى: من هذه الأمة، ويروى: رحمة للمسلمين، وهو رحمة من حيث إنه يتضمن مثل (أجر الشهيد) وإن كان هو محنة صورة .قوله: (فليس من عبد) أى: مسلم يقع الطاعون فى أى مكان هو فيه فيمكث فى بلده، وفى رواية أحمد فى بيته .قوله: (فى بلده) مما تنازع الفعلان فيه، أعنى: قوله: يقع، وقوله: فيمكث، قوله: (صابرا) حال مفرد أى: غير منزعج ولا قلق بل مسلما الأمر الله راضيا بقضائه .قوله: (يعلم) حال جملة من الفعل والفاعل .قوله: (إلا كان له مثل أجر الشهيد) فإن قلت: ما معنى المثلية هنا مع أنه جاء: من مات بالطاعون كان شهيدا؟ قلت: معنى المثلية أن من أتصف بالصفات المذكورة ووقع به الطاعون ثم لم يمت منه أنه يحصل له مثل أجر الشهيد، وإذا مات بالطاعون يحصل له أجر الشهيد .قوله: (من مات بالطاعون كان شهيدا) يعنى: حكما لا حقيقة (عمدة القارى، ج ۲۱، ص ۲۶۱، كتاب الطب، باب أجر الصابر فى الطاعون)

مِنَ الزَّحْفِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۵۲۷) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا شخص (گناہ میں) میدانِ جنگ سے بھاگنے والے شخص کی طرح ہے (مسند احمد)

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ طاعون ہو، وہاں سے آدمی کو بھاگنا نہیں چاہیے، بلکہ وہیں ثابت قدم رہنا چاہیے، وہاں سے بھاگنا بے صبری اور توکل علی اللہ نہ ہونے کی علامت ہونے کی وجہ سے گناہ اور منع ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کی تیسری حدیث

معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلٰى عَائِشَةَ، فَقَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْنٰى أُمَّتِىْ إِلَّا بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا الطَّعْنُ قَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا الطَّاعُوْنُ؟ قَالَ: غُدَّةٌ كَغُدَّةِ الْبَعِيْرِ، اَلْمُقِيْمُ بِهَا كَالشَّهِيْدِ، وَالْفَارُّ مِنْهَا كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۵۱۱۸) ؎۲

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: حديث جيد (حاشية مسند احمد)

؎۲ قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد (حاشية مسند احمد)

وقال الالبانی: حديث عائشة: " غدة كغدة البعير , المقيم به كالشهيد , والفار منه كالفار من الزحف "رواه أحمد وأبو يعلى والطبرانی . (2/32). صحيح.

أخرجه أحمد (6/133 , 145 , 255) والطبرانی فی "الأوسط (1/70/2) "من طرق عن جعفر بن كيسان العدوى قال: حدثتنا معاذة بنت عبد الله العدوية , قالت: دخلت على عائشة , فقالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا تفنى أمتى إلا بالطعن والطاعون , قلت: يا رسول الله , هذا الطعن قد عرفناه , فما الطاعون؟ قال: فذكره ."

قلت: وهذا إسناد صحيح , رواته كلهم ثقات .

وقال الهيثمی (2/314ــ 315) : " رواه أحمد وأبو يعلى والطبرانی فی "الأوسط "والبزار ورجال أحمد ثقات , وبقية الأسانيد حسان ."(إرواء الغليل فی تخريج أحاديث منار السبيل، ج٦ص ٧٢، ٧٣، تحت رقم الحديث ١٦٣٨)

Idara Ghufran

ترجمہ: میں عائشہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت صرف طعن (یعنی دشمنوں کے حملے) اور طاعون سے ہی ہلاک ہوگی، میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! طعن تو ہم سمجھتے ہیں (کہ اس سے مراد، دشمنوں کی طرف سے مقابلہ میں قتل وشہید کیا جانا ہے) لیکن یہ طاعون کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ ایک گلٹی ہوتی ہے، جو اونٹ کی گلٹی کی طرح ہوتی ہے، اس طاعون میں ثابت قدم رہنے والا، شہید کی طرح ہے، اور اس سے فرار اختیار کرنے والا، میدانِ جہاد سے بھاگنے والے کی طرح ہے (مسند احمد)

عائشہ رضی اللہ عنہا کی چوتھی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِأُمَّتِيْ، وَوَخْزُ أَعْدَائِكُمْ مِنَ الْجِنِّ، يَخْرُجُ فِيْ آبَاطِ الرِّجَالِ وَمَرَاقِّهَا، اَلْفَارُّ مِنْهُ كَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ، وَالصَّابِرُ عَلَيْهِ كَالْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۵۵۳۱، باب الميم،معجم ابن الاعرابی، رقم الحديث ۲۴۵۶)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون، میری امت کی شہادت ہے، اور جنات میں سے تمہارے دشمنوں کا خفیہ چوکا ہے، جو لوگوں کی بغلوں اور رانوں میں نکلتی ہے، اس سے بھاگنے والا ایسا ہے، جیسا کہ دشمنوں کے مقابلہ سے بھاگنے والا، اور اس پر ثابت قدم رہنے والا ایسا ہے، جیسا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا (طبرانی)

یہ روایت فی نفسہٖ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن دوسری روایات کے مضمون سے مل کر قوت حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [1]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ طاعون میں صبر وتوکل علی اللہ اختیار کرنے والا مومن، خواہ وہ فوت ہوجائے، یا زندہ سلامت رہے، وہ دونوں صورتوں میں شہادت کے اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور جہاد کا ثواب پاتا ہے۔

لیکن بے صبری اور راہِ فرار اختیار کرنے والا، اس فضیلت سے محروم رہتا ہے، اگرچہ وہ ایمان کی حالت میں فوت ہونے کی صورت میں کافر شمار نہیں ہوتا، اور ایمان کی بدولت، اللہ کی رحمت سے بھی محروم نہیں ہوتا۔

---

[1] قال الالبانی:

الطاعون شهادة لأمتي، وخز أعدائكم من الجن، غدة كغدة الإبل، تخرج بالآباط والمراق، من مات فيه مات شهيدا ومن أقام فيه (كان) كالمرابط في سبيل الله ومن فر منه كان كالفار من الزحف ."

أخرجه الطبراني في "الأوسط "(رقم 5661 -) وأبو بكر بن خلاد في "الفوائد " (ق 1/36) والسياق له عن يوسف بن ميمون عن عطاء عن ابن عمر عن عائشة مرفوعا . وليس عند الطبراني " :من مات فيه مات شهيدا "، وقال بدل قوله" : ومن أقام فيه كان كالمرابط في سبيل الله " ."والصابر عليه كالمجاهد في سبيل الله ."وقال " :تفرد به يوسف ."

قلت :وهو المخزومي مولاهم الكوفي الصباغ وهو ضعيف كما قال الحافظ في " التقريب ."وقد وجدت لزيادة ابن خلاد طريقا أخرى عند أبي يعلى في "مسنده " (3/ 1146) من طريق ليث عن صاحب له عن عطاء قال :قالت عائشة :ذكر الطاعون، فذكرت أن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :وخزة يصيب أمتي من أعدائهم من الجن ، غدة كغدة الإبل، من أقام عليه كان مرابطا ومن أصيب به كان شهيدا ومن فر منه كالفار من الزحف ."وليث هو ابن أبي سليم ضعيف لاختلاطه .

ولسائر الحديث شواهد كثيرة في "الصحيحين "وغيرهما دون ذكر الآباط والمراق، وقد جاء ذكر المراق في حديث معاذ عن أحمد (5/241) فلعله من أجل هذه الطرق حسن المنذري في "الترغيب "(4/204) إسناد هذا الحديث، وتبعه الهيثمي (2/315) ، وأشار الحافظ ابن حجر في "بذل الماعون "(2/69 - 1) إلى تقويته .والله أعلم .(المراق) : ما سفل من البطن فما تحته من المواضع التي ترق جلودها(سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۹۲۸)

ابو بردہ بن قیس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو بردہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ أُمَّتِیْ فِیْ سَبِیْلِکَ بِالطَّعْنِ، وَالطَّاعُوْنِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥٦٠٨، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٢٤٦٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میری امت کی موت اپنے راستے میں طعن، یعنی نیزوں اور طاعون کی حالت میں مقرر فرما (مسند احمد، حاکم)

دشمنوں کے مقابلہ میں جہاد وغیرہ کی شکل میں حاصل ہونے والی شہادت، بڑی شہادت ہے، اور مؤمن کے لئے طاعون پر صبر کرنے سے حاصل ہونے والی شہادت، چھوٹی شہادت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے لئے ان دونوں شہادتوں کی دعاء کی ہے۔

اور جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دعاء کی ہو، وہ منحوس ومعیوب ہرگز نہیں ہوسکتی، بلکہ وہ باعثِ رحمت ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ یہ مومن بندے کے حق میں رحمت ہے، اور صبر کی حالت میں زندہ بچ جانے، یا فوت ہوجانے والے مومن کے حق میں باعثِ شہادت ہے۔ [2]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.
وقال الذهبي: صحيح.
وقال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال الراغب: نبه بالطعن على الشهادة الكبرى وهي القتل في سبيل الله وبالطاعون على الشهادة الصغرى .وهذا الحديث هو المشار إليه في خبر آخر يقوله: الطاعون رحمة ربكم ودعوة نبيكم قال العلماء أراد المصطفى صلى الله عليه وسلم أن يحصل لأمته أرفع أنواع الشهادة وهو القتل في سبيل الله بأيدي أعدائهم إما من الإنس وإما من الجن .وهذا الحديث مكي دعى به المصطفى صلى الله عليه وسلم عند خروجه مهاجرا وهو بالغار (فيض القدير للمناوی، ج٢ص ١١١، تحت رقم الحديث ١٤٧٦، حرف الهمزة)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعاء کے مستحق، بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہوئے، جو طاعون سے متاثر، یا اس میں شہید ہوئے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث

اسماعیل بن عبیداللہ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: سَتُهَاجِرُوْنَ إِلَى الشَّامِ فَيُفْتَحُ لَكُمْ وَيَكُوْنُ فِيكُمْ دَاءٌ كَالدُّمَّلِ أَوْ كَالْحَرَّةِ يَأْخُذُ بِمَرَاقِّ الرَّجُلِ يَسْتَشْهِدُ اللّٰهُ بِهِ أَنْفُسَهُمْ، وَيُزَكِّي بِهِ أَعْمَالَهُمْ، اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ سَمِعَهُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطِهِ هُوَ وَأَهْلَ بَيْتِهِ الْحَظَّ الْأَوْفَرَ مِنْهُ، فَأَصَابَهُمُ الطَّاعُوْنُ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَطُعِنَ فِيْ أُصْبُعِهِ السَّبَّابَةِ، فَكَانَ يَقُوْلُ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّ لِيْ بِهَا حُمُرَ النَّعَمِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۰۸۸) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: المرفوع منه صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه إسماعيل بن عبيد الله لم يدرك معاذاً، ولد بعد وفاته بثلاث وأربعين سنة.

وأخرجه ابن عساكر فی "تاريخه/1 "ورقة 183من طريق عبد الله بن أحمد، عن أبيه، بهذا الإسناد.

وأخرجه الطبرانی فی "الكبير (225) /20 "، وفی "الشاميين (3527) "، وابن عساكر /1ورقة 183من طريق هشام بن خالد الدمشقی، عن الحسن بن يحيی الخشنی، عن عبد الرحمن بن ثابت بن ثوبان، عن أبيه، عن مكحول، عن كثير ابن مرة، عن معاذ بن جبل قال: قال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " تنزلون منزلاً يقال له الجابية أو الجويبة، يصيبكم فيه داء مثل غُدَّةِ الجمل، يستشهد الله به أنفسكم وذراريَّكم، ويزكی به أعمالكم ."وفيه الحسن بن يحيی الخشنی، وهو ضعيف، وعبد الرحمن بن ثابت، قال صالح بن محمد: شامی صدوق وأنكروا عليه أحاديث يرويها عن أبيه عن مكحول.وانظر ما سلف برقم . (22085)

ويشهد لقوله:" ستهاجرون إلى الشام "حديث أصحاب النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سلف برقم . (17470)وحديث سفيان بن أبی زهير سلف برقم . (21915)

ويشهد لقصة الداء –وهو الطاعون– حديث أبی عسيب مولی رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السالف برقم . (20767)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عنقریب تم شام کی طرف ہجرت کرو گے، جس میں تم کو فتح حاصل ہوگی، لیکن وہاں پھوڑے پھنسی کی ایک بیماری تم پر مسلط ہو جائے گی، جو (عموماً) آدمی کی ران میں نکلے گی، اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو شہادت عطاء فرمائے گا، اور ان کے اعمال کا تزکیہ فرمائے گا (حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ملکِ شام میں ہونے کی حالت میں کہا کہ) اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ معاذ بن جبل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے، تو اسے اور اس کے اہلِ خانہ کو اس کا وافر حصہ عطاء فرمایئے، چنانچہ وہ اور ان کے گھر والے (ملکِ شام میں) طاعون میں مبتلا ہو گئے، اور ان میں سے ایک بھی زندہ باقی نہ بچا، جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی شہادت والی انگلی میں طاعون کی گلٹی نمودار ہوئی، تو وہ اسے دیکھ دیکھ کر فرماتے تھے کہ مجھے اس کے بدلے میں (قیمتی اور عمدہ) سرخ اونٹ ملنا بھی پسند نہیں ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے پہلے ہی صحابۂ کرام کے ملکِ ''شام'' کو فتح فرمانے اور طاعون جیسی وباء کے ذریعہ، گناہوں کے معاف ہونے اور شہید ہونے کا بتلا دیا گیا تھا، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر یقین حاصل کر لیا تھا۔

سرخ اونٹ، اس زمانے میں عرب کا قیمتی مال شمار ہوتے تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے چونکہ اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک آپ کی زبانِ مبارک سے سن رکھا تھا، اس لیے ان کو طاعون جیسی وباء سے رنج نہ ہوا، اور انہوں نے خوشی خوشی جامِ شہادت نوش

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وحديث عوف بن مالك عند ابن ماجه (4042)، والبيهقى فى "الدلائل 6/383 "مطولاً، وفيه:" ثم فتح بيت المقدس – ثم داء يظهر فيكم يستشهد الله به ذراريكم وأنفسكم، ويزكى به أموالكم ."وإسناد ابن ماجه صحيح على شرط البخارى .وأصل الحديث فى البخارى برقم (3176)، وفيه:" ثم فتح بيت المقدس، ثم موتان يأخذ فيكم كقعاص الغنم "وسيأتى فى "المسند 6/22 "مثل رواية البخارى.

قوله:" بمراقّ الرجل :"المراقُّ: قال ابن الأثير فى "النهاية :2/252 "ما سفل من البطن فما تحته من المواضع التى ترق جلودها، واحدها مَرَق(حاشية مسند احمد)

فرمالیا، جس کا دوسری آنے والی روایات میں ذکر ہے۔

حضرت ابوقلابہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ الطَّاعُوْنَ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ: إِنَّ هٰذَا الرِّجْزَ قَدْ وَقَعَ فَفِرُّوْا مِنْهُ فِي الشِّعَابِ وَالْأَوْدِيَةِ، فَبَلَغَ ذٰلِکَ مُعَاذًا فَلَمْ يُصَدِّقْهُ بِالَّذِيْ قَالَ فَقَالَ: بَلْ هُوَ شَهَادَةٌ وَرَحْمَةٌ وَدَعْوَةُ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ أَعْطِ مُعَاذًا وَأَهْلَهُ نَصِيْبَهُمْ مِنْ رَحْمَتِکَ

(مسنداحمد، رقم الحديث ۲۲۱۳۶) [1]

ترجمہ: جب شام میں طاعون کی وباء پھیلی، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لشکر کے لوگوں سے فرمایا کہ یہ عذاب نازل ہوگیا ہے، اس سے بچنے کے لئے گھاٹیوں اور وادیوں میں چلے جاؤ، یہ بات جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی، تو انہوں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس بات (یعنی وہاں سے چلے جانے) کی تصدیق نہیں کی، بلکہ فرمایا کہ یہ طاعون تو شہادت اور رحمت ہے، اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء ہے، اے اللہ! معاذ اور اس کے اہلِ خانہ کو اپنی رحمت کا حصہ عطاء فرمایئے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ طاعون جیسا وبائی مرض، مومن کے حق میں عذاب نہیں ہوتا، بلکہ اللہ کی رحمت ہوتا ہے، جس پر صبر کرنے کے نتیجے میں زندہ رہ جانے والا مومن بھی عظیم اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور فوت ہونے پر بھی عظیم اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے، یہاں تک کہ شہادت کے مقام ومرتبہ کو پالیتا ہے، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے اس رحمت کا مستحق ہونے کی دعاء فرمائی، اور اس دعاء سے زندہ رہنے اور فوت ہوجانے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجرِ شہادت کے مستحق ہوئے، لہٰذا مومن کو طاعون جیسے وبائی مرض

[1] قال شعیب الارنؤوط: رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

کے آجانے پر مایوس اور پریشان نہیں ہونا چاہیے، یہ تو غیر مومنوں کا شیوہ ہے، جن کے حق میں یہ حقیقی عذاب ہوتا ہے۔

ابومنیب احدب سے روایت ہے کہ:

خَطَبَ مُعَاذٌ بِالشَّامِ، فَذَكَرَ الطَّاعُوْنَ فَقَالَ: إِنَّهَا رَحْمَةُ رَبِّكُمْ وَدَعْوَةُ نَبِيِّكُمْ، وَقَبْضُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ. اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْ عَلٰى آلِ مُعَاذٍ نَصِيْبَهُمْ مِنْ هٰذِهِ الرَّحْمَةِ، ثُمَّ نَزَلَ مِنْ مَقَامِهٖ ذٰلِكَ، فَدَخَلَ عَلٰى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاذٍ فَقَالَ: عَبْدُ الرَّحْمٰنِ (اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ) فَقَالَ مُعَاذٌ: (سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ)

(مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٠٨٥) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حسن، وهذا إسناد منقطع، رجاله ثقات رجال الصحيح غير أبى المنيب الأحدب الجرشى، فمن رجال أبى داود، ولا بأس به، وهو لم يسمع من معاذ .ثابت بن يزيد: هو الأحول، وعاصم: هو ابن سليمان الأحول.

وقد سلف برقم (17756)بهذا الإسناد نفسه عن أبى منيب الأحدب: أن عمرو بن العاص قال فى الطاعون فى آخر خطبة خطب الناس، فقال: إن هذا رجس مثل السيل، من تَنكَّبَه أخطأه ...فقال شرحبيل بن حسنة: إن هذا رحمةُ ربكم، ودعوة نبيكم، وقبض الصالحين قبلكم.

وأخرجه ابن سعد 3/588-589عن عبيد الله بن موسى، عن موسى بن عبيدة، عن أيوب بن خالد، عن عبد الله بن رافع، فذكره بأطول مما هنا، وذكر فيه قصة استخلاف أبى عبيدة بن الجراح لمعاذ لما طُعن .وقد سلفت هذه القصة وفيها خطبة معاذ ودعاؤه ومرض ابنه فى مسند أبى عبيدة من وجه آخر برقم (1697)وفى إسنادها هناک شهر بن حوشب، وهو ضعيف، وقد اضطرب شهر فيه كما بينا ذلک فى تخريجنا لروايته فى مسند شرحبيل بن حسنة السالفة برقم . (17753)وأما إسناد ابن سعد فضعيف لضعف موسى بن عبيدة، وهو الربذى، وشيخه أيوب بن خالد فيه لين، ثم هو منقطع، عبد الله بن رافع وهو مولى أم سلمة – سمعه من أم سلمة، كما أورده الذهبى فى "السير" 1/457من طريق سليمان بن بلال عن موسى بن عبيدة، بهذا الإسناد.

وأخرجه ابن سعد 3/589من طريق إبراهيم بن أبى حبيبة، عن داود بن الحصين أنه بلغه لما وقع الوجع عام عمواس، فذكره بنحوه ليس فيه قصة دعاء معاذ وطعن ابنه عبد الرحمن .وإبراهيم بن أبى حبيبة ضعيف، وداود بن الحصين لم يدرک القصة.

وأخرجه أبو نعيم فى "الحلية 1/239-240 "عن أحمد بن جعفر، عن عبد الله بن أحمد بن حنبل،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے شام میں خطبہ دیا، اور طاعون کا ذکر کیا، پھر فرمایا کہ یہ طاعون تمہارے رب کی رحمت ہے، اور تمہارے نبی کی دعاء ہے، اور تم سے پہلے نیک لوگوں کے فوت ہونے کا ذریعہ ہے۔

پھر حضرت معاذ نے یہ دعاء کی کہ اے اللہ! معاذ پر اس رحمت کا حصہ داخل فرمایئے، پھر وہ اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ کے پاس تشریف لے گئے، تو حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ نے (سورہ بقرہ کی یہ آیت) تلاوت فرمائی کہ ''اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّکَ فَلاَ تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ '' (یعنی'' آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں'') تو حضرت معاذ نے (سورہ صآفات کی یہ آیت) تلاوت فرمائی کہ ''سَتَجِدُنِیْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ '' (یعنی'' آپ عنقریب پائیں گے مجھے، ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے'') (مسند احمد)

اور امام حاکم نے اس حدیث کو درج ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَامَ فِي الْجَيْشِ الَّذِىْ كَانَ عَلَيْهِ حِيْنَ وَقَعَ الْوَبَاءُ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ هٰذِهِ رَحْمَةُ رَبِّكُمْ، وَدَعْوَةُ نَبِيِّكُمْ، وَوَفَاةُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ، ثُمَّ قَالَ مُعَاذُ وَهُوَ يَخْطُبُ: اَللّٰهُمَّ أَدْخِلْ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن أبيه، عن ابن نمير، عن إسماعيل بن أبي خالد، عن طارق بن عبد الرحمن البجلي فذكره دون قصة دعاء معاذ ولا قصة طعن ابنه عبد الرحمن .ورجاله ثقات غير طارق البجلي، فهو صدوق لا بأس به، ولم يدرك القصة.

وأخرجه بأطول مما هنا البيهقي في "الدلائل 6/385 "من طريق ابن وهب، عن ابن لهيعة، عن عبد الله بن حيان أنه سمع سليمان بن موسى يذكر أن الطاعون وقع بالناس ...فذكره، وسليمان بن موسى لم يدرك القصة، وعبد الله بن حيان في عداد المجهولين.

وسيأتي ضمن حديث مطول برقم (22136)دون قصة عبد الرحمن أيضاً.

وانظر ما سيأتي برقم . (22088)(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

عَلٰی آلِ مُعَاذٍ نَصِیْبَهُمُ الْأَوْفٰی مِنْ هٰذِهِ الرَّحْمَةِ فَبَیْنَا هُوَ کَذٰلِکَ إِذْ أُتِیَ فَقِیْلَ: طُعِنَ اِبْنُکَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَلَمَّا أَنْ رَأَی أَبَاهُ مُعَاذًا، قَالَ: یَقُوْلُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ: یَا أَبَتِ ''اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ'' قَالَ: یَقُوْلُ مُعَاذٌ: ''سَتَجِدُنِیْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ'' فَمَاتَ مِنَ الْجُمُعَةِ إِلَی الْجُمُعَةِ آلُ مُعَاذٍ کُلُّهُمْ ثُمَّ کَانَ هُوَ آخِرَهُمْ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۱۸۶، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم، ذکر مناقب أحد الفقهاء الستة من الصحابة معاذ بن جبل رضی الله عنه)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، اس لشکر کے درمیان کھڑے ہوئے، جن کے آپ امیر تھے، جہاں وبا واقع ہوئی تھی، پھر فرمایا کہ اے لوگو! یہ تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے، اور تمہارے نبی کی دعاء ہے، اور تم سے پہلے نیک لوگوں کی وفات کا ذریعہ ہے، پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دینے کی حالت میں فرمایا کہ ''اے اللہ! معاذ پر اس رحمت کا بھرپور حصہ داخل فرمایئے'' پھر وہ اسی حالت میں تھے کہ ان کے پاس خبر آئی کہ آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن کو طاعون پہنچ گیا، پھر حضرت عبدالرحمٰن نے جب اپنے والد معاذ کو دیکھا، تو عبدالرحمٰن بن معاذ نے اپنے والد کو خطاب کرتے ہوئے (سورہ بقرہ کی یہ آیت) تلاوت فرمائی کہ ''اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ'' (یعنی ''آپ کے رب کی طرف سے حق ہے، تو آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں'') تو حضرت معاذ نے (سورہ صافات کی یہ آیت) تلاوت فرمائی کہ ''سَتَجِدُنِیْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ'' (یعنی ''آپ عنقریب پائیں گے مجھے، ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے'') پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے تمام اہلِ خانہ ایک ہفتے کے اندر فوت ہوگئے، اور آخر میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فوت ہوئے (رضی اللہ عنہ، وعنہم) (مستدرک حاکم)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو چونکہ ''شام'' میں اس وباء سے متعلق، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ پیشین گوئی، اور اس میں فوت ہونے والوں کی شہادت کا علم تھا، اور آپ کے بیٹے کو بھی، اس لیے آپ دونوں نے یہ قرآنی صبر وقضاء کی تعلیم مستحضر فرمائی۔

شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ الطَّاعُوْنَ وَقَعَ بِالشَّامِ فَقَالَ عَمْرٌو: تَفَرَّقُوْا عَنْهُ فَإِنَّهُ رِجْزٌ ،فَبَلَغَ ذٰلِکَ شُرَحْبِيْلَ ابْنَ حَسَنَةَ فَقَالَ: قَدْ صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: إِنَّهَا رَحْمَةُ رَبِّكُمْ ،وَدَعْوَةُ نَبِيِّكُمْ وَمَوْتُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ ،فَاجْتَمِعُوْا لَهُ ،وَلَا تَفَرَّقُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ عَمْرٌو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: صَدَقَ (شرح معانی الآثار، رقم الحديث ٧٠٤٨، کتاب الکراھة، باب الرجل يكون به الداء هل يجتنب أم لا، مسند احمد، رقم الحديث ١٧٧٥٥) [1]

ترجمہ: شام میں طاعون واقع ہوا، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ یہ عذاب ہے (لہٰذا تم یہاں سے منتشر ہوجاؤ) تو یہ بات حضرت شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، اور آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ طاعون رحمت ہے، اور تمہارے نبی کی دعاء ہے، اور تم سے پہلے نیک صالح لوگوں کی موت کا سبب ہے، پس تم اس موقع پر مجتمع رہو، اور یہاں سے جدائیگی اختیار نہ کرو، یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شرحبیل نے سچ فرمایا

(شرح معانی الآثار، مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

ملاحظہ فرمائیے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو کس طرح طاعون جیسی وبائی بیماری کے رحمت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء، اوراس کے باعثِ شہادت اور پہلے نیک صالح لوگوں کی وفات کا سبب ہونے کا یقین تھا، اس لیے وہ ان حالات میں بے صبری کا مظاہرہ نہ فرماتے تھے، ان کا یقین تھا کہ اللہ کی طرف سے ہر ایک کی موت کا ایک وقت مقرر ہے، جب تک وہ وقت نہ آئے، اس وقت تک کوئی وباء اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، اور جب وہ مقررہ وقت آن پہنچے، تو کوئی تدبیر نفع نہیں پہنچا سکتی، اس لیے مومن کو اس طرح کے حالات سے گھبرانا نہیں چاہیے، اور ہمت وحوصلہ اور توکل علی اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہنا چاہیے۔

بہرحال مذکورہ احادیث سے طاعون جیسے وبائی مرض کا مومنوں کے حق میں رحمتِ الٰہی ہونا ثابت ہوتا ہے، اور جو لوگ اس کو مومنوں کے حق میں عذابِ الٰہی کا باعث قرار دیتے ہیں، وہ کم علمی وکم فہمی پر مبنی ہے۔

یہ بات پہلے بار بار ذکر کی جا چکی ہے کہ یہ کافروں کے حق میں حقیقی عذاب ہے، اور مومنوں کے حق میں صرف صورتاً عذاب ہے، اور مومنوں کے حق میں حقیقی رحمت ہے، اگرچہ اس کی صورت وظاہر کافر ومومن کے حق میں یکساں کیوں نہ ہو۔

اس لیے کافر جب اس طرح کے عذاب پر واویلا کریں، تو مومنوں کو نہ تو ان سے متاثر ہونے کی ضرورت ہے، اور نہ ان کی تقلید کرنے کی ضرورت ہے، مومنوں کو تو اس سلسلے میں اللہ اور اس کے رسول کی اتباع واطاعت کرنی چاہیے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلْفَارُّ مِنَ الطَّاعُوْنِ، کَالْفَارِّ مِنَ الزَّحْفِ، وَالصَّابِرُ فِیْہِ، کَالصَّابِرِ فِی الزَّحْفِ (مسند

www.idaraghufran.org

احمد، رقم الحدیث ۱۴۴۷۸) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون سے بھاگنے والا شخص (گناہ میں) میدانِ جنگ سے بھاگنے والے شخص کی طرح ہے اور اس پر صبر کرنے والا شخص (اجروثواب میں) میدانِ جنگ میں صبر کرنے والے شخص کی طرح ہے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ طاعون، دراصل مومنوں کے لیے اللہ کی رحمت، باعثِ شہادت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء اور پہلے نیک لوگوں کی شہادت کا ذریعہ ہے، اور مومنوں کی حق میں یہ اللہ کی اتنی بڑی رحمت ہے کہ اس پر صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے والے کو میدانِ جہاد میں صبر کرنے اور ثابت قدم رہنے، جیسا اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے، لہٰذا اس سے مومن کو گھبرانا نہیں چاہیے، اور اس سے بھاگنا نہیں چاہیے، بلکہ ثابت قدم رہ کر صبر وہمت اور توکل علی اللہ ورجوع الی اللہ کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حسن لغیرہ، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

[2] الفار من الطاعون كالفار من الزحف) قيل: شبه به في إبطال أجر الشهادة لا في أنه كبيرة، وقال الطيبي: شبه به في ارتكاب الكبيرة، والزحف الجيش الدهم الذى لكثرته كأنه يزحف أى: يدب دبيبا من زحف الصبى إذا دب على استه قليلا سمى بالمصدر) .والصابر فيه) أى: في الطاعون) .له أجر شهيد) سواء مات به أو لا (مرقاة المفاتيح، ج۳، ص ۱۱۵۵، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض)

(الفار من الطاعون كالفار من الزحف) شبهه به فى ارتكاب الكبيرة قال تعالى "يا أيها الذين آمنوا إذا لقيتم الذين كفروا زحفا فلا تولوهم الأدبار" والزحف الجيش الدهم الذى يرى لكثرته كأنه يزحف أى يدب دبيبا إن زحف الصبى إذا دب على أسته قليلا قليلا سمى بالمصدر فكما يحرم الفرار من الزحف يحرم الخروج من بلد وقع فيها الطاعون (والصابر فيه كالصابر فى الزحف) فى حصول الثواب لكن محل النهى حيث قصد الفرار منه محضا بخلاف ما لو عرضت له حاجة فأراد الخروج إليها وانضم لذلك أو قصد الراحة من البلد التى فيها الطاعون فلا يحرم (فيض القدير للمناوى، ج۴ص ۴۶۱، تحت رقم الحديث ۵۹۷۲، حرف الفاء)

(الفار من الطاعون كالفار من الزحف) لما فيه من التوغل فى الأسباب بصورة من يحاول النجاة مما قدر عليه (ومن صبر فيه كان له أجر شهيد) لما فى الثبات من الوقوف مع المقدور والرضى به (فيض القدير للمناوى، ج۴ص ۴۶۱، تحت رقم الحديث ۵۹۷۳، حرف الفاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عسیب رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: أَتَانِیْ جِبْرِیْلُ بِالْحُمَّی، وَالطَّاعُوْنِ، فَأَمْسَكْتُ الْحُمَّی بِالْمَدِیْنَةِ، وَأَرْسَلْتُ الطَّاعُوْنَ إِلَی الشَّامِ، فَالطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِأُمَّتِیْ، وَرَحْمَةٌ، وَرِجْسٌ عَلَی الْكَافِرِ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۷۶۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس جبریلِ امین ''بخار'' اور ''طاعون'' کو لے کر آئے (اور مجھے اللہ کی طرف سے، ان میں سے انتخاب کا اختیار دیا) تو میں نے بخار کو مدینہ منورہ ہی میں روک لیا اور طاعون کو شام (وغیرہ) کی طرف بھیج دیا (اب اس کو مدینہ منورہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں) اور طاعون میری امت کے لیے شہادت اور رحمت ہے اور کافروں کے لیے عذاب ہے (مسند احمد)

رحمت ہونا، اس طرح ہے کہ مومن بندہ کا ایمان کا حالت میں فوت ہونا رحمت ہے، صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا، اور اس حالت میں فوت ہوجانا، یہ شہادت کا ذریعہ ہے، مومن کا خسارہ کسی صورت میں نہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(الفرار من الطاعون) من بلد هو فيها إلى محل ليس هو فيه (كالفرار من الزحف) لأنه فرار من قدر الله كما مر إلا متحيزا إلى فئة فى لحوق الإثم وعظم الجرم(ابن سعد) فى الطبقات (عن عائشة) وقضية كلام المصنف أنه لم يره مخرجا لأشهر ولا أحق بالعزو من ابن سعد وإلا لما أبعد النجعة والأمر بخلافه فقد رواه أحمد بما يتضمن المعنى المذكور وزيادة ولفظه الفار من الطاعون كالفار من الزحف والصابر فيه له أجر شهيد اه فالعدول عنه غير سديد (فيض القدير للمناوى، ج۴ص ۴۶۲، تحت رقم الحديث ۵۹۸۰، حرف الفاء)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

پھر مومن کو اس طرح کی وباء سے خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت؟ البتہ اللہ پر توکل کرتے ہوئے حفاظتی تدابیر اس کے منافی وخلاف نہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

(صحيح البخاری، رقم الحديث ٢٨٣٠، كتاب الجهاد والسير، باب: الشهادة سبع سوى القتل)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون، ہر مسلم کی شہادت کا سبب ہے (بخاری)

مذکورہ حدیث سے بھی طاعون کا ہر مومن کے لیے شہادت ہونا معلوم ہوا۔

اور طاعون کے علاوہ دوسرے مہلک وبائی مرض کو اس پر قیاس کر لینا چاہیے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا تَعُدُّوْنَ الشَّهِيْدَ فِيْكُمْ؟ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، قَالَ: إِنَّ شُهَدَاءَ أُمَّتِيْ إِذًا لَقَلِيْلٌ، قَالُوْا: فَمَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: مَنْ قُتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الطَّاعُوْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ، وَمَنْ مَاتَ فِي الْبَطْنِ فَهُوَ شَهِيْدٌ

(صحيح مسلم، رقم الحديث ١٩١٥ "١٦٥" كتاب الإمارة، باب بيان الشهداء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے میں سے شہید کسے شمار کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! جو اللہ کے راستہ میں قتل کیا

جائے، وہ شہید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی صورت میں تو میری امت کے شہید کم ہوں گے، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر شہید کون لوگ ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ کے راستہ میں قتل کیا گیا، وہ شہید ہے، اور جو اللہ کے راستہ میں فوت ہو گیا، تو وہ شہید ہے، اور جو طاعون میں فوت ہو گیا، تو وہ شہید ہے، اور جو پیٹ کی بیماری میں فوت ہو گیا، تو وہ بھی شہید ہے (یہ سب ہی ثواب کے اعتبار سے شہید ہیں) (مسلم)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث

اس طرح کی حدیث حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔[1]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ مومن کو مختلف شکلوں میں شہادت کا اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، جن میں ایک شکل، طاعون جیسی وبائی بیماری میں فوت ہونا بھی ہے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ شُهَدَاءَ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ، أُمَنَاءُ اللّٰهِ فِي الْأَرْضِ من خَلْقِهِ، قُتِلُوْا أَوْ مَاتُوْا (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٧٨٦) [2]

ترجمہ: زمین میں اللہ کے شہید، دراصل زمین میں اللہ کی مخلوق کے امین ہیں، خواہ وہ قتل ہو جائیں، یا فوت ہو جائیں (مسند احمد)

---

[1] عن عبادة بن الصامت: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم عاد عبد الله بن رواحة، فما تحوز له عن فراشه، فقال: " أتدرون من شهداء أمتى؟ "قالوا: قتل المسلم شهادة .قال: " إن شهداء أمتى إذا لقليل، قتل المسلم شهادة، والطاعون شهادة، والمرأة يقتلها ولدها جمعا "(مسند احمد، رقم الحديث ١٧٧٩٧)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:إسناه حسن(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے کچھ شہید وہ بھی ہوتے ہیں، جو میدانِ جہاد میں قتل نہ ہوں، اور وہ اس کے بغیر فوت ہوجائیں، جن میں طاعون والا شخص بھی ہے، جیسا کہ گزرا۔ [1]

اور جب طاعون میں فوت ہونے والا مومن شہید ہے، تو اس کو آخرت میں شہید کے وہ فضائل حاصل ہوں گے، جن کا احادیث میں ذکر آیا ہے، مثلاً شہید کے قرض کے علاوہ تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، اور شہید کو صبح وشام جنت کا اعلیٰ رزق دیا جاتا ہے، اور شہید کی ابتداء سے ہی عذاب کے بغیر بخشش کردی جاتی ہے، جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے، اور اس کو عذابِ قبر اور قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے محفوظ کردیا جاتا ہے، اور اس کو ایمان کا جوڑا پہنا کر مزین کیا جاتا ہے، اور اس کی حورِعین سے شادی کردی جاتی ہے، اور اس کے اقارب میں سے ستر انسانوں کے حق میں شفاعت کا حق دیا جاتا ہے، وغیرہ۔ [2]

---

[1] (شهداء الله فى الأرض) هم (أمناء الله على خلقه) سواء (قتلوا) فى الجهاد فى سبيل الله لإعلاء كلمة الله (أو ماتوا) على الفرش من غير قتال فإنهم شهداء أى فى حكم الآخرة .

(حم) من حديث محمد بن زيد الألهانى قال: ذكر عند أبى عتبة الخولانى فذكر الطاعون والمبطون والنفساء فغضب أبو عتبة وقال: حدثنا أصحاب نبينا صلى الله عليه وسلم أنه قال فذكره فعبر عن ذلك المصنف بقوله (عن رجال) أى من الصحابة قال الهيثمى: ورجاله ثقات اه .ومن ثمة رمز المصنف لصحته(فيض القدير للمناوى، ج٤ص١٦٥، تحت رقم الحديث ٤٩٠١، حرف الشين)

[2] عن عبد الله بن عمرو بن العاص، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال يغفر للشهيد كل ذنب إلا الدين(صحيح مسلم، رقم الحديث ١٨٨٦"١١٩")

عن المقدام بن معدى كرب، عن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال" :للشهيد عند الله ست خصال :يغفر له فى أول دفعة من دمه، ويرى مقعده من الجنة، ويجار من عذاب القبر، ويأمن من الفزع الأكبر، ويحلى حلة الإيمان، ويزوج من الحور العين، ويشفع فى سبعين إنسانا من أقاربه(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٢٧٩٩)

قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن(حاشية ابنِ ماجه)

سمعت أبا الدرداء يقول :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم" :-يشفع الشهيد فى سبعين من أهل بيته"(سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ٢٥٢٢)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن(حاشية ابى داوٗد)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :الشهداء على بارق -نهر بباب الجنة -فى قبة خضراء ، يخرج عليهم رزقهم من الجنة بكرة وعشيا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٩٠)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

بہرحال مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ طاعون جیسے وبائی مرض کواللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لئے رحمت بنایا ہے، اور جوشخص طاعون والے علاقہ میں موجود ہو، اور وہ اس پر صبر کرے، اور وہاں سے موت کے ڈر سے نہ بھاگے، وہ مجاہد وشہید ہے، وہ شہادت کے مرتبہ کو پاتا ہے، اور اگر کوئی مومن بندہ، طاعون میں مبتلا ہونے اوراس پر صبر کرنے کی وجہ سے فوت ہوگیا، تو اسے بھی آخرت میں شہادت کا عظیم اجر وثواب حاصل ہوتا ہے، اور جو فوت نہ ہو، مگر صبر وہمت اور اللہ پر توکل کرے، وہ بھی میدانِ جہاد میں صبر اور شہادت کے اجر وثواب سے محروم نہ ہوگا، اگرچہ دونوں کی شہادت کے درجات، اور صالح وغیر صالح مومن کے اعتبار سے بھی درجات میں فرق وتفاوت ہوسکتا ہے، جوکہ عین قرینِ انصاف ہے۔ [1]

---

[1] ففى هذه الأحاديث أن الطاعون قد يقع عقوبة بسبب المعصية، فكيف يكون شهادة؟ ويحتمل أن يقال: بل تحصل له درجة الشهادة لعموم الأخبار الواردة، ولا سيما فى الحديث الذى قبله عن أنس: الطاعون شهادة لكل مسلم، ولا يلزم من حصول درجة الشهادة لمن اجترح السيئات مساواة المؤمن الكامل فى المنزلة، لأن درجات الشهداء متفاوتة كنظيره من العصاة إذا قتل مجاهدا فى سبيل الله لتكون كلمة الله هى العليا مقبلا غير مدبر، ومن رحمة الله بهذه الأمة المحمدية أن يعجل لهم العقوبة فى الدنيا، ولا ينافى ذلك أن يحصل لمن وقع به الطاعون أجر الشهادة، ولا سيما وأكثرهم لم يباشر تلك الفاحشة، وإنما عمهم – والله أعلم – لتقاعدهم عن إنكار المنكر(فتح البارى شرح صحيح البخارى،ج١٠،ص١٩٣، كتاب الطب، باب أجر الصابر على الطاعون)

واستنبط من الحديث أن من اتصف بالصفات المذكورة ثم وقع به الطاعون فمات به أن يكون له أجر شهيدين، ولا مانع من تعدد الثواب بتعدد الأسباب كمن يموت غريبا بالطاعون، أو نفساء مع الصبر والاحتساب، والتحقيق فيما اقتضاه حديث الباب أنه يكون شهيدا بوقوع الطاعون به ويضاف له مثل أجر الشهيد لصبره وثباته، فإن درجة الشهادة شىء وأجر الشهادة شىء، وقد أشار إلى ذلك الشيخ أبو محمد بن أبى جمرة وقال: هذا هو السر فى قوله: والمطعون شهيد، وفى قوله فى هذا: فله مثل أجر شهيد، ويمكن أن يقال: بل درجات الشهداء متفاوتة، فأرفعها من اتصف بالصفات المذكورة ومات بالطاعون، ودونه فى المرتبة من اتصف بها وطعن ولم يمت به، ودونه من اتصف ولم يطعن ولم يمت به. ويستفاد من الحديث أيضا أن من لم يتصف بالصفات المذكورة لا يكون شهيدا ولو وقع الطاعون ومات به فضلا عن أن يموت بغيره، وذلك ينشأ عن شؤم الاعتراض الذى ينشأ عنه التضجر والتسخط لقدر الله وكراهة لقاء الله، وما أشبه ذلك من الأمور التى تفوت معها الخصال المشروطة، والله أعلم.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مگر آج کل کم علمی کی وجہ سے طاعون جیسی وباء میں فوت ہونے والے مومن اور کافر کو یکساں نام دیا جاتا ہے، اور دونوں کو "ہلاک" یا "فوت" ہونے سے تعبیر کیا جاتا ہے، جس کی بناء پر مومن اور کافر کے فوت ہونے میں کوئی فرق نہیں سمجھا جاتا، اور اس کی وجہ سے مسلمانوں میں کافروں کی طرح بلاوجہ کا خوف وہراس پھیلتا ہے، یہ طرزِ عمل قابلِ اصلاح ہے۔

طاعون سے متعلق مذکورہ احادیث پر دوسرے مہلک وبائی مرض کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، اور ان کی روشنی میں اپنا جائزہ لیا جاسکتا ہے کہ ہمارا اس سلسلے میں طرزِ عمل کیا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقد جاء فی بعض الأحادیث استواء شهید الطاعون وشهید المعرکة، فأخرج أحمد بسند حسن عن عتبة بن عبد السلمی رفعه: یأتی الشهداء والمتوفون بالطاعون، فیقول أصحاب الطاعون: نحن شهداء، فیقال: انظروا فإن کان جراحهم کجراح الشهداء تسیل دما وریحها کریح المسک فهم شهداء، فیجدونهم کذلک .وله شاهد من حدیث العرباض بن ساریة أخرجه أحمد أیضا والنسائی بسند حسن أیضا بلفظ: یختصم الشهداء والمتوفون علی فرشهم إلی ربنا عز وجل فی الذین ماتوا بالطاعون، فیقول الشهداء: إخواننا قتلوا کما قتلنا، ویقول الذین ماتوا علی فرشهم إخواننا ماتوا علی فرشهم کما متنا، فیقول الله عز وجل: انظروا إلی جراحهم، فإن اشبهت جراح المقتولین فإنهم منهم، فإذا جراحهم أشبهت جراحهم .زاد الکلاباذی فی معانی الأخبار من هذا الوجه فی آخره فیلحقون بهم(فتح الباری شرح صحیح البخاری،ج۱۰،ص۱۹۴، کتاب الطب، باب أجر الصابر علی الطاعون)

(فیمکث فی بلده) الذی وقع به الطاعون ولا یخرج منه حال أنه (صابرا محتسبا یعلم أنه لا یصیبه إلا ما کتب الله له إلا کان له مثل أجر شهید) وإن مات بغیر الطاعون ولو فی غیر زمنه، وقد علم أن درجات الشهداء متفاوتة فیکون کمن خرج من بیته علی نیة الجهاد فی سبیل الله فمات بسبب آخر غیر القتل وفضل الله واسع ونیة المرء أبلغ من عمله(إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، ج۵،ص۴۳۴، کتاب احادیث الانبیاء،باب بلا ترجمة بعد باب حدیث الغار)

(قوله :والمطعون) وکذا من مات فی زمن الطاعون بغیره إذا أقام فی بلده صابرا محتسبا فإن له أجر الشهید کما فی حدیث البخاری(رد المحتار علی الدر المختار، ج۲،ص۲۵۲، کتاب الصلاة،باب الشهید)

[1] قوله :(المطعون) ، هو :الذی مات فی الطاعون، وقال الجوهری :هو الموت من الوباء (عمدة القاری شرح صحیح البخاری،ج۱۴،ص۱۲۸، کتاب الجهاد والسیر،باب الشهادة سبع سوی القتل)

قوله [المطعون] قیل الطاعون کل مرض عام وقیل بل هی الخراجات التی تخرج فی المغابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جب ہم موجودہ دور میں اپنا طرزِ عمل ملاحظہ کرتے ہیں، تو وہ توکل علی اللہ، اور صبر واستقامت والا محسوس ہونے کے بجائے، جزع، فزع، خوف وہراس اور بے صبری اور ظاہری وحسی تدابیر میں غلو والا محسوس ہوتا ہے، جو دراصل کفار کی پیروی، یا ان کی مادی باتوں سے متأثر ہونے اور دنیا کی محبت اور موت کی کراہیت کی وجہ سے منظرِ عام پر آتا ہے، جس سے مسلمانوں کو بچنے کی ضرورت ہے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كالفخذ والإبط [المبطون] يشمل كل مرض من أمراض البطن والكبد والقلب والرأس كأنه مأخوذ من الباطن خلاف الظاهر وليس بمختص بأمراض البطن فقط(الكوكب الدرى على جامع الترمذى لرشيد أحمد الكنكوهى، ج٢ص ٢٠٤، ابواب الجنائز، باب ما جاء فى الشهداء من هم)

۱؎ وقال:" ليس من أحد يقع الطاعون فيمكث فى بلده صابرا محتسبا، يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له إلا كان له مثل أجر شهيد."

"صابرا"؛ أى: يصبر على الإقامة فى ذلك البلد مع القدرة على الخروج.

"محتسبا"؛ أى: طالبا للثواب، لا لحظ مال، أو غرض آخر، وإنما يحصل له الثواب بالإقامة فى ذلك البلد لأنه توكل على الله، ودرجة المتوكل أرفع الدرجات (المفاتيح شرح المصابيح، للمظهرى، ج٢، ص ٣٩٩، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض)

والتحقيق فيما اقتضاه حديث الباب أنه يكون شهيدا بوقوع الطاعون به ويضاف له مثل أجر الشهيد لصبره وثباته، فإن درجة الشهادة شىء وأجر الشهادة شىء، وقد أشار إلى ذلك الشيخ أبو محمد بن أبى جمرة وقال: هذا هو السر فى قوله: والمطعون شهيد، وفى قوله فى هذا: فله مثل أجر شهيد، ويمكن أن يقال: بل درجات الشهداء متفاوتة، فأرفعها من اتصف بالصفات المذكورة ومات بالطاعون، ودونه فى المرتبة من اتصف بها وطعن ولم يمت به، ودونه من اتصف ولم يطعن ولم يمت به .ويستفاد من الحديث أيضا أن من لم يتصف بالصفات المذكورة لا يكون شهيدا ولو وقع الطاعون ومات به فضلا عن أن يموت بغيره، وذلك ينشأ عن شؤم الاعتراض الذى ينشأ عنه التضجر والتسخط لقدر الله وكراهة لقاء الله، وما أشبه ذلك من الأمور التى تفوت معها الخصال المشروطة، والله أعلم.

وقد جاء فى بعض الأحاديث استواء شهيد الطاعون وشهيد المعركة، فأخرج أحمد بسند حسن عن عتبة بن عبد السلمى رفعه: يأتى الشهداء والمتوفون بالطاعون، فيقول أصحاب الطاعون: نحن شهداء، فيقال: انظروا فإن كان جراحهم كجراح الشهداء تسيل دما وريحها كريح المسك فهم شهداء، فيجدونهم كذلك .وله شاهد من حديث العرباض بن سارية أخرجه أحمد أيضا والنسائى بسند حسن أيضا بلفظ: يختصم الشهداء والمتوفون على فرشهم إلى ربنا عز وجل فى الذين ماتوا بالطاعون، فيقول الشهداء: إخواننا قتلوا كما قتلنا، ويقول الذين ماتوا على فرشهم إخواننا ماتوا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ یہ بات واضح ہے کہ اس طرح کے خوف ہراس اور حشت ودہشت پھلانے سے ایک تو خود، انسان بیماری میں مبتلا ہوجاتا ہے، کیونکہ خوف ودہشت ہی خود بڑی بیماری ہے، دوسرے اس کے نتیجے میں توکل وتقدیر سے بھی نظر ہٹ کر ایمان کمزور وخراب ہوتا ہے، تیسرے صبر وہمت کے متاثر ہونے سے شہادت کے عظیم اجر وثواب سے بھی محرومی لازم آتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

على فرشهم كما متنا، فيقول الله عز وجل: انظروا إلى جراحهم، فإن اشبهت جراح المقتولين فإنهم منهم، فإذا جراحهم أشبهت جراحهم .زاد الكلاباذى فى معانى الأخبار من هذا الوجه فى آخره فيلحقون بهم(فتح البارى لابن حجر، ج١٠، ص ١٩٤، كتاب الطب، باب أجر الصابر على الطاعون)

(الطاعون كان عذابا يبعثه الله على من يشاء) من فاسق أو كافر (وإن الله جعله رحمة للمؤمنين) من هذه الأمة فجعله رحمة من خصوصياتها وهل المراد بالمؤمن الذى جعله رحمة له الكامل أو أعم؟ احتمالان (فليس من أحد) أى مسلم (يقع الطاعون) فى بلد هو فيه (فيمكث فى بلده صابرا) غير متزعج ولا قلق بل مسلما مفوضا راضيا وهذا قيد فى حصول أجر الشهادة لمن يموت به (محتسبا) أى طالبا للثواب على صبره على خوف الطاعون وشدته (يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له) قيد آخر وهى جملة حالية تتعلق بالإقامة فلو مكث وهو قلق متندم على عدم الخروج ظانا أنه لو لم يخرج لم يقع به فاته أجر الشهادة وإن مات به هذا قضية مفهوم الخبر كما اقتضى منطوقه أن المتصف بما ذكر له أجر شهيد وإن لم يمت به (إلا كان له مثل أجر شهيد) هو استثناء من أحد وسر التعبير بالمثلية مع ثبوت التصريح بأن من مات به شهيد أن من لم يمت به له مثل أجر شهيد وإن لم يحصل له درجة الشهادة نفسها قال ابن حجر: ويؤخذ منه أن من اتصف بالصفات المذكورة ثم مات بالطاعون له أجر شهيدين ولا مانع من تعدد الثواب بتعدد الأسباب كمن يموت غريبا أو نفساء بالطاعون والتحقيق أنه يكون شهيدا بوقوع الطاعون به ويضاف له مثل أجر شهيد لصبره فإن درجة الشهادة شىء وأجرها شىء قال ابن أبى جمرة: وقد يقال درجات الشهداء متفاوتة فأرفعها من اتصف بما ذكر ومات بالطاعون ودونه من اتصف بذلك وطعن ولم يمت به ودونه من اتصف ثم لم يطعن ولم يمت به قال ابن حجر: ويؤخذ منه أن من لم يتصف بذلك لا يكون شهيدا وإن مات بالطاعون وذلك ينشأ من شؤم الاعتراض الناشىء عن الضجر والسخط للقدر (فيض القدير للمناوى، ج٤ص٢٨٧، تحت رقم الحديث ٥٣٣٠، حرف الطاء)

[1] (يقع الطاعون) صفة أحد، والراجع محذوف أى يقع فى مكان هو فيه أو يقع فى بلده (فيمكث) عطف على يقع (فى بلده) وفى رواية أحمد فى بيته، وفى رواية البخارى فى القدر بلفظ: ما من عبد يكون فى بلد يكون (أى الطاعون) فيه ويمكث فيه ولا يخرج من البلد أى التى وقع فيها الطاعون (صابرا) أى غير منزعج ولا قلق محتسبا أى طالبا للثواب على صبره، وهما حالان من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ آج طاعون اور اس جیسے دوسرے وبائی مرض پھیلنے کے موقع پر میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے اور دوسرے طریقوں پر خوف وہراس اور مایوسی وناامیدی پھیلائی جاتی ہے، اور یہ نہیں سوچا جاتا کہ اس طرح کے خوف وہراس اور مایوسی وناامیدی سے اولاً تو ایمان میں فساد وبگاڑ پیدا ہوتا ہے، یعنی اس طرح کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فاعل يمكث أى يصبر وهو قادر على الخروج متوكلا على الله طالبا لثوابه لا غير كحفظ ماله أو غرض آخر .وهذا قيد فى حصول أجر الشهادة لمن يموت بالطاعون، وهو أن يمكث بالمكان الذى يقع به فلا يخرج منه فرارا، كما ورد النهى عنه صريحا فى الحديث الذى يليه (يعلم أنه لا يصيبه إلا ما كتب الله له) أى من الحياة والممات .وهذا قيد آخر وهى جملة حالية تتعلق بالإقامة، فلو مكث وهو قلق أو متندم على عدم الخروج ظانا أنه لو خرج لما وقع به أصلا ورأسا وأنه بإقامته يقع به، فهذا لا يحصل له أجر الشهيد ولو مات بالطاعون .هذا الذى يقتضيه مفهوم هذا الحديث كما اقتضى منطوقه أن من اتصف بالصفات المذكورة يحصل له أجر الشهيد وإن لم يمت بالطاعون، ويدخل تحته ثلاث صور من اتصف بذلك فوقع به الطاعون فمات به أو وقع به ولم يمت به أو لم يقع به أصلا ومات بغيره عاجلا أو آجلا، قاله الحافظ .(إلا كان له مثل أجر الشهيد) خبر ليس، والاستثناء مفرغ .ولعل السر فى التعبير مع ثبوت التصريح بأن من مات بالطاعون كان شهيدا، أن من لم يمت من هؤلاء بالطاعون كان له مثل أجر الشهيد وإن لم يحصل له درجة الشهادة بعينها،وذلك أن من اتصف بكونه شهيدا أعلى درجة ممن وعد بأنه يعطى مثل أجر الشهيد ويكون كمن خرج على نية الجهاد فى سبيل الله ليتكون كلمة الله هى العليا فمات بسبب آخر غير القتل، وفضل الله واسع ونية المؤمن أبلغ من عمله(مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، ج۵، ص ۲۴۰، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض وثواب المرض)

ويفهم من سياق هذا الحديث أن حصول أجر الشهادة لمن يموت بالطاعون مقيد بما يلى:

أ -أن يمكث صابرا غير منزعج بالمكان الذى يقع به الطاعون فلا يخرج فرارا منه.

ب -أن يعلم أنه لن يصيبه إلا ما كتب الله له.

فلو مكث وهو قلق أو نادم على عدم الخروج ظانا أنه لو خرج لما وقع به أصلا ورأسا، وأنه بإقامته يقع به، فهذا لا يحصل له أجر الشهيد ولو مات بالطاعون، هذا الذى يقتضيه مفهوم هذا الحديث، كما اقتضى منطوقه أنه من اتصف بالصفات المذكورة يحصل له أجر الشهيد وإن لم يمت بالطاعون.

والمراد بشهادة الميت بالطاعون أنه يكون له فى الآخرة ثواب الشهيد، وأما فى الدنيا فيغسل ويصلى عليه .قال القاضى البيضاوى :من مات بالطاعون، أو بوجع البطن ملحق بمن قتل فى سبيل الله لمشاركته إياه فى بعض ما يناله من الكرامة بسبب ما كابده، لا فى جملة الأحكام والفضائل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸،ص ۳۳۳،مادة"طاعون"حرف الطاء)

خوف وہراس اور مایوسی وناامیدی، ایمان کے لیے خطرناک وائرس ہے، جو کہ کافروں کی تقلید اور ان کے طرزِ عمل کے اثر کا نتیجہ ہے، جن کے حق میں یہ نِرا عذاب ہوتا ہے، اور دوسرے اس خوف وہراس کی وجہ سے جو مریض نہیں ہوتے، وہ بھی مریض بن جاتے ہیں، یا پھر آئندہ کے لیے کسی دوسری ذہنی اور پھر جسمانی بیماری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ بات یاد رکھیے کہ توکل علی اللہ اور صبر واستقامت، یہ خود وائرس کے خلاف بہت بڑی قوتِ مدافعت ہے، اللہ کے واسطے اس کو ضائع اور کمزور نہ کیجیے، ورنہ آپ کو بیمار ہونے کے لیے کسی بیماری کے دوسرے وائرس کی ضرورت نہ ہوگی، یہ خود ہی بہت مہلک ذہنی ونفسیاتی وائرس ہے، جو قوتِ مدافعت کو کم، یا ختم کر کے دوسرے کمزور وائرس کے زوردار طریقے پر حملہ آور ہونے کا بھی ذریعہ بنتا ہے۔

لہٰذا خوف وہراس اور مایوسی وناامیدی کے اس وائرس سے بچنا اور بچانا زیادہ ضروری ہے، جو ایمان کے لیے بھی خطرناک ہو، اور ذہنی وجسمانی اعتبار سے بھی زیادہ خطرناک ہو۔

بہرحال طاعون جیسے وبائی مرض کے موقع پر فوت ہونے والے کافر، تو عذاب کی شکل میں ہلاک ہوکر ناکام ونامراد شمار ہوتے ہیں، اور مومن کامیاب وبامراد شمار ہوتے ہیں، جبکہ ایمان کی حالت میں فوت ہوں، یا صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں، پھر مومن بندے اپنے اپنے ایمان واعمال کے اعتبار سے کامیابی کے درجات، یہاں تک کہ شہادت کے عظیم اجر وثواب سے بھی سرفراز ہوتے ہیں۔ [1]

---

[1] ظاهره أنه يكتب له أجر شهيد، وإن لم يمت فى زمن الطاعون، وفضل الله سبحانه وتعالى واسع، ونية المؤمن خير من عمله

وروى أحمد إن أكثر شهداء أمتى لأصحاب الفرش ولا يلزم من ذلك أن من اتصف بما مر، ومات بالطعن يكتب له أجر شهيدين لما مر أن درجات الشهداء متفاوتة فأرفعها من اتصف بما مر، ومات مطعونا ثم من اتصف، وطعن ولم يمت ثم من اتصف ولم يطعن، ومات زمن الطاعون بغيره ثم من اتصف ولم يطعن ولا مات زمنه على أنه لا مانع من تعدد أجر الشهادة لمن اجتمع فيه سببان فأكثر من أسبابها كغريب مطعون كما يتعدد القيراط لمن صلى على جنائز وكما أن من اقتنى كلابا ينقص من أجره قراريط بعددهم، وظاهر الحديث أن المطعون شهيد مثلا وإن كان فاسقا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن یہ بات یادرکھیں کہ طاعون جیسی وباء میں فوت ہونے والے پر دنیا کے اعتبار سے غسل اور کفن کے احکام جاری ہوں گے، وہ آخرت کے اجر وثواب کے اعتبار سے شہید کے اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ قرآن وسنت کی صحیح فہم اور سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بل هو صريح حديث الصحيحين الطاعون شهادة لكل مسلم ولا يلزم مساواته للعدل لتفاوت درجات الشهداء كما مر، ويؤيده أن شهيد المعركة لا يقدح فسقه فى شهادته فوجود التبعات لا يقدح فيها؛ لأنها ثواب وكرامة زائدة، وذلك لا ينافيه فسق ولا غيره نعم صح أن الشهيد يغفر له كل ذنب إلا الدين، وفى معناه سائر تبعات العباد(الفتاوى الفقهية الكبرى،لابن حجر الهيتمى، ج۴، ص ۲۵، كتاب الفرائض،باب الوصية)

[1] والمراد بشهادة الميت بالطاعون أنه يكون له فى الآخرة ثواب الشهيد، وأما فى الدنيا فيغسل ويصلى عليه.

قال القاضى البيضاوى: من مات بالطاعون، أو بوجع البطن ملحق بمن قتل فى سبيل الله لمشاركته إياه فى بعض ما يناله من الكرامة بسبب ما كابده، لا فى جملة الأحكام والفضائل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۳۲۳،مادة "طاعون"حرف الطاء)

(فصل نمبر 5)

مدینہ منورہ کا طاعون سے محفوظ ہونا

کئی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ کو طاعون سے محفوظ فرمادیا ہے، جس طرح اس کو دجال سے محفوظ فرمادیا ہے، ایک روایت میں مکہ مکرمہ کے بھی طاعون سے محفوظ ہونے کا ذکر ہے، جس کی سند پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَدِيْنَةُ يَأْتِيْهَا الدَّجَّالُ، فَيَجِدُ الْمَلَائِكَةَ يَحْرُسُوْنَهَا فَلَا يَقْرَبُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُوْنُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ

(صحيح البخاری، رقم الحديث ۷۴۷۳، کتاب التوحيد، باب فی المشيئة والإرادة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال، مدینہ منورہ میں آئے گا، تو فرشتوں کو مدینہ منورہ کی حفاظت پر مامور پائے گا، اس لیے دجال، مدینہ منورہ کے قریب نہ جاسکے گا، اور نہ ہی ان شاء اللہ مدینہ منورہ میں طاعون داخل ہوگا (بخاری)

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَثَلُ الْمَدِيْنَةِ كَالْكِيْرِ، وَحَرَّمَ إِبْرَاهِيْمُ مَكَّةَ، وَأَنَا أُحَرِّمُ الْمَدِيْنَةَ، وَهِيَ كَمَكَّةَ،

حَرَامٌ مَا بَيْنَ حَرَّتَيْهَا، وَحِمَاهَا كُلُّهُ، لَا يُقْطَعُ مِنْهَا شَجَرَةٌ إِلَّا أَنْ يُّعْلِفَ رَجُلٌ مِّنْهَا، وَلَا يَقْرَبُهَا ،إِنْ شَاءَ اللّٰهُ ،اَلطَّاعُوْنُ، وَلَا الدَّجَّالُ، وَالْمَلَائِكَةُ يَحْرُسُوْنَهَا عَلٰى أَنْقَابِهَا، وَأَبْوَابِهَا (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٥٢٣٣) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مدینہ منورہ بھٹی کی طرح ہے، اور حضرت ابراہیم نے مکہ مکرمہ کو حرام قرار دیا تھا، اور میں مدینہ منورہ کو حرم قرار دیتا ہوں، لہٰذا مدینہ منورہ کے دونوں کونوں کا درمیانی حصہ اور اس کی چراگاہیں، سب حرام ہیں، جس کا کوئی درخت نہیں کاٹا جاسکتا، الّا یہ کہ کوئی شخص اس سے (جانور کو) چرائے، اور ان شاء اللہ طاعون اور دجال اس کے قریب بھی نہ آسکے گا، اس کے تمام سوراخوں اور دروازوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہوں گے (مسند احمد)

سعد بن مالک اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث

حضرت سعد بن مالک اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ الْمَدِيْنَةَ مُشَبَّكَةٌ بِالْمَلَائِكَةِ، عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَكَانِ يَحْرُسَانِهَا، لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ، مَنْ أَرَادَهَا بِسُوْءٍ أَذَابَهُ اللّٰهُ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٥٩٣) [2]

ترجمہ: مدینہ منورہ، فرشتوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے، اس کے ہر سوراخ پر دو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف من أجل ابن لهيعة، وقد توبع (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

فرشتے اس کی حفاظت کے لئے مقرر ہیں، یہاں طاعون اور دجال داخل نہیں ہو سکتے، جو اس (شہر) کے ساتھ کوئی ناپاک ارادہ کرے گا، اللہ اسے اس طرح پگھلا دے گا، جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے (مسند احمد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلٰى أَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ مَلَائِكَةٌ لَا يَدْخُلُهَا الطَّاعُوْنُ، وَلَا الدَّجَّالُ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۷۱۳۳، كتاب الفتن، باب: لا يدخل الدجال المدينة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے مقرر ہیں، اس لیے مدینہ منورہ میں نہ طاعون داخل ہوگا اور نہ دجال (بخاری)

مذکورہ احادیث سے مدینہ منورہ کا دجال اور طاعون سے محفوظ و مامون ہونا معلوم ہوا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْمَدِيْنَةُ وَمَكَّةُ مَحْفُوْفَتَانِ بِالْمَلَائِكَةِ، عَلٰى كُلِّ نَقْبٍ مِنْهَا مَلَكٌ لَا يَدْخُلُهَا الدَّجَّالُ، وَلَا الطَّاعُوْنُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۲۶۵)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ، فرشتوں کے ذریعے سے محفوظ ہیں، اس کے ہر کونے میں فرشتہ مقرر ہے، جس میں نہ دجال داخل ہوگا، اور نہ طاعون (مسند احمد)

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں دجال کے داخل نہ ہونے کا ذکر تو اور بھی کئی احادیث میں آیا ہے،

اور مدینہ منورہ میں طاعون داخل نہ ہونے کا ذکر بھی دوسری احادیث میں آیا ہے، جیسا کہ گزرا، لیکن مکہ مکرمہ میں طاعون داخل نہ ہونے کا ذکر صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت میں ہے۔

کسی دوسری روایت میں اس کا ذکر نہیں، اور یہ روایت فی نفسہٖ ضعیف ہے، لیکن مکہ مکرمہ میں طاعون کے داخل نہ ہونے کے علاوہ، دوسرے مضامین کے اعتبار سے یہ روایت، دیگر احادیث وروایات کے پیشِ نظر صحیح ہے۔ [1]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لجهالة عمر بن العلاء الثقفي وأبيه، وهما من رجال "تعجيل المنفعة"، وتساهل ابن حبان فذكرهما في "ثقاته "وأما فُليح– وهو ابن سليمان– فليس بذاك القوى لكن يُعتَبر به .

وأورده الحافظ ابن كثير في "النهاية 1/161 "من طريق المصنف وقال: هذا غريب جداً، وذِكر مكة في هذا ليس محفوظاً .وسيأتي بيان ذلك لاحقاً.

وأخرجه البخاري في "التاريخ الكبير 6/180 "عن سعيد بن منصور، عن فليح بن سليمان، بهذا الإسناد .وقال: إن لم يكن عمر بن العلاء أخا الأسود فلا أدري.

وقد أورد الحديثَ الحافظُ ابن حجر في "الفتح 10/191 "ونسبه إلى عمر بن شبة في "كتاب مكة "وذكر إسناده على النحو التالي: عن سريج، عن فليح، عن العلاء بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن أبي هريرة، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .وقال: رجاله رجال الصحيح!

قلنا: كذا قال في إسناده "العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه "وهو وهمٌ إما من صاحب "كتاب مكة"، أو من الحافظ ابن حجر، فالحديث لا يعرف إلا عن عمر بن العلاء، عن أبيه.

وروى هذا الحديث من غير طريق صحيح عن أبي هريرة، ولم يذكر أحد منهم فيه مكةَ، فقد سلف برقم (7234)من طريق نعيم بن عبد الله، و (8373)من طريق أبي عبد الله القراظ، و (8917)من طريق أبي صالح، ثلاثتهم عن أبي هريرة.

وقد صح ذِكْرُ مكة في غير حديث أبي هريرة، فعن أنس بن مالك رفعه "ليس من بلد إلا سيطؤه الدجال إلا مكة والمدينة " ...أخرجه البخاري (1881)، ومسلم (2943) ، وسيأتي في "مسنده.3/191 "

وعن فاطمة بنت قيس في بعض طرق حديث الجساسة ... "فلا أدع قرية إلا هبطتها في أربعين ليلةً غير مكة وطَيْبَة فهما محرمتان على كلتاهما ." ...

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لیے بعض حضرات نے اکثر احادیث کے پیشِ نظر، طاعون سے صرف مدینہ منورہ کے محفوظ ہونے کا قول کیا ہے، جبکہ بعض نے طاعون کے داخل نہ ہونے کے حکم میں مکہ مکرمہ کو بھی شامل فرمایا ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو، مدینہ منورہ کو خاص طور پر اللہ نے طاعون سے محفوظ فرمادیا ہے، جہاں طاعون داخل نہ ہوگا، بعض نے مکہ مکرمہ کو بھی اس میں داخل مانا ہے، جبکہ بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو خاص طاعون سے محفوظ کیا گیا ہے، دوسری وبائی بیماریوں سے محفوظ نہیں کیا گیا، جبکہ بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں جس طاعون کے داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے، وہ ایسا طاعون، یا ایسا مرض ہے، جو شیطان کے خفیہ چوکے سے پھیلتا ہے۔

اور جو بیماریاں اس نوعیت کی نہ ہوں، وہ مراد نہیں، اسی وجہ سے مدینہ منورہ میں بھی لوگ بیمار ہوتے ہیں، اور فوت بھی ہوتے ہیں، یہی حال مکہ مکرمہ کا بھی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أخرجه مسلم (119) (2942)، وسيأتي في مسندها 6/374.

وعن عائشة مرفوعاً "لا يدخل الدجال مكة ولا المدينة "أخرجه الإمام أحمد 6/241،

والنسائي في "الكبرى (4257) "من طريق عامر الشعبي عن عائشة .

لكن قال الحافظ ابن كثير في "النهاية :1/152 "المحفوظ رواية عامر الشعبي عن فاطمة بنت قيس .يعني الحديث السالف (حاشية مسند احمد)

[1] (على أنقاب المدينة) جمع نقب بالسكون بفتح الهمزة وسكون النون مداخلها وفوهات طرقها (ملائكة) موكلون بها للحرس (لا يدخلها الطاعون) الموت الذريع الناشء عن وخز الجن أي لا يكون كالذي يكون بغيرها كطاعون عمواس والجارف وقد أظهر الله صدق رسوله فلم ينقل أنه دخلها طاعون (ولا) يدخلها (الدجال) فإنه يجيء ليدخلها فتمنعه الملائكة فينزل بالسبخة اسم محل قريب منها فترجف المدينة بأهلها أي تحركهم وتزلزلهم فيخرج إليه من كان في قلبه مرض قال الطيبي :وجملة لا يدخلها مستأنفة بيان لموجب استقرار الملائكة على الأنقاب وقد عد عدم دخول الطاعون من خصائصها وهو لازم دعاء المصطفى صلى الله عليه وسلم لها بالصحة واحتج ابن الحاج على أن المدينة أفضل من مكة لأنه لم يأت مثل ذلك في مكة واستشكل عدم دخول الطاعون المدينة مع كونه شهادة وكيف قرن بالدجال ومدحت المدينة بعدم دخولهما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس سلسلے میں زیادہ عافیت وسلامتی والا طریقہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ کھود کرید کرنے کے بجائے، احادیثِ صحیحہ کے ظاہر پر یقین کیا جائے، اور اگر کسی واقعہ سے اس کے خلاف محسوس ہو، اس کو اپنی فہم کی کوتاہی پر محمول کیا جائے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأجيب بأن المراد بكونه شهادة أن ذلك يترتب عليه وينشأ عنه لكونه سببه وإذا كان الطاعون طعن الجن حسن مدح المدينة بعدم دخولها وذكر النووى فى الأذكار أن الطاعون لم يدخل المدينة ولا مكة أصلا لكن ذكر جمع أن الطاعون العام دخل مكة أما المدينة فلم يذكر أنه دخلها وهذا من معجزاته لأن الأطباء عجزوا عن دفع الطاعون عن بلد بل عن قرية وقد امتنع الطاعون عن المدينة هذه العصور المتطاولة(فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۴ص ۳۲۱، تحت رقم الحديث ۵۴۵۶، حرف العين)

ولكن الشأن فى تسميته طاعونا والحق أن المراد بالطاعون فى هذا الحديث المنفى دخوله المدينة الذى ينشأ عن طعن الجن فيهيج بذلك الطعن الدم فى البدن فيقتل فهذا لم يدخل المدينة قط (فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۰ ص ۱۹۱، كتاب الطب، باب ما يذكر فى الطاعون)

ووقع فى بعض طرق حديث أبى هريرة المدينة ومكة محفوفتان بالملائكة على كل نقب منهما ملك لا يدخلهما الدجال ولا الطاعون أخرجه عمر بن شبة فى كتاب مكة عن شريح عن فليح عن العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه عن أبى هريرة عن النبى صلى الله عليه وسلم بهذا ورجاله رجال الصحيح (فتح البارى لابن حجر، ج۱۰، ص ۱۹۱، كتاب الطب، باب ما يذكر فى الطاعون)

ومنها أنه هل يدخل مكة، والمدينة وقد صح عنه -صلى الله عليه وسلم -المدينة، ومكة محفوفتان بالملائكة على كل نقب منها أى :طريق أو باب أو مدخل ملك لا يدخلها الدجال ولا الطاعون ، وضمير منها عائد على كل واحدة من البلدين قال :ابن قتيبة ولم يقع بهما طاعون قط، وأقره الأئمة بعده منهم النووى -رحمه الله تعالى -فى أذكاره وغيره، وما قيل :إنه دخلها فى عام تسع وأربعين، وسبع مائة فهو، وإن نقله جماعة فهو مردود بأن الأمر ليس كما ظنوا أى :بل كان ذلك وباء لا طاعونا كما يدل له كلام الفاسى فى موضع، وإن عبر عنه بالطاعون فى موضع آخر؛ لأن الوباء قد يسمى طاعونا مجازا كعكسه بجامع كثرة الموت فيهما كما مر فعلم أنه لم يدخل مكة طاعون قط ولا يدخلها إن شاء الله تعالى لصحة الحديث كما مر وقول الدمامينى إسناده ضعيف وهم، وفى حديث البخارى فلا يدخلها يعنى :المدينة الدجال ولا الطاعون إن شاء الله قيل :هذا الاستثناء يحتمل التعليق، ويحتمل التبرك وهو أولى وقيل :إنه يتعلق بالطاعون، وعدم دخول الطاعون للمدينة أمر متفق عليه إلا ما شذ به القرطبى من قوله :المراد لا يدخلها طاعون عظيم مثل طاعون عمواس، وطاعون الجارف إذ قضيته أنه يدخلها طاعون غير عظيم وليس كذلك كما جزم به العلماء (الفتاوى الفقهية الكبرى،لابن حجر الهيتمى،ج۴،ص۲۷، كتاب الفرائض،باب الوصية)

(فصل نمبر 6)

وباءزدہ علاقہ میں داخل ہونے اور نکلنے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالمِ اسباب بنایا ہے، یعنی اس دنیا میں وجود پذیر اور متغیر ہونے والے عام واقعات وحالات کو اسباب کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے ''مسببُ الاسباب'' یعنی اسباب پیدا کرنے اور اسباب کو مؤثر وغیر مؤثر اور زیادہ، یا کم مؤثر اور بیماری، یا موت کا سبب بنانے، اور نہ بنانے والی ذات، صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

اس لیے اس ذاتِ وحدہٗ لاشریک کے حکم واِذن کے بغیر تمام اسباب بے جان اور لاشیئ محض ہیں، اور ان اسباب پر اصل قدرت واختیار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔

لیکن اس ''قدرتِ الٰہی'' کے ساتھ ''عادتِ الٰہی'' کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر قدرت واختیار کے ہوتے ہوئے، اس کائنات میں اپنی عادت وسنت کے مطابق حکم واِذن فرماتا ہے، وہ الگ بات ہے کہ ''احکمُ الحاکمین'' ہونے کے باوجود، جب اللہ تعالیٰ کی حکمت ومشیت کا تقاضا، کچھ اور ہوتا ہے، تو پھر اس عادت کے برخلاف بھی فرمادیتا ہے، لیکن ایک منظّم ومستحکم نظام کے لیے عام حالات میں اپنی عادت وسنت کے مطابق ہی عمل فرماتا ہے، جس میں بندوں ہی کے لیے بہت سے فائدے اور مصلحتیں ہیں، مثلاً یہ کہ وہ ظاہری، حسی اور نظر آنے والے اسباب کے ساتھ وابستہ رہ کر اپنے نظامِ زندگی کے معمولات کو احسن ومنظّم طریقے پر چلاسکیں، اور اسی کے ساتھ ہمہ وقت ''مسببُ الاسباب'' پر توکل اور اس کی ذات وصفات پر نظر رکھیں۔

اس طرح اب بندہ کے سامنے ایک تو ''مسببُ الاسباب'' کی ذات وصفات ہوتی ہیں، اور دوسری طرف اس ''مسببُ الاسباب'' کے پیدا کیے ہوئے اسباب ہوتے ہیں، اس صورت

میں مومن بندہ پر لازم ہے کہ وہ دونوں کو اپنے درجہ پر رکھے، خالق کو، خالق کا درجہ دے، اور مخلوق کو، مخلوق کا درجہ دے، اور اس طرح اپنے ایمان کی بھی حفاظت کرے، اور اپنے آپ کو عالمِ اسباب کے نظام کے ساتھ وابستہ کرکے زندگی گزارے، دل میں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر کامل یقین وایمان اور توکل وبھروسہ ہو، اور ظاہری اعمال کو اسباب میں مشغول کرکے عملی زندگی گزارے۔

اس لیے طاعون جیسے وبائی مرض کے متعلق، جہاں شریعت کی طرف سے اس کے عذاب اور رحمت ہونے، اور مومن کے لیے صبر وشہادت کا اجر حاصل ہونے کی توضیح وتفصیل بتلائی گئی، اسی طرح اسباب کے درجے میں ایسی چیزوں کی بھی نشاندہی کردی گئی، جو ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ طاعون جیسے وبائی مرض سے اپنی، یا دوسروں کی حفاظت کا بھی سبب ہیں۔

چنانچہ آج سے سینکڑوں سال پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون جیسے وبائی مرض پھیلے ہوئے علاقے میں جانے اور وہاں سے راہِ فرار اختیار کرنے سے منع فرمادیا تھا۔

اور آج پوری سائنسی دنیا اس بات پر نہ صرف یہ کہ عمل کررہی ہے، بلکہ ایک علاقہ کی وباء دوسرے علاقہ میں، اور ایک انسان سے دوسرے انسان میں پھیلنے سے بچنے کے لیے لاک ڈاؤن (Lockdown) پر بھی عمل کررہی ہے، جو غلو کی حدود تک پہنچ چکا ہے، اور اس میں سارا زور مادیت پرستی پر ہی لگایا جارہا ہے، اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اللہ کے مسببُ الاسباب اور اس کے مؤثر بالذات ہونے کا کوئی خاطر خواہ ذکر نہیں۔

مذکورہ تمہید کے بعد طاعون جیسے وباء زدہ علاقے میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے کے سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطَّاعُوْنُ رِجْسٌ أُرْسِلَ عَلٰى طَائِفَةٍ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ، أَوْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِأَرْضٍ، فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ، وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا، فِرَارًا مِّنْهُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۴۷۳، کتاب احاديث الانبياء، باب بلاترجمة بعد باب حديث الغار)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کی ایک جماعت پر بھیجا گیا تھا، یا تم لوگوں سے پہلے لوگوں پر بھیجا گیا تھا، پس جب تم سنو کہ کسی مقام پر طاعون ہے، تو تم وہاں نہ جاؤ، اور جب اس جگہ طاعون پھیل جائے، جہاں تم موجود ہو، تو تم طاعون سے بچنے کے لئے اس جگہ سے مت نکلو (بخاری)

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

صحیح مسلم میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلطَّاعُوْنُ آيَةُ الرِّجْزِ، اِبْتَلَى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهٖ نَاسًا مِّنْ عِبَادِهٖ، فَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ، فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَفِرُّوْا مِنْهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۲۱۸ "۹۳" کتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون (اللہ کی طرف سے) عذاب کی نشانی ہے، اللہ عزوجل نے اپنے بندوں میں سے بعض لوگوں کو اس عذاب میں مبتلا کیا، پس جب تم اس کے بارے میں سنو، تو اس جگہ مت داخل ہو اور جب طاعون کسی جگہ میں واقع ہو جائے، اور تم وہاں پر موجود ہو، تو تم اس طاعون سے مت بھاگو (مسلم)

اس حدیث کو امام مسلم نے تھوڑے الفاظ کے فرق کے ساتھ ایک اور جگہ بھی روایت کیا ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح طاعون اور وباء زدہ علاقہ میں جانا منع ہے، اسی طرح وہاں سے راہِ فرار اختیار کر کے دوسرے علاقہ میں بھی جانا منع ہے۔

چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث

حضرت ابراہیم بن سعد سے روایت ہے کہ:

عَنْ سَعْدِ بْنِ مَالِكٍ، وَخُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ، وَأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ، قَالُوا: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هٰذَا الطَّاعُوْنَ رِجْزٌ، أَوْ بَقِيَّةٌ مِنْ عَذَابٍ عُذِّبَ بِهِ قَوْمٌ قَبْلَكُمْ، فَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ، وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا فِرَارًا مِنْهُ، وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ فِيْ أَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِ

(مسند احمد، رقم الحديث ١٥٧٧)[2]

ترجمہ: حضرت سعد بن مالک، خزیمہ بن ثابت اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ طاعون، اللہ کی پکڑ ہے، یا اس عذاب کا باقی ماندہ حصہ ہے، جس کا تم سے پہلی قوم کو عذاب دیا گیا، پس جب کسی زمین میں طاعون واقع ہو، اور تم وہاں پر موجود ہو، تو تم اس سے راہِ فرار اختیار کرنے کے طور پر نہ نکلو، اور جب تم طاعون کا کسی زمین میں سنو، تو تم وہاں پر داخل مت ہو (مسند احمد)

---

[1] عن أسامة بن زيد، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم؛ أنه قال "إن هذا الوجع أو السقم رجز عذب به بعض الأمم قبلكم .ثم بقي بعد بالأرض .فيذهب المرة ويأتي الأخرى .فمن سمع به بأرض، فلا يقدمن عليه .ومن وقع بأرض وهو بها، فلا يخرجنه الفرار منه " (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٢١٨ "٩٦")

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي الطَّاعُوْنِ: إِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْهَا، وَإِذَا كُنْتُمْ بِهَا فَلَا تَفِرُّوْا مِنْهُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٥٠٨) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طاعون کے متعلق فرمایا کہ جس زمین میں یہ واقع ہو، تو تم اس زمین میں داخل مت ہو، اور اگر تم کسی زمین میں ہو، اور وہاں طاعون پھیل جائے، تو تم اس سے راہِ فرار اختیار نہ کرو (مسند احمد)

عکرمہ بن خالد کے دادا رضی اللہ عنہ کی حدیث

عکرمہ بن خالد مخزومی کے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي غَزْوَةِ تَبُوْكَ: إِذَا كَانَ الطَّاعُوْنُ بِأَرْضٍ، وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهَا، وَإِذَا كَانَ بِأَرْضٍ وَلَسْتُمْ بِهَا فَلَا تَقْرَبُوْهَا (مسند أحمد، رقم الحديث ١٥٤٣٦) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا کہ جب کسی زمین میں طاعون ہو، اور تم وہاں پر موجود ہو، تو تم وہاں سے مت نکلو، اور جب کسی زمین میں طاعون ہو، اور تم وہاں پر موجود نہ ہو، تو تم اس کے قریب مت جاؤ (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جس علاقے کے متعلق معلوم ہو جائے کہ وہاں طاعون کا مرض پھیل گیا ہے، تو اس علاقہ میں، بلکہ اس کے قریب بھی نہیں جانا چاہئے، اور جو شخص

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

طاعون زدہ علاقہ میں موجود ہو، خواہ وہ وہاں کا مستقل باشندہ ہو، یا مستقل باشندہ نہ ہو، مگر طاعون کے موقع پر وہاں موجود ہو، اُسے اس طاعون والے علاقے سے نکلنا بھی نہیں چاہئے۔

شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ الطَّاعُونَ وَقَعَ بِالشَّامِ فَقَالَ عَمْرٌو: تَفَرَّقُوا عَنْهُ فَإِنَّهُ رِجْزٌ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ شُرَحْبِيلَ ابْنَ حَسَنَةَ فَقَالَ: قَدْ صَحِبْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: إِنَّهَا رَحْمَةُ رَبِّكُمْ، وَدَعْوَةُ نَبِيِّكُمْ وَمَوْتُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، فَاجْتَمِعُوا لَهُ، وَلَا تَفَرَّقُوا عَلَيْهِ فَقَالَ عَمْرٌو رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: صَدَقَ (شرح معانی الآثار، رقم الحديث ٧٠٤٨، كتاب الكراهة، باب الرجل يكون به الداء هل يجتنب أم لا، مسند احمد، رقم الحديث ١٧٧٥٥) [1]

ترجمہ: شام میں طاعون واقع ہوا، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ یہ عذاب ہے (لہٰذا تم یہاں سے منتشر ہو جاؤ) تو یہ بات حضرت شرحبیل بن شفعہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ طاعون (مومن کے لیے) رحمت ہے، اور تمہارے نبی کی دعاء ہے، اور تم سے پہلے نیک صالح لوگوں کی موت کا سبب ہے، پس تم اس موقع پر مجتمع رہو، اور یہاں سے تفریق اختیار نہ کرو، یہ سن کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شرحبیل نے سچ فرمایا (شرح معانی الآثار، مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

عبدالرحمٰن بن عوف اور عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ إِلَى الشَّأْمِ، فَلَمَّا كَانَ بِسَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ:أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۷۳۰، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے، جب مقامِ ''سرغ'' میں پہنچے، تو انہیں خبر ملی کہ شام میں (طاعون کی) وبا پھیلی ہوئی ہے، تو انہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جس زمین کے متعلق سنو کہ وہاں (طاعون کی) وبا پھیلی ہوئی ہے، تو وہاں نہ جاؤ، اور جب کسی زمین میں (طاعون کی) وبا پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو، تو وہاں سے راہِ فرار اختیار کر کے نہ نکلو (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ، خَرَجَ إِلَى الشَّامِ فَلَمَّا جَاءَ سَرْغَ بَلَغَهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّامِ، فَأَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ، أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:إِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِأَرْضٍ، فَلَا تَقْدَمُوا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا، فَلَا تَخْرُجُوا فِرَارًا مِنْهُ فَرَجَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ سَرْغَ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۱۹ "۱۰۰" کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکھانۃ ونحوھا)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''شام'' کی طرف نکلے، جب ''سرغ'' مقام پر پہنچے، تو ان کو یہ بات معلوم ہوئی کہ ''شام'' میں وبا واقع ہوگئی ہے، پھر ان کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی علاقے میں وبا کا سنو، تو تم اس میں داخل نہ ہو، اور جب کسی علاقے میں وبا واقع ہو جائے، اور تم وہاں موجود ہو، تو تم اس علاقہ سے فرار اختیار کرتے ہوئے نہ نکلو، تو یہ سن کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ''سرغ'' مقام سے واپس لوٹ گئے (اور ملکِ ''شام'' میں داخل نہ ہوئے، جہاں کہ طاعون کی وباء پھیلی ہوئی تھی) (مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، جلیلُ القدر صحابی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں دوسرے خلیفۂ راشد تھے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے پیشِ نظر طاعون والے علاقے میں داخل نہ ہوئے، جبکہ وہ وہاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بڑے لشکر کے ساتھ ایک مہم کے لیے تشریف لے جا رہے تھے، اور اس طرح وہ مدینہ منورہ لوٹ گئے۔

آج بھی مسلمان کا طرزِ عمل یہی ہونا چاہیے کہ وہ حتی الامکان نہ تو طاعون زدہ علاقوں میں داخل ہو، اور نہ وہاں سے کسی دوسری جگہ جائے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، خَرَجَ إِلَی الشَّأْمِ، حَتّٰی إِذَا كَانَ بِسَرْغَ لَقِيَهُ أُمَرَاءُ الْأَجْنَادِ، أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ وَأَصْحَابُهُ، فَأَخْبَرُوهُ أَنَّ الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِأَرْضِ الشَّأْمِ ،قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَقَالَ عُمَرُ: اُدْعُ لِی الْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ، فَدَعَاهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، وَأَخْبَرَهُمْ أَنَّ

الْوَبَاءَ قَدْ وَقَعَ بِالشَّأْمِ، فَاخْتَلَفُوْا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: قَدْ خَرَجْتَ لِأَمْرٍ، وَلَا نَرٰى أَنْ تَرْجِعَ عَنْهُ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: مَعَكَ بَقِيَّةُ النَّاسِ وَأَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَا نَرٰى أَنْ تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُوْا لِي الْأَنْصَارَ، فَدَعَوْتُهُمْ فَاسْتَشَارَهُمْ، فَسَلَكُوْا سَبِيْلَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَاخْتَلَفُوْا كَاخْتِلَافِهِمْ، فَقَالَ: ارْتَفِعُوْا عَنِّيْ، ثُمَّ قَالَ: ادْعُ لِيْ مَنْ كَانَ هَا هُنَا مِنْ مَشْيَخَةِ قُرَيْشٍ مِنْ مُهَاجِرَةِ الْفَتْحِ، فَدَعَوْتُهُمْ، فَلَمْ يَخْتَلِفْ مِنْهُمْ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، فَقَالُوْا: نَرٰى أَنْ تَرْجِعَ بِالنَّاسِ وَلَا تُقْدِمَهُمْ عَلٰى هٰذَا الْوَبَاءِ، فَنَادٰى عُمَرُ فِي النَّاسِ: إِنِّيْ مُصَبِّحٌ عَلٰى ظَهْرٍ فَأَصْبِحُوْا عَلَيْهِ، قَالَ أَبُوْعُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ: أَفِرَارًا مِّنْ قَدَرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْ غَيْرُكَ قَالَهَا يَا أَبَا عُبَيْدَةَ؟ نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ إِلٰى قَدَرِ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ لَوْ كَانَ لَكَ إِبِلٌ هَبَطَتْ وَادِيًا لَهٗ عُدْوَتَانِ، إِحْدَاهُمَا خَصِبَةٌ، وَالْأُخْرٰى جَدْبَةٌ، أَلَيْسَ إِنْ رَعَيْتَ الْخَصْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ، وَإِنْ رَعَيْتَ الْجَدْبَةَ رَعَيْتَهَا بِقَدَرِ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَجَاءَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ مُتَغَيِّبًا فِيْ بَعْضِ حَاجَتِهٖ، فَقَالَ: إِنَّ عِنْدِيْ فِيْ هٰذَا عِلْمًا، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا سَمِعْتُمْ بِهٖ بِأَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ قَالَ: فَحَمِدَ اللّٰهَ عُمَرُ ثُمَّ انْصَرَفَ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۷۲۹، کتاب الطب، باب مایذکر فی الطاعون)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ’’شام‘‘ کے لئے (ایک مہم کے طور پر) نکلے، یہاں تک کہ جب (’’شام‘‘ کے قریب) ’’سرغ‘‘ مقام میں پہنچے، تو ان

سے لشکر کے نگران، یعنی ابوعبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھی ملے، اور بیان کیا کہ ملکِ شام میں وباء پھوٹی ہے؟ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس پہلے اسلام قبول کرنے والے مہاجرین (صحابہ) کو جمع کرو، چنانچہ انہیں بُلوایا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے مشورہ کیا، اور اُنہیں بتایا کہ شام کے ملک میں وباء پھوٹ پڑی ہے، ان لوگوں میں اختلاف ہوگیا، اُن میں سے بعضوں نے کہا کہ آپ جس (مہم والے عظیم) کام کے لئے نکلے ہیں، ہمارے نزدیک اس سے واپس ہونا، اب مناسب نہیں (یعنی شام کی طرف جانا چاہیے، اور طاعون کی وجہ سے واپس نہیں لوٹنا چاہیے) اور بعضوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ جو باقی ہیں، وہ آپ کے ساتھ ہیں، اس لئے ہم اُن کو لے کر وباء کی طرف پیش قدمی کرنا مناسب نہیں سمجھتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس انصار صحابہ کو بلاؤ، ابنِ عباس رضی اللہ عنہ انصار کو لے کر آ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے مشورہ کیا، تو انصار بھی مہاجرین کی طرح اختلاف کرنے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے بھی فرمایا کہ آپ لوگ میرے پاس سے چلے جاؤ، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس قریش کے ان بوڑھے لوگوں کو بلاؤ، جنہوں نے فتحِ مکہ کے لئے ہجرت کی تھی، چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی بلایا، تو اس معاملہ میں ان میں سے دو نے بھی اختلاف نہیں کیا، اور سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ لوگوں کو لے کر واپس چلے جائیں، اور اُن لوگوں کو (شام میں پھیلی ہوئی) وباء کی طرف نہ لے جائیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ میں کل

صبح کو واپس روانہ ہو جاؤں گا، پھر صبح کے وقت لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس روانہ ہوئے، ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے فرار ہو رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ! کاش آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص یہ بات کہتا (یعنی آپ کے منہ سے یہ بات مناسب نہیں، پھر فرمایا کہ) جی ہاں! ہم اللہ کی تقدیر سے، اللہ کی تقدیر کی طرف جا رہے ہیں، آپ اس بارے میں کیا کہو گے کہ اگر آپ کے پاس اونٹ ہوں اور آپ کسی وادی میں اترو، جس میں دو میدان ہوں، جن میں سے ایک تو سرسبز وشاداب ہو اور دوسرا خشک ہو، کیا یہ حقیقت نہیں کہ اگر آپ سرسبز میدان میں اونٹ چراؤ، تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے؟ اور اگر خشک میدان میں چراؤ، تو وہ بھی اللہ کی تقدیر سے ہے (پھر خشک اور بنجر جگہ میں چرانے کی کیا ضرورت؟ یہی معاملہ اس وقت ملکِ ''شام'' کا ہے کہ وہ وباء کی وجہ سے اس وقت بنجر جگہ کی طرح ہے، اس لیے ہمیں اپنے آپ کو وہاں داخل نہیں کرنا چاہیے) راوی کا بیان ہے کہ اس دوران حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے اور وہ اپنی کسی ضرورت کی وجہ سے پہلے موجود نہ تھے، انہوں نے کہا کہ اس کے متعلق میرے پاس علم ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو (کہ وہاں وباء پھیل گئی ہے) تو وہاں نہ جاؤ، اور جب کسی جگہ وباء پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو، تو پھر اس جگہ سے فرار نہ ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (یہ سُن کر) اللہ کا شکر اداء کیا اور پھر وہاں سے واپس لوٹ گئے (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شام میں پھیلی ہوئی وباء والے علاقے میں جانے کے بجائے واپس مدینہ منورہ جانے کا فیصلہ فرمانا، دراصل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں تھا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام میں وباء واقع ہونے کے وقت، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو عزیمت کے طور پر کسی خوشگوار وادی میں منتقل ہونے کے لیے پیغام بھیجا، پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے وہاں سے روانہ ہوتے وقت لوگوں سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا مرض مجھے پہنچ جائے گا، پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے، اور اس کے بعد لوگوں کی وبا بھی جاتی رہی۔ [1]

بہرحال گزشتہ تفصیل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ ابتداء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طاعون والی جگہ میں جانے کی ممانعت والی حدیث معلوم نہ تھی، اس لیے وہ ''شام'' میں جانے کے بارے میں مذبذب تھے، اور اس پر غور وفکر اور مشورہ فرما رہے تھے، لیکن جب انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچ گئی کہ طاعون والے علاقے میں جانا منع ہے، تو پھر انہوں نے ''شام'' میں جانے کا ارادہ ترک فرما دیا۔

اور بعض روایات سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ''شام'' میں نہ جانے پر ندامت ہوئی تھی، تو اس کے اہلِ علم حضرات نے مختلف جوابات دیئے ہیں، جن میں سے راجح اور عمدہ جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دراصل ملکِ شام کے لیے مسلمانوں کی اہم مہم کے لیے نکلے تھے، اور جب وہ ''شام'' کے قریب پہنچے، تو انہیں وہاں

---

[1] حدثنا على بن حمشاذ، ثنا بشر بن موسى، ثنا الحميدى، ثنا سفيان، عن أيوب بن عائذ الطائى، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب، قال: " أتانا كتاب عمر: لما وقع الوباء بالشام، فكتب عمر إلى أبى عبيدة: أنه قد عرضت لى إليک حاجة لا غنى لى بک عنها، فقال أبو عبيدة: يرحم الله أمير المؤمنين، يريد بقاء قوم ليسوا بباقين، قال: ثم كتب إليه أبو عبيدة: إنى فى جيش من جيوش المسلمين لست أرغب بنفسى عن الذى أصابهم، فلما قرأ الكتاب استرجع، فقال الناس: مات أبو عبيدة قال: لا، وكان كتب إليه بالعزيمة، فأظهر من أرض الأردن فإنها عميقة وبية إلى أرض الجابية فإنها نزهة ندية، فلما أتاه الكتاب بالعزيمة أمر مناديه أذن فى الناس بالرحيل، فلما قدم إليه ليركبه وضع رجله فى الغرز ثنى رجله، فقال: ما أرى دائكم إلا قد أصابنى، قال: ومات أبو عبيدة ورجع الوباء عن الناس(مستدرک حاکم، رقم الحديث ٥١٤٦)

قال الحاكم: رواة هذا الحديث كلهم ثقات وهو عجيب بمرة .

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط الشيخين.

www.idaraghufran.org

طاعون کی وباء پھیلنے کا علم ہوا، اور طاعون والے علاقے میں داخل نہ ہونے کی حدیث معلوم ہوئی، جس کی وجہ سے وہ واپس لوٹ گئے تھے، جس کے بعد انہیں اس بات کا احساس ہوا تھا کہ انہیں واپس نہیں لوٹنا چاہیے تھا، البتہ ''شام'' کے قریب کسی علاقے میں ٹھہر جانا چاہیے تھا، تاکہ اس حدیث پر بھی عمل ہوجاتا، جس میں طاعون والے علاقے میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے، اور پھر وہ ''شام'' سے وباء ختم ہونے کے بعد وہاں داخل ہوکر اپنی مہم کو پورا کرلیتے، مگر وہ ایسا نہیں کرسکے، جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ گناہ گار نہیں تھے، لیکن انہیں مذکورہ رائے پر عمل نہ کرنے پر ندامت تھی۔ واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب۔ [1]

---

[1] قال ابن حجر:
وليس مراد سالم بهذا الحصر نفى سبب رجوع عمر أنه كان عن رأيه الذى وافق عليه مشيخة قريش من رجوعه بالناس، وإنما مراده أنه لما سمع الخبر رجح عنده ما كان عزم عليه من الرجوع، وذلك أنه قال: إنى مصبح على ظهر فبات على ذلك ولم يشرع فى الرجوع حتى جاء عبد الرحمن بن عوف فحدث بالحديث المرفوع فوافق رأى عمر الذى رآه فحضر سالم سبب رجوعه فى الحديث لأنه السبب الأقوى، ولم يرد نفى السبب الأول وهو اجتهاد عمر، فكأنه يقول: لولا وجود النص لأمكن إذا أصبح أن يتردد فى ذلك أو يرجع عن رأيه، فلما سمع الخبر استمر على عزمه الأول، ولولا الخبر لما استمر .فالحاصل أن عمر أراد بالرجوع ترك الإلقاء إلى التهلكة، فهو كمن أراد الدخول إلى دار فرأى بها مثلا حريقا تعذر طفؤه، فعدل عن دخولها لئلا يصيبه .فعدل عمر لذلك، فلما بلغه الخبر جاء موافقا لرأيه فأعجبه، فلأجل ذلك قال من قال: إنما رجع لأجل الحديث، لا لما اقتضاه نظره فقط .وقد أخرج الطحاوى بسند صحيح عن أنس أن عمر أتى الشام فاستقبله أبو طلحة، وأبو عبيدة فقالا: يا أمير المؤمنين إن معك وجوه الصحابة وخيارهم، وإنا تركنا من بعدنا مثل حريق النار، فارجع العام.
فرجع، وهذا فى الظاهر يعارض حديث الباب، فإن فيه الجزم بأن أبا عبيدة أنكر الرجوع ويمكن الجمع بأن أبا عبيدة أشار أولا بالرجوع ثم غلب عليه مقام التوكل لما رأى أكثر المهاجرين والأنصار جنحوا إليه فرجع عن رأى الرجوع، وناظر عمر فى ذلك، فاستظهر عليه عمر بالحجة فتبعه، ثم جاء عبد الرحمن بن عوف بالنص فارتفع الإشكال .وفى هذا الحديث جواز رجوع من أراد دخول بلدة فعلم أن بها الطاعون، وأن ذلك ليس من الطيرة، وإنما هى من منع الإلقاء إلى التهلكة، أو سد الذريعة لئلا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ احادیث سے معلوم ہو چکا کہ جس جگہ طاعون جیسی وباء پھیلی ہوئی ہو، وہاں سے موت کے ڈر سے بھاگنا نہیں چاہیے، اسی طرح طاعون جیسی وباء والی جگہ میں جانا بھی نہیں چاہیے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يعتقد من يدخل إلى الأرض التى وقع بها أن لو دخلها وطعن العدوى المنهى عنها كما سأذكره، وقد زعم قوم أن النهى عن ذلك إنما هو للتنزيه، وأنه يجوز الإقدام عليه لمن قوى توكله وصح يقينه، وتمسكوا بما جاء عن عمر أنه ندم على رجوعه من سرغ كما أخرج ابن أبى شيبة بسند جيد من رواية عروة بن رويم، عن القاسم بن محمد، عن ابن عمر قال: جئت عمر حين قدم فوجدته قائلا فى خبائه، فانتظرته فى ظل الخباء، فسمعته يقول حين تضور: اللهم اغفر لى رجوعى من سرغ، وأخرجه إسحاق ابن راهويه فى مسنده أيضا.

وأجاب القرطبى فى المفهم بأنه لا يصح عن عمر، قال: وكيف يندم على فعل ما أمر به النبى صلى الله عليه وسلم ويرجع عنه ويستغفر منه؟ وأجيب بأن سنده قوى والأخبار القوية لا ترد بمثل هذا مع إمكان الجمع فيحتمل أن يكون كما حكاه البغوى فى شرح السنة عن قوم أنهم حملوا النهى على التنزيه، وأن القدوم عليه جائز لمن غلب عليه التوكل، والانصراف عنه رخصة .ويحتمل – وهو أقوى – أن يكون سبب ندمه أنه خرج لأمر مهم من أمور المسلمين، فلما وصل إلى قرب البلد المقصود رجع، مع أنه كان يمكنه أن يقيم بالقرب من البلد المقصود إلى أن يرتفع الطاعون فيدخل إليها ويقضى حاجة المسلمين، ويؤيد ذلك أن الطاعون ارتفع عنها عن قرب، فلعله كان بلغه ذلك فندم على رجوعه إلى المدينة، لا على مطلق رجوعه، فرأى أنه لو انتظر لكان أولى لما فى رجوعه على العسكر الذى كان صحبته من المشقة، والخبر لم يرد بالأمر بالرجوع وإنما ورد بالنهى عن القدوم .والله أعلم.

وأخرج الطحاوى بسند صحيح، عن زيد بن أسلم، عن أبيه قال: قال عمر: اللهم إن الناس قد نحلونى ثلاثا أنا أبرأ إليك منهن: زعموا أنى فررت من الطاعون وأنا أبرأ إليك من ذلك، وذكر الطلاء والمكس، وقد ورد عن غير عمر التصريح بالعمل فى ذلك بمحض التوكل، فأخرج ابن خزيمة بسند صحيح عن هشام بن عروة عن أبيه أن الزبير بن العوام خرج غازيا نحو مصر، فكتب إليه أمراء مصر أن الطاعون قد وقع، فقال: إنما خرجنا للطعن والطاعون، فدخلها فلقى طعنا فى جبهته ثم سلم (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج١٠، ص١٨٦، ١٨٧، كتاب الطب، باب ما يذكر فى الطاعون)

وقال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:

تنبيه: يتبادر إلى الذهن أن فى حديث أنس معارضة لحديث ابن عباس ففى الأخير

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور طاعون جیسی وباء والے علاقے میں نہ جانے میں بہت سی حکمتیں ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مراجعة أبى عبيدة لعمر وعدم رغبته فى الرجوع، وفى الأول خلاف ذلک، ولرفع هذا الأشكال أنقل ما قاله الحافظ ابن حجر فى "بذل الماعون فى فضل الطاعون"(ص 246) قال: ويمكن الجمع بان يكون أبو عبيدة أشار أولا بالرجوع، ثم غلب عليه مقام التوكل، لما رأى الكثير من المهاجرين والأنصار جنحوا إليه، فرجع عن رأى الرجوع، فناظر عمر فى ذلک، فلما أقام عليه الحجة تبعه، ثم جاء عبد الرحمن بن عوف بالنص فرجعوا أجمعين.

قلت: كذلک قد يتبادر إلى الذهن أن فى رواية عبد الله بن عامر مخالفة لرواية ابن عباس وليس كذلک قال الحافظ ابن حجر فى بذل الماعون (ص 247) وما بعدها: دلت رواية عبد الله بن عامر على أن عمر كان رجح عنده الرجوع، لما قال للناس: إنى مصبح، لكن لم يحزم بذلک، فلما أخبره عبد الرحمن بن عوف مما وافق اجتهاده، حمد الله على ذلک أى لولا ما أخبره به عبد الرحمن بن عوف عن النبى –صلى الله عليه وسلم– لاستمر مترددا فى الرجوع وعدمه، فلذلک نسب سبب رجوعه إلى حديث عبد الرحمن بن عوف؛ لأنه العمدة فى ذلک، وإن كان الاجتهاد قد سبق على وقفه، وهذا مما ينبغى أن يضاف إلى موافقات عمر رضى الله عنه .اهـ .بتصرف يسير فإذا علمنا أن رجوع عمر رضى الله عنه كان بعد مشورة الصحابة إبتداء، ثم عزمه الرجوع بعد سماع النص، فلسائل أن يسأل: لماذا يندم عمر على رجوعه ويستغفر وكأنه اقترف ذنبا؟ كما فى حديث الباب.

وقد أشكل ذلک على القرطبى فى المفهم، فقال: لا يصح ندم عمر على رجوعه، وكيف يندم على فعل ما أمر به النبى صلى الله عليه وسلم ويرجع عنه ويستغفر منه؟!.

ورد الزركشى فى الجزء الذى جمعه فى الطاعون: كما فى بذل الماعون (ص 286) على القرطبى وقال: هذا إسناد صحيح وإنى لأتعجب من القرطبى، كيف يرد الأخبار القوية بمثل هذا، مع إمكان الجمع!.

وقال الحافظ ابن حجر فى بذل الماعون (ص 286): يحتمل أن يكون ندمه واستغفاره, لأنه خرج لأمر مهم من أمور المسلمين، فوصل إلى قريب البلد الذى كانت حاجته فيه، ثم رجع من ثم إلى المدينة، للحديث الذى سمعه فى النهى عن القدوم عليه وكان يمكنه أن لا يفعل واحدا من الأمرين، وهو أن لا يقدم على البلد الذى فيه الطاعون امتثالا للحديث .ولا يرجع إلى المدينة فى غير قضاء الحاجة التى خرج لها .ثم قال الحافظ: فلعله رأى أنه لو انتظر إلى أن يرتفع كان أولى من رجوعه، لما كان فى رجوعه بالعسكر الذى كان يصحبه من المشقة عليهم وعليه، والخبر لم يرد بالأمر بالرجوع. وإنما ورد بالنهى عن القدوم .اهـ (حاشية المطالب العالية، ج ۱۱ ص ۱۳۰، ۱۳۱، تحت رقم الحديث ۲۴۷۵، كتاب الطب، باب الزجر عن الدخول إلى أرض وقع بها الطاعون)

مثلاً ایک تو جس جگہ طاعون جیسی وبا ہو، وہاں داخل نہ ہونے میں موذی اسباب سے بچنا، اور ان سے دور رہنا پایا جاتا ہے۔

دوسرے اس طرزِ عمل کے ذریعے سے عافیت کو اختیار کرنا پایا جاتا ہے۔

تیسرے یہ تعلیم پائی جاتی ہے کہ اپنے آپ کو فاسد ہوا، اور خراب ماحول سے بچایا جائے۔

چوتھے ایسے مریضوں اور بیماروں سے اجتناب کرنا پایا جاتا ہے، جن کی صحبت وقربت، ان امراض کا سبب بن سکتی ہو۔

پانچویں زمانۂ جاہلیت کے اس فاسد وباطل عقیدے سے اجتناب پایا جاتا ہے کہ ایک کی بیماری دوسرے کو بعینہٖ لگ جاتی ہے، وہ اس طرح کہ اگر بالفرض وہ وہاں جا کر بیمار ہو گیا، تو زمانۂ جاہلیت کی طرح بیماری کے متعدی ہونے کے نظریہ کو تقویت حاصل ہوگی۔ [1]

اور اسی طرح طاعون جیسی وباء والی جگہ سے بھاگنے اور نکلنے میں مثلاً ایک حکمت تو یہ پائی جاتی ہے کہ صبر اور اللہ پر توکل اور بھروسہ ہونا چاہیے کہ یہاں رہتے ہوئے، جو کچھ بھی ہوگا، وہ اللہ کے حکم سے ہوگا، اور اس میں ہی میرے لیے خیر ہوگی، اگر بیماری یا موت، اللہ ربُّ العزت کی طرف سے مقدر ہے، تو اس سے بچنا ممکن نہیں، خواہ یہاں سے راہِ فرار کیوں نہ اختیار کر لی جائے۔

---

[1] يرى جمهور العلماء منع القدوم على بلد الطاعون ومنع الخروج منه فرارا من ذلك............

قال ابن القيم: وفي المنع من الدخول إلى الأرض التي قد وقع بها الطاعون عدة حكم:

إحداها: تجنب الأسباب المؤذية، والبعد منها .

الثانية: الأخذ بالعافية التي هي مادة المعاش والمعاد.

الثالثة: أن لا يستنشقوا الهواء الذي قد عفن وفسد فيصيبهم المرض.

الرابعة: أن لا يجاوروا المرضى الذين قد مرضوا بذلك، فيحصل لهم بمجاورتهم من جنس أمراضهم.

الخامسة: حماية النفوس عن الطيرة والعدوى؛ فإنها تتأثر بهما، فإن الطيرة على من تطير بها، وبالجملة ففي النهي عن الدخول في أرضه الأمر بالحذر والحمية، والنهي عن التعرض لأسباب التلف، وفي النهي عن الفرار منه الأمر بالتوكل والتسليم والتفويض، فالأول: تأديب وتعليم، والثاني تفويض وتسليم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٣٣٠، ٣٣١، ملخصاً، مادة "طاعون" حرف الطاء)

دوسرے جب کسی جگہ طاعون جیسی وباء پھیل جاتی ہے، تو عموماً اس علاقہ کے بیشتر لوگ بھی اس کے اثر سے متاثر ہوجاتے ہیں، لہٰذا اب وہاں سے فرار اختیار کرنا، اسباب کے درجہ میں مفید نہیں، اور یہ کوئی مؤثر تدبیر نہیں۔

تیسرے اگر وہاں سے ایک ایک کر کے لوگ راہِ فرار اختیار کرلیں گے، تو پھر مریضوں اور بیماروں کے علاج ومعالجہ اور تیمارداری کرنے والا کوئی باقی نہ بچے گا، اور فطری طور پر ہر شخص موت کے ڈر سے نکلنا چاہے گا، اور اس طرح مریض بے یار ومددگار ہوکر رہ جائیں گے۔[1]

لہٰذا عام حالات میں اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے کہ نہ تو طاعون جیسی وباء والے علاقے سے جایا جائے، اور نہ دوسرے علاقے کا شخص طاعون جیسی وباء والے علاقے میں داخل ہو۔

اور جس شخص کا عقیدہ درست ہو کہ صحت اور مرض اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے

---

[1] وقد ذكر العلماء فى النهى عن الخروج من البلد التى وقع بها الطاعون حكما: منها: أن الطاعون فى الغالب يكون عاما فى البلد الذى يقع به فإذا وقع فالظاهر مداخلة سببه لمن بها، فلا يفيده الفرار، لأن المفسدة إذا تعينت – حتى لا يقع الانفكاك عنها – كان الفرار عبثا فلا يليق بالعاقل.

ومنها: أن الناس لو تواردوا على الخروج لصار من عجز عنه – بالمرض المذكور أو بغيره – ضائع المصلحة لفقد من يتعهده حيا وميتا .وأيضا فلو شرع الخروج فخرج الأقوياء لكان فى ذلك كسر قلوب الضعفاء، وقد قالوا: إن حكمة الوعيد فى الفرار من الزحف ما فيه من كسر قلب من لم يفر وإدخال الرعب عليه بخذلانه .

ومنها: حمل النفوس على الثقة بالله، والتوكل عليه، والصبر على أقضيته والرضا بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٣٣١، ٣٣٢، مادة "طاعون" حرف الطاء)

قال بعض أهل العلم: لم ينه عن دخول أرض الطاعون والخروج عنها مخافة أن يصيب غير ما كتب عليه ويهلك قبل أجله، لكن حذار الفتنة [على الحى] من أن نظن أن هلاك من هلك من أجل قدومه، ونجاة من نجى لأجل فراره .وهذا نحو نهيه عن الطيرة والقرب من المجذوم، مع قوله: " لا عدوة "دليل أن من خرج من بلاد الطاعون على سبيل الفرار فجائز له الخروج، ومن دخله إذا أيقن أن دخوله لا يجلب إليه قدراً لم يسبق فسائغ له الدخول.

وقد روى عن ابن مسعود أنه قال: الطاعون فتنة على المقيم، وعلى الفار .أما الفار فيقول: فررت فنجوت، وأما المقيم فيقول: أقمت فمت، وإنما فرّ من لم يجىء أجله، وأقام فمات من جاء أجله. قال المدائنى ويقال: مافرّ أحد من الطاِعون فسلم من الموت (اكمال المعلم بفوائد مسلم للقاضى عياض، ج٧، ص ١٣٣، ١٣٤، كتاب الطاعون)

www.idaraghufran.org

فیصلہ کے بغیر طاعون اپنی ذات میں نقصان دہ نہیں، تو اس کے لئے کسی ضرورت کے تحت، مثلاً بیماری و مریض کا علاج ومعالجہ اور ان کی ضروریات فراہم کرنے کی غرض سے طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونا، اسی طرح طاعون سے بھاگنے کے بجائے کسی اور غرض ونیت، مثلاً علاج ومعالجہ اور ضروریاتِ زندگی وغیرہ حاصل کرنے کے لیے طاعون زدہ علاقہ سے نکلنا جائز ہے، یا نہیں؟
تو وہاں سے کسی ضرورت، مثلاً دواء اور اپنی ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کے لیے نکلنا فی نفسہٖ جائز ہے، اور اس طرح کی ضروریات کے لیے وہاں داخل ہونا بھی جائز ہے۔ [1]

---

[1] واتفق العلماء على جواز الخروج بشغل وغرض غير الفرار، ودليله صريح الأحاديث (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۳۳۲، مادة "طاعون" حرف الطاء)
وقوله :(وإذا وقع بأرض وأنتم بها فلا تخرجوا فرار منه) دليل أنه يجوز الخروج من بلدة الطاعون على غير سبيل الفرار منه إذا اعتقد أن ماأصابه لم يكن ليخطئه، وكذلك حكم الداخل فى بلدة الطاعون إذا أيقن أن دخوله لايجلب إليه قدرا لم يكن قدره الله عليه، فمباح له الدخول إليه(شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۹،ص ۴۲۶، كتاب الطب،باب :من خرج من أرض لا تلائمه)
وفى هذه الأحاديث منع القدوم على بلد الطاعون ومنع الخروج منه فرارا من ذلك أما الخروج لعارض فلابأس به.
وهذا الذى ذكرناه هو مذهبنا ومذهب الجمهور قال القاضى هو قول الأكثرين قال حتى قالت عائشةالفرار منه كالفرار من الزحف قال ومنهم من جوز القدوم عليه والخروج منه فرارا قال وروى هذا عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه وأنه ندم على رجوعه من سرغ وعن أبى موسى الأشعرى ومسروق والأسود بن هلال أنهم فروا من الطاعون وقال عمرو بن العاص فروا عن هذا الرجز فى الشعاب والأودية ورئوس الجبال فقال معاذ بل هو شهادة ورحمة .
ويتأول هؤلاء النهى على أنه لم ينه عن الدخول عليه والخروج منه مخافة أن يصيبه غير المقدر لكن مخافة الفتنة على الناس لئلا يظنوا أن هلاك القادم إنما حصل بقدومه وسلامة الفار انما كانت بفراره قالوا وهو من نحو النهى عن الطيرة والقرب من المجذوم وقد جاء عن بن مسعود قال الطاعون فتنة على المقيم والفار أما الفار فيقول فررت فنجوت وأما المقيم فيقول أقمت فمت وانما فر من لميأت أجله وأقام من حضر أجله.
والصحيح ما قدمناه من النهى عن القدوم عليه والفرار منه لظاهر الأحاديث الصحيحة قال العلماء وهو قريب المعنى من قوله صلى الله عليه وسلم لاتتمنوا لقاء العدو واسألوا الله العافية فإذا لقيتموهم فاصبروا وفى هذا الحديث الاحتراز من المكاره وأسبابها وفيه التسليم لقضاء الله عند حلول الآفات والله أعلم .
واتفقوا على جواز الخروج بشغل وغرض غير الفرار ودليله صريح الأحاديث قوله فى رواية أبى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن اگر عامۃُ الناس کو مجاز حاکم کی طرف سے اس علاقے سے نکلنے، اور وہاں داخل ہونے سے منع کر دیا جائے، تو اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم ہے، بلکہ اگر اس قسم کے حالات میں مصالحِ عامہ کے تحت مجاز حاکم کی طرف سے گھروں سے نکلنے کو بھی منع کر دیا جائے، تو بھی شدید مجبوری کے علاوہ ممکنہ حد تک اسی کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النضر (لا يخرجكم إلا فرار منه) وقع فى بعض النسخ فرار بالرفع وفى بعضها فرارا بالنصب وكلاهما مشكل من حيث العربية والمعنى قال القاضى وهذه الرواية ضعيفة عند أهل العربية مفسدة للمعنى لأن ظاهرها المنع من الخروج لكل سبب إلا للفرار فلا منع منه وهذا ضد المراد وقال جماعة ان لفظة إلاهنا غلط من الراوى والصواب حذفها كما هو المعروف فى سائر الروايات قال القاضى وخرج بعض محققى العربية لرواية النصب وجها فقال هو منصوب على الحال قال ولفظة إلا هنا للإيجاب لا للاستثناء وتقديره لاتخرجوا اذا لم يكن خروجكم إلافرارا منه والله أعلم.
واعلم أن أحاديث الباب كلها من رواية أسامة بن زيد وذكر فى الطرق الثلاث فى آخر الباب ما يوهم أو يقتضى أنه من رواية سعد بن أبى وقاص عنالنبى صلى الله عليه وسلم قال القاضى وغيره هذا وهم إنما هو من رواية سعد عن أسامة عن النبى صلى الله عليه وسلم والله أعلم(شرح النووى على مسلم، ج۱۴ ص۲۰۵ الیٰ ۲۰۸، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة والكهانة ونحوها)

[1] (تنبيه)إذا أمر الإمام بالصيام غير الأيام المنهية وجب لما قدمناه فى باب العيد من أن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة (رد المحتار على الدر المختار، ج۲،ص۱۸۵، كتاب الصلاة،باب الاستسقاء)
(قوله: لأن طاعة أولى الأمر واجبة) قال العلامة البيرى فى أواخر شرحه على الأشباه والنظائر عند الكلام على شروط الإمامة ثم إذا وقعت البيعة من أهل الحل والعقد صار إماما يفترض إطاعته كما فى خزانة الأكمل وفى شرح الجواهر تجب إطاعته فيما أباحه الدين وهو ما يعود نفعه إلى العامة كعمارة دار الإسلام والمسلمين مما تناوله الكتاب والسنة والإجماع اهـ.
وفى النهاية وغيرها روى عن أبى يوسف لما قدم بغداد صلى بالناس العيد وكلفه هارون الرشيد وكبر تكبير ابن عباس -رضى الله تعالى عنهما -وروى عن محمد هكذا وتأويله أن هارون أمرهما أن يكبرا تكبير جده ففعلا ذلك امتثالا لأمره وقد نصوا فى الجهاد على امتثال أمره فى غير معصية وفى التتارخانية عن المحيط إذا أمر الأمير أهل العسكر بشىء فعصاه فى ذلك واحد فالأمير لا يؤدبه فى أول وهلة ولكن ينصحه حتى لا يعود إلى مثل ذلك بلا عذر فإن عصاه بعد ذلك أدبه إلا إذا بين فى ذلك عذرا فعند ذلك يخلى سبيله ولكن يحلفه بالله تعالى لقد فعلت هذا بعذر اهـ.
وقد أخذ البيرى من مجموع هذه النقول أنه لو أمر أهل بلدة بصيام أيام بسبب الغلاء أو الوباء وجب امتثال أمره والله تعالى أعلم (منحة الخالق،على البحر الرائق، ج۷،ص۵۳،باب التحكيم،مسائل شتى من كتاب القضاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جبکہ فتنوں کے دور میں احادیث میں ویسے ہی گھروں سے باہر نہ نکلنے کا حکم آیا ہے، جیسا کہ اگلے باب میں ذکر آتا ہے۔

اور احادیث میں چونکہ طاعون والے علاقے میں موجود شخص کو، وہاں سے نکلنے کی ممانعت آئی ہے، اور اس میں طاعون والے علاقے میں موجود شخص کے وہاں کا باشندہ ہونے نہ ہونے کی قید نہیں لگائی گئی، اسی طرح سے طاعون والے علاقے سے باہر والے شخص کو، طاعون والے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فالوجه فيه أنهم صرحوا أن المباح فى نفسه قد يصير حراما من حكم الأمير من جهة أن الله أمر بطاعتهم، فقال :(أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الامر منكم) فحينئذ لو رأى الأمير أن يمنع الناس عن أكل شيء لمصلحة بدت له، يجب عليهم أن لا يأكلوه، ويحرم عليهم .إلا أن تلك الحرمة تقتصر على مدة إمارته فقط، ولا يتجاوزها، فهى حرمة مؤقتة .ومن هذا الباب تحريم التمباک، فإنه قد نهى عنه بعض السلاطين، فاحفظه(فيض البارى شرح البخارى،ج٣، ص ١١٥، كتاب الأذان، باب ما جاء فى الثوم النيء والبصل والكراث)

قوله :(أطيعوا إذا أمركم إلخ)قيل :إن المراد من آية :إلخ (وأولى الأمر منكم) العلماء المسلمون، وقال البيضاوى :لا يصح هذا، فإن العلماء ليس لهم حكم مستقل، فإنهم ناقلو أمر الله وأمر الرسول -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -وقال :إن المراد هم حكام المسلمين المسلمون، وفى كتب الشافعية والحنفية :أن الحاكم المسلم إذا أمر بأمر مباح يصير ذلک الأمر واجباً، وقيل :يشترط فى هذا أن يكون فى الأمر مصلحة، وفى حاشية الأشباه للحموى إذا انتشر مرض الهيضة أو الطاعون فأمر الحاكم رعيته بالصوم صار الصوم عليهم واجباً، وفى أثر عن ابن مسعود أخرجه الحافظ فى تلخيص الحبير :أن أولى الأمر فى الآية هم العلماء ، أقول :لعل مراده أنه ينبغى أن يكون الأمراء علماء فلا يخالف هذا ما قال البيضاوى، وأما الرازى فقال فى التفسير الكبير وأطنب كلامه، وحاصله أن آية (أطيعوا الله وأطيعوا الرسول) الآية، أن الآية جزيلة وفيها ذكر الأصول الأربعة كتاب الله والسنة والإجماع والقياس، وأما الإجماع ففى أولى الأمر أى أهل الحل والعقد وأما القياس ففى آية إلخ (فإن تنازعتم فى) فإن هذا قياس، ويجب فى القياس أن يكون العلة من الكتاب أو السنة .والله أعلم (العرف الشذى شرح سنن الترمذى، ج٢، ص ٩٤، ابواب السفر، باب بلا ترجمة بعد باب ما ذكر فى فضل الصلاة)

فمن جوز التسعير فى العروض، جاز عنده هذا التعسير أيضًا، ولا ينبغى مخالفة هذا السعر، إما لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجب ، وإما لأن كل من يسكن دولة فإنه يلتزم قولاً أو عملاً بأنه يتبع قوانينها، وحينئذ يجب عليه اتباع أحكامها، مادامت تلک القوانين لا تجبر على معصبة دينية(بحوث فى قضايا فقهية معاصرة،للقاضى محمد تقى العثمانى ،ص ١٦٩ ،أحكام الأوراق النقدية، الباب الاول)

علاقے میں داخل ہونے کی ممانعت آئی ہے، اور اس میں بھی طاعون والے علاقے کا باشندہ ہونے نہ ہونے کی قید نہیں لگائی گئی، اس لیے احادیث میں بیان کردہ اس عموم کے مطابق ہی، عمل کرنا چاہیے، اور اس سلسلے میں جو تکلیف ومشقت پیش آئے، اس کو حتی الامکان برداشت کرنا چاہیے، کیونکہ اس تکلیف ومشقت پر بھی اللہ کی طرف سے اجر وثواب حاصل ہوتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ عام حالات میں طاعون والے علاقے سے نکلنے، اور طاعون والے علاقے میں جانے کی ممانعت کو، بعض فقہائے کرام نے ''حرام'' ہونے پر محمول فرمایا ہے، اور ضرورت کے مواقع کو اس سے خارج کیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

نیز انہوں نے اس ممانعت کو طاعون کے ساتھ خاص رکھا ہے۔ [1]

---

[1] واختلف العلماء فى الخروج من البلد الذى وقع به الطاعون مثلا والقدوم عليه، وظاهر كلام ابن عبد البر، والقاضى عياض المالكيين أن النهى فى ذلك للتحريم ثم زاد الثانى أن أكثر العلماء على ذلك، وروى عن عائشة -رضى الله تعالى عنها- قالت: هو كالفرار من الزحف، وعلى ذلك جرى إمام الأئمة من أصحابنا ابن خزيمة فإنه ترجم فى صحيحه باب الفرار من الطاعون من الكبائر، وأن الله سبحانه وتعالى يعاقب من وقع منه ذلك ما لم يعف عنه، واستدل بحديث عائشة فى ذلك يعنى قوله -صلى الله عليه وسلم- الفرار من الطاعون كالفرار من الزحف رواه الإمام أحمد، والطبرانى، وابن عدى، وغيرهم.

ومن ثم قال التاج السبكى، وتبعه المحققون: مذهبنا، وهو الذى عليه الأكثر أن النهى عن الفرار منه للتحريم وكلام النووى فى شرح مسلم صريح فى تحريم القدوم على بلد الطاعون كالفرار منه فإنه قال بعد تلك الأحاديث السابقة، وفى الأحاديث منع القدوم على بلد الطاعون، ومنع الخروج منه فرارا من ذلك أما الخروج لعارض فلا بأس به وهذا الذى ذكرنا هو مذهبنا، ومذهب الجمهور.

وقال القاضى، وهو قول الأكثرين حتى قالت عائشة -رضى الله تعالى عنها- الفرار منه كالفرار من الزحف ومنهم من جوز القدوم عليه، والخروج عنه فرارا أى: وهو المشهور من مذهب مالك ثم قال: والصحيح ما قدمناه من النهى عن القدوم عليه، والفرار منه اهـ.

ويؤخذ من قوله: أما الخروج عنه لعارض فلا بأس به أن الخروج بقصد التداوى جائز، وهو ظاهر، ومن قوله: والخروج عنه فرارا أن محل الخلاف فى الخروج عنه لأجل الفرار فمذهبنا، ومذهب الجمهور الحرمة، ومذهب مالك الكراهة، وبذلك يرد قول التاج السبكى: ليس محل النزاع فيمن خرج فارا من قضاء الله تعالى فذلك شىء لا سبيل إلى القول بأنه غير محرم بل الظاهر أن محل النزاع فيما إذا خرج للتداوى اهـ.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

لیکن بعض حضرات نے اس ممانعت کو ''کراہتِ تنزیہی'' پر محمول کیا ہے، اور انہوں نے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ووجه رده ما تقرر من أن خروجه للتداوى ينبغى أن يكون جائزا بلا خلاف كما أفاده كلام شرح مسلم، ومن أن محل الخلاف فيمن خرج للفرار كما أفاده كلام شرح مسلم أيضا نعم إن اقترن بقصد الفرار قصد أن له قدرة على التخلص من قضاء الله، وأن فعله هو المنجى له فواضح أن ذلك حرام بل كفر اتفاقا بخلاف قصد الفرار فقط فإنه محل الخلاف وقد مر عن عمر -رضى الله تعالى عنه -أنه قال :نعم نفر من قدر الله إلى قدر الله وليس فى كلامه تأييد للمالكية؛ لأنه لم يفر من محل الطاعون ثم رأيت بعض المحققين من متأخرى الشافعية اعترض ما مر عن التاج السبكى فقال عقب ما مر عنه هذا ليس بظاهر؛ لأن الخروج للتداوى ليس حراما فى مذهب الشافعى، وجماعة وقد صح أن الخروج حرام فكيف محله ما إذا خرج للتداوى، والخروج للتداوى ليس بمحرم بل العبارة الصحيحة أن يقول :محل النزاع فيما إذا خرج فارا من المرض الواقع مع اعتقاده أنه لو قدره عليه لأصابه، وأن فراره لا ينجيه لكن يخرج مؤملا أن ينجو هذا الذى ينبغى أن يكون محل النزاع فمن منع احتج بالنهى، ومن أجاز حمل النهى على التنزيه اهـ.

وهو كلام حسن، والحاصل أن من خرج لشغل عرض له أو للتداوى من علة به طعن أو غيره فلا يختلف فى جواز الخروج له لأجل ذلك، ولو عرضت له حاجة للخروج، وانضم لذلك قصد الفرار فالذى اقتضاه كلام أئمتنا فى فروع متعددة الحرمة؛ لأن قصد المحرم وجد، وانضمام القصد الجائز له لا يمنع إثمه فهو نظير ما لو قرأ الجنب بقصد القرآن، والذكر، وما لو قال فى الصلاة "يا يحيى خذ الكتاب "أو "سبحان الله "بقصد القرآن، وتنبيه الغير فإن الصلاة تبطل نظرا لقصد التنبيه، وإن انضم إليه قصد القرآن، وبهذا يظهر لك أنه لا فرق هنا بين أن يغلب قصد الفرار أو الحاجة أو يتساويا فالحرمة موجودة فى الأحوال الثلاثة خلافا لبعض المالكية، ومحل النظر إلى قوة الباعث، وضعفه فيما إذا جاز القصدان لكن أحدهما يقتضى الثواب، والآخر يقتضى عدمه كقصد الوضوء ، والتنظيف أو التبرد على أن النظر هنا لقوة الباعث إنما هو رأى الغزالى.

وأما ابن عبد السلام فإنه يغلب قصد نحو التبرد هنا، وإن ضعف فلا ثواب عنده مطلقا.

واعلم أن بعض العلماء ذهب إلى أن النهى عن الخروج تعبدى؛ لأن الفرار من المهالك مأمور به وقد نهى عنه فى هذه الصورة فهو لسر لا نعلمه.

وذهب كثير من العلماء إلى أنه معلل إما بالطاعون إذا وقع فى البلد عم جميع من فيه بمداخلة سببه فلا يفيده الفرار منه بل إن كان أجله قد حضر فهو ميت، وإن رحل، وإلا فلا، وإن أقام فتعينت الإقامة لما فى الخروج من العبث الذى لا يليق بالعقلاء ، وإما بأن الناس لو تواردوا على الخروج لبقى من وقع به الطاعون عاجزا عن الخروج فضاعت المرضى لفقد من يتعهدهم، والموتى لفقد من يجهزهم.

وإما بأن خروج الأقوياء فيه كسر لقلوب من لا قوة له على الخروج، وإما بأن الخارج يقول :لو لم أخرج لمت، ويقول المقيم :لو خرجت لسلمت، فيقعون فى اللو المنهى عنه مع ما فى الخروج من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

غور وفکر اور اجتہاد کو بروئے کار لاتے ہوئے، طاعون کے ساتھ، دیگر وبائی امراض کو بھی اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الفرار من حكم الله، وعدم الصبر المأمور به، والإعراض عما فى الإقامة من الأجر الكبير إذ للميت به أجر شهيد وكذا للمقيم صابرا محتسبا، وإن لم يمت به وقال ابن عبد البر النهى عن الخروج للإيمان بالقدر، وعن القدوم لرفع ملامة النفس.

وقال ابن العربى حكمة منع القدوم أنه تعالى أمر أن لا يتعرض أحد للحتف، وإن كان لا نجاة من قدر الله مع الصيانة عن الشرك لئلا يقول الداخل :لو لم أدخل لم أمرض، وغيره لو لم يدخل فلان لم يمت.

وقال ابن دقيق العيد الذى يترجح عندى فى الجمع بين النهى عن الفرار، والنهى عن القدوم أن القدوم عليه تعرض للبلاء ولعله لا يصبر عليه، وربما كان فيه ضرب من الدعوى لمقام الصبر، والتوكل فمنع ذلك لاغترار النفس، ودعواها ما لا تثبت عليه عند التحقيق، وأما الفرار فقد يكون داخلا فى باب التوغل فى الأسباب متصورا بصورة من يحاول النجاة مما قدر عليه، ويشير إلى ما قررته قوله -صلى الله عليه وسلم -لا تتمنوا لقاء العدو، وإذا لقيتموه فاصبروا فأمرهم بترك التمنى لما فيه من التعرض للبلاء ، وخوف الإضرار بالنفس، وأمرهم بالصبر عند الوقوع تسليما لأمر الله سبحانه وتعالى .اهـ.

وخرج بالفرار من محل الطاعون الفرار من أرض الوباء فإنه جائز بالإجماع كما قاله الجلال السيوطى، وعبارته الوباء غير الطاعون، والطاعون أخص من الوباء وقد اختص أى :الطاعون بكونه شهادة، ورحمة، وبتحريم الفرار منه، وهو من الوباء بغيره كالحمى، ومن سائر أسباب الهلاك جائز بالإجماع، وما أشار إليه من الفرق بين الوباء ، والطاعون هو ما عليه الأكثرون خلافا لبعض المالكية حيث زعم أنه هو.

وسيأتى إيضاح الفرق بينهما.

وتردد بعضهم فيما لو كانت الأرض التى وقع بها الطاعون وخمة، والأرض التى يريد التوجه إليها صحيحة فتوجه إليها بهذا القصد، ونقل غيره أن من السلف من منع نظرا إلى صورة الفرار، ومنهم من أجاز نظرا إلى أنه مستثنى من عموم الخروج فرارا؛ لأنه لم يتمخض الفرار اهـ.

والذى يتجه ترجيحه على قواعدنا أنه إن خرج بقصد التداوى أو حاجة أخرى جاز أو بقصد الفرار، ولو مع قصد التداوى أو غيره حرم كما مر، والذى يظهر أنه لو عم إقليما لم يحرم الخروج من بعض قراه إلى بعض؛ لأنه لا فرار حينئذ ألبتة، وأنه لو خص محلة من بلدة ولم يوجد منه شىء فى بقية محلات تلك البلد كان حكم المحلة حينئذ كحكم البلد المستقل، فيحرم الخروج منها فرارا، والدخول إليها أى :لغير حاجة كما هو ظاهر هنا، وفيما مر؛ لأنه إذا جاز الخروج لحاجة جاز الدخول قياسا إذ لا يظهر بينهما فرق فى ذلك فإن قلت :ينافى هذا ما مر من أنه إذا وقع فى البلد عم جميع من فيه بمداخلة سببه.

قلت :لا منافاة؛ لأن ما قلناه من أن المحلة ليست كالبلد فيما إذا تحققنا اختصاصه بها، وتحققنا أنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حکم میں شامل کیا ہے۔ [1]

لیکن اگر ''کراہتِ تنزیہی'' کے قول کو بھی معتبر مانا جائے، تب بھی یہ بات ظاہر ہے کہ مجاز حاکم کی طرف سے اس طرح کی پابندی کے بعد، اس کی خلاف ورزی ''تحریمی'' میں ہی داخل ہوجائے گی، کیونکہ حاکم کی طرف سے، مصالحِ عامہ کے تحت، اگر جائز اور مباح امور پر بھی پابندی لگائی جائے، تو اس پر عمل واجب ہوجاتا ہے۔

اور جہاں تک اس حکم کے طاعون کے ساتھ خاص ہونے، یا ہر وبائی مرض کے لیے عام ہونے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لم يوجد شيء من أسبابه في بقية البلد فحينئذ يحرم لغير أهل تلك المحلة دخولها لغير حاجة، والخروج منها بقصد الفرار، وأما إذا لم نتحقق ذلك فحكم بقية البلد حكم تلك المحلة؛ لأن الغالب أنه إذا وقع في بلد عم جميع من فيه بمداخلة سببه، والحاصل أنه متى تحقق اختصاصه بمحل من بلد، وتحقق أنه لم يوجد شيء من أسبابه في بقية تلك البلد كان ذلك المحل كبلد مستقلة، فيحرم الدخول، والخروج إليه بقيدهما السابق، وأنه متى لم نتحقق ذلك لم يكن له حكم مغاير لذلك البلد.

وسيأتي بحث الزركشي أن الساكن قريبا من بلد الطاعون لا يعطى حكمها، وبه يعلم أن لمن قرب من بلده ولم يدخلها الرجوع، ولو بقصد الفرار، وهو ظاهر كما أفهمته التعاليل السابقة في حكمة منع الدخول، والخروج، ومر عن عمر -رضي الله تعالى عنه- ما يؤيد ذلك، وهو قوله :نفر من قدر الله إلى قدر الله، وهو صريح فيما قلناه(الفتاوى الفقهية الكبرى،لابن حجر الهيتمي، ج۴، ص ۹ الى ۱۱، كتاب الفرائض، باب الوصية)

[1] (وإذا وقع الوباء بأرض قوم فلا يقدم عليه ومن كان بها فلا يخرج فرارا منه)

الوباء لغة كثرة الموتى والمراد به هنا الطاعون وقد يفهم بما هو أعم وإنما لم يقدم عليه لئلا يصيبه شيء فيقول لولا أني قدمت عليه لنجوت ولا يخرج فرارا منه لئلا يرى نجاته بفراره فيتزلزل يقينه في الجانبين والمشهور في المسألة ما ذكر وهو على الكراهة في الوجهين لا على التحريم وقد حصل ابن رشد في ذلك أربعة أقوال(شرح زروق على متن الرسالة لابن أبي زيد القيرواني،ج۲،ص۱۰۹۳، ۱۰۹۴،باب في التعالج وذكر الرقى والطيرة والنجوم والخصاء والوسم وذكر الكلاب والرفق بالمملوك)

(وإذا وقع الوباء) بالقصر على الأفصح وهو كل ما يكثر منه الموت كالسعال والريح لا خصوص الطاعون، وقيل :المراد به خصوص الطاعون، وعلة النهي الآتية تقتضي التعميم، وإن كان الاستدلال بالحديث يقتضي التخصيص بالطاعون(الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني، ج۲،ص ۳۴۱،باب في حكم التعالج)

کا تعلق ہے، تو اس سلسلے میں ہمیں راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ احادیث میں یہ حکم طاعون کی تصریح کے ساتھ آیا ہے، لیکن اس پر ایسے وبائی امراض کو قیاس کرنے کی گنجائش پائی جاتی ہے، جن کے بارے میں اہلِ فن واہلِ تحقیق کی طرف سے وبائی، یا شدید وبائی ہونا، ظاہر ہو جائے، اور بالخصوص جبکہ اس کے لیے حاکم کی طرف سے حکم بھی صادِر ہو جائے۔ ؎1

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

1 جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ طاعون والی جگہ میں داخل ہونے، اور طاعون والی جگہ سے راہِ فرار اختیار کرنے کی ممانعت کا حکم تعبدی ہے، اور اس پر دوسرے کسی وبائی مرض کو قیاس کرنا راجح نہیں؟ تو خود اس کے تعبدی ہونے میں کلام کی گنجائش ہے۔

اور ہمارا رجحان اس طرف ہوتا ہے کہ پہلے زمانے میں وبائی امراض میں ''طاعون'' کے مرض کا وبائی ہونا زیادہ شہرت رکھتا تھا، اور اس مرض کا زیادہ عموم پایا جاتا تھا، اور یہ ضروری نہیں کہ ایک مرض ہر علاقے اور ہر زمانے میں اسی حیثیت کا حامل رہے، بلکہ مختلف زمانوں اور علاقوں کے لحاظ سے امراض کی نوعیتیں بدلتی رہتی ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت کے احکام، ہر علاقے اور ہر زمانے کے لیے ہوتے ہیں، اس لیے بجائے اس کے کہ دوسرے وبائی امراض سے شریعت کو ساکت قرار دیا جائے، یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے کسی خاص وجہ سے دوسرے وبائی امراض کی تصریح نہیں کی، اور ایک مخصوص فردِ واحد کی نشاندہی کر کے اس جیسے دوسرے وبائی امراض کو اس پر قیاس کرنے کی گنجائش چھوڑ دی، اور قیاس، حکم کا مُظہِر ہوا کرتا ہے، حکم کا مُوجِد نہیں ہوا کرتا۔

لیکن چونکہ اس باب میں قیاس کا دخل ہونے نہ ہونے کی وجہ سے، یہ مسئلہ مجتہَد فیہ مسائل میں داخل ہو گیا، جس میں خود امت کے لیے سہولت کا پیدا کرنا مقصود ہے، کیونکہ وبائی امراض مختلف اقسام کے شمار ہوتے ہیں، اور ان کے درجات بھی باہم متفاوت ہوتے ہیں، اور ان میں اہلِ فن واہلِ تجربہ کا اختلاف بھی رونما ہوتا رہتا ہے، اگر ہر قسم کے وبائی مرض کے لیے اس حکم کی تصریح کر دی جاتی، تو پھر امت کے لیے اس میں تنگی لاحق ہو جاتی، اور اس کی خلاف ورزی میں ظاہرِ نص کی مخالفت لازم آ کر، عاصی ہونے کا باب کھل جاتا، جبکہ مجتہَد فیہ مسائل کی کوئی جانب فی نفسہٖ منکر نہیں ہوتی، اس جیسے مصالحِ عامہ کے تحت، ایک خاص اور مشہور مرض کی تصریح کر دی گئی، اور باقی وبائی امراض میں اہلِ اجتہاد اور اہلِ فن واہلِ رائے کے لیے گنجائش کا راستہ چھوڑ دیا گیا۔ محمد رضوان۔

(فصل نمبر 7)

مرض کا متعدی ہونا

زمانۂ جاہلیت میں یہ عقیدہ رکھا جاتا تھا کہ بیماریوں میں خود سے دوسروں کی طرف متعدی ہونے کی تاثیر پائی جاتی ہے، اور یہ بیماریاں خود بخود، اللہ کے حکم کے بغیر، ساتھ والے کو منتقل ہوتی ہیں، اور لازماً ایسا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ، زمانۂ جاہلیت کے اس طرح کے باطل و فاسد عقیدے ونظریے کی تردید فرمادی۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ’’لا عدویٰ‘‘ فرما کر اس باطل وفاسد عقیدے کا اعلان فرمادیا، اور واضح فرمادیا کہ اگرچہ بعض بیماریوں کا سبب، یعنی اِن کے جراثیم اور وائرس قریب والوں کو پہنچنے کا وجود بھی ہو، تب بھی اللہ کے حکم واِذن کے بغیر نہ تو کوئی بیمار ہوتا، اور نہ ہی بیماری بذاتِ خود متعدی ہوتی، اور نہ ہی اس بیماری کے جراثیم اور وائرس دوسرے کو لگنے کے باوجود اس کو خود سے بیمار کرتے، اور اگر کسی کے لیے بیماری کا باعث بھی بنیں، تو اللہ کے حکم ہی سے دوسرے پر بیماری کا سبب بن کر اثر انداز ہوتے ہیں، پھر کسی کے لیے تھوڑی اور کسی کے لیے زیادہ بیماری کا باعث بنتے ہیں، اور یہاں تک کہ بعض کے لیے موت کا بھی سبب بن جاتے ہیں، ان سب چیزوں میں اللہ کا حکم واذن اور اس کی مشیت وحکمت کارفرما ہوتی ہے۔

اور یہی بات آج کل کی جدید میڈیکل سائنس بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ بذاتِ خود بیماری متعدی نہیں ہوتی، بلکہ بیماری کے جراثیم اور وائرس دوسروں کی طرف متعدی ومنتقل ہوتے ہیں، پھر کسی کے لیے بیماری کا باعث بنتے ہیں، کسی کے لیے نہیں بنتے، اور کسی پر زیادہ شدت کے ساتھ اثر انداز اور حملہ آور ہوتے ہیں، کسی پر کم شدت کے ساتھ ہوتے ہیں۔

مگر مادیت پرستی پر مشتمل سائنس دان، ان چیزوں میں فرق کو اللہ کے حکم ومشیت کے بجائے ظاہری اسباب وعوامل کی طرف منسوب کرتے ہیں، مثلاً کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں عمر کے لوگوں پر یہ جراثیم اور وائرس زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، اور فلاں فلاں عمر کے لوگوں پر کم اثر انداز ہوتے ہیں، یا فلاں قسم کے لوگوں، مثلاً مَردوں، یا عورتوں، یا بچوں وغیرہ پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں، اور فلاں فلاں پر کم اثر انداز ہوتے ہیں، یا جن کے اندر قوتِ مدافعت زیادہ ہو، یا وہ زیادہ طاقت ور ہوں، ان پر کم اثر انداز ہوتے ہیں، یا بالکل بھی اثر انداز نہیں ہوتے، اور جن کی قوتِ مدافعت کمزور ہو، یا جو کمزور و بیمار لوگ ہوں، ان پر کم وبیش طریقہ پر اثر انداز اور حملہ آور ہوتے ہیں، وغیرہ، وغیرہ۔

لیکن ان سب چیزوں کے باوجود ایک تو میڈیکل سائنس کے پاس ان سب چیزوں کا کوئی لگا بندھا ضابطہ وقاعدہ نہیں، دوسرے کثرت سے ان کے بیان کردہ تجزیہ وتحقیق کے خلاف بھی ہوتا ہے، تیسرے زیادہ تیز اثر انداز ہونے والے بہت سے مریض، شفایاب ہوجاتے ہیں، اور دوسرے لوگ فوت ہوجاتے ہیں، اور بعض اوقات پہلے شخص سے کئی افراد کو یہ جراثیم اور وائرس لگتے ہیں، مگر پہلے، یا اس کے بعد کے کئی افراد پر اثر انداز وحملہ آور نہیں ہوتے، اور بعد والے کسی ایک یا زیادہ افراد پر اثر انداز وحملہ آور ہوجاتے ہیں۔

اور سائنس کے مقابلے میں شریعت ان سب چیزوں میں فرق کی اصل بنیاد، اللہ کے حکم ومشیت اور اس کی قدرت وحکمت کے موثر ہونے کو بتلاتی ہے، اور ظاہری حفاظتی تدابیر واسباب کو اپنے درجہ پر رکھنے کا حکم دیتی ہے۔

مذکورہ تمہید کو ذہن میں رکھ کر اب اس سلسلے میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

www.idaraghufran.org

إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا عَدْوٰى وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَةَ فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَمَا بَالُ إِبِلِيْ تَكُوْنُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظِّبَاءُ فَيَأْتِي الْبَعِيْرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيُجْرِبُهَا فَقَالَ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۵۷۱۷،كتاب الطب،باب لا صفر وهو داء يأخذ البطن، صحيح مسلم،رقم الحديث۲۰۲۰"۱۰۱")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نہ امراض کا) متعدی ہونا ہے، نہ ھامہ ہے، اور نہ صفر (کے مہینے کی نحوست) ہے۔اس پر ایک دیہاتی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے اونٹوں کا یہ معاملہ ہے کہ وہ ریت میں اس طرح ہوتے ہیں کہ گویا کہ وہ ہرن ہیں (یعنی ہرن کی طرح بیماری سے صاف ستھرے ہوتے ہیں) پھر ان کے پاس کوئی خارش زدہ اونٹ آجاتا ہے، جو اِن کے درمیان داخل ہوجاتا ہے، پھر وہ ان سب کو خارش زدہ کردیتا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگائی؟ (بخاری، مسلم)

اس حدیث کو تھوڑے بہت الفاظ کے فرق کے ساتھ ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

''ھامہ'' کے بارے میں زمانۂ جاہلیت کے مختلف توہمات تھے، کوئی اس کو کھوپڑی سے نکلنے والے کیڑے کا نام دیتا تھا، اور کوئی کچھ اور توہم پرستی پر مبنی نام دیتا تھا۔ [2]

---

[1] عن أبى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا عدوى، ولا صفر، ولا هامة "فقال أعرابى: ما بال الإبل تكون فى الرمل كأنها الظباء فيخالطها البعير الأجرب فيجربها؟ قال:" فمن أعدى الأول(سنن أبى داود، رقم الحديث ۳۹۱۱)
قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابى داوٗد)

[2] وهام جمع هامة وهو الصدى أيضا وهو عطف تفسيرى، وقيل: الصدى الطائر الذى يطير بالليل، والهامة جمجمة الرأس وهى التى يخرج منها الصدى بزعمهم، وأراد الشاعر إنكار البعث بهذا الكلام كأنه يقول: إذا صار الإنسان كهذا الطائر كيف يصير مرة أخرى إنسانا .وقال أهل اللغة: كان أهل الجاهلية يزعمون أن روح القتيل الذى لا يدرك بثأره تصير هامة فتزقو وتقول: اسقونى اسقونى، وإذا أدرك بثأره طارت فذهبت (فتح البارى شرح صحيح البخارى، ج۷، ص ۲۵۹، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبى صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة)

''لاعدویٰ'' اور اس سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح پہلا اونٹ اللہ کے حکم سے بیمار ہوتا ہے، اس کو کسی دوسرے سے بیماری نہیں لگتی، اسی طریقے سے بیمار شدہ اونٹ کے صحت منداونٹوں کے ساتھ مل جانے کے بعد بھی دوسرے اونٹ، اللہ کے حکم سے ہی بیمار ہوتے ہیں۔

پہلے اونٹ کو اللہ کے حکم سے بیمار ماننا، اور اس کے برعکس بعد کے اونٹوں کو، اللہ کے حکم کے بجائے، پہلے اونٹ کی وجہ سے بیمار ماننا، درست نہیں، ہر ایک کو بیماری، اللہ کے حکم واِذن سے لگتی ہے، اور جب تک اللہ کا حکم واِذن نہ ہو، اس وقت تک نہ پہلے کو بیماری لگ سکتی، اور نہ بیمار اونٹ کے ساتھ والے اونٹوں کو بیماری لگ سکتی۔

غرضیکہ ہر ہر فرد کو بیماری، اللہ کے حکم واِذن سے لگتی ہے، خواہ وہ کسی بیمار سے الگ ہو، یا کسی بیمار کے ساتھ ہو، اور جس کو اللہ نہ چاہے، اس کو بیماری نہیں لگتی، خواہ وہ کسی بیمار کے ساتھ ہو، یا بیمار سے الگ ہو۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اولاً تو کسی کی بیماری بذاتِ خود دوسرے کو نہیں لگتی، بلکہ زیادہ سے زیادہ بیماری کا سبب، یعنی جراثیم یا وائرس لگتے ہیں، وہ بھی، جس کو اللہ چاہے، پھر ان کا حکمِ الٰہی کے بغیر کسی کے لیے بیماری کا سبب بننا بھی ممکن نہیں، جیسا کہ گزرا، اور آگے بھی آتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرْبَعٌ مِّنَ الْجَاهِلِيَّةِ لَنْ يَّدَعَهَا النَّاسُ: اَلنِّيَاحَةُ وَالتَّعَايُرُ أَوِ التَّعَايُرُ فِي الْأَنْسَابِ وَمُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا وَالْعَدْوَى جَرِبَ بَعِيرٌ فِي مِائَةِ بَعِيرٍ فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣١٤٢، كتاب الجنائز،فصل فى النياحة ونحوها) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرطهما (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں جاہلیت کے زمانے سے تعلق رکھتی ہیں، جن کو لوگ نہیں چھوڑیں گے، ایک تو (میت پر) نوحہ کرنا، اور دوسرے (کسی کے کمزور) نسب پر عار دلانا، تیسرے فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہونے کا قائل ہونا، چوتھے بیماری کو متعدی سمجھنا کہ ایک اونٹ، سو اونٹوں کو خارشی بنا دیتا ہے، پھر پہلے کو کس نے بیمار کیا؟ (ابنِ حبان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت، زمانۂ جاہلیت کے مذکورہ گناہوں کو نہیں چھوڑے گی، جن میں ایک گناہ، زمانۂ جاہلیت والوں کے عقیدے ونظریے کے مطابق، بیماری کے متعدی ہونے کا عقیدہ ونظریہ رکھنا ہے، جس کی پہلے تفصیل ذکر کی گئی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْبَعٌ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَنْ

---

[1] عن أبی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أربع من أمر الجاهلية لن يدعهن الناس: التعيير فی الأحساب، والنياحة على الميت، والأنواء، والعدوى: أجرب بعير فأجرب مئة، من أجرب البعير الأول؟ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٧٩٠٨)

قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، المسعودی متابَعٌ، وباقی رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبی الربيع -وهو المدنی -فقد روى له البخاری فی "الأدب" والترمذی، وروى عنه ثلاثة، وقال أبو حاتم: صالح الحديث، وذكره ابن حبان فی "الثقات".

وأخرجه الطيالسی (2395)، ومن طريقه الترمذی (1001)، والبيهقی فی "الشعب" (5143) عن شعبة والمسعودی، بهذا الإسناد. وقال الترمذی: حديث حسن.

وسيأتی برقم (9872) و (9365) و (9878) و (10809) و (10871)، وانظر ما سلف برقم (7560) و (7620)، وما سيأتی برقم (9165) (حاشية مسند احمد)

يَّدَعُهُنَّ النَّاسُ: اَلنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ، وَالطَّعْنُ فِي الْأَنْسَابِ، وَالْأَنْوَاءُ، يَقُولُ الرَّجُلُ: سُقِيْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، وَالْإِعْدَاءُ: أُجْرِبَ بَعِيْرٌ فَأَجْرَبَ مِائَةً، فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۰۸۰۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار کام جاہلیت کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں، جن کو لوگ چھوڑیں گے نہیں، ایک تو میت پر نوحہ کرنا، اور دوسرے (کسی کے کمزور) نسب پر عار دلانا، تیسرے نجوم پرستی، آدمی یہ کہے گا کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی، چوتھے بیماری کو متعدی سمجھنا کہ ایک اونٹ، سو اونٹوں کو خارشی بنا دیتا ہے، پھر پہلے کو کس نے بیمار کیا؟ (مسند احمد)

اس کا مطلب گزشتہ روایت کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

اس لیے نہ تو ہر بیمار سے وہم کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی کسی بیماری کے موقع پر یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ مجھے یہ بیماری فلاں بیمار سے لگی، البتہ اگر واقعی کسی کو وبائی بیماری ہو، تو اس بیماری کے ظاہری سبب، یعنی مخصوص جراثیم سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنے میں حرج نہیں، جیسا کہ آگے تفصیل اور دلائل کے ساتھ آتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُعْدِي شَيْءٌ شَيْئًا، لَا يُعْدِي شَيْءٌ شَيْئًا، ثَلَاثًا، قَالَ: فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ النُّقْبَةَ تَكُوْنُ بِمِشْفَرِ الْبَعِيْرِ، أَوْ بِعَجْبِهِ، فَتَشْتَمِلُ الْإِبِلَ جَرَبًا، قَالَ: فَسَكَتَ

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

سَاعَةً، ثُمَّ قَالَ: مَا أَعْدَى الْأَوَّلَ، لَا عَدْوَى، وَلَا صَفَرَ، وَلَا هَامَةَ، خَلَقَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ، فَكَتَبَ حَيَاتَهَا وَمَوْتَهَا وَمُصِيبَاتِهَا وَرِزْقَهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۸۳۴۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بیماری کسی کی طرف متعدی نہیں ہوتی، کوئی بیماری کسی کی طرف متعدی نہیں ہوتی، کوئی بیماری کسی کی طرف متعدی نہیں ہوتی، تین مرتبہ یہ بات فرمائی، تو ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر صحراء میں موجود چند اونٹوں کا کیا معاملہ ہے، جو اونٹ کے ہونٹ، یا دُم کی طرح صاف ستھرے ہوتے ہیں، پھر اچانک ان میں ایک خارش زدہ اونٹ شامل ہو جاتا ہے (جو سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کچھ دیر خاموش رہے، پھر آپ نے فرمایا کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا؟ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی، صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہوتا، اور نہ ''ھامہ'' کی کوئی حقیقت ہے، اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کیا ہے، اور اس کی زندگی کو بھی لکھ دیا، اور اس کی موت کو بھی، اور اس کی مصیبتوں کو بھی، اور اس کے رزق کو بھی (مسند احمد)

اور مسند ابی یعلیٰ کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

''فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟ خَلَقَ اللّٰهُ كُلَّ دَابَّةٍ فَكَتَبَ رِزْقَهَا وَمَوْتَهَا وَأَجَلَهَا''

ترجمہ: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے کو کس نے بیمار کیا؟ اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کیا ہے، اور اس کے رزق کو بھی لکھ دیا ہے، اور اس کی موت کو بھی لکھ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

دیا ہے، اور اس کی عمر کو بھی لکھ دیا ہے (مسند ابی یعلیٰ) [1]

معلوم ہوا کہ ہر بندۂ مومن کو یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ مجھے پہنچنے والی مصیبت و بیماری اور اس کے نتیجے میں موت، دراصل تقدیر کا فیصلہ ہے، اور اللہ کی طرف سے ہے، جس کی مزید وضاحت آگے آتی ہے۔

ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا يُعْدِي شَيْءٌ شَيْئًا ، لَا يُعْدِي شَيْءٌ شَيْئًا، لَا يُعْدِي شَيْءٌ شَيْئًا ، فَقَامَ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلنُّقْبَةُ مِنَ الْجَرَبِ تَكُوْنُ بِمِشْفَرِ الْبَعِيْرِ أَوْ بِذَنَبِهٖ فِي الْإِبِلِ الْعَظِيْمَةِ فَتَجْرَبُ كُلُّهَا؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَمَا أَجْرَبَ الْأَوَّلَ؟ لَا عَدْوَى، وَلَا هَامَةَ، وَلَا صَفَرَ، خَلَقَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ، فَكَتَبَ حَيَاتَهَا، وَمُصِيْبَاتِهَا، وَرِزْقَهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۴۱۹۸) [2]

---

[1] عن أبي هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا عدوى، ولا طيرة، ولا هامة، ولا صفر قال: فقال رجل: يا رسول الله إن النقبة من الجرب تكون بعجز البعير أو بذنبه فيشمل ذلك كله جربا؟ قال: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أعدى الأول؟ خلق الله كل دابة فكتب رزقها وموتها وأجلها (مسند أبي يعلى، رقم الحديث ۶۱۱۲، مسند ابی هريرة)

قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده صحيح(حاشية مسند ابی يعلىٰ)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لإبهام راويه عن ابن مسعود، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين .عبد الرحمن: هو ابن مهدي، وسفيان: هو الثوري، وأبو زرعة: هو ابن عمرو بن جرير بن عبد الله البجلي.

وأخرجه الترمذي (2143)من طريق عبد الرحمن بن مهدي، بهذا الإسناد، قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ کوئی بیماری کسی کی طرف متعدی نہیں ہوتی، کوئی بیماری کسی کی طرف متعدی نہیں ہوتی، کوئی بیماری کسی کی طرف متعدی نہیں ہوتی، تین مرتبہ یہ بات فرمائی، تو ایک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الترمذی: وفی الباب عن أبی هريرة وابن عباس وأنس.

وأخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار 4/308 "من طريق قبيصة بن عقبة، عن سفيان، به.

وأخرجه أبو يعلى (5182)من طريق جرير بن عبد الحميد، عن عمارة بن القعقاع، به.

وأخرجه الطحاوی فی "شرح معانی الآثار 4/308 "من طريق حسان بن إبراهيم الكرمانی، عن سعيد بن مسروق، عن عمارة بن القعقاع، عن أبی زرعة، عن رجل من أصحاب النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عن ابن مسعود .وزيادة قوله فی الإسناد:" من أصحاب النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بعد قوله:" عن رجل "نخشى أن تكون وهماً من حسان بن إبراهيم

الكرمانی، فقد قال فيه ابن عدی: يغلط فی الشیء، وليس ممن يظن أنه يتعمد فی باب الرواية إسناداً أو متناً، وإنما هو وهم منه.

وقد أخرجه الطحاوی 4/308أيضاً من طريق مؤمل، عن سفيان، بهذا الإسناد، لكن من حديث أبی هريرة بدل ابن مسعود .فلعل قول أبی زرعة: حدثنا صاحب لنا، يراد به أبو هريرة؟ والله أعلم.

وأخرجه الطحاوی أيضاً 4/308من طريق هشيم، عن عبد الله بن شبرمة، عن أبی زرعة بن عمرو بن جرير، عن أبی هريرة، مثله، مرفوعاً.

وهذا الإسناد سيرد فی "مسند أبی هريرة 2/327 "من طريق محمد بن طلحة، عن ابن شبرمة، به.

قال أبو حاتم فی "العلل :2/272 "خالف ابنَ شبرمة ابنُ أخيه عمارة بن القعقاع، فقال: عن أبی زرعة، عن رجل، عن ابن مسعود، عن النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وهو أشبه بالصواب.

وللحديث شاهد عدا قوله:" خلق الله كل نفس "...من حديث أبی هريرة عند البخاری (5770)و (5775)، ومسلم (2220)، سيرد 2/267.

وآخر من حديث ابن عباس سلف برقم . (2425)

وثالث مختصر من حديث سعد بن أبی وقاص سلف برقم (1502)و . (1554)

ورابع مختصر أيضاً من حديث جابر بن عبد الله عند مسلم (109) (2222)، سيرد 3/382 .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر صحراء کے ایک ٹکڑے میں موجود بہت سے اونٹوں کا کیا معاملہ ہے، جو اونٹ کے ہونٹ، یا دُم کی طرح صاف ستھرے ہوتے ہیں، پھر اچانک ان میں ایک خارش زدہ اونٹ شامل ہو جاتا ہے (جو سب کو خارش زدہ کر دیتا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وخامس من حديث ابن عمر عند البخاري (5772)بلفظ:" لا عدوى ولا طيرة، وإنما الشؤم في ثلاث: في الفرس والمرأة والدار"، سيرد . (6405)
شؤم الدار: ضيقها وسوء جوارها، وشؤم الفرس: أن لا يُغزى عليها، وشؤم المرأة: سوء خلقها.
وسادس من حديث أنس عند البخاري (5776)بلفظ:" لا عدوى ولا طيرة، ويعجبني الفأل "، قالوا: وما الفأل؟ قال:" كلمة طيبة ."
وهو عند الطحاوي 4/314، وابن حبان (6123)بلفظ:" لا طيرة، والطيرة على من تطير، وإن تك في شيء، ففي الدار والفرس والمرأة."
وقوله:" خلق الله كل نفس فكتب حياتها ومصيباتها ورزقها "له شاهد من حديث أبي هريرة عند الطبري (8)، وابن حبان (6119)، سيرد .2/327
قوله:" النقبة من الجرب :"أول شيء يظهر من الجرب" .النهاية."
قوله:" لا عدوى :"قال البيهقي: هو على الوجه الذي كانوا يعتقدونه في الجاهلية من إضافة الفعل إلى غير الله تعالى، وقد يجعل الله بمشيئته مخالطة الصحيح من به شيء من هذه العيوب سبباً لحدوث ذلك.
قوله: " ولا هامة :"الهام: جمع هامة، وهي الرأس، واسم طائر، قال ابن الأثير: وهو المراد في الحديث، وذلك أنهم كانوا يتشائمون بها، وهي من طير الليل، وقيل: هي البومة، وقيل: كانت العرب تزعم أن روح القتيل الذي لا يدرك بثأره تصير هامة، فتقول: اسقوني، فإذا أدرك بثأره طارت، وقيل: كانوا يزعمون أن عظام الميت – وقيل: روحه – تصير هامة، فتطير، ويسمونه الصدى، فنفاه الإسلام، ونهاهم عنه.
قوله:" ولا صفر "، قال ابن الأثير: كانت العرب تزعم أن في البطن حية يقال لها: الصفر، تصيب الإنسان إذا جاع وتؤذيه، وأنها تعدى، فأبطل الإسلام ذلك.
وقيل: أراد به النسيء الذي كانوا يفعلونه في الجاهلية، وهو تأخير المحرم إلى صفر، ويجعلون صفر هو الشهر الحرام، فأبطله.
قوله:" فما أجرب الأولَ؟ "قال البغوي 12/169: يريد أن أولَ بعيرٍ جَرِب منها، كان جَرَبه بقضاء الله وقدره لا بالعدوى، فكذلك ما ظهر بسائر الإبل من بعد (حاشية مسند احمد)

سن کر فرمایا کہ پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا؟ کوئی بیماری متعدی نہیں ہوتی، اور ''ھامہ'' کی کوئی حقیقت نہیں ہے، صفر کا مہینہ منحوس نہیں ہوتا، اللہ نے ہر جاندار کو پیدا کیا ہے، اور اس کی زندگی کو بھی لکھ دیا، اور اس کی مصیبتوں کو بھی لکھ دیا، اور اس کے رزق کو بھی لکھ دیا (مسند احمد)

اس حدیث کا مضمون بھی گزشتہ حدیث کے مطابق ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ہر مؤمن کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ اس پر جو بیماری آتی ہے، وہ اللہ کے حکم واِذن سے آتی ہے، کوئی جانور، یا انسان محض دوسرے بیمار جانور، یا بیمار انسان کے ساتھ ملنے سے بیمار نہیں ہوتا، اور ہر جاندار کی بیماری اور موت وغیرہ کو، اللہ نے لکھ دیا ہے، لہٰذا اس کو تقدیر کا فیصلہ سمجھنا چاہیے، اور کبھی بھی بیمار ہوجانے، یا موت واقع ہوجانے پر یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ یہ فلاں بیمار کی وجہ سے بیمار یا فوت ہوا۔

البتہ اللہ کا حکم سمجھتے ہوئے ظاہری حفاظتی تدابیر واسباب کے طور پر، کوئی کسی وبائی بیمار سے اجتناب کرے، تاکہ اس کی بیماری کا سبب بننے والے جراثیم ''نہ کہ خود بیماری'' سے وہ محفوظ رہ سکے، تو وہ اس کے خلاف نہیں۔

اس مضمون کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں ماں کے پیٹ کے اندر اس طرح کی چیزوں کے لکھے جانے کا ذکر ہے، جیسا کہ اگلے باب میں آتا ہے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ، فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَرَأَيْتَ الْبَعِيْرَ يَكُوْنُ بِهِ الْجَرَبُ فَيُجْرِبُ الْإِبِلَ كُلَّهَا؟ قَالَ: ذٰلِكُمُ الْقَدَرُ، فَمَنْ أَجْرَبَ الْأَوَّلَ؟

(سنن ابن ماجه ، رقم الحديث ٨٦، ابواب السنة، باب القدر) ل

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ امراض کا متعدی ہونا ہے، نہ بدشگونی کا کوئی وجود ہے، نہ "ھامہ" ہے، تو ایک دیہاتی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ایک اونٹ کو خارش ہوتی ہے، وہ تمام اونٹوں کو خارشی بنا دیتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تقدیر کا معاملہ ہے، پہلے کو کس نے خارشی بنایا؟ (سنن ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بیماری، محض متعدی ہونے کے بجائے، تقدیر کی وجہ سے آتی ہے، لہٰذا ہر مومن کو اپنے عقیدے کی حفاظت ضروری ہے، خواہ وہ لاکھ حفاظتی تدبیریں اختیار کرلے، لیکن اللہ وحدہٗ لاشریک کے مؤثر بالذات ہونے کا عقیدہ ایمان کے لیے بہرحال بیمار ہونے، بلکہ موت واقع ہو جانے کے مقابلے میں بھی زیادہ ضروری ہے۔

یہ مضمون ان احادیث کے مطابق ہے، جن میں ہر مصیبت اور بیماری، اور خیر وشر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر یقین کا ذکر ہے، جن میں سے بعض کا ذکر اگلے باب میں آتا ہے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت عمرو سے روایت ہے کہ:

كَانَ هَا هُنَا رَجُلٌ اِسْمُهُ نَوَّاسٌ وَكَانَتْ عِنْدَهُ إِبِلٌ هِيمٌ، فَذَهَبَ اِبْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَاشْتَرٰى تِلْكَ الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكٍ لَهُ، فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكُهُ، فَقَالَ: بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ فَقَالَ: مِمَّنْ بِعْتَهَا؟ قَالَ: مِنْ شَيْخٍ كَذَا وَكَذَا، فَقَالَ: وَيْحَكَ، ذَاكَ وَاللّٰهِ اِبْنُ عُمَرَ، فَجَاءَهُ فَقَالَ: إِنَّ شَرِيكِي بَاعَكَ إِبِلًا هِيمًا، وَلَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ: فَاسْتَقْهَا،

ل قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا -كما قال البوصيري -إسناد ضعيف لضعف يحيى ابن أبي حية، ولكونه روى عن أبيه بصيغة العنعنة، فإنه كان يدلس (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

قَالَ: فَلَمَّا ذَهَبَ يَسْتَاقُهَا، فَقَالَ: دَعْهَا، رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوٰى (صحيح البخاري، رقم الحديث ۲۰۹۹، كتاب البيوع، باب شراء الإبل الهيم أو الأجرب الهائم المخالف للقصد في كل شيء)

ترجمہ: یہاں ایک شخص تھا، جس کا نام نواس تھا، اور اس کے پاس اونٹ تھا، جو ''ھیم'' کی بیماری میں مبتلا تھا، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ گئے، اور اس کے شریک سے وہ اونٹ خرید لیا، پھر اس شخص کے پاس اس کا شریک آیا اور کہا کہ ہم نے وہ اونٹ بیچ دیا، اس نے پوچھا کہ کس کے ہاتھ بیچا؟ اس نے کہا کہ فلاں فلاں شکل وصورت کے ایک بزرگ کے ہاتھ بیچا ہے، اس کے شریک نے کہا کہ تیرا ناس ہو، وہ تو اللہ کی قسم! ابنِ عمر تھے، پھر اس نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کیا کہ میرے شریک نے آپ کو ''ھیم'' کی بیماری میں مبتلا اونٹ بیچ دیا ہے، اور اس نے آپ کو نہیں پہچانا، لہٰذا آپ اسے واپس کر دیں، پھر جب وہ (اونٹ کو) واپس لے جانے لگا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ اس اونٹ کو رہنے دیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فیصلے سے راضی ہیں کہ بیماری متعدی نہیں ہوتی (بخاری)

''ھیم'' ایسی بیماری کو کہا جاتا ہے، جس میں پیاس بہت زیادہ لگتی ہے، اور اس بیماری کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ بیماری متعدی ہوتی ہے، یعنی ایک سے بہر حال دوسرے کو لگتی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور فرمودات پر یقین تھا، اس لیے وہ ان کے مقابلے میں، دوسری باتوں پر یقین نہیں کیا کرتے تھے۔

اور ایمان ویقین کی بناء پر وہ اللہ کی مدد ونصرت سے محروم بھی نہ ہوتے تھے۔

بس ہمیں بھی اسی طرح کا عقیدہ اور یقین رکھنا چاہیے، خواہ ظاہری اسباب میں سینکڑوں

حفاظتی تدابیر کیوں نہ اختیار کرلیں، مگر عقیدہ یہی ہونا چاہیے۔ [۱]

سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث

بیماری کے متعدی نہ ہونے کی حدیث، حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس کو امام احمد نے اپنی ''مسند'' میں روایت کیا ہے۔ [۱]

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

بیماری کے متعدی نہ ہونے کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [۲]

---

[۱] (أن رجلا باعه إبلا هيما) . أى :مراضا جمع أهيم، وهو الذى أصابه الهيام، والهيام :هو داء يكسبها العطش فتمص الماء مصا ولا تروى منه، وقال ابن سيده :الهيام والهيام داء يصيب الإبل عن بعض المياه بتهامة، يصيبها منه مثل الحمى .وقال الهجرى :الهيام داء يصيبها عن شرب النجل إذا كثر طحلبه واكتنفت به الذبان، جمع :ذباب وقال الفراء :والهيام الهيام بضم الهاء وكسرها. وفى (كتاب الإبل) للنضر بن شميل :وأما الهيام فنحو الدوار، جنون يأخذ الإبل حتى تهلک، وفى كتاب (خلق الإبل) للأصمعى :إذا سخن جلد البعير وله شره للماء ونحل جسمه فذلک الهيام. وقيل :الهيام داء يكون معه الجرب، ولهذا ترجم البخارى :شراء الإبل الهيم والأجرب .وأما معنى قوله تعالى :(فشاربون شرب الهيم)فقال ابن عباس :هيام الأرض الهيام بالفتح تراب يخالطه رمل ينشف الماء نشفا، وفى تقديره وجهان :أحدهما :أن الهيم جمع هيام، جمع على فعل ثم خفف وكسرت الهاء لأجل الياء .والثانى :أن يذهب إلى المعنى، وأن المراد :الرمال الهيم، وهى التى لا تروى .يقال :رمل أهيم(عمدة القارى شرح صحيح البخارى، ج ۱۱ ص۲۱۷، ۲۱۸، كتاب البيوع، باب شراء الإبل الهيم أو الأجرب الهائم المخالف للقصد فى كل شىء)

[۱] عن سعد بن مالک، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " لا هامة ولا عدوى ولا طيرة، إن يک، ففى المرأة، والفرس، والدار "(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۵۰۲)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده جيد، حضرمى بن لاحق روى عنه غيرُ واحد، وذكره ابن حبان فى "الثقات"، وقال النسائى :لا بأسَ به، وأخرج له هو وأبو داود، وباقى رجاله ثقات رجال الشيخين غيرَ سويد بن عمرو، فمن رجال مسلم .أبان :هو ابن يزيد العطار، ويحيى :هو ابن أبى كثير (حاشية مسند احمد)

[۲] عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا طيرة، ولا عدوى، ولا غول "(مسند أحمد، رقم الحديث ۱۴۳۴۹) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

نیز بیماری کے متعدی نہ ہونے کی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، جس میں اونٹ کے بجائے بکری کے بیمار اور خارشی ہونے کا ذکر ہے۔ [1]

علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُعْدِي سَقِيمٌ صَحِيحًا (شرح معانی الآثار للطحاوی، رقم الحديث ٧٠٥٢، كتاب الكراهة، باب الرجل يكون به الداء هل يجتنب أم لا) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار، صحت مند کو متعدی نہیں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي الزبير، فمن رجال مسلم، وقد صرح بسماعه من جابر فيما سيأتي برقم (15103). وانظر (14117).
تنبيه :هذا الحديث لم يرد في (ظ4) ولا في "أطراف المسند.2/147 "(حاشية مسند احمد)

[1] عن ابن عباس، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: " لا طيرة ولا عدوى، ولا هامة ولا صفر "، قال: فقال رجل: يا رسول الله، إنا لنأخذ الشاة الجرباء، فنطرحها في الغنم، فتجرب! قال: " فمن أعدى الأول (مسند أحمد ، رقم الحديث ٣٠٣١)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، سماك بن حرب قد توبع، وباقي رجاله ثقات رجال الشيخين غير عكرمة، فمن رجال البخاري (حاشية مسند احمد)

عن ابن عباس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" لا طيرة ولا هامة ولا عدوى ولا صفر "فقال رجل: يا رسول الله، إنا لنأخذ الشاة الجرباء فنطرحها في الغنم، فتجرب الغنم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" فمن أعدى الأول "(صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦١١٧)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال الالباني: ولأبي هريرة حديث آخر بلفظ (لا عدوى) وقد مضى. ولطرفه الأول شاهد بلفظ: " لا يعدى سقيم صحيحا ."أخرجه الطحاوي (377 / 2) من طريق الوليد بن عقبة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کرتا (شرح معانی الآثار)

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ خود سے بیمار کے اندر یہ طاقت نہیں ہوتی کہ وہ صحت مند کو بیمار کردے، بلکہ اس میں اصل حکم، اللہ کا ہی کارفرما ہوتا ہے، اسی کی تائید، دوسری احادیث وروایات سے ہوتی ہے، لہٰذا بعض حضرات کی طرف سے، جو مذکورہ حدیث کی سند کو ''ضعیف'' قرار دیا گیا ہے، اس سے ہمارے مقصود پر فرق واقع نہیں ہوتا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَ، إِنْ تَكُنِ الطِّيَرَةُ فِيْ شَيْءٍ فَفِي الْفَرَسِ، وَالْمَرْأَةِ، وَالدَّارِ، وَإِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُوْنِ بِأَرْضٍ فَلَا تَهْبِطُوْا وَإِذَا كَانَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَفِرُّوْا مِنْهُ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٥٥٤) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشيبانی قال: حدثنا حمزة الزيات عن حبيب بن أبی ثابت عن ثعلبة بن يزيد الحمانی عن علی بن أبی طالب مرفوعا .وهذا سند ضعيف .ابن أبی ثابت كثير التدليس وثعلبة بن يزيد صدوق نسی كما فی "التقريب ."وقد روی الحديث أتم منه فانظر: (لا صفر) (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١١٥٢)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد، رجاله ثقات رجال الشيخين غير الحضرمی بن لاحق، فمن رجال أبی داود والنسائی، وهو صدوق .وأخرجه الدورقی (95) عن إسماعيل بن علية، بهذا الإسناد .وأخرجه الشاشی (153) ، والطحاوی 4/305، والخطيب فی "الموضح 1/228 "من طرق عن هشام الدستوائی، به .ورواية الطحاوی بقصة الطاعون فقط.
وأخرجه الطبری فی "تهذيب الآثار -مسند علی "ص 11-10من طريق إسماعيل بن عُلية، به . لكنه مختصر بلفظ" :لا عدوی ولا طيرة ولا هامة0"
وأخرجه كذلک مختصراً دون قصة الطاعون :ابن أبی عاصم فی "السنة "(266) و (267) ، وأبو يعلی (898) ، والطبری ص 10، وابن حبان (6127) من طرق عن هشام الدستوائی، به .وبعضهم يزيد فيه علی بعض.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نہ تو بیماری کا متعدی ہونا ہے، اور نہ بدشگونی ہے، اور نہ ھامہ ہے، اگر بدشگونی کسی چیز میں ہوتی، تو وہ گھوڑے میں ہوتی، اور عورت میں ہوتی، اور گھر میں ہوتی (مگران میں بھی نہیں) اور جب تم کسی علاقے میں طاعون کا سنو، تو تم اس علاقے میں نہ جاؤ، اور جب کسی علاقے میں طاعون ہو جائے، اور تم اس علاقے میں موجود ہو، تو تم وہاں سے راہِ فرار اختیار نہ کرو (مسند احمد)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ابو یعلیٰ نے بھی اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔ [1]

ایک طرف تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کے متعدی ہونے کی نفی فرمادی، اور دوسری طرف طاعون جیسے وباء زدہ علاقے میں، دوسرے علاقے کے لوگوں کو جانے سے منع فرمادیا، اور طاعون زدہ علاقے کے لوگوں کو وہاں سے راہِ فرار اختیار کرنے سے بھی منع فرمادیا۔

یعنی ایک طرف تو اللہ کے حکم اور تقدیر پر پورا توکل اور بھروسہ کرنے کا حکم فرمایا، اور دوسری طرف بیماری کے اسباب اختیار کرنے، یعنی وبائی بیماری والے علاقے سے، صحت والے علاقے میں جانے سے بھی منع فرمایا، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اس قسم کی احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھنا چاہیے، اور یہ اعتقاد

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأخرجه بطوله الشاشی (154) من طریق یزید بن ھارون، عن ھشام الدستوائی، به، إلا أنه لم یذکر فیه الحضرمی بن لاحق، وقد خالف یزید بن ھارون فیه عن ھشام جماعة، فذکروا فیه الحضرمی، وھو الصواب، وانظر "العلل" للدارقطنی 4/370. وقد تقدم الحديث برقم (1502) وسيأتی برقم (1615) ، وانظر (1491) (حاشیة مسند احمد)

[1] حدثنا هدبة بن خالد، حدثنا أبان بن يزيد، حدثنا يحيى بن أبی كثير، أن الحضرمی بن لاحق، حدثه، أن سعيد بن المسيب، حدث، عن حديث سعد بن أبی وقاص، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول: لا هامة، ولا عدوى، ولا طيرة، فإن يک شیء فی الطير، ففی المرأة، والفرس، والدار وكان يقول: إذا كان الطاعون بأرض فلا تهبطوا عليه، وإذا كان بأرض وأنتم بها فلا تفروا منه (مسند ابی یعلیٰ، رقم الحديث ٧٦٦، مسند سعد بن أبی وقاص)

قال حسين سليم أسد الدارانی: إسناده حسن (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

رکھنا چاہیے کہ بذاتِ خود کوئی بیماری کسی کو نہیں لگتی، ہاں البتہ اسی کے ساتھ اگر یہ بھی سمجھا جائے کہ بعض بیماریوں کے اسباب، یا جراثیم ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ کا حکم ہوتا ہے، تو وہ سبب کے درجہ میں دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں، تو یہ بات شریعت کے خلاف نہیں، اور اطباء کی قدیم وجدید تحقیق کے اصولوں کے بھی مطابق ہے۔

لہٰذا اگر احتیاطی تدابیر واسباب کے درجے میں مؤثر بالذات اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھتے ہوئے وبائی امراض کے اسباب سے حفاظت اختیار کی جائے، تو اس میں حرج نہیں، جیسا کہ آگے کوڑھی وغیرہ سے بچنے کی احادیث سے معلوم ہوگا۔ [1]

---

[1] وفر من المجذوم كما تفر من الأسد "، والعلة فيه أن الجذام من الأمراض المعدية كالجرب والحصباء والبرص والوباء وغيرها، وقد تعدى بإذن الله تعالى فيحصل له منه ضرر، وأما قوله - صلى الله عليه وسلم :-(لا عدوى)، فالمراد منه نفى ما كان أهل الجاهلية يزعمونه من أن المرض يتعدى بطبعه لا بفعل الله تعالى(شرح المصابيح لابن الملك، ج۵،ص۱۱۷، كتاب الطب والرقى، باب الفأل والطيرة)

قوله صلى الله عليه وسلم من رواية أبى هريرة (لاعدوى ولا صفر ولاهامة فقال أعرابى يارسول الله فما بال الإبل تكون فى الرمل كأنها الظباء فيجىء البعير الأجرب فيدخل فيها فيجربها كلها قال فمن أعدى الأول) وفى روايةلاعدوى ولاطيرة ولاصفر ولاهامة.

وفى رواية أن أبا هريرة كان يحدث بحديث لاعدوى ويحدث عن النبى صلى الله عليه وسلم أيضا أنه قال لايورد ممرض على مصحح ثم إن أبا هريرة اقتصر على رواية حديث لايورد ممرض على مصح وأمسك عن حديث لاعدوى فراجعوه فيه وقالوا له إنا سمعناك تحدثه فأبى أن يعترف به قال أبو سلمة الراوى عن أبى هريرة فلاأدرى أنسى أبو هريرة أو نسخ أحد القولين الآخر قال جمهور العلماء يجب الجمع بين هذين الحديثين وهما صحيحان قالوا وطريق الجمع أن حديث لاعدوى المراد به نفى ما كانت الجاهلية تزعمه وتعتقده أن المرض والعاهة تعدى بطبعها لابفعل الله تعالى وأما حديث لايورد ممرض على مصح فأرشد فيه إلى مجانبة ما يحصل الضرر عنده فى العادة بفعل الله تعالى وقدره فنفى فى الحديث الأول العدوى بطبعها ولم ينف حصول الضرر عند ذلك بقدر الله تعالى وفعله وأرشد فى الثانى إلى الاحتراز مما يحصل عنده الضرر بفعل الله وإرادته وقدره فهذا الذى ذكرناه من تصحيح الحديثين والجمع بينهما هو الصواب الذى عليه جمهور العلماء ويتعين المصير إليه(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۴ ص۲۱۳، ۲۱۴ ، كتاب السلام، باب لاعدوى ولا طيرة ولا هامة ولاصفرالخ)

(لا عدوى) أى لا سراية لعلة من صاحبها لغيره يعنى أن ما يعتقده الطبائعيون من أن العلل المعدية

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ ایک تو متعدی مرض اور چھوت کی بیماری بعینہٖ دوسرے کو لگتی ہے، دوسرے وہ ہر حال میں دوسرے کو لگتی ہے اور اس میں اللہ کی قدرت کا کوئی دخل نہیں ہے، یعنی وہ بذاتِ خود بیماری کے دوسرے کی طرف متعدی ہونے کو مؤثر بالذات سمجھتے تھے، اور بعض بیماریوں میں طبعی طور پر لازمی خاصیت کے قائل تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باطل وفاسد عقیدے ونظریے کی اصلاح فرمائی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

مؤثرة لا محالة باطل بل هو متعلق بالمشيئة الربانية .

والنهي عن مداناة المجذوم من قبيل اتقاء الجدار المائل والسفينة المعيبة (فيض القدير للمناوى، ج٦ص ٤٣٣، تحت رقم الحديث ٩٩٠٧، حرف لاء)

قوله لا عدوى هو اسم من الإعداء كالرعوى والبقوى من الإرعاء والإبقاء يقال أعداه الداء يعديه إعداء وهو أن يصيبه مثل ما يصاحب الداء وكانوا يظنون أن المرض بنفسه يعدى فأعلمهم النبى أن الأمر ليس كذلك وإنما الله عز وجل هو الذى يمرض وينزل الداء ولهذا قال فمن أعدى الأول أى من أين صار فيه الجرب(عمدة القارى، كتاب الطب ،باب الجذام)

فاعلم أنهم اختلفوا فى شرح الحديث، فقيل :إن نفى العدوى محمول على الطبع، أى لا عدوى بالطبع، أما بجعل الله تعالى فهو ثابت .وذكروا له شروحا أخر أيضا، والأصوب ما ذكره ابن القيم فى زاد المعاد :أن العدوى المنفى، هو اتباع الأوهام فقط، بدون تسبيب فى البين، كما يزعمه هنود أهل الهند .وترجمته على حسب مراده، اركر بيمارى لک جانا فلا عدوى عند الشرع(فيض البارى، ج٦ص ١٥، كتاب الطب ،باب الإثمد والكحل من الرمد)

[1] والذى ينبغي أن يعقد عليه القلب أنه تعالىٰ هو المؤثر الحقيقى ، يفعل ما شاء حيث شاء . وإنما أمثال هذه أمارات جرت عادته سبحانه وتعالىٰ انه يفعل بعد اظهارها، ولو شاء لم يفعل مع ظهور الامارات ايضا ،كما انه وضع فى الادوية افعالا وخواص، وقدتتخلف عن موجبها.

كذلك نعتقد فى العدوى وتأثيرات النجوم وامطار الانواء ، انه تعالىٰ وضع فيها اثرا من غير ان يكون لها تاثير فى ابدائه ، فامرها ليس الا كأمر الامطار اذا تنشأت سحابة فالظاهر منها انها تمطر ، ومع ذلک فلسنا بالامطار مستيقنين الا ان يشاء الله رب العالمين .

فالحاصل انه لوثبت طبيًّا ان جراثيم بعض الامراض تنتقل من جسم الى جسم آخر ، فان ذلک لاينافى ماورد فى حديث الباب من نفى العدوى ،فان المنفى هو كون هذا الشيئ مؤثرا بذاته ، دون ان يخلقه الله تعالىٰ ،ولاشک فى ان هذا الاعتقاد شرک وكفر ، اما الاعتقاد بان انتقال الجراثيم ربما يسبب المرض، كماتسببه الاشياء الضاره الاخرى وان كل ذلک موقوف على مشية الله تعالىٰ وتقديره ،بحيث انه ان لم يشأ الله تعالىٰ ذلک لم تنتقل الجراثيم ،او انتقلت فلم تسبب المرض فهذا اعتقاد صحيح لامانع منه شرعا، وليس ذلک بمخالف لحديث الباب.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

آج بھی بعض لوگ مختلف بیماریوں مثلاً کوڑھ، خارش، چیچک، خسرہ، گندہ ذہنی (پائیوریا) آشوبِ چشم وغیرہ کی بیماری کو بعینہٖ اسی طرح، خودبخود بغیر حکمِ الٰہی کے لازمی طور پر دوسروں کی طرف متعدی ہونے والی سمجھتے ہیں، جوکہ غلط اور فاسد عقیدہ ونظریہ ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ موت وزندگی، بیماری وصحت مندی، مصیبت وراحت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہے۔

اگرایک بیماری دس آدمیوں کو ہوتی ہے، تو وہ اللہ کے حکم سے ہوتی ہے، بیماری میں ہرگز یہ طاقت نہیں کہ وہ بغیر حکمِ الٰہی کے کسی دوسرے کو لگ جائے اور تجربہ ومشاہدہ بتلاتا ہے کہ اولاً تو وبائی امراض میں بعینہٖ بیماری منتقل نہیں ہوتی، بلکہ اس کے اسباب، یعنی جراثیم یاوائرس منتقل ہوتے ہیں، وہ بھی اللہ کے حکم واِذن اور مشیت وحکمت کے بغیر منتقل نہیں ہوتے، اور نہ ہی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبما ان العادة جرت بانتقال بعض الامراض من جسدالی جسد آخر ،کالجذام والطاعون ،فان النبی صلی اللہ علیه وسلم امر بالحذر منه فی درجة اختیار الاسباب والتدابیرالوقائية ، فان اختیارها لاینافی التوکل ، وعقیدة التقدیر مادام الانسان معتقدا بان تأثیرالاسباب لیس ذاتیا ،وانما هو موقوف علی مشیئة اللہ تعالٰی قائلا "ثقة باللہ وتوکلاعلیه " وذلک للتنبیه علی ان هذا المرض وان کان یعدی فی العادة، ولکن تعدیته موقوفة علی تقدیر اللہ تعالٰی ولیس ذلک بتاثیره الذاتی (تکمله فتح الملهم ،ج ۴ ص ۳۲۵، کتاب الطب، باب : لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر الخ، الناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الأولٰی: ۱۴۲۶ھ، 2006م)

هذادلیل قاطع لعقیدة العدوی ،وذلک ان اهل الجاهلیة کانوا یعتقدون العدوی علة تامة المجرب ، وان العلة التامة لاتتخلف عن المعلول ،ولاالمعلول من العلة.

وظاهر ان البعیر الاول لم یجرب بالعدوی فتبین انه لاملازمة بین العدوی والجرب ، فانتقی کون احدهما علة للاخر ، ولاسبیل فی البعیر الاول الا القول بان الذی اجربه هواللہ سبحانه وتعالٰی، فکذلک الابل الباقیة لایجربها الاباللہ ، وان هذاالدلیل الذی نطق به رسول اللہ من اقوی مایؤید ما ذکرنا فی تحقیق العدوی ،ان المقصود من نفیه نفی کونه علة تامة ومؤثرا بذاته ،لانفی کونه سببامن الاسباب ،لان السبب ربما یتخلف عنه المسبب ،وکذلک المسبب ربما یتخلف عن احد الأسباب، ویقع باسباب اخری ،فلاینطبق هذا الدلیل علی المدعی الا اذا کان المقصود نفی کونه علة تامة واللہ اعلم (تکمله فتح الملهم ،ج ۴ ص ۳۲۶، کتاب الطب، باب : لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر الخ، الناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعة الأولٰی: ۱۴۲۶ھ، 2006م)

منتقل ہونے کے بعد وہ سب کے لیے بیماری کا باعث بنتے، بلکہ کسی کے لیے بنتے ہیں، کسی کے لیے نہیں بنتے، اور کسی کے لیے کم بنتے ہیں، اور کسی کے لیے زیادہ بنتے ہیں، اور کوئی بیماری سے صحت یاب ہو جاتا ہے، کوئی نہیں ہوتا، کوئی جلدی صحت یاب ہو جاتا ہے، کوئی دیر سے صحت یاب ہوتا ہے، بہت سے لوگ وبائی بیماریوں کے مریض ساتھ رہتے ہوئے بھی ان بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں، اور بعض دور رہتے ہوئے بھی بیمار ہو جاتے ہیں۔

اور بعض بوڑھے اور کمزور و بیمار ہو کر بھی اس سے محفوظ اور زندہ سلامت رہتے ہیں، اور بعض جوان وصحت مند بیمار ہو جاتے ہیں، بعض مہلک حد تک پہنچ کر صحت یاب ہو جاتے ہیں، بعض بہت جلد فوت ہو جاتے ہیں، بعض پہلے مریض شفایاب ہو جاتے ہیں، اور ان سے ظاہری سبب میں متاثر ہونے والے بعد کے مریض شفایاب نہیں ہوتے، بلکہ فوت بھی ہو جاتے ہیں۔

میڈیکل سائنس اپنی تحقیقات وتجربات کی روشنی میں جو کچھ کہتی رہے، اور جو چاہے، فرق بیان کرتی رہے، مگر حقیقی فرق، اللہ کی قدرت ومشیت کا ہوتا ہے، جو نہ کسی لیبارٹری سے معلوم ہوسکتا، اور نہ ہی عقل سے معلوم کیا جاسکتا، اس کی رہنمائی شریعت ہی فراہم کرتی ہے، البتہ شریعت ظاہری اسباب سے بھی منع نہیں کرتی، جیسا کہ تفصیلاً آگے آتا ہے۔

سب مسلمانوں کو اسی کے مطابق عقیدہ رکھ کر اپنے ایمان اور صحت کی حفاظت کے اسباب کو اختیار کرنا چاہیے، اور ایمان کو صحت وجان سے بھی زیادہ اہم سمجھنا چاہیے۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

---

[1] قوله(فلا تهبطوا عليها)لقوله تعالى: ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة،ويعلم من ذلك أن فيه أثرا وإن كان بإذن الله تعالى وخلقه وتحت إرادته ولأن الوسوسة بتعدية المرض باقية بعد فنهاهم عن النزول ثمة سدا لباب الوسوسة فإن الله هو الفاعل الحقيقى وتلك أسباب(الكوكب الدرى على جامع الترمذى،لرشيد أحمد الكنكوهى، ج۲ص ۲۰۴، ۲۰۵، ابواب الجنائز، باب ما جاء فى الشهداء من هم)

(فصل نمبر 8)

کوڑھی سے بچنا اور مریض وتندرست کا اختلاط کرنا

پہلے گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض بیماریوں کے سبب کے درجے میں ایسے جراثیم اور وائرس پیدا فرمائے ہیں کہ وہ جس کو پہنچتے ہیں، تو وہ بحکمِ الٰہی اس کے لیے بیماری پیدا ہونے کا سبب بن سکتے ہیں، اور وہ متعدی امراض کہلاتے ہیں۔

ان وائرس، یا جراثیم سے اسباب کے درجے میں احتیاط کرنے اور بچنے میں کوئی حرج نہیں، جبکہ یہ عقیدہ ہو کہ ایک کی دوسرے کی طرف بذاتِ خود بیماری منتقل نہیں ہوتی، البتہ اس بیماری کا سبب بننے والے جراثیم منتقل ہو سکتے ہیں، جو بحکمِ الٰہی کسی کو اثر کرتے ہیں، کسی کو نہیں کرتے، اور کسی کو زیادہ اثر کرتے ہیں، اور کسی کو کم اثر کرتے ہیں، پھر یہ جراثیم خود سے دوسرے کی طرف متعدی ومنتقل نہیں ہوتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم واِذن سے متعدی ومنتقل ہوتے ہیں، اور وہ جراثیم خود بیماری پیدا کرنے والے نہیں ہیں (یعنی بیماری کے مسبِّب نہیں ہیں) البتہ بحکمِ الٰہی بیماری کا سبب بن جاتے ہیں، تو اس میں حرج نہیں۔

اور بعض احادیث میں اسی نقطۂ نظر سے اور حفاظتی تدبیر کے طور پر بعض ایسے جراثیم پر مشتمل بیماروں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں، جبکہ طاعون زدہ علاقہ میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے کی ممانعت کی احادیث پہلے گزر چکی ہیں، جو اِس مضمون کی تائید کرتی ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عَدْوٰى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفَرَ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۵۷۰۷، كتاب الطب، باب الجذام)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماری کا تعدیہ، اور ھامّہ اور صفر کوئی چیز نہیں، اور آپ مجذوم (یعنی کوڑھ کے مریض Leprous) سے اس طرح بھاگو، جس طرح شیر سے بھاگتے ہو (بخاری)

اور مسند احمد کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْأَسَدِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۹۷۲۲) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ کوڑھی (یعنی کوڑھ کے مریض Leprous) سے اس طرح سے بھاگو، جس طرح شیر سے بھاگتے ہو (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِتَّقُوا الْمَجْذُوْمَ كَمَا يُتَّقَى الْأَسَدَ (الكامل لابنِ عدى، ج۸ص۷۷، تحت ترجمة "مغيرة بن عبد الرحمن بن عبد الله بن خالد بن حكيم بن حزام الأسدى مدينى" رقم الترجمة ۱۸۳۸) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا کہ آپ مجذوم (یعنی کوڑھ کے مریض

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لجهالة الراوى عن أبى هريرة، ولضعف النهاس: وهو ابن قَهْم القيسى، لكن سيأتى للحديث طريق آخر يصح بها.

[2] قال الالبانى:

أخرجه ابن عدى فى "الكامل" (۲/ ۳۲٦) عن يحيى بن عبد الله بن بكير حدثنا المغيرة بن عبد الرحمن عن أبى الزناد عن الأعرج عن أبى هريرة مرفوعا به.

قلت: و هذا إسناد جيد، رجاله ثقات رجال الشيخين، و فى المغيرة هذا و هو الحزامى المدنى كلام لا يضر (سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانى، تحت رقم الحديث ۷۸۰)

Leprous) سے اس طرح بچو، جس طرح شیر سے بچا جاتا ہے (ابنِ عدی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف تو بیماری کے متعدی ہونے کی نفی فرمادی، جس کی تفصیل پہلے گزری، اور دوسری طرف مجذوم اور کوڑھی سے شیر کی طرح بچنے اور بھاگنے کا حکم فرمادیا، اور ظاہر ہے کہ شیر سے بھاگنا اور بچنا بہت اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے، اس سے ہر طرح بچنے اور دور رہنے کی کوشش کی جاتی ہے، کیونکہ وہ وحشی اور درندہ جانور ہوتا ہے، جو دوسرے پر حملہ آور ہو جاتا ہے، اور اس سے انسان کو انسیت ومناسبت نہیں ہوتی، اسی طرح کوڑھ وغیرہ کے بیمار سے بھی بھاگنے، بچنے اور احتیاط کرنے کا حکم ہے۔

آج بھی میڈیکل سائنس کی رُو سے جب دوسرے میں جراثیم پہنچنے کا خدشہ ہوتا ہے، تو اس سے دُور اور فاصلہ پر رہنے کی تدبیر بتلائی جاتی ہے، جس کا مذکورہ احادیث میں اُصولی طور پر ثبوت موجود ہے۔

کوڑھ کی بیماری چونکہ نہایت متعدی سمجھی جاتی ہے، یعنی اس بیماری کے مریض کے جسم وخون میں غلیظ جراثیم ہوتے ہیں، جو دوسرے کے لیے بیماری کا سبب بن سکتے ہیں، اور وہ بیماری ظاہری آنکھوں سے نظر آنے والی ہوتی ہے، اس لیے حدیث میں خاص طور پر اس بیماری کا ذکر کیا گیا، ورنہ اس مرض وبیماری پر ایسے دوسرے امراض کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے، جن کے اسباب کا منتقل ہونا تجربہ وتحقیق سے معلوم ہو جائے، خواہ وہ جدید تحقیق وتجربہ ہو، یا قدیم ہو۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰى مُصِحٍّ

(صحيح البخاري، رقم الحديث ٥٧٧١، كتاب الطب، باب لا هامة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار اونٹ والا، اپنے بیمار اونٹوں کو

تندرست اور صحت مند اونٹوں میں نہ ملائے (بخاری)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُوْرِدُ الْمُمْرِضُ عَلَى الْمُصِحِّ.

وَقَالَ: لَا عَدْوٰى، وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا هَامَةَ، فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٩٦١٢) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیمار اونٹ والا، اپنے بیمار اونٹوں کو تندرست اور صحت مند اونٹوں میں نہ ملائے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بیماری کا متعدی ہونا ہے، اور نہ بدشگونی ہے، اور نہ ھامہ ہے، پس پہلے کو کون بیمار کرتا ہے (وہی بعد والے کو بھی بیمار کرتا ہے) (مسنداحمد)

ملاحظہ فرمایئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ایمان وکفر میں فرق فرمادیا کہ ایک طرف تو بیماری کے متعدی ہونے کی نفی فرمائی، اور واضح فرمادیا کہ بیماری بذاتِ خود متعدی نہیں ہوتی، اگرچہ بعض بیماریوں کا سبب، یعنی جراثیم یا وائرس منتقل ہوجاتے ہوں، لیکن ان کا بھی نہ تو منتقل ہونا ضروری ہے، اور نہ ہی سب کے حق میں بیماری کا سبب بننا ضروری ہے، اور نہ ہی مہلک حد تک سبب بننا ضروری ہے۔

اس لیے وہ جراثیم، یا وائرس بذاتِ خود بیماری نہیں، بلکہ اس کا سبب ہیں، وہ بھی اس درجہ میں،

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن رجاله ثقات رجال الشيخين، غير محمد بن عمرو -وهو ابن علقمة بن وقاص الليثي- فقد روى له البخاري مقروناً، ومسلم متابعةً، وهو صدوق حسن الحديث (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

جتنا اللہ کا حکم واِذن اور اس کی حکمت ومشیت ہو۔

اور جیسا کہ ہم نے عرض کیا کہ سائنس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ جراثیم، یا وائرس منتقل ہوکر کسی پر حملہ کرتے ہیں، کسی پر نہیں کرتے، کسی پر کم حملہ کرتے ہیں، کسی پر زیادہ سخت حملہ کرتے ہیں، اور کسی پر حملہ کرنے کے باوجود، وہ خود ہلاک اور نیست ونابود ہوجاتے ہیں، اور اسلام کی رو سے یہ سب کچھ فرق دراصل اللہ کے حکم واِذن اور اس کی مشیت وحکمت سے ہے۔

اور دوسری طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مریض کو صحت مند سے دور رہنے کا بھی حکم دیا، تاکہ بیماری کے سبب سے بھی بچا جائے، یعنی ایمانی وروحانی اور معنوی وحقیقی اسباب کی بھی نشاندہی فرمادی، اور ظاہری وحسی اسباب کا بھی لحاظ فرمالیا، جس فرق کی طرف نہ خود سے خالق کے بتائے بغیر کسی انسان کی نظر پہنچ سکتی، اور نہ ہی مادی سائنس وغیرہ کی رسائی ہوسکتی۔

بے شک مادیت پرست اہلِ سائنس اپنی تمام تر تحقیقات وتجزیات کا شور مچاتے، گیت گاتے رہیں، اور ڈھول بجاتے رہیں، لیکن ان سب پر اللہ کا حکم ہی غالب رہتا ہے، اسی وجہ سے آج تک مادیت پرست اہلِ سائنس کسی مخصوص مریض کے جراثیم، کسی مخصوص صحت مند شخص میں منتقل ہوکر بیماری کا سبب بننے نہ بننے کا کوئی جامع ضابطہ اور قاعدہ کلیہ پیش نہ کرسکے، بلکہ کبھی قوتِ مدافعت کے کم، یا زیادہ ہونے، کبھی عمر کے کم، یا زیادہ ہونے، کبھی مرد یا عورت کے ہونے وغیرہ کے اعتبار سے فرق کرکے بات کو ادھر سے ادھر گھماتے رہتے ہیں، اور آئے دن ان کی رائے ادلتی بدلتی رہتی ہے، اور وہ اپنی ان تحقیقات وتجزیات کو ہی اصل مؤثر سمجھتے رہتے ہیں، سیدھے سیدھے اللہ کے حکم ومشیت کے مؤثر بالذات ہونے پر یقین نہیں کرتے۔

جبکہ اللہ وحدہٗ لاشریک، جو خالق اور مالک اور قادر ومختار اور مسببُ الاسباب، سب کچھ ہے، اس نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام چیزوں کی حقیقت واصلیت سے آگاہ فرمادیا، اور ہر چیز کو اپنے درجہ میں رکھ کر جہالت کے اندھیروں اور تاریکیوں میں پوری طرح انسان کی رہنمائی فرمادی ہے "فَلِلّٰہِ الحمد و الشکر"۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حدیث

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا عَدْوٰى، وَلَا هَامَةَ، وَصَفَرَ، وَاتَّقُوا الْمَجْذُومَ كَمَا يُتَّقَى الْأَسَدَ (الجامع لابنِ وهب، ص ٧٢٦، رقم الحديث ٦٣٤، باب في الطيرة والعدوى والهام والصفر والغول) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بیماری کا متعدی ہونا ہے، اور نہ ھامہ ہے، اور نہ صفر کا مہینہ منحوس ہے، اور تم کوڑھی سے اس طرح بچو، جس طرح شیر سے بچا جاتا ہے (الجامع لابن وهب)

مذکورہ حدیث میں بھی ان ہی چیزوں کو جامعیت کے ساتھ ذکر فرما دیا گیا، جن کا ذکر پہلے گزرا۔

شرید رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عمرو بن شرید اپنے والد حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ فِي وَفْدِ ثَقِيفٍ رَجُلٌ مَجْذُومٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا قَدْ بَايَعْنَاكَ فَارْجِعْ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٢٣١ "١٢٦" كتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوه)

ترجمہ: قبیلۂ ثقیف کے وفد میں ایک کوڑھی شخص تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پیغام بھیجا کہ ہم نے تمہیں بیعت کر لیا ہے، لہٰذا تم واپس لوٹ جاؤ (مسلم)

---

[1] قال الالبانی: و هذا سند حسن، و لكنه مرسل و قد صح موصولا (سلسلة الاحاديث الصحيحة للالبانی، تحت رقم الحديث ٧٨٠)

شرید رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

اور حضرت شرید رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ مَجْذُوْمًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُبَايِعَهُ، فَأَتَيْتُهُ، فَذَكَرْتُ لَهُ، فَقَالَ اِئْتِهِ فَأَعْلِمْهُ أَنِّيْ قَدْ بَايَعْتُهُ، فَلْيَرْجِعْ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۲۴۷، ج۷ص۳۱۷، مسند ابى داوٗد الطيالسى، رقم الحديث ۱۳۶۶)

ترجمہ: ایک مجذوم (یعنی کوڑھی) شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیعت کرنے کے لئے آیا، تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کا ذکر کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان کو جا کر کہہ دیجئے کہ میں نے ان کو بیعت کرلیا ہے، لہٰذا اب آپ واپس لوٹ جایئے (طبرانی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کوڑھی شخص کو ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت نہیں فرمایا، بلکہ دور سے ہی بیعت فرمالیا۔

اس کی وجہ بیماری کو متعدی سمجھنا نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کو مؤثر بالذات سمجھتے ہوئے حفاظتی تدبیر کے درجے میں سبب سے بچنا ہی ہے، جس کا اللہ کی طرف سے حکم ہے۔

اور آج بھی میڈیکل سائنس سے اس بات کی تصدیق ہوئی کہ بعض جراثیم ہاتھوں کے ذریعہ سے لگتے ہیں، اس لئے مخصوص مریضوں سے ہاتھ نہیں ملانا چاہئے، اور مصافحہ بھی نہیں کرنا چاہئے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ بیعت کرنے میں بھی ہاتھ ملانا پایا جاتا ہے۔

میڈیکل سائنس کی اس بات کی تائید نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ مبارک سے بھی ہوتی ہے۔

اور بیعت کے لئے ہاتھ میں ہاتھ ڈالنا ضروری نہیں، یہ تو بیعت کی ایک صورت ہے، جو سنت ومستحب ہے، ضروری نہیں، ورنہ اس کی اصل حقیقت، دوسرے کے ساتھ قلبی ودلی معاہدہ ہے۔

اور دو مسلمانوں کی ملاقات کے وقت بھی اصل حکم سلام کرنے کا ہے، جو دُور رہتے ہوئے بھی سنت کے مطابق اداء ہوجاتا ہے، اس سنت کے لئے ہاتھ ملانا، یعنی مصافحہ کرنا ضروری نہیں، وہ بعد میں اس سنت پر اضافی وغیرتا کیدی، سنت، یا مستحب درجہ کا عمل ہے، اور اس کو ترک کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

لہٰذا جب کہیں کسی بیماری کے جراثیم اور وائرس ایک سے دوسرے کو لگتے ہوں، اور وہ جراثیم بظاہر نظر بھی نہ آتے ہوں، اور احتیاط کے طور پر مصافحہ سے بچا جائے، تو اس کی مذکورہ واقعہ میں بنیاد موجود ہے۔ [1]

عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

ابنِ ابی ملیکہ سے راویت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مَرَّ بِامْرَأَةٍ مَجذُومَةٍ وَهِىَ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ، فَقَالَ لَهَا: يَا أَمَةَ اللّٰهِ! لَا تُؤْذِى النَّاسَ، لَوْ جَلَسْتِ فِى بَيْتِكِ، فَجَلَسَتْ، فَمَرَّ بِهَا رَجُلٌ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَقَالَ لَهَا: إِنَّ الَّذِى كَانَ قَدْ نَهَاكِ قَدْ مَاتَ، فَاخْرُجِى، فَقَالَتْ: مَا كُنْتُ لِأُطِيعَهُ حَيًّا وَأَعْصِيَهُ مَيِّتًا (موطأ الإمام مالک، رقم الحديث ٢٥٠، كتاب الحج، باب جامع الحج)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، ایک کوڑھی عورت کے قریب سے گزرے، جو طواف کررہی تھی، تو آپ نے اس عورت کو فرمایا کہ اے اللہ کی بندی! تم لوگوں کو ایذاء نہ پہنچاؤ، تم اپنے گھر میں بیٹھو، تو بہتر ہے، حضرت عمر رضی

---

[1] قلت: وفى الحديث إثبات العدوى والاحتراز منها، فلا منافاة بينه وبين حديث "لا عدوى" لأن المراد به نفى ما كانت الجاهلية تعتقده أن العاهة تعدى بطبعها لا بفعل الله تعالى وقدرته، فهذا هو المنفى، ولم ينف حصول الضرر عنه ذلك بقدر الله ومشيئته، وهذا ما أثبته حديث الترجمة، وأرشد فيه إلى الابتعاد عما قد يحصل الضرر منه بقدر الله وفعله (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٩٦٨)

اللہ عنہ کا یہ حکم سن کر، وہ عورت جا کر گھر میں بیٹھ گئی، پھر اس کے کچھ عرصہ بعد، اس کے پاس سے ایک آدمی کا گزر ہوا، اس نے، اس عورت سے کہا کہ جس نے تجھ کو باہر نکلنے سے منع کیا تھا، وہ شخص فوت ہوگیا ہے، اب آپ باہر نکل جاؤ، تو اس کوڑھی عورت نے کہا کہ میں ایسی نہیں ہوں کہ ان (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے زندہ ہونے کی حالت میں تو اِن کی اطاعت کروں، اور ان کے فوت ہوجانے کے بعد، ان کی نافرمانی کروں (موطأ امام مالک)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام فاکہی (المتوفی: 272ھ) نے بھی روایت کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں:

رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِمْرَأَةً مَجْذُوْمَةً تَطُوْفُ بِالْبَيْتِ، فَقَالَ: يَا هٰذِهِ لَوْ جَلَسْتِ فِيْ بَيْتِكِ فَلَمْ تُؤْذِ النَّاسَ كَانَ خَيْرًا لَكِ، قَالَ: فَلَمَّا أَنْ مَاتَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَتَاهَا مُخْبِرٌ، فَقَالَ: إِنَّ الَّذِيْ نَهَاكِ قَدْ مَاتَ فَاخْرُجِيْ، قَالَتْ: لَا وَاللّٰهِ لَا أُطِيْعُهُ فِي الْحَيَاةِ وَأَعْصِيْهِ فِي الْمَمَاتِ (أخبار مكة للفاكهي، ج ١ ص ٣٣٧، ٣٣٨، رقم الحديث ٦٩٢، ذكر المكتوبة تصلى فى الكعبة ومن لا يدخل الكعبة من النساء وتفسيره)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے، ایک کوڑھی عورت کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اگر تو اپنے گھر میں بیٹھتی، اور لوگوں کو ایذاء نہ پہنچاتی، تو تیرے لیے بہتر تھا، پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی، تو اس کوڑھی عورت کو ایک آدمی نے خبر دی کہ جس شخص نے تجھ کو باہر نکلنے سے منع کیا تھا، وہ تو فوت ہوگیا ہے، اب آپ باہر نکل جاؤ، تو اس کوڑھی عورت نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں ایسی نہیں ہوں کہ ان کے زندہ ہونے کی

حالت میں تو اِن کی اطاعت کروں، اور ان کے فوت ہوجانے کے بعد، ان کی نافرمانی کروں (اخبارِ مکہ)

اس واقعہ کو خرائطی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوڑھی عورت کے طواف کرنے کو پسند نہیں فرمایا، اور اس کی وجہ لوگوں کو ایذاء پہنچنا بیان فرمایا، اور اس کوڑھی عورت کو گھر میں بیٹھنے کا حکم فرمایا، جس پر اس عورت نے زندگی بھر عمل کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوڑھی، یا اس جیسے مریض کو دوسرے لوگوں سے الگ تھلگ، رہنا بہتر ہے، اس سے لوگوں کو ایذاء، ذہنی طور پر بھی پہنچ سکتی ہے، اور جسمانی طور پر بھی۔

آج بھی بہت سے متعدی مرض کے شکار لوگوں کو الگ تھلگ رہنے کا حکم دیا جاتا ہے، جس کو آج کل عزلت وتنہائی، یا قرنطینہ (Quarantine) اور آئسولیشن (Isolation) وغیرہ کہا جاتا ہے۔

اس کا آج سے سینکڑوں سال قبل خلیفۂ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سادہ انداز میں ذکر فرما دیا تھا، جو اسلام کی حقانیت کی نشانی ہے۔

جب کہیں کسی بیماری کے جراثیم خفیہ ہوں، اور وہ اسباب کے درجہ میں ایک سے دوسرے کو لگتے ہوں، اور احتیاط کے پیشِ نظر ایک سے دوسرے کو حتی الامکان الگ رہنے کو مناسب سمجھا جائے، تو اس کی بھی گنجائش موجود ہے۔

لیکن یہ سب کچھ اسباب کے درجہ کی چیزیں ہیں، نہ ان پر کامل بھروسہ ہونا چاہئے، اور نہ ان کو

---

[1] حدثنا إبراهيم بن الجنيد قال: حدثنا عمرو بن مرزوق الباهلى قال: حدثنا مالك بن أنس، عن عبد الله بن محمد بن عمرو بن حزم، عن ابن أبى مليكة، أن عمر، رحمه الله: " مر بامرأة مجذومة تطوف بالبيت، فقال لها: يا أمة الله، لا تؤذى الناس واجلسى فى بيتک، فجلست، فمر بها رجل فقال: إن الذى نهاک قد مات، فطوفى بالبيت، فقالت: ما كنت لأطيعه حيا وأعصيه ميتا "(اعتلال القلوب للخرائطى، ج ا ص ١٩٦، رقم الحديث ٤٠٤، باب ذكر الوفاء بالعهد والمحافظة على الود)

شریعت کا ایسا حکم سمجھنا چاہئے کہ جن کی خلاف ورزی، بذاتِ خود گناہ ہو۔

غرضیکہ ہر طرح کے غلو اور افراط وتفریط سے بچ کر راہِ اعتدال کو اختیار کرنا چاہئے۔

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ”عسفان“ کے علاقے میں گزرے، وہاں ایک کوڑھی کو دیکھا، تو آپ نے بہت تیز چلنا شروع کیا، اور فرمایا کہ اگر کوئی مرض متعدی ہو، تو وہ یہی ہے“۔ [1]

لیکن اس حدیث کی سند میں غیر معمولی ضعف پایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] أنا محمد بن خلف بن المرزبان، ومحمد بن جعفر بن يزيد المطيرى، قالا: حدثنا إبراهيم بن نصر أبو إسحاق الكندى، حدثنا الخليل بن زكريا، حدثنا ابن عون عن نافع، عن ابن عمر قال: كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم فى طريق مكة والمدينة فمر بعسفان فرأى المجذمين فأسرع رسول الله صلى الله عليه وسلم السير وقال إن كان شىء من الداء يعدى فهو هذا.

حدثنا أحمد بن سعيد بن ماوأل الساوى، حدثنا الحارث بن أبى أسامة، حدثنا الخليل بن زكريا الشيبانى، حدثنا ابن عون والمثنى بن الصباح، قالا: حدثنا نافع، عن ابن عمر، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بعسفان فذكره نحوه(الكامل فى ضعفاء الرجال لابنِ عدى، ج٣ص١٠٥، تحت ترجمة ”الخليل بن زكريا بصرى“رقم الترجمة ٦١١)

[2] قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثرى:

وقال الحارث :حدثنا الخليل بن زكريا، حدثنا عبد الله بن عون، عن نافع، عن ابن عمر رضى الله عنهما، (أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم-) مر بعسفان فإذا مجذوم، فأسرع السير، وقال :إن كان شىء من الأدواء يعدى فهو هذا .

الحكم عليه:

هذا إسناد ضعيف جدا علته الخليل بن زكريا.

وذكره البوصيرى فى الإتحاف (ج 2/ق 63أمختصر) وقال :رواه الحارث، عن الخليل بن زكريا وهو ضعيف.

وذكره السيوطى فى الجامع الصغير (32 /3الفيض) وضعفه، أما الألبانى فحكم بوضعه فى ضعيف الجامع (ح 1296).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس حدیث کو معتبر ماننے کی ضرورت بھی نہیں، کیونکہ اس سلسلے میں شریعت کی جامع، مانع ہدایات وتعلیمات، دوسرے معتبر ذرائع سے ثابت ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تخريجه:هو فى بغية الباحث (ح 527) بنفس الإسناد والمتن.
وأخرجه ابن عدى فى الكامل (3/ 16) من طريق الحارث بن أبى أسامة به بلفظه.
إلا أن الخليل رواه عن ابن عون والمثنى ابن الصباح كلاهما عن نافع به.
ثم .قال ابن عدى :وهذان الحديثان حديث الباب وحديث ذكاة الجنين :عن ابن عون، عن نافع، عن ابن عمر لا يرويهما غير الخليل بن زكريا، وعند الخليل، عن ابن عون بهذا الإسناد غير ما ذكرت وكلها مناكير غير محفوظة، عن ابن عون.
وأخرجه ابن عدى فى الكامل (3/ 61)، وابن الجوزى فى الموضوعات (3/ 209) من طريق الخليل بن زكريا .به بلفظ كنا مع النبى -صلى الله عليه وسلم -فى طريق مكة والمدينة فمر بعسفان فرأى المجذمين، فأسرع رسول الله -صلى الله عليه وسلم- السير وقال :إن كان شىء من الداء يعدى فهو هذا.وقال ابن الجوزى بعده :هذا حديث موضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم تفرد به الخليل بن زكريا وهو المتهم به.
قال العقيلى :الخليل يحدث بالبواطيل عن الثقات وفى الصحيح "لا عدوى ."اهـ.
وأخرجه ابن النجار كما فى الكنز (ح 8508) وقال ابن النجار فيه الخليل بن زكريا الشيبانى عامة أحاديثه مناكير، لم يتابع عليها.
قلت :مدار هذه الأسانيد على الخليل وقد علمت حاله.
وفى الباب أحاديث كثيرة منها:
حديث عمرو بن الشريد الثقفى، عن أبيه قال :كان فى وفد ثقيف رجل مجذوم، فأرسل إليه النبى -صلى الله عليه وسلم -إنا قد بايعناك فارجع.
أخرجه مسلم (ح 2231)، والنسائى فى المجتبى (7/ 150)، وفى الكبرى كتاب الطب (ح 7590)، وابن ماجه (ح 3544)، وأحمد (4/ 386)، وابن أبى شيبة فى المصنف (8/ 132، 9/ 44)، والطيالسى (ح 1270)، والبيهقى فى الكبرى (8/ 218)، والحربى فى غريب الحديث (ص 428)، والطبرانى فى الكبير (7/ 318)، وأبو نعيم فى الطب (ق 51ب)، والطبرى فى تهذيب الآثار (مسند على ص 18).
حديث أبى هريرة مرفوعا :لا عدوى ولا طيرة، ولا هامة، ولا صفر، وفر من المجذوم كما تفر من الأسد، وله عنه ثلاث طرق:
الأولى :وهى الطريق الثامنة من حديث أبى هريرة أحد شواهد الحديث رقم .(2488)
الثانية :وهى الطريق العاشرة من حديث أبى هريرة أحد شواهد الحديث السابق رقم (2488).

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر اس مذکورہ حدیث کو سند کے اعتبار سے معتبر مانا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ کوڑھ پن

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثالثة :عن نهاس بن قهم، قال :سمعت شيخا من أهل مكة قال :سمعت أبا هريرة قال : قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :-فر من المجذوم فرارک من الأسد.
أخرجه الطبرى فى تهذيب الآثار (مسند على ص 17)، وأحمد .(2/ 443)
والنهاس بن قهم، قال النسائى من الضعفاء (ت 598) :ضعيف، وشيخه مجهول.
حديث ابن عباس رضى الله عنه، مرفوعا :لا تديموا النظر إلى المجذومين.
أخرجه ابن ماجه (ح 3543)، وأحمد (1/ 223)، وابن أبى شيبة فى المصنف (8/ 132، 44 /9)، والبخارى فى التاريخ الصغير (2/ 76)، والطيالسى (ح 1601)، والحربى فى غريب الحديث (ص 428)، والبيهقى فى الكبرى (7/ 218)، وابن عدى فى الكامل (6/ 218)، وابن خزيمة وصححه كما فى البذل (ص 292)، والطبرانى فى الكبير (11/ 107)، وابن جرير فى تهذيب الآثار (مسند ابن عباس ص 19)، وابن السنى فى الطب كما فى المنهج السوى (ص 371)، وأبو نعيم فى الطب (ق 51ب)، وابن عساكر فى تاريخ دمشق (ج 19/ق 490).
وفى إسناد ابن ماجه عبد الله بن سعيد ابن أبى هند، قال عنه فى التقريب (ص 306): صدوق ربما وهم .ومحمد بن عبد الله بن عمرو بن عثمان، قال عنه فى التقريب (ص 489) :صدوق .وبقية رجاله ثقات .فالإسناد حسن إن شاء الله.
حديث على مرفوعا :لا تديموا النظر إلى المجذمين وإذا كلمتموهم فليكن بينكم وبينهم قيد رمح.
أخرجه أحمد (1/ 78)، وأبو نعيم فى الطب (ق 51ب) كلاهما من طريق الفرج بن نضالة، عن عبد الله بن عمرو بن عثمان، عن أمه فاطمة بنت الحسين، عن حسين، عن أبيه مرفوعا.وفرج بن فضالة، قال عنه فى التقريب (ص 444) :ضعيف .
حديث الحسين بن على مرفوعا بنحو حديث ابن عباس.
أخرجه البخارى فى التاريخ الصغير (2/ 77)، وابن عدى فى الكامل (4/ 155)، والطبرانى فى الكبير (3/ 131))، وابن عساكر فى تاريخ دمشق (تراجم النساء ص 272).
حديث أبى قلابة مرفوعا :فروا من الأجذم، كما تفرون من الأسد.
أخرجه معمر فى كتاب الجامع (ح 20332)، والطبرى فى تهذيب الآثار (مسند على ص 18) وسنده صحيح إلا أنه مرسل.
حديث عبد الله بن أبى أوفى مرفوعا كلم المجذوم وبينک وبينه قيد رمحين.
أخرجه أبو نعيم فى الطب (ق 51ب) .وفى سنده الحسن بن عمارة متروک(حاشية المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية،ج ١١ ص١٧٦ الىٰ ١٧٩، تحت رقم الحديث ٢٤٨٩، كتاب الطب، باب نفى العدوى والفرار من المجذوم والزجر عن الطيرة)

www.idaraghufran.org

کے مرض میں ایسے جراثیم پائے جاتے ہیں، جو بیماری کا سبب بننے کی تیز ترین تاثیر رکھتے ہیں، اور کوئی بھی مرض خود سے متعدی نہیں ہوتا، البتہ اس کے باوجود حفاظتی تدبیر کے طور پر، اس سے شیر کی طرح بھاگنا اور بچنا چاہیے، تو اس حیثیت سے یہ مضمون درست ہے، جیسا کہ گزشتہ احادیث میں گزرا۔

عبداللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

"تم کوڑھی سے اس طرح بات کرو کہ تمہارے اور اس کے درمیان دو نیزوں کا فاصلہ ہو" [1]

لیکن یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے شدید ضعیف ہے، اور اس حدیث کو بھی معتبر نہ ماننے سے شریعت کے اصولوں پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اور اگر اس حدیث کو کچھ دیر کے لیے معتبر بھی مانا جائے، تو مطلب وہی ہے، جس میں مجذوم یعنی کوڑھی سے بھاگنے اور بچنے کا حکم دیا گیا ہے، اس حدیث میں اسی کا ایک عملی طریقہ بتلایا گیا، جس کو میڈیکل سائنس والے بھی کہتے ہیں کہ مخصوص جراثیم والے مریض سے چند فٹ کے فاصلے پر رہنا چاہئے، مگر ان کے یہاں اللہ کے مسبب، یعنی اللہ کے حقیقی مؤثر ہونے کا

---

[1] حدثنا أحمد بن حماد الرقی بالرقة، حدثنا عبد الرحمن بن خالد القطان الرقی، حدثنا معاوية يعنى ابن هشام، حدثنا الحسن بن عمارة، عن أبيه عن عبد الله بن أبى أوفى قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كلم المجذوم وبينک وبينه قيد رمح أو رمحين (الكامل فى ضعفاء الرجال لابنِ عدى، ج٣ص ١٠٤، تحت ترجمة "الحسن بن عمارة" رقم الترجمة ٤٤٥)

أخبرنا أحمد بن محمد فى كتابه قال: أجبرنى أبو الحسن الباهلى، حدثنا عبد الرحمن بن خالد، حدثنا معاوية بن هشام، حدثنا الحسن بن عمارة، عن أبيه، عن عبد الله بن أبى أوفى، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلم المجذوم وبينک وبينه قيد رمح، أو رمحين (الطب النبوى لابى نعيم، ج ١ ص ٣٥٥، رقم الحديث ٢٩٢، باب توقى كلام المجذوم)

www.idaraghufran.org

ذکر نہیں، جو کہ ایمان وکفر اور روحانیت ومادیت پرستی کے درمیان بڑے فرق کا باعث ہے۔

اسلام میں اللہ کے مسبب اور مؤثر بالذات سمجھے بغیر کسی تاثیر اور سبب کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں، بھلا خالق کے بغیر مخلوق کی کوئی حیثیت اور وقعت ہو سکتی ہے؟ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

---

[1] قال محمد بن طاهر المقدسي:

حديث: كلم المجذوم، وبينك وبينه قيد رمح أو رمحين. رواه الحسن بن عمارة: عن أبيه، عن ابن أبي أوفى. والحسن متروك الحديث (ذخيرة الحفاظ، ج۴ ص ۱۸۶۴، تحت رقم الحديث ۴۲۷۰، باب الكاف)

وقال نبيل بن منصور بن يعقوب بن سلطان البصارة الكويتي:

حديث عبد الله بن أبي أوفى رفعه "كلم المجذوم وبينك وبينه قيد رمحين"

قال الحافظ: أخرجه أبو نعيم في "الطب" بسند واه.

ضعيف جدا

أخرجه ابن عدي (2/ 703) من طريق معاوية بن هشام الكوفي ثنا الحسن بن عمارة عن أبيه عن عبد الله بن أبي أوفى مرفوعا "كلم المجذوم وبينك وبينه قيد رمح أو رمحين"

وإسناده ضعيف جدا، الحسن بن عمارة قال أحمد وابن معين والنسائي وصالح جزرة: لا يكتب حديثه.

وقال أحمد أيضا وأبو حاتم ومسلم والنسائي والدارقطني والفلاس ويعقوب بن شيبة: متروك الحديث.

وقال الساجي: أجمع أهل الحديث على ترك حديثه.

وقال السهيلي: ضعيف بإجماع منهم (أنيس الساري في تخريج احاديث فتح الباري، ج۶ ص۴۰۱۷، تحت رقم الحديث ۲۷۸۲، حرف الكاف)

وقال الالباني:

قلت: وهذا سند ضعيف جدا، الحسن هذا قال الحافظ: " متروك ." بل قال الإمام أحمد: " كان منكر الحديث، وأحاديثه موضوعة ." والحديث عزاه السيوطي في " الجامع "لابن السني وأبي نعيم في "الطب "عن ابن أبي أوفى. وقال شارحه المناوي: " قال ابن حجر في " الفتح ":"وسنده واه ."

وله شاهد من حديث علي رضي الله عنه: " لا تديموا النظر إلى المجذومين، وإذا كلمتموهم فليكن بينكم وبينهم قيد رمح ."وقد خرجته في الكتاب الآخر (1064) من أجل الجملة الأولى، فإن لها إسنادا حسنا وشواهد .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑھی کا ہاتھ پکڑا، پھر اس کو اپنے ساتھ برتن میں داخل کر دیا، اور فرمایا کہ تم اللہ کے نام سے اور اللہ پر بھروسہ کر کے کھاؤ''۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وبينت هناك ضعف إسناد هذا الحديث، وقد أخرجه أيضا ابن جرير الطبرى فى " تهذيب الآثار (47 / 17 / 1) "من طريق أبى فضالة، وهو الفرج بن فضالة الذى من طريقه خرج هناك .وقد بدا لى الآن أن فيه علة أخرى لم أتنبه لها هناك ، فوجب بيانها هنا، وهى اختلاف الرواة على ابن فضالة: فمنهم من قال: عن فاطمة بنت حسين عن حسين عن أبيه فجعله من مسند على، وهى رواية عبد الله بن أحمد .ومنهم من قال: عنها عن أبيها حسين بن على، فجعله من مسند الحسين، وهى رواية أبى يعلى .ومنهم من قال: عنها عن أبيها حسين بن على عن أمه فاطمة قالت – فيما أرى – قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجعله من مسند فاطمة الكبرى رضى الله عنها، وهى رواية الطبرى .وكلهم قالوا: " عن محمد بن عبد الله بن عمرو بن عثمان عن أم فاطمة بنت حسين ...إلا عبد الله بن أحمد فقال: عن عبد الله بن عمرو ...إلخ .سقط منه " محمد ابن "والصواب إثباته كما فى رواية الآخرين، ولعله سقط من حفظ ابن فضالة أوشيخه عبد الله بن عامر، فإنهما ضعيفان كما ذكرت هناك .والصواب فى الحديث أنه من رواية محمد بن عبد الله بن عمرو بن عثمان عن أمه فاطمة بنت الحسين عن ابن عباس مرفوعا بالشطر الأول منه .كذلك رواه عبد الله بن سعيد ابن أبى هند وابن أبى الزناد عن محمد بن عبد الله به كما تراه مخرجا فى "الصحيحة "فى المكان المشار إليه آنفا.

(تنبيه) : لم يتنبه المعلقان على "التهذيب "أن حديث فاطمة الكبرى هو عين حديث على وابنه الحسين، إلا أن الرواة اختلفوا فى إسناده، فقال المعلق: "لم أقف عليه !"(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ١٩٦٠)

[1] حدثنا أبو بكر، ومجاهد بن موسى، ومحمد بن خلف العسقلانى، قالوا :حدثنا يونس بن محمد، حدثنا مفضل بن فضالة، عن حبيب بن الشهيد، عن محمد بن المنكدر،عن جابر بن عبد الله :أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -أخذ بيد رجل مجذوم، فأدخلها معه فى القصعة، ثم قال :كل؛ ثقة بالله وتوكلا على الله(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٥٤٢، باب الجذام)

یہ حدیث، اگرچہ بعض اہلِ علم حضرات میں بہت مشہور ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس حدیث کا سند کے اعتبار سے ضعیف ہونا راجح ہے۔

لٰہذا صحیح اور معتبر احادیث کے مقابلے میں اس سے کوئی مستقل حکم نہیں نکالا جاسکتا۔

اور اگر اس مذکورہ حدیث کو معتبر بھی مان لیا جائے، تو یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ متعدی بیماری کے مریض سے اجتناب کرنا، علاج وتدبیر اور اسباب کے درجے کی چیز ہے، کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس میں شرعاً گناہ لازم آتا ہو، اس لیے اگر کبھی ایسے مریض کے ساتھ کھانے پینے اور اختلاط کرنے کی ضرورت پیش آجائے، تو اس کی نشاندہی، اس جیسی احادیث میں کردی گئی ہے، اور اس کا طریقہ بھی بتلادیا گیا ہے کہ اللہ کے نام اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے، اس کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ، ان شاء اللہ تعالیٰ نقصان کا سبب نہیں بن سکتا، جس کا اس بات پر پورا یقین ہو، اور اللہ کے نام کی تاثیر اور اللہ پر بھروسہ کامل ہو، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان ویقین اور توکل علی اللہ کا معاملہ، تو واقعتاً اس کا دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

مگر عام اور کمزور ایمان والوں کو، یا تو اپنے ایمان ویقین اور توکل علی اللہ کی صفت کو مضبوط کرنا چاہئے، بصورتِ دیگر اسباب کے درجہ میں حتی الامکان احتیاط ہی برتنی اور اختیار کرنی چاہئے، عامۃُ الناس کے لیے اسی میں عافیت وسلامتی ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی احادیث میں عام ضابطہ کا حکم کوڑھی سے بچنے اور بھاگنے کا ہی دیا گیا "والفعل لا عموم لہٗ"۔ [1]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لضعف مفضل بن فضالة، وقال ابن عدى فى ترجمته من "الكامل :"لم أر له أنكر من هذا الحديث .وأخرجه أبو داود (3925)، والترمذى (1920)من طريق يونس بن محمَّد المؤدب، بهذا الإسناد.وهو فى "صحيح ابن حبان.(6120) " ويعارضه حديث الشريد الصحيح الآتى برقم .(3544)

وحديث أبى هريرة قال: قال رسول الله – صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ –:" لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، وفِر من المجذوم كما تفرُّ من الأسد ."أخرجه البخارى فى "صحيحه (5707) "معلقًا، ووصله أبو نعيم فى "مستخرجه "كما فى "الفتح"، ورجاله ثقات .

الجُذَام:من الأمراض الجلدية ويُعرف بظهور غُدَد كالدرن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث

امام طحاوی رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ بلاء (یعنی وباء کے مریض) کے ساتھ رہو، تواضع اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے“ [1]

اس حدیث کو ابنِ شاہین نے بھی روایت کیا ہے۔

لیکن ابنِ شاہین کی اس روایت میں ”کُنْ“ کے بجائے ”کُلْ“ کے الفاظ ہیں۔

”یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحبِ بلاء (یعنی وباء کے مریض) کے ساتھ کھاؤ، تواضع اور اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے“۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وأكثر بروزه في الوجه على الأنف والشفتين وحلمة الأذن وقد يعمُّ الجسم فييبس الجلد عن عادته وتطرأ فيه شقوق عدة وأحيانًا يظهر على الأصابع فتسقط .وهذا الحديث نص في وجوب الوقاية من الأمراض المعدية، التي ينبه عليها الأطباء المتخصصون الذين يُرجع إليهم، ويُعتمدُ قولهم، والأخذ بالأسباب واجب شرعا وهو لا ينافي التوكل، كما لا ينافيه دفع داء الجوع والعطش والحر والبرد باضدادها، قال ابن القيم في "زاد المعاد 15 - 14 /3 "بتحقيقنا: بل لا تتم حقيقة التوحيد إلا بمباشرة الأسباب التي نصبها الله مقتضيات لمسبباتها قَدَرًا أو شرعًا، وأن تعطيلها يقدح في نفس التوكل، كما يقدح في الأمر والحِكمة ويضعفه من حيث يظن مُعَطِّلُها أن تركها أقوى في التوكل، فإن تركها عجزاً يُنافي التوكل الذي حقيقتُه اعتماد القلب على الله في حصول ما ينفع العبد في دينه ودنياه، ودفع ما يضره في دينه ودنياه، ولا بد مع هذا الاعتماد على مباشرة الأسباب وإلا كان معطلًا للحكمة والشرع، فلا يجعل العبدُ عجزه توكلًا، ولا توكله عجزًا(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[1] حدثنا علي بن زيد، قال: ثنا موسى بن داود، قال: ثنا يعقوب بن إبراهيم، عن يحيى بن سعيد، عن أبي مسلم الخولاني، عن أبي ذر، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كن مع صاحب البلاء , تواضعا لربك , وإيمانا(شرح معاني الآثار للطحاوي، ج۴ص ۳۱۰، رقم الحديث ۷۰۷۵، كتاب الكراهة ،باب الرجل يكون به الداء هل يجتنب أم لا)

[2] حدثنا أحمد بن إسحاق بن بهلول، ثنا أبي، ثنا موسى بن داود، عن يعقوب بن إبراهيم، عن يحيى بن سعيد، عن رجل، عن أبي مسلم الخولاني، عن أبي ذر، قال: قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اس حدیث کی سند پر بعض حضرات نے کچھ تذبذب کا اظہار کیا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾رسول الله صلى الله عليه وسلم: " إني موصيك بوصية فاحفظها، ولعل الله أن ينفعك بها: زر القبور وتذكر بها الآخرة ."قلت: يا رسول الله، بالليل؟ قال: بالنهار أحيانا ولا تكثر، واغسل الموتى؛ فإن معالجة جسد خاويا عظة بليغة، وصل على الجنائز لعل ذلك أن يحزنك، فإن الحزين في ظل الله، ويعوض كل خير، وجالس المساكين وسلم عليهم إذا لقيتهم، وكل مع صاحب البلاء تواضعا لربك وإيمانا به، والبس الخشن الضيق من الثياب لعل العجب والكبر أن لا يكون لهما فيك مساغ، وتزين أحيانا لعبادة ربك، فإن المؤمن كذلك يفعل تعففا وتكرما، ولا تعذب شيئا مما خلق الله بالنار(الترغيب في فضائل الأعمال وثواب ذلك لابنِ شاهين، ص ١٣٦، رقم الحديث ٤٧٠، باب فضائل الاعمال)

حدثنا أحمد بن إسحاق بن بهلول ، قال حدثني أبي ، قال : حدثنا موسى بن داود ، عن يعقوب بن إبراهيم ، عن يحيى بن سعيد ، عن رجل ، عن أبي مسلم الخولاني ، عن أبي ذر ، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : كل مع صاحب البلاء تواضعا لربك وإيمانا به (ناسخ الحديث ومنسوخه لابنِ شاهين، ص ٤٠٩، رقم الحديث ٥٤٢، كتاب جامع)

ل قال الالباني:

"كن مع صاحب البلاء تواضعا لربك وإيمانا ."

أخرجه الطحاوي في "شرح معاني الآثار : (2 / 379) "حدثنا علي بن زيد قال: حدثنا موسى بن داود قال: حدثنا يعقوب بن إبراهيم عن يحيى بن سعيد عن أبي مسلم الخولاني عن أبي ذر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فذكره .

قلت : وهذا إسناد جيد، رجاله ثقات رجال مسلم غير علي بن زيد، وهو ابن عبد الله أبو الحسن الفرائضي، قال الخطيب في "تاريخ بغداد " : (11 / 427) "من أهل (طرسوس) ، قدم (سر من رأى) وحدث بها عن موسى بن داود الضبي و ..و ..قال ابن يونس المصري: تكلموا فيه ."وكذا في "اللسان "، إلا أنه وقع فيه:" قدم مصر" ..، وزاد: " وقال مسلمة بن قاسم: ثقة .توفي سنة ثلاث وستين ومائتين ."

(تنبيه) : كذا وقع الحديث في "الشرح "(كن) ، ووقع في " الجامع الصغير "و" الكبير "أيضا (16760) : (كل) ، فلا أدري أيهما الصواب ، والثاني في المعنى أخص من الأول، وقد روى ذلك في حديث آخر من مسند جابر بلفظ: " كل باسم الله، ثقة بالله، وتوكلا على الله ."وإسناده ضعيف كما كنت بينته في "الضعيفة (1144) "، فإن صح حديث الترجمة باللفظ الثاني، فهو شاهد قوي لحديث جابر، فينقل حينئذ إلى "سلسلة الأحاديث الصحيحة "من جهة، وإلى "صحيح الجامع "من جهة أخرى، فإنه حتى الآن في "ضعيف الجامع " (4200) ، كما كنت أوردت فيه (4203)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن بعض دیگر حضرات نے اس حدیث کو سند کے اعتبار سے ''شدید منکر ''اور ''موضوع''و من گھڑت کے قریب قرار دیا ہے۔ [1]

لہٰذا اولاً تو بعض حضرات کی تحقیق کی رو سے یہ حدیث سند کے اعتبار سے معتبر نہیں، اور ان

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾حديث أبي ذر باللفظ الثاني لعدم وقوفي يومئذ على إسناده حسب الشرط الذى كنت ذكرته فى المقدمة، فإن صح نقل أيضا إلى "الصحيح "في الطبعة القادمة منه إن شاء الله تعالى.

(تنبيه آخر) : لم يتكلم المناوى على إسناد هذا الحديث بشيء، والظاهر أنه لم يقف عليه، ويؤيده أنه فسر عزو السيوطى إياه لـ (الطحاوى) بقوله: " فى مسنده "، وقلدته اللجنة القائمة على نشر "الجامع الكبير "كما هى عادتهم، وكل ذلك خطأ، لأن الطحاوى رحمه الله ليس له كتاب يعرف بهذا الاسم "المسند ."والله أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۸۷۷)

[1] أخرجه ابن شاهين فى (الترغيب) (470/ 1) من طريق إسحاق بن بهلول ، ثنا موسى بن داود ، عن يعقوب بن إبراهيم ، عن يحيى بن سعيد ، عن رجل ، عن أبى مسلم الخولانى ، عن أبى ذر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال له :(إنى موصيك بوصية فاحفظها ، ولعل الله أن ينفعك بها :زر القبور وتذكر بها الآخرة) . قلت :يا رسول الله ، بالليل ؟ قال :(بالنهار أحيانا ولا تكثر ، واغسل الموتى ، فإن معالجة جسد خاويا عظة بليغة ، وصل على الجنائز ، لعل ذلك أن يحزنك ، فإن الحزين فى ظل الله ، ويعوض كل خير ، وجالس المساكين وسلم عليهم إذا لقيتهم ، وكل مع صاحب البلاء تواضعا لربك ، وإيمانا به ، والبس الخشن الضيق من الثياب ، لعل العجب والكبر أن لا يكون لهما فيك مساغا ، وتزين أحيانا لعبادة ربك ، فإن المؤمن كذلك يفعل تعففا وتكرما ، ولا تعذب شيئا مما خلق الله بالنار).

وهذا منكر جدا ، لا يبعد أن يكون موضوعا.

وقد اختلف فى سنده ، فرواه عباس بن محمد الدورى قال :نا موسى بن داود ، نا يعقوب بن إبراهيم ، عن يحيى بن سعيد ، عن أبى مسلم الخولانى ، عن عبيد بن عمير ، عن أبى ذر قال :قال لى رسول الله صلى الله عليه سلم :(زر القبور .) فذكره حتى قوله :(يتعرض لكل خير)

أخرجه الحاكم (377 /1، و 330 /4)وعنه البيهقى فى (الشعب) (رقم 9291)

قال الحاكم :(هذا حديث رواته عن آخرهم ثقات) ، واغتر به العراقى ، فقال فى (تخريج الإحياء) (4/ 490) : (إسناده جيد)

بينما قال البيهقى :(يعقوب بن إبراهيم هذا أظنه المدنى المجهول ، وهذا متن منكر).

وقال الذهبى فى (تلخيص المستدرك) : (لكنه منكر ، ويعقوب هو القاضى أبو يوسف ، حسن الحديث ، ويحيى لم يدرك أبا مسلم فهو منقطع ، أو أن أبا مسلم رجل مجهول) . انتهى (الفتاوى الحديثية المسمى اسعاف اللبيب بفتاوى الحديث للحوينى، ج۲،ص۱۸۸ الى ۱۹۰، رقم الحديث ۱۸۰)

www.idaraghufran.org

احادیث کے خلاف ہے، جن میں مجذوم، یعنی کوڑھی سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور دوسرے اگر اس حدیث کو سند کے اعتبار سے معتبر مانا جائے، تو یہ اس پر محمول ہے کہ وبائی بیماری میں مبتلا شخص کے ساتھ ذاتی تحقیر کا ارتکاب وبرتاؤ نہیں کرنا چاہیے، کسی کی تحقیر کرنا شرعاً خود ہی گناہ ہے، اس لیے اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے، اس کے ساتھ تواضع وعاجزی کے ساتھ پیش آنا چاہیے، اس کے علاج معالجہ اور ضروریات کو مہیاء کرنے میں اس سے نفرت وحقارت اور کراہیت والے طرزِ عمل سے بچنا چاہئے، اور ضرورت پڑنے پر اس کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اللہ کا نام لیتے ہوئے کھا پی لینے کی بھی اجازت ہے، گناہ نہیں، ایسی صورت میں اللہ کی ذات سے یقین ہے کہ اس کو کوئی ضرَر نہ پہنچے گا، اور اللہ اس کے گمان کے مطابق اس کے ساتھ مدد ونصرت والا معاملہ فرمائے گا، جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، اور آگے احادیث میں بھی آتی ہے۔

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کوڑھیوں کو نظر جما کر نہ دیکھو“۔ [1]

لیکن اس حدیث کی سند میں بھی ضعف پایا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] حدثنا عبد الرحمن بن إبراهيم، حدثنا عبد الله بن نافع، عن ابن أبی الزناد (ح) وحدثنا علی بن أبی الخصيب، حدثنا وكيع، عن عبد الله بن سعيد بن أبی هند، جميعا عن محمد بن عبد الله بن عمرو بن عثمان، عن أمه فاطمة بنت الحسين، عن ابن عباس، أن النبی – صلى الله عليه وسلم – قال: " لا تديموا النظر إلى المجذومين " (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۵۴۳)

[2] قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف لضعف محمَّد بن عبد الله بن عمرو، وقال البخارى فی "التاريخ الكبير 139 /1 "وفی "الضعفاء "له :(325)عنده عجائب .ابن أبی الزناد :اسمه عبد الرحمن.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر اس حدیث کو معتبر مان بھی لیا جائے، تو کوڑھی جیسے مریض کو نظر جما کر نہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اس کو ایسے انداز میں نظر جما کر مت دیکھو، جس سے اس کو اپنی تحقیر وتذلیل محسوس ہو کر تکلیف پہنچے، جبکہ کسی کی تحقیر شرعاً خود ہی گناہ ہے، جس سے بچنا چاہئے، یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تم کوڑھی کے قریب جم کر کھڑے نہ ہو جاؤ، بلکہ اگر اس پر نظر بھی پڑے، تو اس سلسلے کو آگے نہ بڑھاؤ، اور وہاں سے اپنے آپ کو الگ کرنے کی کوشش کرو، تاکہ اس سے دور ہونے کے بعد اس پر نظر ہی نہ پڑے، جیسا کہ دوسری احادیث میں کوڑھی سے بھاگنے اور بچنے کا ذکر گزرا۔

بعض صحابہ وتابعین کی روایات میں کوڑھی کے ساتھ کھانے پینے، یا اس کے ساتھ اختلاط کا ذکر ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه الطيالسى (2601)، وابن أبى شيبة 320 /8و 44 /9، وأحمد فى "المسند" 2575)) و 2721))، والبخارى فى "التاريخ الكبير 138 /1 "، والحربى فى "غريب الحديث428 /2 "، والبيهقى 218 /7و 219من طريق محمد بن عبد الله ابن عمرو بن عثمان، به.

وأخرجه الطبرانى (11193)من طريق ابن لهيعة، عن عمرو بن دينار، عن ابن عباس، عن النبى – صلى الله عليه وسلم – .وابن لهيعة سىء الحفظ، وشيخ الطبرانى فيه وهو يحيى بن عثمان بن صالح متكلم فيه(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[1] حدثنا يحيى بن سعيد ، عن حبيب بن شهيد ، عن ابن بريدة ؛ أن سلمان كان يصنع الطعام من كسبه ، فيدعو المجذومين فيأكل معهم.

حدثنا ابن علية ، عن خالد ، عن أبى معشر ، عن رجل ؛ أنه رأى ابن عمر يأكل مع مجذوم ، فجعل يضع يده موضع يد المجذوم.

حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن عبد الرحمن بن القاسم ، عن أبيه ، قال :قدم على أبى بكر وفد من ثقيف ، فأتى بطعام ، فدنا القوم وتنحى رجل به هذا الداء ، يعنى :الجذام ، فقال له أبو بكر :ادنه ، فدنا ، فقال :كل ، فأكل وجعل أبو بكر يضع يده موضع يده.

حدثنا ابن عيينة ، عن عمرو ، عن يحيى بن جعدة ، قال :جاء رجل أسود به جدرى قد تقشر ، لا يجلس إلى جنب أحد إلا أقامه ، فأخذه رسول الله صلى الله عليه وسلم فأجلسه إلى جنبه.

حدثنا وكيع ، عن سفيان ، عن أبى بكير ، عن عكرمة ، ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ان روایات کا مطلب بھی یہی ہے کہ کوڑھی، یا متعدی جراثیم والی بیماری میں، مبتلا شخص کے ساتھ کھانا پینا، یا اس سے اختلاط کرنا شرعی اعتبار سے فی نفسہٖ گناہ نہیں، اور یہ روایات کوڑھی وغیرہ کے مریض سے بحکمِ الٰہی، سبب کے درجے میں ضرر پہنچنے کے امکان سے خاموش ہیں۔ جبکہ اس بات کا بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بعض مومن بندوں کے ایمان وتوکل کے مضبوط ہونے کی وجہ سے ان میں ایمانی وروحانی اور معنوی قوتِ مدافعت زیادہ قوی ہوتی ہے، جو اِن کو لگنے والے جراثیم اور وائرس کو ان کے حسبِ ایمان ختم، یا کمزور کردیتی ہے۔

گزشتہ تفصیل سے آج کل کے وبائی امراض وغیرہ سے بچاؤ اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کا حکم بھی معلوم ہوگیا کہ اگر یہ تدابیر اپنی حدود میں رہتے ہوئے، اس حیثیت سے اختیار کی جائیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بعض جراثیم اور وائرس بیماری پھیلنے کا سبب بنتے ہیں، خود سے بیماری کا مسبِّب اور بیماری پیدا کرنے میں مؤثر بالذات نہیں ہوتے، تو کوئی گناہ نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال :لزق بابن عباس مجذوم ، فقلت له :تلزق بمجذوم ؟ قال :فامضی ، فلعله خیر منی ومنک.

حدثنا وکیع ، عن الأعمش ، عن منذر ، عن الربیع بن خثیم ؛ أنه قال لأهله :اصنعوا لی خبیصا ، قال :فصنعوا ، قال :فدعا رجلا کان به خبل ، قال :فجعل الربیع یلقمه ولعابه یسیل ، فلما أکل وخرج ، قالت له أهله :تکلفنا وصنعنا فیه ، أطعمته ؟ ما یدری هذا ما أکل ، قال الربیع :لکن الله یدری.

حدثنا وکیع ، عن نافع بن القاسم ، عن جدته أم القاسم ، عن عائشة ، قالت :کان لی مولی مجذوم ، فکان ینام علی فراشی ، ویأکل فی صحافی ، ولو کان عاش کان بقی علی ذلک(مُصنف ابن أبی شیبة، رقم الحدیث ۲۵۰۲۱ الٰی ۲۵۰۲۹، کتاب الأطعمة، باب الأکل مع المجذوم)

أخبرنا محمد بن عمر، قال :أخبرنا عبد الرحمن بن أبی زیاد، عن أبیه، عن خارجة بن زید أن عمر، وضع له العشاء مع الناس یتعشون، فخرج، فقال لمعیقیب بن أبی فاطمة الدوسی -وکان له صحبة، وکان من مهاجرة الحبشة :ادن فاجلس، وایم الله لو کان غیرک به الذی بک لما أجلس منی أدنی من قید رمح(الطبقات الکبری،لابن سعد،ج۴،ص۱۱۸،تحت ترجمة:معیقیب بن أبی فاطمة الدوسی من الأزد)

[1] (لایورد ممرض علی مصح) وجه الجمع أن الأمراض لاتعدی بطبعها ولکن جعل الله سبحانه وتعالی مخالطتها سببا للاعداء فنفی فی الحدیث الاول ما یعتقده الجاهلیة من العدوی بطبعها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ جاہلیت کے زمانہ میں لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ وہ بیماری خود بخود اور لازمی طور پر متعدی ہوتی ہے، اور جو بیماری کسی مریض کو لاحق ہے، بعینہٖ وہی دوسرے کو لگ جاتی ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأرشد فى الثانى إلى مجانبة ما يحصل عنده الضرر عادة بقضاء الله وقدره وفعله القسم الثانى أن يتضادا بحيث لا يمكن الجمع بوجه فان علمنا أحدهما ناسخا قدمناه والا علمنا بالراجح منهما كالترجيح بكثرة الرواة وصفاتهم وسائر وجوه الترجيح وهى نحو خمسين وجها جمعها الحافظ أبو بكر الحازمى فى أول كتابه الناسخ والمنسوخ وقد جمعتها أنا مختصرة ولا ضرورة إلى ذكرها هنا كراهة للتطويل والله أعلم(شرح النووى علیٰ مسلم، ج ۱ ص ۳۵، مقدمات، فصل فى أحرف مختصرة فى بيان الناسخ والمنسوخ وحكم الحديثين المختلفين ظاهرا)

قال جمهور العلماء يجب الجمع بين هذين الحديثين وهما صحيحان قالوا وطريق الجمع أن حديث لاعدوى المراد به نفى ما كانت الجاهلية تزعمه وتعتقده أن المرض والعاهة تعدى بطبعها لابفعل الله تعالى وأما حديث لايورد ممرض على مصح فأرشد فيه إلى مجانبة ما يحصل الضرر عنده فى العادة بفعل الله تعالى وقدره فنفى فى الحديث الأول العدوى بطبعها ولم ينف حصول الضرر عند ذلك بقدر الله تعالى وفعله وأرشد فى الثانى إلى الاحتراز مما يحصل عنده الضرر بفعل الله وإرادته وقدره فهذا الذى ذكرناه من تصحيح الحديثين والجمع بينهما هو الصواب الذى عليه جمهور العلماء ويتعين المصير إليه ولايؤثر نسيان أبى هريرة لحديث لاعدوى لوجهين أحدهما أن نسيان الراوى للحديث الذى رواه لايقدح فى صحته عند جماهير العلماء بل يجب العمل به والثانى أن هذا اللفظ ثابت من رواية غير أبى هريرة فقد ذكر مسلم هذا من رواية السائب بن يزيد وجابر بن عبد الله وأنس بن مالك وبن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم وحكى المازرى والقاضى عياض عن بعض العلماء أن حديث لايورد ممرض على مصح منسوخ بحديث لاعدوى وهذا غلط لوجهين أحدهما أن النسخ يشترط فيه تعذر الجمع بين الحديثين ولم يتعذر بل قد جمعنا بينهما والثانى أنه يشترط فيه معرفة التاريخ وتأخر الناسخ وليس ذلك موجودا هنا وقال آخرون حديث لاعدوى على ظاهره وأما النهى عن إيراد الممرض على المصح فليس للعدوى بل للتأذى بالرائحة الكريهة وقبح صورته وصورة المجذوم والصواب ماسبق والله أعلم(شرح النووى علیٰ مسلم، ج ۱۴ ص ۲۱۳، ۲۱۴، كتاب السلام، باب لاعدوى ولاطيرة ولاهامة ولاصفر ولانوء ولاغول ولايورد ممرض على مصح)

(كان فى وفد ثقيف رجل مجذوم فأرسل إليه النبى صلى الله عليه وسلم إنا قد بايعناك فارجع) هذا موافق للحديث الآخر فى صحيح البخارى وفر من المجذوم فرارك من الأسد وقد سبق شرح هذا الحديث فى باب لاعدوى وأنه غير مخالف لحديث لايورد ممرض على مصح قال القاضى قد اختلف الآثار عن النبى صلى الله عليه وسلم فى قصة المجذوم فثبت عنه الحديثان المذكوران وعن جابر أن النبى صلى الله عليه وسلم أكل مع المجذوم وقال له كل ثقة بالله وتوكلا عليه وعن عائشة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حالانکہ میڈیکل سائنس کی موجودہ دور کی تمام تر تحقیقات وتجزیات کا حاصل بھی یہی ہے کہ جتنے امراض بھی متعدی اور وبائی شمار کیے جاتے ہیں، ان سب میں تعدیہ (یعنی ایک سے دوسرے کی طرف پھیلنا اور منتقل ہونا) ان جراثیم اور وائرس کے ذریعے سمجھا گیا ہے، جو کہ اس بیماری کا سبب بنتے ہیں، یعنی بیماری کا سبب منتقل ہوسکتا ہے، بذاتِ خود بیماری منتقل نہیں ہوتی، مثلاً سانس اور ہاتھ وغیرہ کے ذریعے سے بیماری کا سبب، جو کہ مخصوص جراثیم اور وائرس ہوتے ہیں، وہ دوسروں تک منتقل ہوسکتے ہیں، پھر منتقل ہونے کے بعد بھی اس کے سبب سے دوسرے میں بیماری پیدا ہوجانے کا مدار سائنسی اعتبار سے دوسری شرائط اور موانع پر ہے، مثلاً دوسرے کسی شخص میں اس بیماری کے خلاف، قوتِ مدافعت (Immunity) تھی، تو یہ قوتِ مدافعت جراثیم اور وائرس کے اثر ڈالنے میں رکاوٹ ہوگی۔

اور اسلامی اصولوں کے مطابق مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اس میں بھی حقیقی اور معنوی علت اور بنیاد، اللہ کا حکم واِذن اور اس کی قدرت ومشیت ہوتی ہے، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن ہم چونکہ اس خفیہ علت سے واقف نہیں، اس لیے ہمارے لیے اسباب کے درجہ میں بہرحال ظاہری وحسّی احتیاطی تدابیر کو اپنے درجہ پر رکھ کر اختیار کرنے کا حکم ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قالت مولى مجذوم فكان يأكل فى صحافي ويشرب فى أقداحي وينام على فراشي قال وقد ذهب عمر رضى الله عنه وغيره من السلف إلى الأكل معه ورأوا أن الأمر باجتنابه منسوخ والصحيح الذى قاله الأكثرون ويتعين المصير إليه أنه لانسخ بل يجب الجمع بين الحديثين وحمل الأمر باجتنابه والفرار منه على الاستحباب والاحتياط لا للوجوب وأما الأكل معه ففعله لبيان الجواز والله أعلم(شرح النووى علىٰ مسلم، ج۱۴ ص۲۲۸، كتاب السلام، باب اجتناب المجذوم ونحوه)

[1] وهذه العلة عند الأطباء من العلل المعدية المتوارثة ومقارب المجذوم وصاحب السل يسقم برائحته فالنبى صلى الله عليه وسلم لكمال شفقته على الأمة ونصحه لهم نهاهم عن الأسباب التى تعرضهم لوصول العيب والفساد إلى أجسامهم وقلوبهم ولا ريب أنه قد يكون فى البدن تهيؤ واستعداد كامن لقبول هذا الداء وقد تكون الطبيعة سريعة الانفعال قابلة للاكتساب من أبدان من تجاوره وتخالطه فإنها نقالة وقد يكون خوفها من ذلك ووهمها من أكبر أسباب إصابة تلك العلة لها فإن الوهم فعال مستول على القوى والطبائع وقد تصل رائحة العليل إلى الصحيح فتسقمه وهذا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے، اسباب کے درجہ میں، حفاظتی تدابیر کو اختیار کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

معاين في بعض الأمراض والرائحة أحد أسباب العدوى ومع هذا كله فلا بد من وجود استعداد البدن وقبوله لذلك الداء وقد تزوج النبي صلى الله عليه وسلم امرأة فلما أراد الدخول بها وجد بكشحها بياضا فقال الحقي بأهلك(زاد المعاد، ص ١٣٦، ١٣٧،القسم الأول العلاج بالأدوية الطبيعية،فصل في هديه صلى الله عليه وسلم في التحرز من الأدواء المعدية بطبعها وإرشاده الأصحاء إلى مجانبة أهلها،علة الابتعاد عن المجذوم والمسلول)

ل ذهب جمهور العلماء إلى أن المرض لا يعدى بطبعه، وإنما بفعل الله وقدره، وقد ورد عنه صلى الله عليه وسلم :لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، وفر من المجذوم كما تفر من الأسد كما ورد عنه قوله صلى الله عليه وسلم :لا يورد ممرض على مصح .

قال النووي :قال جمهور العلماء :يجب الجمع بين هذين الحديثين وهما صحيحان، وطريق الجمع أن حديث :لا عدوى المراد به نفي ما كانت الجاهلية تزعمه وتعتقده أن المرض والعاهة تعدى بطبعها لا بفعل الله تعالى، وأما حديث :لا يورد ممرض على مصح فأرشد فيه إلى مجانبة ما يحصل الضرر عنده في العادة بفعل الله تعالى وقدره، فنفى في الحديث الأول العدوى بطبعها، ولم ينف حصول الضرر عند ذلك بقدر الله تعالى وفعله، وأرشد في الثاني إلى الاحتراز مما يحصل عنده الضرر بفعل الله وإرادته وقدره .

ثانيا :ذهب عمر رضي الله عنه وجماعة من السلف، وعيسى بن دينار من المالكية إلى القول بنفي العدوى لحديث :لا عدوى، وبما روى عن عائشة رضي الله عنها أن امرأة سألتها عن حديث :وفر من المجذوم كما تفر من الأسد .فقالت :ما قال ذلك ولكنه قال :لا عدوى وقال :فمن أعدى الأول؟ "

واستدل لهذا المذهب كذلك بأن النهي عن إيراد الممرض على المصح ليس للعدوى بل للتأذى.

ثالثا ذهب فريق من العلماء إلى القول بإثبات العدوى، واستدلوا بما روى عن عمرو بن الشريد عن أبيه قال :كان في وفد ثقيف رجل مجذوم فأرسل إليه النبي صلى الله عليه وسلم :إنا قد بايعناك فارجع وبما رواه أبو هريرة رضي الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر، وفر من المجذوم كما تفر من الأسد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص١٧، ١٨،مادة"عدوى" حرف العين)

الخوف من غير الله تعالى لا يكون حراما :إن كان غير مانع من فعل واجب أو ترك محرم وكان مما جرت العادة بأنه سبب للخوف كالخوف من الأسود والحيات، والعقارب والظلمة، ومن ذلك الخوف من أرض الوباء لقوله صلى الله عليه وسلم :إذا سمعتم بالطاعون في الأرض فلا تدخلوها .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس بات کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں طاعون جیسی وبائی بیماریاں پھیلے ہوئے مقام میں داخل ہونے سے منع کیا گیا ہے۔

لیکن آج کل بعض لوگ اس قسم کی حفاظتی تدابیر کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور مشیت سے بھی ان کی نظر ہٹ جاتی ہے، اور ان تدابیر پر ان کو ایسا یقین ہوتا ہے کہ ان تدابیر کے اختیار کر لینے کے بعد ہرگز ان کو وہ بیماری نہیں لگ سکے گی۔

اور اس قسم کی تدابیر اختیار نہ کرنے کی صورت میں اگر اس سے متعلقہ کوئی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، تو اس کی ساری ذمہ داری مروجہ حفاظتی تدابیر اختیار نہ کرنے پر ڈال دی جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل اور بھروسہ نہیں ہوتا۔

یہ طرزِ عمل غلو اور حد سے تجاوز ہے، مسلمان کا اعتقاد اور اصل بھروسہ تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر ہونا چاہیے، خواہ کتنی تدابیر اختیار کر لی جائیں، کیونکہ تمام تدبیریں، اللہ تعالیٰ کے حکم واذن اور اس کی حکمت ومشیت کے تابع ہیں۔

اسی طرح بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی وبائی مرض میں مبتلا شخص سے غلطی، یا نادانی ولاعلمی سے میل جول اور ملاقات کر لی جائے، یہاں تک کہ اس سے ہاتھ ملا لیا جائے، تو اس مرض کا اثر دوسرے شخص، یا اشخاص میں لازماً اور بہر حال منتقل ہو جاتا ہے۔

یہ طرزِ عمل بھی غلو اور حد سے تجاوز اور وہم پرستی پر مبنی ہے، اور سائنسی اعتبار سے بھی خلافِ حقیقت ہے، کیونکہ یہ بات گزر چکی کہ سائنس کی رُو سے بھی دوسرے شخص کو مخصوص جراثیم، یا وائرس لگنے کے بعد، اس کے لیے بیماری کا سبب بننا ضروری نہیں، بلکہ بعض اوقات دوسرے شخص کی قوتِ مدافعت، خود ان جراثیم یا وائرس کو ختم اور ہلاک کر دیتی ہے، اللہ تعالیٰ نے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال المناوی :أی :یحرم علیکم ذلک، ومن ذلک الخوف من المجذوم علی أجسامنا من الأمراض والأسقام وفی الحدیث :فر من المجذوم فرارک من الأسد فصون النفوس والأجسام والمنافع والأعضاء والأموال والأعراض عن الأسباب المفسدة واجب لقوله تعالی :(ولا تلقوا بأیدیکم إلی التهلکة)(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۳۰، ص۱۸، ۱۹، مادة”عدوی“حرف العین)

انسانوں کے اندر غیر ہم جنس جراثیم اور وائرس کو ختم کرنے کے لیے بھی لاکھوں اقسام کے حفاظتی جراثیم پیدا فرمائے ہیں، جو کسی میں زیادہ اور کسی میں کم ہوتے ہیں۔

پس حفاظتی تدابیر اختیار کرتے وقت اس قسم کے عقیدہ کی خرابی اور غلو سے بچنا، ان تدابیر کے اختیار کرنے سے زیادہ ضروری ہے۔

اور اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے حق میں بہت سے فیصلے، ان کے ''ظن'' اور گمان کے مطابق بھی صادر ہوتے ہیں۔

اگر کوئی اپنے متعلق اس طرح لازماً اور بہر حال بیماری کے اثر کے منتقل ہونے کا ''ظن'' کر لیتا ہے، اس کے ساتھ اللہ کا فیصلہ اسی طرح کا صادر ہوسکتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ: أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۷۴۰۵، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالی یریدون أن یبدلوا کلام اللہ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے اپنے ساتھ گمان کے مطابق ہوتا ہوں (بخاری)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلَا يَقُوْلُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِيْ بِيْ إِنْ ظَنَّ خَيْرًا فَلَهُ وَإِنْ ظَنَّ شَرًّا فَلَهُ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۳۹، کتاب الرقائق، باب حسن الظن باللہ تعالی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے اس گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں، جو وہ میرے ساتھ کرتا ہے، اگر وہ بندہ میرے متعلق خیر کے فیصلے کا گمان کرتا ہے، تو اس کو وہی حاصل ہوتا

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم (حاشیۃ ابن حبان)

ہے، اور اگر وہ شر کے فیصلے کا گمان کرتا ہے، تو اس کو وہی حاصل ہوتا ہے (ابنِ حبان)

اللہ پر کامل یقین اور توکل علی اللہ کا ذکر تو پہلے گزر چکا ہے، اور بار بار کے تجربات ومشاہدات، بلکہ سائنسی تحقیقات وتجزیات سے بھی معلوم ہوا کہ ذہنی طور پر بلاوجہ کا خائف اور وہمی انسان، اس طرح کے اثرات سے جلدی متأثر ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں انسان کی خیالی کیفیت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے، اسی وجہ سے دنیا میں اعصابی قوت، یا اعصابی جنگ کو بھی خاص اہمیت دی جاتی ہے، اور اس کی تاثیر کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

اس لیے سبب کے درجہ میں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ، اللہ پر توکل کرنے، اس سے اپنے بارے میں حسنِ ظن اختیار کرنے کی، اور غلو وتوہم پرستی کے طرزِ عمل سے بھی بچنے کی ضرورت ہے۔

اور یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی کہ توکل علی اللہ اور صبر واستقامت، یہ خود وائرس کے خلاف بہت بڑی قوتِ مدافعت ہے، اور اس کے مقابلے میں بے جا خوف وہراس کا شکار ہونا، خود ہی بہت مہلک ذہنی ونفسیاتی وائرس ہے، جو ذہنی وجسمانی بیماریوں کا سبب ہے۔

اس لیے طاعون، یا کسی دوسری وباء کے پھیلنے کے موقع پر، توکل علی اللہ، صبر واستقامت اور ہمت وحوصلہ کو بھی مضبوط رکھنا اور بڑھانا چاہیے، اور اس قسم کے حالات میں جو بعض لوگوں کی طرف سے خوف وہراس پھیلایا جاتا ہے، مومن کو اس قسم کے خوف وہراس سے متاثر ہونے کے بجائے توکل علی اللہ اور رجوع الی اللہ کے ساتھ، ممکنہ حد تک غلو اور بے اعتدالیوں سے بچتے ہوئے، اور اعتدال کے دائرے میں رہتے ہوئے، حفاظتی تدابیر کو اختیار کرنا چاہیے۔

''طاعون اور وباؤں کے موقع پر تدابیر واسباب'' کا ذکر آگے دوسرے باب میں آتا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

(دوسرا حصہ)

طاعون اور وباؤں کے موقع پر تدابیر واسباب

طاعون جیسے وبائی مرض کے موقع پر جن حقیقی ومعنوی اور ظاہری وحسی تدابیر اور اسباب کو اختیار کرنا چاہیے، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے، اور ان اسباب وتدابیر کا خلاصہ درجِ ذیل چیزیں ہیں۔

(1)......توکل وصبر کا اہتمام

(2)......توبہ واستغفار کا اہتمام

(3)......مسنون اذکار ودعاؤں کا اہتمام

(4)......فرض اور نفل نمازوں کا اہتمام

(5)......امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام

(6)......زکاۃ وصدقات کا اہتمام

(7)......صفائی ونظافت کا اہتمام

(8)......گھر میں سکونت کا اہتمام

(9)......غذا ودواء کا اہتمام

آگے مذکورہ چیزوں کی بالترتیب تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

Idara Ghufran

(فصل نمبر 1)

توکل وصبر کا اہتمام

مومن بندے پر خواہ کوئی بھی حالت پیش آئے، اسے سب سے پہلے تو ہر حالت میں اللہ پر توکل کرنا چاہئے، اور اپنا حقیقی کارساز، اللہ کو سمجھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالمِ دنیا میں، اسباب کو پیدا فرمایا ہے، اس لیے اللہ، اِن اسباب کا خالق ومالک اور مختار ہے، اسی ذات کو مسببُ الاسباب کہا جاتا ہے، اور تمام اسباب، اللہ کی مخلوق ومملوک ہیں۔

توکل کا لفظ ''وکالت'' سے ماخوذ ہے، اور ''وکیل'' اس کو کہا جاتا ہے، جس پر بھروسہ کرکے اپنا معاملہ اس کو سپرد کیا جاتا ہے۔

اور توکل کے معنیٰ بھروسہ کرنے کے ہیں، اور توکل علی اللہ کے معنیٰ ''اللہ پر بھروسہ کرنے'' کے ہیں۔

حقیقی وکیل، چونکہ اللہ تعالیٰ ہے، اس لیے اللہ کا ایک نام ''وکیل'' بھی ہے۔ [1]

---

[1] التوکل فی اللغة: إظهار العجز والاعتماد على الغير والتفويض والاستسلام، والاسم منه الوكالة .يقال: وكل أمره إلى فلان أى فوضه إليه، واعتمد عليه فيه، وتوكل على الله اعتمد عليه ووثق به، واتكل عليه فى أمره كذلک .والتوكل أيضا قبول الوكالة، يقال وكلته توكيلا فتوكل.

وفى الشريعة يطلق التوكل على الثقة بالله والإيقان بأن قضائه ماض، واتباع لسنة نبيه صلى الله عليه وسلم فى السعى فيما لا بد له منه من الأسباب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴ ص۱۸۵، مادة "توكل")

والمراد بالتوكل اعتقاد ما دلت عليه هذه الآية: "وما من دابة فى الأرض إلا على الله رزقها" وليس المراد به ترک التسبب والاعتماد على ما يأتى من المخلوقين؛ لأن ذلک قد يجر إلى ضد ما يراه من التوكل، وقد سئل أحمد عن رجل جلس فى بيته أو فى المسجد، وقال: لا أعمل شيئا حتى يأتينى رزقى، فقال: هذا رجل جهل العلم، فقد قال النبى صلى الله عليه وسلم: إن الله جعل رزقى تحت ظل رمحى، وقال: لو توكلتم على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ تمام اسباب، اللہ کی مخلوق اور مملوک ہیں، اور اسی کے قبضہ واختیار میں ہیں، اور اسی کے حکم سے اس عالمِ اسباب میں کارفرما ہیں، اور ان سب اسباب پر، اللہ کا اختیار ہے، اور اللہ کے اختیار کے بغیر وہ اسباب بالکل بے جان ہیں، تو توکل اور بھروسہ بھی، ان اسباب کے خالق ومالک اور قادر ومختار پر ہونا چاہیے، اسی کو توکل علی اللہ کہا جاتا ہے۔

اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توکل کا مطلب جائز اسباب کا ترک کرنا نہیں ہے، کیونکہ اسباب کو تو خود اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، اور ان کو اختیار کرنے کا بھی حکم دیا ہے، بلکہ توکل کا مطلب اسباب کا جائز حدود میں رہ کر استعمال کرتے ہوئے اللہ پر بھروسہ کرنا ہے، نہ کہ اسباب پر بھروسہ کرنا، یعنی توکل علی اللہ، اسباب کے تعطل کا نام نہیں، بلکہ توکل علی الاسباب کے بجائے، اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا نام ہے، اسی لیے اس کو ''توکل علی اللہ'' کہا جاتا ہے۔

پس جس طرح اسباب کا تعطل کرنا، توکل علی اللہ کے خلاف ہے، اسی طرح اسباب پر توکل کرنا بھی، توکل علی اللہ کے خلاف ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتروح بطانا، فذكر أنها تغدو وتروح في طلب الرزق قال: وكان الصحابة يتجرون ويعملون في نخيلهم والقدوة بهم. انتهى(فتح الباري شرح صحيح البخاري، لابن حجر العسقلاني، ج ١١، ص ٣٠٥، ٣٠٦، كتاب الرقاق، باب ومن يتوكل على الله فهو حسبه)

[1] التوكل لا يتنافى مع الأخذ بالأسباب:

ذهب عامة الفقهاء، ومحققوه الصوفية إلى أن التوكل على الله لا يتنافى مع السعي والأخذ بالأسباب من مطعم، ومشرب، وتحرز من الأعداء وإعداد الأسلحة، واستعمال ما تقتضيه سنة الله المعتادة، مع الاعتقاد أن الأسباب وحدها لا تجلب نفعا، ولا تدفع ضرا، بل السبب (العلاج) والمسبب (الشفاء) فعل الله تعالى، والكل منه وبمشيئته، وقال سهل: من قال: التوكل يكون بترك العمل، فقد طعن في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم .

وقال الرازي في تفسير قوله تعالى: (وشاورهم في الأمر فإذا عزمت فتوكل على الله)دلت الآية على أنه ليس التوكل أن يهمل الإنسان نفسه كما يقول بعض الجهال وإلا كان الأمر بالمشاورة منافيا للأمر بالتوكل .بل التوكل على الله: أن يراعي الإنسان الأسباب الظاهرة ولكن لا يعول بقلبه عليها، بل يعول على الله تعالى . ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

دل سے اللہ پر توکل اور بھروسہ کرنا، تمام چیزوں میں ضروری ہے، اور یہ درحقیقت، دل کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجمهور علماء المسلمين على أن التوكل الصحيح إنما يكون مع الأخذ بالأسباب .وبدونه تكون دعوى التوكل جهلا بالشرع وفسادا فى العقل.

وقيل لأحمد: ما تقول فيمن جلس فى بيته ومسجده وقال لا أعمل شيئا حتى يأتى رزقى .فقال أحمد: هذا رجل جهل العلم، أما سمع قول النبى صلى الله عليه وسلم: جعل رزقى تحت ظل رمحى .

وقال عمر رضى الله عنه: لا يقعد أحدكم عن طلب الرزق ويقول اللهم ارزقنى، وقد علمتم أن السماء لا تمطر ذهبا ولا فضة.وقد تواتر الأمر بالأخذ بالأسباب فى القرآن وسنة الرسول صلى الله عليه وسلم.

أخرج ابن حبان فى صحيحه: أن رجلا جاء إلى النبى صلى الله عليه وسلم وأراد أن يترك ناقته وقال: أأعقلها وأتوكل، أو أطلقها وأتوكل؟ فقال صلى الله عليه وسلم: اعقلها، وتوكل .

وقال صلى الله عليه وسلم: لأن يأخذ أحدكم حبله فيأتى بحزمة حطب على ظهره فيبيعها فيكف الله بها وجهه خير له من أن يسأل الناس أعطوه أو منعوه .

وقال تعالى: (فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا)والغنيمة اكتساب، وقال تعالى (فاضربوا فوق الأعناق واضربوا منهم كل بنان)والضرب عمل، وقال:(فامشوا فى مناكبها وكلوا من رزقه)وقال تعالى:(يا أيها الذين آمنوا خذوا حذركم)وقال: (وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل)

وأمر الرسول صلى الله عليه وسلم بالتداوى: وقال تداووا عباد الله، فإن الله تعالى لم يضع داء إلا وضع معه الشفاء .

وقال شارح ثلاثيات مسند أحمد فى شرح الحديث: وصفهم النبى صلى الله عليه وسلم: بالعبودية إيماء إلى أن التداوى لا ينافى التوكل: أى تداووا ولا تعتمدوا فى الشفاء على التداوى .بل كونوا متوكلين عليه سبحانه وتعالى، فالتداوى لا ينافى التوكل، كما لا ينافيه رفع الجوع والعطش بالأكل والشرب وتجنب المهلكات، والدعاء بطلب العافية ودفع المضار، وقال: وفى الأحاديث السابقة إثبات للأسباب، وأنها لا تنافى التوكل على الله لمن اعتقد أنها بإذن الله وتقديره ولا تشفى بذواتها بل بما قدر الله فيها .

وقد قرن النبى صلى الله عليه وسلم: التوكل بترك الأعمال الوهمية دون غيرها، جاء فى حديث ابن عباس رضى الله عنهما : أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: يدخل الجنة من أمتى سبعون ألفا بغير حساب، فقالوا من هم يا رسول الله؟ فقال: الذين لا يسترقون ولا يتطيرون، ولا يكتوون، وعلى ربهم يتوكلون .

وقال عليه الصلاة والسلام: لو أنكم توكلتم على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطانا،وهو ظاهر فى أن التوكل يكون مع السعى؛ لأنه ذكر للطير عملا وهو الذهاب صباحا فى طلب الرزق، وهى فارغة البطون، والرجوع وهى ممتلئتها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴ ص۱۸۵ الٰی ۱۸۷ ، مادة ”توكل“ حرف التاء)

اعمال میں سے ہے۔ [1]

پس آفات وبلیّات کے پیش آنے پر، سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اسباب اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ، اللہ پر توکل کیا جائے، ایسی صورت میں بندہ کو بہرحال، اللہ کی حقیقی مدد ونصرت اور کامیابی حاصل ہوتی ہے، خواہ وہ کسی بھی رنگ میں حاصل ہو، یہاں تک کہ اس حال میں بندہ، بیمار، یا فوت بھی ہوجائے، تب بھی وہ کامیاب لوگوں میں شامل ہوتا ہے۔

قرآن وسنت میں توکل کی بہت تاکید اور فضیلت آئی ہے۔

اس سلسلے میں قرآن وسنت کی چند نصوص، ضروری فوائد کے ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَشَاوِرُهُمُ فِى الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ. إِنْ يَّنْصُرُكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِى يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (سورة آل عمران، رقم الآيات ۱۵۹، ۱۶۰)

ترجمہ: اور مشورہ کیجیے آپ، ان لوگوں سے کام میں، پھر جب آپ (مشورہ کے

---

[1] حكم التوكل: التوكل بمعنى الثقة بالله، والاعتماد عليه فى كل الأمور واجب، ومأمور به فى كثير من آيات القرآن الكريم، وفى سنة الرسول صلى الله عليه وسلم:

قال عز من قائل لنبيه صلى الله عليه وسلم: (وشاورهم فى الأمر فإذا عزمت فتوكل على الله إن الله يحب المتوكلين) وأمر المؤمنين كذلك بالتوكل على الله، وقال: تباركت أسماؤه (وعلى الله فليتوكل المؤمنون) وقال الله تعالى: (وقال موسى يا قوم إن كنتم آمنتم بالله فعليه توكلوا إن كنتم مسلمين)

أما التوكل بمعنى جعل الغير وكيلا عنه يتصرف فى شؤونه فيما يقبل النيابة، فهو جائز ويأتى بحثه فى مصطلح: (وكالة).

وأما التوكل بمعنى: الاعتماد على الله والثقة به والرجوع إليه فى كل الأمور: فهو من أعمال القلب كالإيمان، ومعرفة الله، والتفكر والصبر والرضا بالقضاء والقدر، ومحبة الله سبحانه وتعالى، ومحبة نبيه صلى الله عليه وسلم والتطهر من الرذائل الباطنة كالحقد، والحسد، والرياء فى العمل، لا يدخل فى مباحث الفقه. وموطنه الأصلى: كتب التوحيد، وعلم الأخلاق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴ ص۱۸۵، مادة "توكل" حرف التاء)

Idara Ghufran

بعد کسی کام کو کرنے کا) عزم کرلیں، تو ''توکل'' کیجیے اللہ پر، بے شک اللہ پسند فرماتا ہے توکل کرنے والوں کو، اگر نصرت کرے تمہاری اللہ، تو نہیں ہوگا کوئی غالب تمہارے لیے، اور اگر رسوا کرے وہ تم کو، تو کون ہے وہ، جو کہ مدد کرے گا، تمہاری اس (اللہ) کے بعد، اور اللہ پر ہی بس بھروسہ کرنا چاہیے، مومنوں کو (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ کسی کام کو کرنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر غور وفکر کرنے کے لیے مشورہ کی تدبیر کو اختیار کرنے کے بعد، اللہ پر توکل کرنا چاہیے، ایسی صورت میں اللہ کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے، جس کا کوئی طاقت مقابلہ نہیں کرسکتی۔

اور اللہ پر توکل نہ کرنے کی صورت میں ، جب اللہ کی طرف سے ذلت ورسوائی مقدر ہوجائے، تو پھر کوئی دوسری طاقت مدد نہیں کرسکتی، لہٰذا مومنوں کو اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ .اَلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ .اَلَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (سورۃ آل عمران، رقم الآيات ١٧١ الیٰ ١٧٣)

ترجمہ: اور بے شک، اللہ نہیں ضائع کرتا، مومنین کے اجر کو، وہ کہ جنہوں نے دعوت کو قبول کیا، اللہ کو اور رسول کے لیے، اس کے بعد کہ پہنچ گیا ان کو زخم، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے نیک کام کیے، ان میں سے، اور تقویٰ اختیار کیا، اجرِ عظیم ہے۔ وہ لوگ کہ کہا ان سے لوگوں نے کہ بے شک جمع ہوگئے تمہارے لیے، تو تم ڈرو، ان سے، تو اضافہ ہوگیا، ان کے ایمان میں، اور کہا انہوں نے کہ کافی ہے ہمیں اللہ، اور بہت ہی اچھا وکیل ہے (سورہ آلِ عمران)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ جن مومنوں کو کوئی تکلیف اور کوئی خوف پہنچتا ہے، اور وہ اللہ کو کافی اور اپنا وکیل یعنی کارساز سمجھتے ہیں، ان کے لیے اللہ کی طرف سے اجرِ عظیم ہے۔

قرآن مجید کی سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (سورة الأنفال، رقم الآية ٤٠)

ترجمہ: پس جان لو تم کہ بے شک اللہ، مولیٰ ہے تمہارا، بہت اچھا مولیٰ ہے، اور بہت اچھا مددگار ہے (سورہ انفال)

پس جب اللہ ہی سب سے اچھا مولیٰ اور مددگار ہے، تو توکل بھی اسی پر ہونا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورة الأنفال، رقم الآية ٤٩)

ترجمہ: اور جو شخص، توکل کرے گا اللہ پر، تو بے شک اللہ زبردست قوت والا ہے، بہت حکمت والا ہے (سورہ انفال)

مطلب یہ ہے کہ اللہ پر توکل کرنے کی صورت میں، اللہ کی مدد ہی غالب رہتی ہے، کیونکہ اللہ زبردست قوت والا ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ حکیم بھی ہے، اس لیے اللہ کی وہ قدرت، حکمت کے مطابق حاصل ہوتی ہے، لہٰذا اللہ پر توکل کرنے والا، اللہ کی حقیقی مدد سے محروم نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

(سورة التوبة، رقم الآية ١٢٩)

ترجمہ: پس آپ کہہ دیجیے کہ کافی ہے مجھے اللہ، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے، اسی پر توکل کیا میں نے، اور وہی رب ہے عرشِ عظیم کا (سورہ توبہ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہی عرشِ عظیم کا رب ہے، تو اسی کو اپنے لیے کافی سمجھنا چاہیے، اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے، اللہ کے مقابلے میں کسی دوسری چیز کو خواہ وہ

کتنی بڑی تدبیر اور سبب ہو، نہ تو اپنے لیے کافی سمجھنا چاہیے، اور نہ ہی اس پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (سورة هود، رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: بے شک میں نے توکل کیا، اللہ پر جو کہ میرا رب ہے، اور تمہارا رب ہے، نہیں ہے کوئی زمین پر چلنے والا، مگر اسی نے پکڑ رکھا ہے، اس کی پیشانی کو، بے شک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے (سورہ ھود)

مطلب یہ ہے کہ اللہ جو کہ سب کا رب ہے، اور زمین یا اس پر موجود، کسی چیز پر ہلنے جلنے والا جاندار، خواہ وہ بڑا ہو، یا چھوٹا، اور خواہ وہ آنکھوں سے نظر آئے، یا نہ آئے، جس میں ہر طرح کے جراثیم بھی داخل ہیں، وہ سب اللہ کے قبضہ وقدرت میں ہیں، ان کو اپنے اوپر کوئی ذاتی اختیار حاصل نہیں، لہٰذا بندہ کو اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ ھود میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ (سورة هود، رقم الآية ٨٨)

ترجمہ: اور نہیں ہے میری توفیق، مگر اللہ کے ذریعے سے ہی، اسی پر توکل کیا میں نے، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں میں (سورہ ھود)

مطلب یہ ہے کہ جس کام کی بھی، انسان کو توفیق ہوتی ہے، وہ اللہ کی مدد سے ہی ہوتی ہے، لہٰذا توکل بھی اسی پر کرنا چاہیے، اور اسی کی طرف رجوع بھی کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ يَا بَنِىَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِىْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (سورة يوسف، رقم الآية ٦٧)

ترجمہ: اور کہا (یعقوب نے) کہ اے میرے بیٹو! مت داخل ہونا، تم ایک دروازے سے، اور داخل ہونا تم متفرق دروازوں سے، اور نہیں نفع پہنچا سکتا میں تم کو، اللہ کے مقابلے میں کسی چیز کا، نہیں ہے حکم، مگر اللہ ہی کے لیے، اسی پر توکل کیا میں نے، اور اسی پر بس چاہیے کہ توکل کریں، توکل کرنے والے (سورہ یوسف)

مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی نظرِ بد سے بچانے کے لیے میں نے متفرق دروازوں سے داخل ہونے کی تدبیر تو کرلی ہے، لیکن کسی کو کوئی فائدہ پہنچانا، اللہ کے علاوہ کسی کے اختیار میں نہیں، سب چیزوں پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے، اس لیے میرا توکل اللہ ہی پر ہے، اور سب توکل کرنے والوں کو، اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیے، کسی اور پر توکل نہیں کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ هُوَ رَبِّىْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ (سورة الرعد، رقم الآية ٣٠)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ وہ ہی میرا رب ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے، اسی پر توکل کیا میں نے، اور اسی کی طرف توبہ کی (سورہ رعد)

مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی رب ہے، اور وہی حقیقی معبود ہے، لہٰذا اسی پر توکل کرنا چاہیے، اور توبہ کے لئے بھی اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا آذَيْتُمُوْنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (سورة إبراهيم، رقم الآيات ١١، ١٢)

ترجمہ: اور اللہ ہی پر بس چاہیے کہ توکل کریں سب مومنین، اور کیا ہوا ہمیں کہ نہ

توکل کریں ہم اللہ پر، حالانکہ یقیناً ہدایت عطاء فرمائی، اس نے ہمیں، ہمارے راستوں کی، اور یقیناً ہم ضرور بالضرور صبر کریں گے، ان چیزوں پر، جو ایذاء پہنچائی تم نے ہم کو، اور اللہ ہی پر بس چاہیے کہ توکل کریں، توکل کرنے والے (سورہ ابراہیم)

مذکورہ آیات میں حضرت نوح، حضرت ھود اور حضرت صالح علیہم الصلاۃ والسلام کا وہ قول مذکور ہے، جو انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا، جس میں ان سب نے مومنین کو اللہ پر توکل کرنے کی تلقین فرمائی، اور ساتھ ہی پہنچنے والی ایذاؤں پر، صبر کرنے کا بھی وعدہ کیا۔

قرآن مجید کی سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ یَتَوَکَّلُ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (سورة الزمر، رقم الآية ٣٨)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ کافی ہے مجھے اللہ، اسی پر توکل کرتے ہیں، توکل کرنے والے (سورہ زمر)

مطلب یہ ہے کہ بندے کو، ہر کام میں اللہ ہی کو کافی سمجھنا چاہیے، اور اسی پر بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔

اور جس سبب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار کرنے کا حکم ہے، اس کو بھی اللہ کی مخلوق ومملوک سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے، اور اس کو اللہ کے مقابلے میں، کوئی حیثیت نہیں دینی چاہیے، کافی صرف اللہ ہی کو سمجھنا چاہیے، اور توکل بھی صرف اللہ ہی پر کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ وَھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ . وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْہِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُہٗ اِلَی اللّٰہِ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیْ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ (سورة الشورى، رقم الآيات ٩، ١٠)

ترجمہ: پس اللہ، وہی ولی ہے، اور وہی زندہ کرتا ہے مُردوں کو، اور وہی ہر چیز پر

پوری طرح قادر ہے، اور وہ کہ اختلاف کرو تم اس میں کسی چیز کے بارے میں، تو اس کا حکم، اللہ کی طرف ہے، یہ تمہارا اللہ ہے، میرا رب ہے، اسی پر توکل کیا میں نے، اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں میں (سورہ شوریٰ)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ ہی ہر چیز کا اصل اور حقیقی "والی" ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، اور ہر چیز پر اللہ کا حکم ہی غالب ہے، وہی رب ہے، اسی پر توکل کرنا چاہیے، اور اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ شوریٰ ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سورة الشورىٰ، رقم الآية ٣٦)

ترجمہ: پس جو دی گئی تمہیں کوئی بھی چیز، تو وہ سامان ہے، دنیاوی زندگی کا، اور وہ چیز جو اللہ کے پاس ہے، زیادہ بہتر ہے اور زیادہ باقی رہنے والی ہے، ان لوگوں کے لئے، جو ایمان لائے، اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں وہ (سورہ شوریٰ)

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو جو چیز بھی حاصل ہو جائے، وہ آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہے، اور اللہ کے پاس اجر وانعام اور جنت کی شکل میں مومنوں اور متوکلوں کو حاصل ہونے والی نعمت بہتر اور باقی رہنے والی ہے، اس لئے اس کی زیادہ فکر کرنی چاہئے، جس سے معلوم ہوا کہ دنیا اور اس کی سب چیزیں، آخرت کے مقابلہ میں بہت تھوڑی ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ طلاق میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهٖ (سورة الطلاق، رقم الآية ٣)

ترجمہ: اور وہ شخص جو توکل کرے گا اللہ پر، تو وہی (اللہ) کافی ہوگا، اس کے لیے، بے شک اللہ پورا کرنے والا ہے، اپنے حکم کو (سورہ طلاق)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص، اللہ پر توکل کرتا ہے، تو اللہ اس کے لیے کافی ہوجاتا ہے، اور اللہ اپنے حکم کو انجام اور پایۂ تکمیل تک پہنچاتا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ ملک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ آمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا(سورة الملک، رقم الآیات ۲۸ الیٰ ۳۰)

ترجمہ: کہہ دیجیے آپ کہ وہی رحمان ہے، ایمان لائے ہم اس پر، اور اسی پر توکل کیا ہم نے (سورہ ملک)

معلوم ہوا کہ اللہ کی بہت سی عالی وعمدہ صفات میں سے ایک صفت ''رحمان'' ہونا ہے، جو کہ عالی شان صفت ہے، لہٰذا اسی پر ایمان لانا چاہیے، اور اسی پر توکل کرنا چاہیے۔

احادیث میں بھی توکل علی اللہ کی صفت کو اختیار کرنے والوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ، قَالُوا: وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ: هُمُ الَّذِينَ لَا يَكْتَوُونَ وَلَا يَسْتَرْقُونَ، وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ، فَقَامَ عُكَّاشَةُ، فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: أَنْتَ مِنْهُمْ، قَالَ: فَقَامَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ، اُدْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِي مِنْهُمْ، قَالَ: سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۱۸ "۳۷۱" کتاب الإیمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب)

ترجمہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں، جو نہ تو (جسم پر) داغ لگاتے اور نہ ٹونہ ٹوٹکا (اور تعویذ ودھاگا) کرتے، اور وہ اپنے رب پر توکل اختیار کرتے ہیں، تو حضرت عکاشہ نے کھڑے ہو کر (اللہ کے

رسول سے) عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعاء فرمادیجیے کہ مجھے ان لوگوں میں سے کردے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں، پھر ایک آدمی نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی! آپ اللہ سے دعاء کردیجیے کہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کردے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ آپ پر سبقت لے گئے (مسلم)

ٹونا ٹوٹکا، اور بدشگونی وغیرہ جیسی چیزیں توکل علی اللہ کے خلاف ہیں، اس لیے مذکورہ حدیث میں ان کے برخلاف توکل علی اللہ اختیار کرنے والوں کی عظیم فضیلت بیان کی گئی۔ [1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَوَكَّلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرُزِقْتُمْ كَمَا يُرْزَقُ الطَّيْرُ تَغْدُوْ خِمَاصًا وَتَرُوْحُ بِطَانًا (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۳۴۴، ابواب الزھد، باب فی التوکل علی اللہ، مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۵) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرلو، جیسا کہ اس پر توکل کرنے کا حق ہے، تو تمہیں اس طرح رزق دیا جائے، جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے کہ وہ صبح کو بھوک کی حالت میں جاتے ہیں، اور شام کو پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں (ترمذی، مسند احمد)

---

[1] لا یسترقون ولا یتطیرون وعلی ربهم یتوکلون لأن العرب کانت تعتقد تأثیرها وتقصد بها دفع المقادیر المکتوبة علیهم فطلبوا دفع الأذی من غیر الله تعالی وهکذا کان اعتقاد الجاهلیة فلا یدخل فی ذلک ما کان بأسماء الله وکلامه ولا من علقها بذکر تبرکا بالله عالما أنه لا کاشف إلا الله فلا بأس به (فیض القدیر للمناوی، ج۲ص ۲۴۲، ۲۴۳، تحت رقم الحدیث ۲۰۰۲)

[2] قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح، لا نعرفه إلا من هذا الوجه. وأبو تمیم الجیشانی اسمه عبد الله بن مالک

وقال شعیب الارنؤوط: إسناده قوی، رجاله ثقات رجال الشیخین غیر عبد الله بن هبیرة، فمن رجال مسلم (حاشیة مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ پرندے اپنی طرف سے تدبیر کرتے ہیں، اور ان کی تدبیر ایسی نہیں ہوتی، جس میں غلو وانہماک ہو، اگر بندے بھی اسی طرح توکل علی اللہ کی صفت کو اختیار کریں، انہیں بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح سے رزق عطا فرمائے۔

توکل علی اللہ، اور جائز تدبیر کے بعد بندے کو اپنے معاملے کے نتائج کو، اللہ کے حوالے کر دینا چاہیئے، اور اللہ کی طرف سے جو بھی نتیجہ نکلے، اس کو تسلیم کرنا چاہیئے، اور اس کو تقدیر کا معاملہ سمجھنا چاہیئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوقُ، قَالَ: إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهُ فِيْ بَطْنِ أُمِّهِ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ، وَيُقَالُ لَهُ: اُكْتُبْ عَمَلَهُ، وَرِزْقَهُ، وَأَجَلَهُ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِيْهِ الرُّوْحُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۲۰۸، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو کہ صادق اور مصدوق ہیں، ہمیں فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش، ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے (یعنی وہ چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ، ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے، اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے، اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ شقی (یعنی بدبخت) ہے، یا سعید (یعنی نیک بخت؟) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ، إِنَّ أَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ أُمِّهٖ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا، ثُمَّ يَكُوْنُ فِيْ ذٰلِكَ عَلَقَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يَكُوْنُ فِيْ ذٰلِكَ مُضْغَةً مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ، وَيُؤْمَرُ بِأَرْبَعِ كَلِمَاتٍ: بِكَتْبِ رِزْقِهٖ، وَأَجَلِهٖ، وَعَمَلِهٖ، وَشَقِيٌّ أَوْ سَعِيْدٌ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٦٤٣ " ١ " كتاب القدر، باب كيفية الخلق الآدمى، فى بطن أمه، وكتابة رزقه وأجله وعمله، وشقاوته وسعادته)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو کہ صادق اور مصدوق ہیں، ہمیں فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں چالیس دن تک پوری کی جاتی ہے (یعنی وہ چالیس دن تک نطفہ کی شکل میں رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک جمے ہوئے خون کی شکل میں رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں تک گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے، پھر اللہ، ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے، جو اس میں روح ڈالتا ہے، اور چار کلمات کو لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے، اس کے رزق کو، اس کی عمر کو، اور اس کے عمل کو، اور اس کے بد بخت، یا نیک بخت ہونے کو (مسلم)

مذکورہ اور اس جیسی احادیث کے پیشِ نظر جب کوئی بیمار، یا فوت ہو جائے، تو اس کو اللہ کی طرف سے تقدیر کا فیصلہ سمجھنا چاہئے، اور خوامخواہ کے وسوسوں میں نہیں پڑنا چاہئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ، حَتّٰى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهٗ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهٗ، وَأَنَّ مَا أَخْطَأَهٗ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهٗ (سنن الترمذى، رقم الحديث ٢١٤٤، ابواب القدر، باب

ما جاء فی الإیمان بالقدر خیرہ وشرہ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اچھی اور بری تقدیر پر اس طرح ایمان نہ لائے کہ وہ یقین کرلے کہ جو چیز اس کو پہنچی ہے، وہ اس سے ہرگز بچ نہیں سکتا تھا، اور جو چیز اس سے رہ گئی، وہ اسے ہرگز نہیں پاسکتا تھا (ترمذی)

ہر مومن کا یہی عقیدہ وایمان ہونا چاہیے، جو مذکورہ حدیث میں بیان کیا گیا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يَبْلُغُ عَبْدٌ حَقِيْقَةَ الْإِيْمَانِ حَتّٰى يَعْلَمَ أَنَّ مَا أَصَابَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَهُ وَمَا أَخْطَأَهُ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيْبَهُ (کشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحدیث ۳۳، کتاب الإیمان، باب حقیقة الإیمان وکماله) [2]

---

[1] قال الترمذی:وفی الباب عن عبادة، وجابر، وعبد الله بن عمرو.وهذا حدیث غریب، لا نعرفه إلا من حدیث عبد الله بن میمون، وعبد الله بن میمون منکر الحدیث.

[2] قال البزار :وإسناده حسن(حوالہ بالا)

وقال الهیثمی: رواه البزار، وقال :إسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۹۱، باب فی حقیقة الایمان وکماله)

وقال الالبانی:وقال البزار " :إسناده حسن ."وهو كما قال أو أعلى، فإن رجاله ثقات كلهم، لا كلام فيهم، غير سليمان بن عتبة وقد وثقه جماعة وما قيل فيه فلا حجة له .ثم إن للحديث شواهد كثيرة، تقدم ذكر الكثير الطيب منها تحت الحديث (2439)(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۴۷۱)

وقال ایضاً:وقال البزار":وإسناده حسن ."وأقره الحافظ فی "مختصر الزوائد "(1/76) ، وهو كما قال أو أعلى؛ فإن رجاله ثقات كلهم؛ على ضعف يسير فی ابن عبد الرحمن، وهو ابن بنت شرحبیل؛ من رجال البخاری.

وعمرو -شيخ البزار -الظاهر أنه ابن علی المتقدم عند البزار قبل أحاديث (ص 12و15) ، وهو الفلاس الحافظ.وقد توبع؛ فأخرجه ابن أبی عاصم فی "السنة "(رقم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ ایمان کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا، جب تک کہ وہ یہ یقین نہ کرلے کہ جو چیز اس کو پہنچی ہے، وہ اس سے ہرگز بچ نہیں سکتا تھا، اور جو چیز اس سے رہ گئی، وہ اسے ہرگز نہیں پاسکتا تھا (بزار)

پس اگر کوئی بیمار ہو جائے، یا بیماری سے فوت ہو جائے، اس کو اللہ کا فیصلہ سمجھ کر اس پر راضی ہونا چاہیے، ورنہ تقدیر پر ایمان نہ کہلائے گا۔

حضرت ولید بن عبادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلٰى عُبَادَةَ، وَهُوَ مَرِيضٌ أَتَخَايَلُ فِيهِ الْمَوْتَ فَقُلْتُ: يَا أَبَتَاهُ أَوْصِنِي وَاجْتَهِدْ لِي ،فَقَالَ: أَجْلِسُونِي، فَلَمَّا أَجْلَسُوهُ قَالَ: يَا بُنَيَّ إِنَّكَ لَنْ تَطْعَمَ طَعْمَ الْإِيمَانِ، وَلَنْ تَبْلُغْ حَقَّ حَقِيقَةِ الْعِلْمِ بِاللّٰهِ حَتّٰى تُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ قَالَ: قُلْتُ: يَا أَبَتَاهُ وَكَيْفَ لِي أَنْ أَعْلَمَ مَا خَيْرُ الْقَدَرِ مِنْ شَرِّهٖ؟ قَالَ: تَعْلَمُ أَنَّ مَا أَخْطَأَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُصِيبَكَ، وَمَا أَصَابَكَ لَمْ يَكُنْ لِيُخْطِئَكَ ،يَا بُنَيَّ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ، ثُمَّ قَالَ: اُكْتُبْ فَجَرٰى فِي تِلْكَ السَّاعَةِ بِمَا هُوَ كَائِنٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ،يَا بُنَيَّ إِنْ مِتَّ وَلَسْتَ عَلٰى ذٰلِكَ دَخَلْتَ النَّارَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۷۰۵) [1]

ترجمہ: میں ایک مرتبہ (اپنے والد) حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

-246بتحقيقي) ، وكذا ابن عساكر في "تاريخ دمشق "(4/ 660) من طريق هشام بن عمار: حدثنا سليمان بن عتبة السلمي به.

وللحديث شواهد؛ تنظر فيما تقدم من هذه "السلسلة "(2439) ، وفي "ظلال الجنة "(111) و (245-247)(سلسلة الاحاديث الصحيحة، رقم الحديث ۳۰۱۹)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

حاضر ہوا، وہ اس وقت بیمار تھے، اور میں سمجھتا تھا کہ یہ ان کا مرضُ الوفات ہے، میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ابا جان! مجھے چھان پھٹک کر کوئی وصیت کر دیجئے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو، جب انہیں اٹھا کر بٹھا دیا گیا، تو فرمایا کہ اے میرے بیٹے! تم اس وقت تک ایمان کا ذائقہ نہیں چکھ سکتے اور علم باللہ کی حقیقت نہیں جان سکتے، جب تک تم اچھی بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان نہ لاؤ، میں نے عرض کیا کہ اے ابا جان! مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ تقدیر کا کون سا فیصلہ میرے حق میں اچھا ہے اور کون سا برا؟ فرمایا کہ تم یہ یقین نہ کرلو کہ جو چیز تجھ کو پہنچی ہے، تو اس سے ہرگز بچ نہیں سکتا تھا، اور جو چیز تجھ سے رہ گئی، تو اسے ہرگز نہیں پاسکتا تھا، اے میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ، چنانچہ اس نے قیامت تک ہونے والے واقعات کو لکھ دیا، اے میرے بیٹے اگر تم مرتے وقت اس عقیدے پر نہ ہوئے، تو تم جہنم میں داخل ہوگے (مسند احمد)

پس جب بیماری، یا حادثہ ہو جائے، یا کوئی فوت ہو جائے، اسے اللہ کا فیصلہ سمجھنا چاہئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ رَدِيفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا غُلَامُ، أَوْ يَا غُلَيِّمُ، أَلَا أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهِنَّ؟ فَقُلْتُ: بَلٰى، فَقَالَ: اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظُكَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَكَ، تَعَرَّفْ إِلَيْهِ فِي الرَّخَاءِ، يَعْرِفُكَ فِي الشِّدَّةِ، وَإِذَا سَأَلْتَ، فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ، فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ، فَلَوْ أَنَّ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ جَمِيعًا أَرَادُوا أَنْ يَنْفَعُوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ، لَمْ يَقْدِرُوا عَلَيْهِ، وَإِنْ أَرَادُوا أَنْ يَضُرُّوكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَكْتُبْهُ اللّٰهُ

عَلَيْکَ، لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ فِي الصَّبْرِ عَلٰى مَا تَكْرَهُ خَيْرًا كَثِيْرًا، وَأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْكَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۲۸۰۳) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکے! یا اے چھوٹے بچے! کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں، جن کے ذریعہ سے اللہ تمہیں فائدہ عطا فرمائے؟ میں نے عرض کیا کہ ضرور سکھائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ (یعنی اس کے احکام) کی حفاظت کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ (یعنی اس کے احکام) کی حفاظت کرو، اللہ کو تم اپنے سامنے پاؤ گے، تم اللہ کو خوشحالی میں یاد رکھو، وہ تمہیں تنگی کے وقت یاد رکھے گا، اور جب تم مانگو، تو اللہ سے مانگو، اور جب تم مدد طلب کرو، تو اللہ سے مدد طلب کرو، آئندہ ہونے والی سب باتیں لکھ کر، قلم خشک ہو چکا ہے، پس اگر ساری دنیا مل کر تمہیں کوئی ایسا نفع پہنچانا چاہے، جس کو اللہ نے تمہارے لیے نہیں لکھا، تو وہ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور اگر وہ سارے مل کر تمہیں کوئی ایسا نقصان پہنچانا چاہیں، جس کو اللہ نے تمہارے لیے نہیں لکھا، تو وہ اس کی قدرت نہیں رکھتے، اور یہ بات جان لیجئے کہ ناپسندیدہ چیز پر صبر کرنے میں بہت زیادہ خیر ہوتی ہے، اور مدد، صبر کے ساتھ ہوتی ہے، اور فراخی تنگی کے ساتھ ہوتی ہے، اور تنگی کے ساتھ آسانی ہوتی ہے (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُصِبْ

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا الحديث رواه أحمد عن شيخه أبي عبد الرحمن عبد الله بن يزيد المقرئ بثلاثة أسانيد الأخير منها متصل، والأول والثاني فيهما انقطاع، وثم يميز لفظ بعضها من بعض (حاشية مسند احمد)

مِنْهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٢٩٠٧، كتاب الجنائز، باب ما جاء في الصبر وثواب الأمراض والأعراض) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے، تو وہ خیر اس کو پہنچ کر رہتی ہے (ابن حبان)

لہٰذا توکل اور جائز تدبیر کے بعد اگر بیماری، یا وباء سے نجات ہوجائے، اور کوئی تدبیر مؤثر معلوم ہو، اسے بھی اللہ کا حکم سمجھنا چاہیے، اور مؤثر ثابت نہ ہو، اس کو بھی اللہ کا حکم سمجھنا چاہیے، اور جو تکلیف پہنچے، اس پر صبر کرنا چاہیے، جس کی بڑی عظیم فضیلت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، فَإِذَا أُصِيْبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسلم، رقم الحديث ٢٢٠٤ "٦٩" كتاب السلام، باب لكل داء دواء. واستحباب التداوى)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بیماری کی دوا ہے، پھر جب دوا، بیماری کو پہنچتی ہے، تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے صحت یاب ہوجاتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح بیماری، اللہ کے حکم سے آتی ہے، اسی طرح علاج معالجہ کے ذریعے، صحت یابی بھی اللہ کے حکم سے حاصل ہوتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیماری پہنچنے، یا وباء پھیلنے پر اس کے علاج اور اس سے حفاظت کی جائز تدبیر کرنی چاہیے، لیکن تدبیر کو مؤثر ہونے کے لئے اللہ کا محتاج سمجھنا چاہیے، اور تدبیر کے بعد بھی اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

(سورة البقره، رقم الآية ١٥٣)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخارى (حاشية صحيح ابن حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اے ایمان والو (مشکل اور تکلیفوں میں) صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو، بے شک اللہ (کی مدد) صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ مصائب کے موقع پر صبر اور نماز میں مشغول ہو کر اللہ کی مدد اور معیت حاصل ہوتی ہے۔

سورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالصَّابِرِيْنَ فِى الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِيْنَ الْبَأْسِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ١٧٧)

ترجمہ: اور جو صبر کرنے والے ہیں، تنگدستی میں اور بیماری میں اور لڑائی کے وقت یہی سچے لوگ ہیں اور یہی متقی ہیں (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ سختی و آزمائش میں صبر کرنے والے سچے اور متقی ہیں۔

سورہ آلِ عمران میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصَّابِرِيْنَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ١٤٦)

ترجمہ: اور اللہ، محبت کرتا ہے صبر کرنے والوں سے (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر کرنے والوں سے اللہ محبت فرماتا ہے۔

سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَإِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُوْرِ (سورة آل عمران، رقم الآية ١٨٦)

ترجمہ: اور اگر صبر کرو تم اور تقویٰ اختیار کرو تم، تو یہ ہمت والے کاموں میں سے ہے (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر اور تقویٰ، ہمت والا کام ہے، اور جس طرح صبر ہمت والا کام ہے، تو اس کے خلاف بے صبری، بزدلی والا کام ہے۔

سورہ آلِ عمران میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا . وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورة آلِ عمران ، رقم الآية ٢٠٠)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر سے کام لو، اور ایک دوسرے کو صبر پر آمادہ کرو اور مستعد اور کمر بستہ رہو، اور اللہ سے ڈرو تم، تاکہ تم فلاح پاؤ (سورہ آل عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر اور تقوے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرُوْا إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (سورة الانفال، رقم الآية ٤٦)

ترجمہ: اور صبر کرو تم، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (سورہ انفال)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی معیت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ أُولٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيْرٌ (سورة هود، رقم الآية ١١)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنھوں نے صبر کیا اور نیک عمل کیا ان کے لئے مغفرت ہے اور بڑا اجر ہے (سورہ ہود)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

سورہ ہود ہی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورة هود، رقم الآية ١١٥)

ترجمہ: اور صبر کیجئے آپ، پس بے شک، اللہ ضائع نہیں کرتا نیکو کاروں کے اجر کو (سورہ ہود)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کا اجر ضائع نہ ہوگا، کیونکہ یہ نیک لوگوں

کی علامت ہے، جن کو اللہ عظیم اجر وثواب عطاء فرماتا ہے۔

سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّهُ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (سورة يوسف، رقم الآية ٩٠)

ترجمہ: بے شک جو تقویٰ اختیار کرتا ہے، اور صبر کرتا ہے، تو بے شک اللہ ضائع نہیں فرماتا نیک لوگوں کے اجر کو (سورہ یوسف)

سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ٩٦)

ترجمہ: اور ہم ضرور جزاء دیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا، ان کا بہتر سے بہتر اجر، جو یہ لوگ عمل کرتے رہے (سورہ نحل)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر کرنے والوں کا اجر بہت حسین ہے۔

سورہ عنکبوت میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِيْنَ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (سورة العنكبوت، رقم الآية ٥٨، ٥٩)

ترجمہ: کیا ہی اچھا اجر ہے ان عمل کرنے والوں کا جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں وہ (سورہ عنکبوت)

اس آیت سے صبر اور اللہ پر توکل کرنے والوں کی فضیلت معلوم ہوئی۔

سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورة الزمر، رقم الآية ١٠)

ترجمہ: پس دیا جائے گا صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بغیر حساب کے (سورہ زمر)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجروثواب حاصل ہوگا۔

سورہ فصلت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَأَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوعَدُوْنَ (سورة فصلت، رقم الآية ٣٠)

ترجمہ: بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اس پر قائم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ خوف نہ کروتم، اور نہ غم کروتم، اور خوشخبری حاصل کرو اس جنت کی، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (سورہ فصلت)

سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ .أُولٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِيْنَ فِيْهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورة الأحقاف، رقم الآيات ١٣، ١٤)

ترجمہ: بے شک جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اسی پر جمے رہے، پس ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔
یہی بہشتی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے، بدلہ ہے ان کاموں کے، جو کیا کرتے تھے وہ (سورہ احقاف)

مذکورہ آیات سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کو اپنا رب تسلیم کرلیتے ہیں، پھر وہ اس پر قائم رہتے ہیں، تو وہ خوف اور غم سے محفوظ رہتے ہیں، اور وہ اسی حالت میں فوت ہونے کی صورت میں دائمی جنت کے مستحق ہوتے ہیں۔

سورہ انسان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً (سورة الانسان، رقم الآية ١٢)

ترجمہ: اور ان کی جزا ان کے صبر کرنے کے عوض میں جنت ہے (سورہ انسان)

اس سے معلوم ہوا کہ صبر کا بدلہ جنت ہے۔

اس کے علاوہ بہت سی احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مومن کو جو بھی تکلیف و بیماری پہنچتی ہے، اور وہ اس پر صبر کرتا ہے، تو اس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَاكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٩٩٩ "٦٤" كتاب الزهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا معاملہ بہت ہی اچھا ہے، اس کا ہر معاملہ خیر والا ہے، اور یہ مومن کے علاوہ کسی اور کو حاصل نہیں، مومن کو اگر کوئی خوشی پہنچتی ہے، تو وہ شکر کرتا ہے، اس میں اس کے لئے خیر ہوتی ہے، اور اگر اسے کوئی مصیبت و تکلیف پہنچتی ہے، تو وہ صبر کرتا ہے، اور اس میں بھی اس کے لئے خیر ہوتی ہے (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے لیے مصیبت پر صبر کرنا، اس کے لیے عظیم نعمت ہے، جو کافر کو حاصل نہیں۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

إِذَا سَبَقَتْ لِلْعَبْدِ مِنَ اللّٰهِ مَنْزِلَةٌ لَمْ يَبْلُغْهَا بِعَمَلِهِ، ابْتَلَاهُ اللّٰهُ فِي جَسَدِهِ أَوْ فِي مَالِهِ أَوْ فِي وَلَدِهِ، ثُمَّ صَبَّرَهُ حَتّٰى يُبْلِغَهُ الْمَنْزِلَةَ الَّتِي سَبَقَتْ لَهُ مِنْهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ٢٢٣٣٨) [1]

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: جب اللہ کے یہاں کسی بندے کا مقام ومرتبہ اس درجہ سے آگے بڑھ جاتا ہے، جہاں تک اس کا عمل نہیں پہنچتا، تو اللہ تعالیٰ اسے جسمانی، مالی، یا اولاد کی طرف سے کسی آزمائش میں مبتلا کردیتا ہے، پھر اسے اس پر صبر بھی عطاء کردیتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس درجے تک جا پہنچتا ہے، جو اس کے لئے طے ہو چکا ہوتا ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض اوقات بندۂ مومن، مصیبت پر صرف صبر کرنے سے ہی عظیم مقام ومرتبہ کو پاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا يَمْرَضُ مُؤْمِنٌ وَلَا مُؤْمِنَةٌ، وَلَا مُسْلِمٌ وَلَا مُسْلِمَةٌ، إِلَّا حَطَّ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ خَطِيْئَتَهُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٤٧٢٥) [1]

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بھی مومن مرد اور مومن عورت، اور جو بھی مسلم مرد اور مسلم عورت، مریض و بیمار ہوتا ہے، تو اللہ اس کے ذریعہ سے اس کی خطاؤں کو درگزر فرما دیتا ہے (مسند احمد)

حضرت اسد بن کرز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْمَرِيْضُ تَحَاتُّ خَطَايَاهُ كَمَا يَتَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ (مسند احمد، رقم الحديث: ١٦٦٥٤) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مریض کی خطائیں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الأرنؤوط:
حديث حسن، وهذا إسناد ضعيف لانقطاعه بين خالد بن عبد الله – وهو ابن يزيد بن أسد القسري– وبين جد أبيه أسد بن كرز (حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

اس طرح سے جھاڑ دی جاتی ہیں، جس طرح سے درخت کے پتے جھاڑ دیے جاتے ہیں (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کے مرض و بیماری کی وجہ سے گناہ بڑی تیزی سے جھڑتے اور معاف ہوتے ہیں۔

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ، فَمَنْ صَبَرَ فَلَهُ الصَّبْرُ، وَمَنْ جَزِعَ فَلَهُ الْجَزَعُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث: ٢٣٦٣٣) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کرتا ہے، پھر جو شخص صبر کرتا ہے، اسے صبر کا بدلہ ملتا ہے اور جو شخص جزع فزع کرتا ہے، اس کے لئے جزع فزع کا بدلہ ہے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے آئی ہوئی آزمائش پر جس طرح صبر کرنے کا عظیم اجر وثواب ہے، اسی طرح بے صبری کا عظیم نقصان بھی ہے۔

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں، جن کو اس موقع پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ کہ مصیبت، بیماری، یا وباء کے موقع پر اللہ پر توکل کرنا چاہیے، اور علاج وحفاظتی تدابیر کو بھی ساتھ ساتھ اختیار کرنا چاہیے، لیکن اصل بھروسہ اللہ پر ہی ہونا چاہیے، پھر بھی کوئی تکلیف، مصیبت پہنچے، یا کوئی فوت ہوجائے، اسے تقدیر کا فیصلہ سمجھنا چاہیے، اور صبر کرنا چاہیے، جس پر عظیم اجر وانعام کا وعدہ ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

---

[1] قال شعيب الأرنؤوط: إسناده جيد (حاشية مسند احمد)

(فصل نمبر 2)

توبہ واستغفار کا اہتمام

جب مصائب اور وبائیں آئیں، تو اللہ سے توبہ واستغفار کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

لغت میں توبہ کے معنیٰ واپس ہونے، اور لوٹنے کے آتے ہیں۔

اور توبہ کی حقیقت گناہ کو، گناہ سمجھ کر، اس پر ندامت وشرمندگی کرنے، اور توبہ کے وقت گناہ سے اس عزم کے ساتھ، الگ ہوجانے کے ہیں کہ وہ آئندہ حتی المقدور اس گناہ کو نہیں کرے گا۔ [1]

اور لغت میں استغفار کے معنیٰ ''مغفرت کو طلب کرنے'' کے آتے ہیں۔

---

[1] التوبة فی اللغة العود والرجوع، يقال :تاب إذا رجع عن ذنبه وأقلع عنه .وإذا أسند فعلها إلى العبد يراد به رجوعه من الزلة إلى الندم، يقال :تاب إلى الله توبة ومتابا :أناب ورجع عن المعصية، وإذا أسند فعلها إلى الله تعالى يستعمل مع صلة (على) يراد به رجوع لطفه ونعمته على العبد والمغفرة له، يقال :تاب الله عليه :غفر له وأنقذه من المعاصى .قال الله تعالى :(ثم تاب عليهم ليتوبوا إن الله هو التواب الرحيم) .

وفى الاصطلاح التوبة هى :الندم والإقلاع عن المعصية من حيث هى معصية لا؛ لأن فيها ضررا لبدنه وماله، والعزم على عدم العود إليها إذا قدر .

وعرفها بعضهم بأنها الرجوع عن الطريق المعوج إلى الطريق المستقيم .

وعرفها الغزالى بأنها :العلم بعظمة الذنوب، والندم والعزم على الترك فى الحال والاستقبال والتلافى للماضى، وهذه التعريفات وإن اختلفت لفظا هى متحدة معنى .وقد تطلق التوبة على الندم وحده إذ لا يخلو عن علم أوجبه وأثمره وعن عزم يتبعه ، ولهذا قال النبى صلى الله عليه وسلم الندم توبة والندم توجع القلب وتحزنه لما فعل وتمنى كونه لم يفعل .

قال ابن قيم الجوزية :التوبة فى كلام الله ورسوله كما تتضمن الإقلاع عن الذنب فى الحال والندم عليه فى الماضى والعزم على عدم العود فى المستقبل، تتضمن أيضا العزم على فعل المأمور والتزامه، فحقيقة التوبة :الرجوع إلى الله بالتزام فعل ما يجب وترك ما يكره؛ ولهذا علق سبحانه وتعالى الفلاح المطلق على التوبة حيث قال :(وتوبوا إلى الله جميعا أيها المؤمنون لعلكم تفلحون)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴ ص۱۱۹، مادة ''توبة ''حرف التاء)

اور استغفار کی حقیقت، اللہ سے مغفرت کو طلب کرنا ہے۔ [1]

پس جس دعاء میں اپنی مغفرت کو طلب کیا جائے، وہ استغفار کہلاتی ہے، اس اعتبار سے استغفار، ایسی دعاء کو کہا جاتا ہے، جس میں مغفرت کو طلب کیا جاتا ہے۔ [2]

توبہ اور استغفار دونوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور دونوں میں ایسی چیز کو دور کرنے کو طلب کیا جاتا ہے، جو چیز درست نہیں تھی۔

اور بعض اوقات توبہ، یا استغفار کو ایک دوسرے کے معنیٰ میں بھی بولا جاتا ہے۔ [3]

---

[1] الاستغفار فی اللغة :طلب المغفرة بالمقال والفعال .
وعند الفقهاء :سؤال المغفرة كذلك، والمغفرة فی الأصل :الستر، ويراد بها التجاوز عن الذنب وعدم المؤاخذة به، وأضاف بعضهم :إما بترك التوبيخ والعقاب رأسا، أو بعد التقرير به فيما بين العبد وربه .
ويأتی الاستغفار بمعنى الإسلام .قال الله تعالى :(وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون) أی يسلمون قاله مجاهد وعكرمة .كذلك يأتی الاستغفار بمعنى الدعاء والتوبة، وستأتی صلته بهذه الألفاظ(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ص ۳۴،۳۵، مادة " استغفار"حرف الالف)
الاستغفار فی اللغة طلب المغفرة، وأصل الغفر التغطية والستر، يقال :غفر الله ذنوبه أی سترها .
وفی الاصطلاح طلب المغفرة بالدعاء والتوبة أو غيرهما من الطاعة .
قال ابن القيم :الاستغفار إذا ذكر مفردا يراد به التوبة مع طلب المغفرة من الله، وهو محو الذنب وإزالة أثره ووقاية شره، والستر لازم لهذا المعنى، كما فی قوله تعالى :(فقلت استغفروا ربكم إنه كان غفارا)، فالاستغفار بهذا المعنى يتضمن التوبة.
أما عند اقتران إحدى اللفظتين بالأخرى فالاستغفار طلب وقاية شر ما مضى، والتوبة الرجوع وطلب وقاية شر ما يخافه فی المستقبل من سيئات أعماله ، كما فی قوله تعالى :(وأن استغفروا ربكم ثم توبوا إليه)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴ص ۱۲۰، مادة "توبة"حرف التاء)

[2] كل دعاء فيه سؤال الغفران فهو استغفار.إلا أن بين الاستغفار والدعاء عموما وخصوصا من وجه، يجتمعان فی طلب المغفرة، وينفرد الاستغفار إن كان بالفعل لا بالقول، كما ينفرد الدعاء إن كان بطلب غير المغفرة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ص ۳۵، مادة " استغفار"حرف الألف)

[3] أ -التوبة:
الاستغفار والتوبة يشتركان فی أن كلا منهما رجوع إلى الله سبحانه، كذلك يشتركان فی طلب إزالة ما لا ينبغی، إلا أن الاستغفار طلب من الله لإزالته .والتوبة سعی من الإنسان فی إزالته .
وعند الإطلاق يدخل كل منهما فی مسمى الآخر، وعند اقترانهما يكون الاستغفار طلب وقاية شر ما مضى والتوبة الرجوع وطلب وقاية شر ما يخافه فی المستقبل من سيئات أعماله، ففی التوبة أمران

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

توبہ واستغفار کا اللہ کی طرف سے حکم ہے، اور قرآن وسنت میں توبہ واستغفار کے عظیم فضائل وفوائد آئے ہیں۔ [1]

توبہ کے لیے جس طرح، اس گناہ کے کرنے پر دل میں ندامت کا ہونا، اور توبہ کے وقت اس گناہ سے الگ ہونا، اور آئندہ کے لیے اس گناہ سے حتی المقدور بچنے کا عزم کرنا، ضروری ہے، اسی طرح اگر کوئی گناہ ایسا ہو، جس میں اللہ، یا بندوں کا حق، ذمہ میں باقی ہو، تو اس کو اداء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لا بد منهما :مفارقة شيء ، والرجوع إلى غيره، فخصت التوبة بالرجوع والاستغفار بالمفارقة، وعند إفراد أحدهما يتناول كل منهما الآخر .

وعند المعصية يكون الاستغفار المقرون بالتوبة عبارة عن طلب المغفرة باللسان، والتوبة عبارة عن الإقلاع عن الذنب بالقلب والجوارح(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ص ۳۵، مادة " استغفار" حرف الألف)

[1] الأصل في الاستغفار أنه مندوب إليه،لقول الله سبحانه .(واستغفروا الله إن الله غفور رحيم) يحمل على الندب، لأنه قد يكون من غير معصية، لكنه قد يخرج عن الندب إلى الوجوب كاستغفار النبي صلى الله عليه وسلم وكالاستغفار من المعصية .

وقد يخرج إلى الكراهة كالاستغفار للميت خلف الجنازة، صرح بذلك المالكية.

وقد يخرج إلى الحرمة، كالاستغفار للكفار.

الاستغفار المطلوب:

الاستغفار المطلوب هو الذي يحل عقدة الإصرار، ويثبت معناه في الجنان، لا التلفظ باللسان، فإن كان باللسان -وهو مصر على المعصية -فإنه ذنب يحتاج إلى استغفار .

كما روي :التائب من الذنب، كمن لا ذنب له، والمستغفر من الذنب وهو مقيم عليه كالمستهزء بربه .

ويطلب للمستغفر بلسانه أن يكون ملاحظا لهذه المعاني بجنانه، ليفوز بنتائج الاستغفار، فإن لم يتيسر له ذلك فيستغفر بلسانه، ويجاهد نفسه على ما هنالك، فالميسور لا يسقط بالمعسور .فإن انتفى الإصرار، وكان الاستغفار باللسان مع غفلة القلب، ففيه رأيان:

الأول :وصفه بأنه توبة الكذابين، وهو قول المالكية، وقول للحنفية والشافعية، إلا أن المالكية جعلوه معصية لاحقة بالكبائر، وقال الآخرون :بأنه لا جدوى منه فقط .

الثاني :اعتباره حسنة وهو قول الحنابلة، وقول للحنفية والشافعية، لأن الاستغفار عن غفلة خير من الصمت وإن احتاج إلى استغفار، لأن اللسان إذا ألف ذكرا يوشك أن يألفه القلب فيوافقه عليه، وترك العمل للخوف منه من مكايد الشيطان(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴ص ۳۵،۳۶، مادة " استغفار"حرف الالف)

کرنا بھی ضروری ہے۔ [1]

قرآن وسنت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عام لوگوں پر آنے والے مصائب کا سبب، ان کے اعمال ہوتے ہیں، اگرچہ یہ مصائب، مومنوں کے لیے گناہوں کا کفارہ کیوں نہ بن جاتے ہوں۔

لہٰذا مصائب کے موقع پر توبہ واستغفار کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

---

[1] أركان وشروط التوبة:

ذكر أكثر الفقهاء والمفسرين أن للتوبة أربعة شروط :

الإقلاع عن المعصية حالا، والندم على فعلها فى الماضى، والعزم عزما جازما أن لا يعود إلى مثلها أبدا .وإن كانت المعصية تتعلق بحق آدمي، فيشترط فيها رد المظالم إلى أهلها أو تحصيل البراء ة منهم .

وصرحوا كذلك بأن الندم على المعصية يشترط فيه أن يكون لله؛ ولقبحها شرعا .وهذا معنى قولهم :الندامة على المعصية لكونها معصية "؛ لأن الندامة على المعصية لإضرارها ببدنه، وإخلالها بعرضه أو ماله، أو نحو ذلك لا تكون توبة، فلو ندم على شرب الخمر والزنا للصداع، وخفة العقل، وزوال المال، وخدش العرض لا يكون تائبا.

والندم لخوف النار أو طمع الجنة يعتبر توبة .

واعتبر بعض الفقهاء هذه الشروط أو أكثرها من أركان التوبة فقالوا :التوبة الندم مع الإقلاع والعزم على عدم العود، ورد المظالم، وقال بعضهم :الندم ركن من التوبة، وهو يستلزم الإقلاع عن الذنب والعزم على عدم العودة، وأما رد المظالم لأهلها فواجب مستقل ليس شرطا فى صحة التوبة .

ويؤيد هذا الرأى ما ورد عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :الندم توبة .

وعلى جميع الاعتبارات لا بد من التنبيه على أن الإقلاع عن الذنب لا يتم إلا برد الحقوق إلى أهلها، أو باستحلالهم منها فى حالة القدرة.

وهذا كما يلزم فى حقوق العباد يلزم كذلك فى حقوق الله تعالى، كدفع الزكوات، والكفارات إلى مستحقيها .

ورد الحقوق يكون حسب إمكانه، فإن كان المسروق أو المغصوب موجودا رده بعينه، وإلا يرد المثل إن كانا مثليين والقيمة إن كانا قيميين، وإن عجز عن ذلك نوى رده متى قدر عليه، وتصدق به على الفقراء بنية الضمان له إن وجده .فإن كان عليه فيها حق، فإن كان حقا لآدمى كالقصاص اشترط فى التوبة التمكين من نفسه وبذلها للمستحق، وإن كان حقا لله تعالى كحد الزنى وشرب الخمر فتوبته بالندم والعزم على عدم العود، وسيأتى تفصيله فى آثار التوبة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۴ ص ۱۲۰، ۱۲۱، مادة "توبة " حرف التاء)

www.idaraghufran.org

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولٰئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا . وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّيْ تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا (سورة النسآء، رقم الآيات ۱۷،۱۸)

ترجمہ: بس توبہ تو اللہ پر ان لوگوں کے لیے ہے، جنہوں نے عمل کیا برا، جہالت کی وجہ سے، پھر توبہ کر لیتے ہیں وہ قریب میں (یعنی موت کے حاضر ہونے سے پہلے) پس یہی لوگ ہیں کہ متوجہ ہوتا ہے، اللہ ان پر، اور ہے اللہ علیم، حکیم۔ اور نہیں ہے توبہ ان لوگوں کے لیے، جنہوں نے برے اعمال کیے، یہاں تک کہ جب حاضر ہو گئی ان میں سے کسی کے پاس موت، تو کہا اس نے کہ بے شک میں توبہ کرتا ہوں اب، اور نہ (ہی توبہ) ان لوگوں کے لیے ہے، جو مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر تھے، یہی لوگ ہیں کہ تیار کر رکھا ہے، ہم نے ان کے لیے عذابِ الیم (یعنی الم ناک عذاب) (سورہ نساء)

اس سے معلوم ہوا کہ موت کے سر پر آنے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، لہٰذا گناہ ہونے کے بعد جلد از جلد توبہ کرنی چاہئے کہ کہیں اللہ نہ کرے، موت سر پر نہ آ جائے۔

قرآن مجید کی سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا . وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا (سورة النساء، رقم الآيات ۱۱۰، ۱۱۱)

ترجمہ: جو شخص عمل کرے کوئی برا، یا ظلم کرے وہ اپنی جان پر، پھر استغفار کرے وہ

اللہ سے، تو پائے گا وہ اللہ کو بخشنے والا، مہربانی کرنے والا۔اور جو شخص کماتا ہے کوئی گناہ کا کام، تو اس کا وبال، اسی پر ہوتا ہے، اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے (سورہ نساء)

قرآن مجید کی سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورة المائدة، رقم الآية ٣٩)

ترجمہ: پھر جس نے توبہ کی اپنے ظلم کے بعد، اور اصلاح کر لی اس نے، تو بے شک متوجہ ہوگا اللہ اس پر، بے شک اللہ، بخشنے والا، مہربان ہے (سورہ مائدہ)

مذکورہ آیات سے توبہ واستغفار کی اہمیت معلوم ہوئی۔

قرآن مجید کی سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (سورة الأنفال، رقم الآية ٣٣)

ترجمہ: اور نہیں ہے اللہ کہ عذاب دے ان کو، جبکہ آپ موجود ہوں ان میں، اور نہیں ہے اللہ عذاب دینے والا ان کو، جب کہ وہ استغفار کرنے والے ہوں (سورہ انفال)

اس سے معلوم ہوا کہ استغفار کی برکت سے عذاب سے حفاظت ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (سورة التوبة، رقم الآية ١٠٤)

ترجمہ: کیا نہیں جانتے یہ لوگ کہ بلاشبہ اللہ ہی قبول کرتا ہے توبہ کو اپنے بندوں کی، اور لیتا ہے وہ صدقات کو، اور بلاشبہ اللہ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا،

رحم کرنے والا ہے (سورہ توبہ)

قرآن مجید کی سورہ ھود میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ (سورة هود، رقم الآية ٣)

ترجمہ: اور یہ کہ استغفار کرو تم اپنے رب سے، پھر متوجہ ہو تم اس کی طرف، تو متاع عطاء فرمائے گا وہ تم کو اچھا، ایک وقت مقرر تک، اور عطاء فرمائے گا وہ ہر فضل والے کو اس کا فضل، اور اگر پھر گئے تم (اس راہِ حق و ہدایت سے) تو بے شک مجھے خوف ہے تم پر، ایک بڑے دن کے عذاب کا (سورہ ھود)

اس سے معلوم ہوا کہ توبہ واستغفار کے ذریعہ سے دنیا میں پاکیزہ اور وسعتِ رزق والی عیش کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ ؎

قرآن مجید کی سورہ زمر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ . وَاَنِيْبُوْۤا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ . وَاتَّبِعُوْۤا اَحْسَنَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ . اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ (سورة الزمر، رقم الآيات ٥٣ تا ٥٦)

؎ (وأن استغفروا ربكم)من الشرك (ثم توبوا)ارجعوا(إليه) بالطاعة (يمتعكم)في الدنيا (متاعا حسنا) بطيب عيش وسعة رزق (إلى أجل مسمى) هو الموت(ويؤت) في الآخرة(كل ذى فضل في العمل(فضله) جزائه (وإن تولوا) فيه حذف إحدى التائين أى تعرضوا(فإنى أخاف عليكم عذاب يوم كبير)هو يوم القيامة(تفسير الجلالين، تحت آيت ٣ من سورة هود)

Idara Ghufran

ترجمہ: کہہ دیجئے آپ کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر(گناہوں کی وجہ سے)ظلم کیا ہے، مایوس نہ ہوتم اللہ کی رحمت سے، بے شک اللہ بخش دے گا سب گناہوں کو، بے شک وہ غفور ہے، رحیم ہے، اور رجوع کروتم اپنے رب کی طرف، اور مانو اس کا حکم، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے، پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے گی۔اور پیروی کرو ان اچھی باتوں کی، جو تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو(ایسا نہ ہو کہ)کوئی شخص کہے ہائے افسوس، اس بات پر کہ میں نے کوتاہی کی اللہ کے حق میں، بلکہ میں تو مذاق اڑانے والوں میں رہا(سورہ زمر)

اس سے معلوم ہوا کہ توبہ سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْا عَنِ السَّیِّئَاتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (سورۃ الشوریٰ، رقم الآیۃ ۲۵)

ترجمہ: اور وہی ہے جو توبہ قبول کرتا ہے، اپنے بندوں کی، اور معاف کردیتا ہے، ان کے گناہ، اور جانتا ہے وہ، جو کرتے ہو تم (سورہ شوریٰ)

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا بندوں کی توبہ قبول فرما کر گناہوں کو معاف کرنا معلوم ہوا۔

قرآن مجید کی سورہ نوح میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِدْرَارًا وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا(سورۃ نوح، رقم الآیات ۱۰ الیٰ ۱۲)

ترجمہ: استغفار کرو تم رب سے، بلاشبہ وہ ہے بہت مغفرت کرنے والا، بھیجے گا وہ تم

پر بارش لگا تار، اور مدد کرے گا وہ تمہارے مال اور اولاد میں ، اور کردے گا وہ تمہارے لئے باغات، اور کردے گا وہ تمہارے لیے نہریں (سورہ نوح)

اس سے معلوم ہوا کہ استغفار کی برکت سے مختلف طرح کی برکات حاصل ہوتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَإِنْ كُنتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ، فَاسْتَغْفِرِى اللّٰهَ وَتُوبِى إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدُ إِذَا اِعْتَرَفَ بِذَنْبِهِ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٦٦١، كتاب الشهادات، باب تعديل النساء)

ترجمہ: اور اگر آپ نے کوئی گناہ کیا ہو، تو اللہ سے استغفار کیجیے، اور اس سے توبہ کیجیے، کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے، تو اللہ اس کی توبہ کو قبول فرماتا ہے (بخاری)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا: يَا عَائِشَةُ إِنْ كُنتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِى اللّٰهَ وَتُوبِى فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَذْنَبَ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٦٢٤، كتاب الرقائق، باب التوبة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر آپ نے کوئی گناہ کیا ہو، تو اللہ سے استغفار کیجیے، اور توبہ کیجیے، کیونکہ بندہ جب گناہ کرتا ہے، پھر اللہ سے استغفار کرتا ہے، تو اللہ اس کی مغفرت فرماتا ہے (ابنِ حبان)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ لِى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَائِشَةُ، إِنْ كُنتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِى اللّٰهَ، فَإِنَّ التَّوْبَةَ مِنَ الذَّنْبِ: النَّدَمُ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

وَالِاسْتِغْفَارُ(مسند احمد، رقم الحديث ۲۶۲۷۹) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ فرمایا کہ اے عائشہ! اگر آپ نے کوئی گناہ کیا ہو، تو تم اللہ سے استغفار کرو، کیونکہ گناہ سے توبہ، ندامت اور استغفار کا نام ہے (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ (مسند أحمد ،رقم الحديث ۳۵۶۸) ۲

ترجمہ: ندامت کا ہونا، توبہ ہے (مسند احمد)

ندامت کا مطلب یہ ہے کہ دل میں شرمندگی ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ أَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ أَحَدِكُمْ مِنْ أَحَدِكُمْ بِضَالَّتِهِ إِذَا وَجَدَهَا (صحيح مسلم،رقم الحديث ۲۶۷۵ ''۲''كتاب التوبة،باب فى الحض على التوبة والفرح بها)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تم میں سے کسی کی توبہ پر اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے، جتنا زیادہ کوئی اپنی گم شدہ چیز کے ملنے پر خوش ہوتا ہے (مسلم)

حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اَلْعَبْدُ آمِنٌ مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ، مَا اسْتَغْفَرَ اللّٰهَ(مسند احمد ،رقم الحديث ۲۳۹۵۳) ۳

---

۱ قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح دون قوله فى حديث الإفک: " فإن التوبة من الذنب الندم والاستغفار "وهذا إسناد اختلف فيه على سفيان بن عيينة(حاشية مسند احمد)

۲ قال شعيب الارنؤوط:صحيح، وهذا إسناد حسن(حاشية مسند احمد)

۳ قال شعيب الارنؤوط:حسن بمجموع طريقيه وشاهدهٖ(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ، اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے، جب تک اللہ سے استغفار (یعنی اپنے گناہوں پر مغفرت طلب) کرتا ہے (مسند احمد)

اس کی تائید بعض دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ استغفار، اللہ کے عذاب سے امن وحفاظت کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَھَبَ اللّٰہُ بِکُمْ، وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ یُذْنِبُوْنَ، فَیَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰہَ فَیَغْفِرَ لَھُمْ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۷۴۹ "۱۱" کتاب التوبة، باب سقوط الذنوب بالاستغفار توبة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ تم کو ختم فرما کر ایسی قوم کو لے آئے گا، جو گناہ کرے گی، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے گی، تو اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا (مسلم)

اس طرح کا مضمون اور احادیث میں بھی آیا ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ گناہ سرزد ہو جانے کے بعد مایوس اور ناامید نہیں ہونا چاہئے،

---

[1] عن أبي موسى قال: " أمانان كانا على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، رفع أحدهما، وبقي الآخر "، (وما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم وما كان الله معذبهم وهم يستغفرون)(مسند احمد، رقم الحديث ١٩٥٠٦)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة محمد بن أبي أيوب، فقد تفرد بالرواية عنه حرملة بن قيس، ولم يؤثر توثيقه عن غير ابن حبان(حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " : كفارة الذنب الندامة " وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " : لو لم تذنبوا، لجاء الله عز وجل بقوم يذنبون، ليغفر لهم "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٢٣)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

بلکہ توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہیے، لہٰذا گناہ ہونے کے بعد وسوسوں کی وجہ سے نا امید ومایوس ہوجانا اور توبہ واستغفار کے بجائے پریشان ہونا درست نہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ: وَعِزَّتِکَ يَا رَبِّ، لَا أَبْرَحُ أُغْوِیْ عِبَادَکَ مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِیْ أَجْسَادِهِمْ، قَالَ الرَّبُّ: وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا أَزَالُ أَغْفِرُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوْنِیْ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۲۳۷)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان نے (اللہ سے) کہا کہ اے میرے رب! آپ کی عزت کی قسم! میں آپ کے بندوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا، جب تک کہ ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی، تو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میری عزت اور جلال کی قسم! میں ان کی مغفرت کرتا رہوں گا، جب تک کہ وہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے (مسند احمد)

اور حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَلَا تَزَالُ التَّوْبَةُ مَقْبُوْلَةً حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنَ الْمَغْرِبِ، فَإِذَا طَلَعَتْ طُبِعَ عَلٰى كُلِّ قَلْبٍ بِمَا فِيْهِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۱۷۱ ۶)[2]

ترجمہ: توبہ اس وقت تک قبول کی جاتی رہے گی، جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوگا، پھر جب سورج مغرب سے طلوع ہوجائے گا، تو ہر شخص کے دل پر اسی حالت میں مُہر لگادی جائے گی، جو اس کے دل میں ہوگا (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن بالطريق الآتية برقم (11244)، وإسناده إسناد الحديث (11233) (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: وَاللّٰهِ إِنِّيْ لَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَأَتُوْبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً (صحيح البخارى، رقم الحديث٦٣٠٧، كتاب الدعوات، باب استغفار النبى صلى الله عليه وسلم فى اليوم والليلة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں دن میں ستر (70) سے زیادہ مرتبہ اللہ سے استغفار اور توبہ کرتا ہوں (بخاری)

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ تُوْبُوْا إِلَى اللّٰهِ، فَإِنِّيْ أَتُوْبُ، فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةَ مَرَّةٍ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٧٠٢ ”٤٢“ كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ سے توبہ کرو، پس بے شک میں دن میں سو (100) مرتبہ اللہ سے توبہ کرتا ہوں (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ عَبْدًا أَصَابَ ذَنْبًا، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، أَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْ لِيْ، فَقَالَ رَبُّهُ عَزَّ وَجَلَّ: عَلِمَ عَبْدِيْ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِهِ، فَغَفَرَ لَهُ، ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا آخَرَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، أَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ: عَلِمَ عَبْدِيْ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِهِ، فَغَفَرَ لَهُ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ، ثُمَّ أَذْنَبَ ذَنْبًا آخَرَ، فَقَالَ: أَيْ رَبِّ، أَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ، فَقَالَ رَبُّهُ: عَلِمَ عَبْدِيْ أَنَّ لَهُ رَبًّا يَغْفِرُ الذَّنْبَ، وَيَأْخُذُ بِهِ قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِيْ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٩٢٥٦) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے، پھر وہ یہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے گناہ کیا ہے، تو آپ میری مغفرت فرما دیجیے، تو رب عزوجل فرماتا ہے کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے، جو گناہ کو معاف فرماتا ہے، اور وہ گناہ کی معافی طلب کر رہا ہے، تو رب عزوجل اس کی مغفرت فرما دیتا ہے، پھر جتنا اللہ کو منظور ہوتا ہے، وہ (بندہ) گناہ سے بچا رہتا ہے، پھر اس کے بعد وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے، پھر وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے گناہ کیا ہے، تو آپ میری مغفرت فرما دیجیے، تو رب عزوجل فرماتا ہے کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے، جو گناہ کو معاف فرماتا ہے، اور وہ گناہ کی معافی طلب کر رہا ہے، تو رب عزوجل اس کی مغفرت فرما دیتا ہے، پھر جتنا اللہ کو منظور ہوتا ہے، وہ (بندہ) گناہ سے بچا رہتا ہے، اس کے بعد وہ (بندہ) پھر گناہ کرتا ہے، پھر وہ کہتا ہے کہ اے میرے رب! میں نے گناہ کیا ہے، تو آپ میری مغفرت فرما دیجیے، تو رب عزوجل فرماتا ہے کہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے، جو گناہ کو معاف فرماتا ہے، اور وہ گناہ کی معافی طلب کر رہا ہے، تو رب عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کی مغفرت فرما دی (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ : وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ أَوْ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَمْلَأَ خَطَايَاكُمْ مَابَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، ثُمَّ اسْتَغْفَرْتُمُ اللّٰهَ لَغَفَرَ لَكُمْ، وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ أَوْ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُخْطِئُوْا لَجَاءَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُخْطِئُوْنَ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ (مسند احمد، رقم الحديث ١٣٤٩٣) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یا یہ فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر تم اتنے گناہ کرلو کہ تمہارے گناہوں سے زمین و آسمان کے درمیان ساری فضا بھر جائے، پھر تم اللہ سے مغفرت طلب کرو، تو بھی وہ تمہاری مغفرت فرمادے گا، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، یا یہ فرمایا کہ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم گناہ نہ کرو، تو اللہ ایک ایسی قوم کو لے آئے گا، جو گناہ کرے گی، پھر وہ اللہ سے مغفرت طلب کرے گی، تو اللہ اس قوم کی مغفرت فرمادے گا (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ أَخْطَأْتُمْ حَتّٰى تَبْلُغَ خَطَايَاكُمُ السَّمَاءَ، ثُمَّ تُبْتُمْ لَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۴۲۴۸، ابواب الزهد، باب ذكر التوبة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم خطائیں کرو، یہاں تک کہ تمہاری خطائیں، آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم توبہ کرو، تو یقیناً اللہ تمہاری توبہ کو قبول فرمائے گا (ابنِ ماجہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهٖ قَالَ: اِبْنَ آدَمَ، إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلٰى مَا كَانَ فِيكَ، اِبْنَ آدَمَ، إِنْ تَلْقَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا لَقِيتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً بَعْدَ أَنْ لَا

[1] قال شعيب الارنؤوط:
صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فى الشواهد (حاشية سنن ابنِ ماجه)

تُشْـرِکَ بِیْ شَیْئًا، اِبْنَ آدَمَ إِنَّکَ إِنْ تُذْنِبَ حَتّٰی یَبْلُغَ ذَنْبُکَ عَنَانَ السَّـمَاءِ، ثُمَّ تَسْتَغْفِرَنِیْ أَغْفِرُ لَکَ وَلَا أُبَالِیْ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۱۴۷۲) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ابنِ آدم! تو مجھ سے جتنی دعاء کرے گا، اور جتنی مجھ سے امید وابستہ کرے گا، میں اسی کے مطابق تیرے گناہوں کی مغفرت کردوں گا، اے ابنِ آدم! اگر تو مجھ سے زمین بھر کے گناہوں کے ساتھ ملاقات کرے گا، تو میں اس کے برابر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملاقات کروں گا، بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو، اے ابنِ آدم! اگر تو گناہ کرے گا، یہاں تک کہ تیرے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں گے، پھر تو مجھ سے مغفرت طلب کرے گا، تو میں تیری مغفرت کردوں گا، اور میں (اتنے سارے گناہوں کی) پروا نہیں کروں گا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ جتنے بھی گناہ ہوجائیں، توبہ کے راستے پھر بھی کھلے رہتے ہیں، لہٰذا ہر مؤمن بندہ کو توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہئے، اور مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ [2]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَا أَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ، وَإِنْ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:
حدیث حسن (حاشیة مسند احمد)

[2] قوله: (ما دعوتنی) أی ما دمت تدعونی، وترجو مغفرتی، ولا تقنط من رحمتی، فإنی أغفر لک، ولا یعظم علی مغفرتک وإن کانت ذنوبک کثیرة وفی عدم المبالاة معنی قوله: (لا یسأل عما یفعل) قوله: (عنان السماء) (نه) العنان السحاب، وإضافته علی هذا المعنی إلی السماء غیر فصیح، وأری الصواب (أعنان السماء)، وهی صفائحها، وما اعترض من أقطارها، وکأنها جمع عنن، فلعل الهمزة أسقطت عن بعض الرواة، أو ورد العنان بمعنی العنن (شرح الطیبی علی مشکاة المصابیح، ج۶، ۱۸۴۵، باب الاستغفار و التوبة)

www.idaraghufran.org

عَـادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةٍ (سنن أبی داوٗد، رقم الحدیث ۱۵۱۴، ابواب فضائل القرآن،باب فی الاستغفار) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص، استغفار کرے، تو وہ گناہ پر اصرار کرنے (اور گناہ پر قائم رہنے) والا شمار نہیں ہوتا، اگرچہ دن میں ستر (70) مرتبہ (گناہ کا) اعادہ کرے (سنن ابی داؤد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بندہ، گناہ کے بعد توبہ کرتا رہے، تو وہ گناہ پر اصرار کرنے اور جمارہنے والا شمار نہیں ہوتا، خواہ اس گناہ کو دن میں ستر مرتبہ کیوں نہ کرے، مگر ہر مرتبہ توبہ واستغفار کرتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ، كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ، فَإِنْ زَادَ زَادَتْ، فَذٰلِكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَهُ اللّٰهُ فِي كِتَابِهٖ: "كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" (سنن ابنِ ماجه، رقم الحدیث ۴۲۴۴، ابواب الزهد،باب ذکر الذنوب) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے، تو اس کے دل میں سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کر لے، اور گناہ سے الگ ہو جائے،

۱؎ قال شعیب الارنؤوط:حدیث حسن کما قال ابن کثیر فی "تفسیره "قال :وجهالة مولى أبی بکر لا تضر، لأنه تابعی کبیر، ویکفیه نسبته إلی أبی بکر .وقد حسنه أیضا الزیلعی فی "تخریج أحادیث الکشاف"، وابن حجر والعینی فی "شرحیهما علی البخاری "، وابن مفلح فی "الآداب الشرعیة ."النفیلی :هو عبد الله بن محمد بن علی بن نفیل، وأبو نصیرة :هو مسلم بن عبید الواسطی(حاشیة سنن ابی داوٗد)

۲؎ قال شعیب الارنؤوط:

حدیث قوی، هشام بن عمار متابع، ومحمد بن عجلان صدوق قوی الحدیث .وباقی رجاله ثقات(حاشیة سنن ابنِ ماجه)

اور استغفار کرلے، تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے، اور اگر وہ (توبہ نہ کرے، اور) گناہ میں اضافہ کرلے، تو اس کے دل کے سیاہ نکتہ میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، پس یہ وہی زنگ ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا ہے کہ ’’كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ‘‘(یعنی ’’ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے، ان کے کرتوتوں کی وجہ سے‘‘) (سنن ابنِ ماجہ)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ، صُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ زَادَ زَادَتْ، حَتّٰى يَعْلُوَ قَلْبَهُ ذَاكَ الرَّانُ الَّذِي ذَكَرَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْقُرْآنِ: ”كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ“ (مسند أحمد، رقم الحديث ٧٩٥٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے، تو اس کے دل میں سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کرلے، اور گناہ سے الگ ہوجائے، اور استغفار کرلے، تو اس کا دل صاف ہوجاتا ہے، اور اگر وہ مزید گناہ کرے، تو اس کے دل کے سیاہ نکتہ میں اضافہ ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے، پس یہ وہی زنگ ہے، جس کا اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اس طرح ذکر فرمایا ہے کہ:

’’كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ‘‘

(یعنی ’’ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے، ان کے کرتوتوں کی وجہ سے‘‘) (سنن ابنِ ماجہ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى، محمد بن عجلان صدوق قوى الحديث، وباقى رجاله ثقات رجال الصحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ گناہ سے دل پر سیاہی لگ جاتی ہے، اور گناہ بڑھتے رہنے سے سیاہی بھی بڑھتی رہتی ہے۔

اور اس سیاہی سے بچنے کا طریقہ استغفار کرنا ہے، لہٰذا ہر مؤمن کو استغفار کی کثرت کرنی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: طُوبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا کَثِیْرًا (سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۳۸۱۸، ابواب الادب، باب الاستغفار) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے، جو اپنے نامۂ اعمال میں کثرت سے استغفار کو پائے (ابنِ ماجہ)

حضرت بلال بن یسار، اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ قَالَ: أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا إِلٰـہَ إِلَّا ہُوَ الْحَیَّ الْقَیُّوْمَ، وَأَتُوْبُ إِلَیْہِ، غُفِرَ لَہٗ، وَإِنْ کَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ (سنن أبی داود، رقم الحدیث ۱۵۱۷، ابواب فضائل القرآن، باب فی الاستغفار) [2]

ترجمہ: جس نے یہ کہا کہ:

”أَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا إِلٰـہَ إِلَّا ہُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمَ، وَأَتُوْبُ إِلَیْہِ“

تو اس کی مغفرت کر دی جائے گی، اگرچہ وہ میدانِ جہاد سے کیوں نہ بھاگا ہو (یعنی میدانِ جہاد سے بھاگنے کا سخت گناہ بھی معاف ہو جاتا ہے) (سنن ابی داؤد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح (حاشیہ سنن ابنِ ماجہ)

[2] قال شعیب الارنؤوط:
صحیح لغیرہ. وھذا إسناد ضعیف (حاشیۃ سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

گناہوں کی معافی کے لئے سید الاستغفار، یعنی سب سے بڑا استغفار یہ ہے:

”اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبِّیْ لَا إِلٰـهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَأَنَا عَبْدُکَ وَأَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَأَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَإِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ“

ترجمہ: اے اللہ! آپ میرے رب ہیں، آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، آپ نے مجھے پیدا کیا، اور میں آپ کا بندہ ہوں، اور میں اپنی استطاعت کے مطابق آپ کے عہد اور وعدے پر قائم ہوں، میں آپ کی پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، ہر اُس شَر سے جو میں نے کیا، اس حال میں کہ میں آپ کے سامنے اپنے اوپر آپ کی نعمتوں کا اعتراف کرتا ہوں، اور آپ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار بھی کرتا ہوں، پس مجھے معاف فرما دیجیے، اس لیے کہ آپ کے علاوہ گناہوں کو کوئی معاف کرنے والا نہیں (بخاری) [1]

معلوم ہوا کہ بندہ مؤمن کو توبہ واستغفار کا اہتمام کرنا چاہئے۔

اس کی برکت سے اللہ کے عذاب سے حفاظت رہتی ہے۔ [2]

---

[1] شداد بن أوس رضی الله عنه :عن النبی صلی الله علیه وسلم " :سید الاستغفار أن تقول :اللهم أنت ربی لا إله إلا أنت، خلقتنی وأنا عبدک، وأنا علی عهدک ووعدک ما استطعت، أعوذ بک من شر ما صنعت، أبوء لک بنعمتک علی، وأبوء لک بذنبی فاغفر لی، فإنه لا یغفر الذنوب إلا أنت "قال :ومن قالها من النهار موقنا بها، فمات من یومه قبل أن یمسی، فهو من أهل الجنة، ومن قالها من اللیل وهو موقن بها، فمات قبل أن یصبح، فهو من أهل الجنة(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۶۳۰۶، کتاب الدعوات، باب أفضل الاستغفار)

[2] وقال النووی: فی هذا الحدیث أن الذنوب وإن تکررت مائة مرة بل ألفا أو أکثر وتاب فی کل مرة قبلت توبته .ولو تاب من الجمیع توبة واحدة صحت توبته .قلت: هذا الأخیر بالإجماع وإنما خالف من خالف إذا تاب من بعض الذنوب، أو إذا نقض

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس کے علاوہ گناہ سے توبہ کرنے کے لیے ''صلاۃ التوبۃ'' کا بھی احادیث میں ذکر آیا ہے، اس کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنِّی کُنْتُ رَجُلًا إِذَا سَمِعْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيْثًا نَفَعَنِیَ اللّٰهُ مِنْهُ بِمَا شَاءَ أَنْ يَّنْفَعَنِیْ بِهٖ، وَإِذَا حَدَّثَنِیْ رَجُلٌ مِّنْ أَصْحَابِهٖ اِسْتَحْلَفْتُهٗ فَإِذَا حَلَفَ لِیْ صَدَّقْتُهٗ، وَإِنَّهٗ حَدَّثَنِیْ أَبُوْ بَكْرٍ، وَصَدَقَ أَبُوْ بَكْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا، ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ، ثُمَّ يُصَلِّیْ، ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ، إِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ، ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ "وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ"

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

التوبة، والصحيح صحتها .وقال السبكى الكبير: الاستغفار طلب المغفرة باللسان أو بالقلب أو بهما .الأول فيه نفع لأنه خير من السكوت، ولأنه يعتاد فعل الخير، والثانى نافع جدا، والثالث أبلغ منه، لكنهما لا يمحصان الذنب حتى توجد التوبة، فإن العاصى المصر يطلب المغفرة ولا يستلزم ذلك وجود التوبة منه .قلت: قوله لا يمحصان الذنب حتى توجد التوبة، مراده أنه لا يمحصانه قطعا وجزما، لا أنه لا يمحصانه أصلا، لأن الاستغفار دعاء، وقد يستجيب الله دعاء عبده فيمحص ذنبه، ولأن التمحيص قد يكون بفضل الله – تعالى – أو بطاعة من العبد، أو ببلية فيه، ثم قال: والذى ذكرته من أن معنى الاستغفار غير معنى التوبة هو بحسب وضع اللفظ، لكنه غلب عند كثير من الناس أن لفظ أستغفر الله معناه التوبة، فمن كان ذلك معتقده فهو يريد التوبة لا محالة، ثم قال: وذكر بعض العلماء أن التوبة لا تتم إلا بالاستغفار لقوله تعالى:(وأن استغفروا ربكم ثم توبوا إليه)والمشهور أنه لا يشترط .اهـ.

واعلم أن أكثر الشراح هنا حملوا الاستغفار على التوبة، وظاهر الحديث يدل على أن اعتراف العبد بذلك سبب للغفران، ولا موجب للعدول عنه، بل فى الحديث تعريض لمن قال: إنه تعالى لا يغفر إلا بالتوبة، كما ذهب إليه المعتزلى، والله تعالى أعلم (مرقاة المفاتيح، ج۴ص۱۶۱۸، كتاب اسماء الله تعالىٰ، باب الاستغفار والتوبة)

(سنن الترمذی، رقم الحدیث ۴۰۶،ابواب الصلاۃ، باب ما جاء فی الصلاۃ عند التوبۃ؛

مسند احمد، رقم الحدیث ۲) ؎۱

ترجمہ: میں ایسا آدمی تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا، تو اللہ مجھے اُس حدیث سے جتنا چاہتا فائدہ عطاء فرما دیتا تھا، اور جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی سے حدیث سنتا، تو اُن سے قسم لیتا، اگر وہ قسم کھالیتا، تو میں اُس (حدیث) کی تصدیق کرتا؛ اور مجھ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی بھی کوئی گناہ کرے، پھر اُٹھے اور پاکی حاصل (یعنی وضو) کرے، پھر نماز پڑھے، پھر اللہ سے معافی مانگے، تو اللہ اسے معاف فرما دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (آلِ عمران کی) یہ آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ) وہ لوگ (متقی) ہیں کہ جب کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھتے ہیں، یا اپنی جانوں پر (گناہ کرکے) ظلم کر ڈالتے ہیں، تو وہ اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں سے معافی مانگتے ہیں (ترمذی)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اس سلسلہ میں ایک حدیث مروی ہے۔ ؎۲

؎۱ قال الترمذی:

وفی الباب عن ابن مسعود، وأبی الدرداء ، وأنس، وأبی أمامة، ومعاذ، وواثلة، وأبی الیسر واسمه کعب بن عمرو، :حدیث علی حدیث حسن لا نعرفه إلا من هذا الوجه من حدیث عثمان بن المغیرة، وروی عنه شعبة، وغیر واحد، فرفعوه مثل حدیث أبی عوانة، ورواه سفیان الثوری، ومسعر، فأوقفاه، ولم یرفعاه إلی النبی صلی الله علیه وسلم، وقد روی عن مسعر هذا الحدیث مرفوعا أیضا.

وقال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح(حاشیة مسند احمد)

؎۲ أصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما فدعا بلالا، فقال :یا بلال بم سبقتنی إلی الجنة، إنی دخلت البارحة الجنة فسمعت خشخشتک أمامی ، فقال بلال :یا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا جب کسی گناہ سے توبہ کرنے کا ارادہ ہو، اور کوئی عذر نہ ہو تو، توبہ کی نیت سے دو رکعات عام نفل نماز کی طرح پڑھی جائیں، اور اس کے بعد توبہ کی جائے۔

امید ہے کہ اس عمل کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ توبہ کی قبولیت ونورانیت میں اضافہ ہوگا۔ [1]

اللہ تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رسول الله، ما أذنبت قط إلا صليت ركعتين، وما أصابني حدث قط إلا توضأت عندها، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: بهذا (صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ١٢٠٩)

قال الأعظمي في تعليق ابن خزيمة: إسناده صحيح.

وقال الألباني تعليقا على قوله "ما أذنبت قط إلا صليت ركعتين" - قال: كذا وقع للمصنف رحمه الله وترجم له بما سبق ووقع في المسند وغيره أذنت من التأذين وهو الصواب كما نبهت عليه في تخريج الترغيب (حواله بالا)

[1] صلاة التوبة مستحبة باتفاق المذاهب الأربعة.

وذلك لما رواه أبو بكر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ما من رجل يذنب ذنبا ثم يقوم فيتطهر ثم يصلي ثم يستغفر الله إلا غفر الله له . . ثم قرأ هذه الآية: (والذين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفسهم ذكروا الله فاستغفروا لذنوبهم) إلخ. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷، ص ۱۶۴، مادة "صلاةُ التوبة" حرف الصاد)

(فصل نمبر3)

مسنون اذکار ودعاؤں کا اہتمام

آفات وبلیّات کے موقع پر، دعاؤں کا بھی اہتمام کرنا چاہیے، بطورِخاص ایسے حالات کے متعلق مسنون اذکار اور دعاؤں کا بھی وِرد کرنا چاہیے۔

اور راجح یہ ہے کہ طاعون یا دوسری کوئی وبائی بیماری پھیلنے کے وقت، اس سے حفاظت کے لیے دعاء کرنا جائز ہے۔ [1]

---

[1] ومنه الدعاء برفع الطاعون وقول ابن حجر :بدعة أى حسنة، وكل طاعون وباء ولا عكس، وتمامه فى الأشباه(الدر المختار)

(قوله :ومنه الدعاء برفع الطاعون) أى من عموم الأمراض وأراد بالدعاء الصلاة لأجل الدعاء قال فى النهر :فإذا اجتمعوا صلى كل واحد ركعتين ينوى بهما رفعه، وهذه المسألة من حوادث الفتوى. اهـ .(قوله أى حسنة) كذا فى النهر.

قلت :والبدعة تعتريها الأحكام الخمسة كما أوضحناه فى باب الإمامة قال فى النهر :وليس دعاء برفع الشهادة لأنها أثره لا عينه .اهـ.

قلت :على أنه لا مانع منه إذا أفرط وأضر كالمطر الدائم مع أن المطر رحمة .قال السيد أبو السعود عن شيخه :ومن أدلة مشروعيته أن غاية أمره أن يكون كملاقاة العدو وقد ثبت سؤاله -عليه الصلاة والسلام -العافية منه فيكون دعاء برفع المنشأ.

(قوله وكل طاعون وباء إلخ) لأن الوباء اسم لكل مرض عام نهر، والطاعون والمرض العام بسبب وخز الجن ح، وهذا بيان لدخول الطاعون فى عموم الأمراض المنصوص عليه عندنا، وإن لم ينصوا على الطاعون بخصوص (قوله :وتمامه فى الأشباه) أى فى أواخرها، وأطال الكلام فيه(رد المحتار على الدر المختار، ج٢،ص١٨٣، كتاب الصلاة،باب الكسوف)

لم يتعرض المصنف كغيره لحكم الدعاء برفع الطاعون، ولذا قال شيخ بعض مشايخنا وهو البدر القرافى :وقد كثر السؤال عن الدعاء برفع الطاعون هل يجوز؟ وأفتى بعض علماء العصر من غير المالكية بعدم الجواز لأنه شهادة والشهادة لا يجوز الدعاء برفعها، ولم أقف للمالكية على نص صريح فيه، غير أن سيدى أحمد زروق والقلشانى استعملا لذلک أدعية للاحتراز عنه وذلک يدل على الجواز، ولفظ دعاء سيدى أحمد زروق :تحصنت بذى العزة والجبروت، واعتصمت برب الملكوت، وتوكلت على الحى الذى لا يموت، اصرف عنا الأذى إنک على كل شىء قدير، يقول ذلک ثلاثا.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ(سورة البقرة، رقم الآية ۱۸۶)

ترجمہ: اور جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں، تو میں قریب ہوں، میں دعاء کرنے والے کی دعاء قبول کرتا ہوں، جب وہ مجھ سے دعاء کرتا ہے ، پس چاہئے کہ وہ (بندے) میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ ہدایت پائیں (سورہ بقرہ)

قرآن مجید کی سورہ نمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ(سورة النمل، رقم الآية ۶۲)

ترجمہ: بھلا وہ کون ہے جو بے قرار (ولاچار) شخص کی دعاء قبول فرماتا ہے، جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے (سورہ نمل)

قرآن مجید کی سورہ غافر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (سورة غافر، رقم الآية ۶۰)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولفظ دعاء القلشانی :اللهم سكن فتنة صدمة قهرمان الجبروت بألطافک الخفية الواردة النازلة من باب الملكوت حتى نتشبث بألطافک، ونعتصم بک عن إنزال قدرتک، يا ذا القدرة الكاملة والرحمة الشاملة، يا ذا الجلال والإكرام، فإن قيل :ما أخذ من جواز الدعاء بسبب دعاء هذين الشيخين يشكل عليه كون الموت بالطاعون شهادة حتى دعا الرسول -عليه الصلاة والسلام- بها لأمته حيث قال :اللهم اجعل فناء أمتى بالطعن والطاعون والشهادة لا يطلب رفعها .فالجواب :أنه ليس كل شهادة يطلب حصولها، إذ قد تكون الشهادة مرغوبا عنها كما ورد :لا تتمنوا لقاء العدو ومع أن لقاءه يستلزم الشهادة غالبا(الفواكه الدوانى على رسالة ابن أبى زيد القيروانى، ج۲، ص ۳۴۱، باب فى حكم التعالج)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو، میں تمہاری دعاء قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت (دعاء) سے سرکشی کرتے ہیں، عنقریب وہ ذلیل ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے (سورہ غافر)

معلوم ہوا کہ دعاء کی برکت سے تکلیف دُور ہو جاتی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّعَاءَ هُوَ الْعِبَادَةُ، ثُمَّ قَرَأَ: ”وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ“ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۱۸۴۳۲) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعاء ہی عبادت ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

”وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ“

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا (مسند احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا إِثْمٌ، وَلَا قَطِيعَةُ رَحِمٍ، إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ بِهَا إِحْدَى ثَلَاثٍ: إِمَّا أَنْ تُعَجَّلَ لَهُ دَعْوَتُهُ، وَإِمَّا أَنْ يَدَّخِرَهَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ، وَإِمَّا أَنْ يَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوءِ مِثْلَهَا، قَالُوْا: إِذًا نُكْثِرُ، قَالَ: اَللّٰهُ أَكْثَرُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۱۱۳۳) ؎۲

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مسلمان بھی کوئی دعاء کرتا ہے، جس میں

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، وكيع: هو ابن الجراح. وأخرجه ابن ماجه (۳۸۲۸) من طريق وكيع، بهذا الإسناد (حاشية مسند الإمام أحمد)

؎۲ قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد (حاشية مسند احمد)

نہ تو گناہ کی چیز ہوتی ہے، اور نہ قطع رحمی کی، تو اللہ اس کو تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطاء فرماتا ہے، یا تو اس کی دعاء کو جلدی قبول فرمالیتا ہے، یا اس کے لیے آخرت میں اس کو ذخیرہ کردیتا ہے، یا پھر اس سے اسی طرح کی برائی کو دور فرمادیتا ہے، لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہم کثرت سے دعاء کریں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اس سے بھی زیادہ عطاء فرمانے والا ہے (مسند احمد)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی اس سے ملتی جلتی حدیث مروی ہے۔ [1]

حضرت جابر بن سُلَیم رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے:

إِذَا أَصَابَکَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْکَ وَإِنْ أَصَابَکَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَهَا لَکَ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفْرَاءَ أَوْ فَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَاحِلَتُکَ فَدَعَوْتَهُ رَدَّهَا عَلَيْکَ (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ۴۰۸۴، كتاب اللباس، باب ماجاء فی اسبال الازار) [2]

ترجمہ: جب آپ کو کوئی تکلیف پہنچے، پھر آپ اللہ سے دعاء کریں، تو وہ آپ سے اس تکلیف کو دور فرمادے گا، اور اگر آپ کو قحط سالی پہنچے، پھر آپ اللہ سے دعاء کریں، تو وہ آپ کے لئے فصل اُگادے گا، اور جب آپ کسی جنگل، یا بیابان جگہ میں ہوں، اور آپ کی سواری گم ہوجائے، پھر آپ اللہ سے دعاء کریں، تو وہ آپ

---

[1] عن جبير بن نفير: أن عبادة بن الصامت حدثهم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما على الأرض مسلم يدعو الله تعالى بدعوة إلا آتاه الله إياها أو صرف عنه من السوء مثلها، ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم .فقال رجل من القوم: إذا نكثر، قال: الله أكثر .وهذا حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه(سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۵۷۳، ابواب الدعوات، باب فی انتظار الفرج وغير ذلک)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، وهذا إسناد قوی من أجل أبی غفار –واسمه المثنى بن سعيد أو سعد الطائی– فهو صدوق لا بأس به، لكنه متابع .يحيى: هو ابن سعيد القطان، وأبو تميمة: هو طريف بن مجالد(حاشية سنن ابی داؤد)

کوسواری لوٹا دے گا (سنن ابی داؤد)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أَدْعُوْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحْدَهُ، مَنْ إِذَا كَانَ بِكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ كَشَفَهُ عَنْكَ، وَمَنْ إِذَا أَصَابَكَ عَامُ سَنَةٍ فَدَعَوْتَهُ أَنْبَتَ لَكَ، وَمَنْ إِذَا كُنْتَ فِيْ أَرْضٍ قَفْرٍ فَأَضْلَلْتَ فَدَعَوْتَهُ رَدَّ عَلَيْكَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢١٦٢٦) [1]

ترجمہ: جب آپ کو کوئی تکلیف پہنچے، پھر آپ اللہ سے دعاء کریں، تو وہ آپ سے اس تکلیف کو دور فرما دے گا، اور اگر آپ کو قحط سالی پہنچے، پھر آپ اللہ سے دعاء کریں، تو وہ آپ کے لئے فصل اُگا دے گا، اور جب آپ کسی جنگل، یا بیابان جگہ میں ہوں، اور آپ کی سواری گم ہو جائے، پھر آپ اللہ سے دعاء کریں، تو وہ آپ کو سواری لوٹا دے گا (مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ دل کے یقین کے ساتھ اللہ سے دعاء کرنے سے وہ دعاء ضرور قبول ہوتی ہے۔

البتہ قبولیتِ دعاء کی مختلف شکلیں ہیں، جس کا پیچھے حدیث میں ذکر گزرا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهُ مَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٣٧٣، ابواب الدعوات، باب ماجاء فی فضل الدعاء، مسند ابی یعلی، رقم الحديث ٦٦٥٥) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ سے نہیں مانگتا، اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے (ترمذی، ابو یعلیٰ)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

[2] قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسناده حسن (حاشیة مسند ابی یعلی)

www.idaraghufran.org

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ، وَلَا يَرُدُّ الْقَدَرَ إِلَّا الدُّعَاءُ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۹۰، ابواب السنة، باب فی القدر) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر میں زیادتی صلہ رحمی کے ذریعے ہی ہوتی ہے، اور دعاء، قدر (وقضاء) کو ٹلا دیتی ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۱۳۹، ابواب القدر، باب ما جاء لا يرد القدر إلا الدعاء؛ المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۶۱۲۸؛ شرح مشكل الآثار، رقم الحديث ۳۰۶۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قضاء کو صرف دعاء ٹلاتی ہے، اور عمر میں زیادتی صلہ رحمی کے ذریعے ہی ہوتی ہے (ترمذی، طبرانی، طحاوی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ قَدْ خَفَتَ فَصَارَ مِثْلَ الْفَرْخِ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كُنْتَ تَدْعُوْ بِشَيْءٍ أَوْ تَسْأَلُهُ إِيَّاهُ. قَالَ نَعَمْ كُنْتُ أَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ مَا كُنْتَ مُعَاقِبِيْ بِهِ فِي الْآخِرَةِ فَعَجِّلْهُ لِيْ فِي الدُّنْيَا. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ لَا تُطِيْقُهُ أَوْ لَا تَسْتَطِيْعُهُ أَفَلَا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية ابنِ ماجه)

[2] قال الترمذی: وفی الباب عن أبی أسيد وهذا حديث حسن غريب من حديث سلمان.
وقال الالبانی: الحديث حسن كما قال الترمذی بالشاهد من حديث ثوبان، دون الزيادة فيه، فإنی لم أجد لها شاهدا (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۱۵۴)

قُلْتَ اَللّٰهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ قَالَ فَدَعَا اللّٰهَ لَهُ فَشَفَاهُ (صحيح مسلم،رقم الحديث ٢٦٨٨ ”٢٣“كتاب الذكر والدعاء والتوبة والاستغفار،باب كراهة الدعاء بتعجيل العقوبة فى الدنيا، مسند احمد ،رقم الحديث ١٢٠٤٩) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ایک (بیمار) آدمی کی عیادت کی، جو کمزور ہو کر چوزے کی طرح ہو گیا تھا، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کسی چیز کی دعاء کرتے ہیں، یا کسی چیز کا اللہ سے سوال کرتے ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں! میں یہ دعاء کرتا ہوں کہ اے اللہ! جو آخرت میں میری سزا ہے، اس کو مجھے دنیا ہی میں دے دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سبحان اللہ! آپ کو اس کی طاقت نہیں ہے (کہ آپ دنیا میں اللہ کی سزا کو برداشت کرسکیں) آپ یہ دعاء کیوں نہیں کرتے کہ اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطاء فرمایئے، اور آخرت میں بھی اچھائی عطاء فرمایئے، اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچایئے، پس اس نے اللہ سے (اسی طرح) دعاء کی، تو اس کو اللہ نے شفاء عطا فرمادی (مسلم، مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَّسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكُرَبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرَّخَاءِ (سنن الترمذى،رقم الحديث ٣٣٨٢،ابواب الدعوات،باب ما جاء أن دعوة المسلم مستجابة، مستدرک حاكم رقم الحديث ١٩٩٧، مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ٦٣٩٧) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين .ابن أبى عدى :اسمه محمد بن إبراهيمؒ(حاشية مسنداحمد)

[2] قال الحاكم:حديث صحيح الإسناد احتج البخارى بأبى صالح، وأبو عامر الألهانى أظنه الهوزنى وهو صدوق.

وقال حسين سليم اسد الدارانى: اسناده حسن(حاشية مسند ابى يعلىٰ)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اللہ اس کی سختیوں اور بے چینی کے وقت دعاء قبول فرمائے، تو اسے چاہئے کہ نرمی (یعنی اچھی حالت) میں کثرت سے دعاء کیا کرے (ترمذی، حاکم، ابویعلیٰ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَلا أُعَلِّمُکَ کَلِمَاتٍ یَنْفَعُکَ اللّٰهُ بِهِنَّ؟فَقُلْتُ: بَلٰی ،فَقَالَ: اِحْفَظِ اللّٰهَ یَحْفَظُکَ، اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ أَمَامَکَ، تَعَرَّفْ إِلَیْهِ فِی الرَّخَاءِ، یَعْرِفُکَ فِی الشِّدَّةِ، وَإِذَا سَأَلْتَ، فَاسْأَلِ اللّٰهَ، وَإِذَا اسْتَعَنْتَ، فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، قَدْ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ کَائِنٌ، فَلَوْ أَنَّ الْخَلْقَ کُلَّهُمْ جَمِیْعًا أَرَادُوْا أَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَکْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ، لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَیْهِ، وَإِنْ أَرَادُوْا أَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَکْتُبْهُ اللّٰهُ عَلَیْکَ، لَمْ یَقْدِرُوْا عَلَیْهِ، وَاعْلَمْ أَنَّ فِی الصَّبْرِ عَلٰی مَا تَکْرَهُ خَیْرًا کَثِیْرًا، وَأَنَّ النَّصْرَ مَعَ الصَّبْرِ، وَأَنَّ الْفَرَجَ مَعَ الْکَرْبِ، وَأَنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۸۰۳) [1]

ترجمہ: کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھلا دوں، جن کے ذریعہ سے اللہ آپ کو نفع پہنچائے گا؟ میں نے عرض کیا کہ بے شک، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ (کے احکام) کی حفاظت کریں، اللہ آپ کی حفاظت کرے گا، آپ اللہ کو یاد رکھیں، تو آپ اللہ کو اپنے سامنے پائیں گے، تم اللہ کو خوشحالی میں یاد رکھو، وہ تمہیں تکلیف کے وقت یاد رکھے گا، جب تم مانگو، تو اللہ سے مانگو، اور جب تم مدد چاہو، تو اللہ سے چاہو، اور جان رکھو! کہ اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں نفع پہنچانا

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشیة مسند احمد)

چاہے، تو تمہیں نفع نہیں پہنچا سکتی، سوائے اس کے جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، اور اگر وہ سارے مل کر تمہیں نقصان پہنچانا چاہیں، تو تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے، سوائے اس کے، جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے اور یاد رکھو! مصائب پر صبر کرنے میں بڑی خیر ہے، کیونکہ مدد صبر کے ساتھ ہے، کشادگی تنگی کے ساتھ ہے اور آسانی سختی کے ساتھ ہے (مسند احمد)

مذکورہ اور اس جیسی احادیث سے دعاء کی اہمیت وفضیلت پر روشنی پڑتی ہے۔

گھروں میں سورہ بقرہ، یا اس کی دو آخری آیات کی قرائت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت سے ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ، إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِىْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٧٨٠"٢١٢" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة فى بيته وجوازها فى المسجد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے، جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہو (مسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَّخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ بِأَلْفَىْ عَامٍ، فَأَنْزَلَ مِنْهُ آيَتَيْنِ، فَخَتَمَ بِهِمَا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ، وَلَا يُقْرَآنِ فِىْ دَارٍ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَيَقْرَبُهَا الشَّيْطَانُ (مسند احمد، رقم الحديث ١٨٤١٤) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل کتاب لکھ دی تھی، اور اس میں سے دو آیتیں نازل کر کے ان کے ذریعے سورہ بقرہ کا اختتام فرمادیا، لہٰذا جس گھر میں تین راتوں تک سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں پڑھی جائیں گی، شیطان اس گھر کے قریب نہیں آسکے گا (مسند احمد)

شیطان کے مفہوم میں تکلیف ونقصان پہنچانے والے جنات بھی داخل ہیں، خواہ وہ خود سے تکلیف ونقصان پہنچائیں، یا کوئی سحر، اور جادو ٹونے کے ذریعے سے جنات کو استعمال کر کے تکلیف ونقصان پہنچانا چاہے۔

صبح وشام اور گھروں میں آیۃ الکرسی کی قرائت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ كَانَتْ لَـهُ سَهْوَةٌ فِيهَا تَمْرٌ، فَكَانَتْ تَجِيءُ الْغُولُ فَتَأْخُذُ مِنْهُ قَالَ: فَشَـكَـا ذٰلِكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَاذْهَبْ فَإِذَا رَأَيْتَهَا فَقُلْ: بِسْمِ اللّٰهِ أَجِيبِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَأَخَذَهَا فَحَلَفَتْ أَنْ لَّا تَعُودَ فَأَرْسَلَهَا، فَجَاءَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قَالَ: حَلَفَتْ أَنْ لَّا تَعُودَ، فَقَالَ: كَذَبَتْ، وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ، قَالَ: فَأَخَذَهَا مَرَّةً أُخْرٰى فَحَلَفَتْ أَنْ لَّا تَعُودَ فَأَرْسَلَهَا، فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قَالَ: حَلَفَتْ أَنْ لَّا تَعُودَ، فَقَالَ: كَذَبَتْ وَهِيَ مُعَاوِدَةٌ لِلْكَذِبِ، فَأَخَذَهَا، فَقَالَ: مَا أَنَا بِتَارِكِكِ حَتّٰى أَذْهَبَ بِكِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَتْ: إِنِّي ذَاكِرَةٌ لَكَ شَيْئًا آيَةَ الْكُرْسِيِّ اِقْرَأْهَا فِي بَيْتِكَ فَلَا يَقْرَبُكَ شَيْطَانٌ وَلَا غَيْرُهُ، قَالَ: فَجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ؟ قَالَ:

فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَتْ، قَالَ: صَدَقَتْ وَهِيَ كَذُوبٌ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۸۸۰، ابواب فضائل القرآن، باب بلاترجمة بعد باب ما جاء فی فضل سورة البقرة وآیة الکرسی) ۱؎

ترجمہ: ان کے ہاں ایک طاق تھا، جس میں کھجوریں تھیں، ایک جن عورت آتی اور اس میں سے کھجوریں چُرا لیتی، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اب جب آپ اُسے دیکھو تو کہنا کہ بسم اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے حکم کی تعمیل کرو، حضرت ابوایوب نے اسے (یہ کہہ کر) پکڑ لیا، تو وہ جننی قسم کھانے لگی کہ دوبارہ نہیں آئے گی، حضرت ابوایوب نے اُسے چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا کہ آپ کے قیدی کا کیا ہوا؟ حضرت ابوایوب نے عرض کیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ اب نہیں آئے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا، کیونکہ اُسے جھوٹ کی عادت ہے۔

حضرت ابوایوب نے اُسے پھر دوبارہ پکڑ لیا، تو اس نے پھر قسم کھائی، اور ابوایوب نے اسے دوبارہ چھوڑ دیا، پھر حضرت ابوایوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم فرمایا کہ آپ کے قیدی کا کیا ہوا؟ ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ اب نہیں آئے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے جھوٹ بولا، کیونکہ اسے جھوٹ کی عادت ہے، اس کے بعد (جب وہ آئی تو) حضرت ابوایوب نے پھر اسے پکڑا اور فرمایا کہ میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ لے جاؤں۔ اس جن عورت نے کہا کہ میں تمہیں ایک چیز بتاتی

۱؎ قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب. وفي الباب عن أبي بن كعب.

ہوں، وہ یہ کہ تم گھر میں آیۃ الکرسی پڑھا کرو، تو شیطان، یا کوئی اور دشمن تمہارے قریب نہیں آئے گا، حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا، اگرچہ وہ جھوٹ کی عادی ہے (ترمذی)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی معتبر سند پر مشتمل حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

''جو شخص صبح کے وقت آیت الکرسی پڑھ لے، وہ شام تک اور جو شام کے وقت پڑھ لے، وہ صبح تک جنات اور شیطان سے محفوظ رہتا ہے''۔ [1]

چند مسنون اذکار اور دعائیں

(1)

عظیمُ الشان تسبیح، جس کو ایک مرتبہ پڑھنے سے بہت زیادہ تسبیح پڑھنے کا ثواب ملتا ہے، یہ ہے:

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ. وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ

---

[1] حدثنا العباس بن الفضل الأسفاطی، ثنا موسی بن إسماعیل، ثنا أبان بن یزید، عن یحیی بن أبی کثیر، عن الحضرمی بن لاحق، عن محمد بن أبی بن کعب، عن أبیه، أنه کان له جرن من تمر، فکان ینقص، فحرسه ذات لیلة، فإذا هو بدابة شبه الغلام المحتلم، فسلم علیه، فرد علیه السلام، فقال: ما أنت، جنی أم إنسی؟ قال: لا بل جنی. قال: فناولنی یدک. فناوله یده، فإذا یده ید کلب، وشعره شعر کلب، قال: هکذا خلق الجن، قال: قد علمت الجن أن ما فیهم رجل أشد منی، قال: فما جاء بک؟ قال: بلغنا أنک تحب الصدقة، فجئنا نصیب من طعامک. قال: فما ینجینا منکم؟ قال: هذه الآیة التی فی سورة البقرة: "الله لا إله إلا هو الحی القیوم" من قالها حین یمسی أجیر منا حتی یصبح، ومن قالها حین یصبح أجیر منا حتی یمسی، فلما أصبح أتی رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک له فقال: صدق الخبیث (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۵۴۱، ج ۱ ص ۲۰۱، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۱۰۷۳۱)

قال المنذری: رواه النسائی والطبرانی بإسناد جید واللفظ له (الترغیب والترهیب، ج ۱ ص ۲۶۱، کتاب النوافل الترغیب فی المحافظة علی ثنتی عشرة رکعة من السنة فی الیوم واللیلة)

وقال الهیثمی: رواه الطبرانی، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۷۰۱۲، باب ما یقول إذا أصبح وإذا أمسی)

www.idaraghufran.org

فِی الْأَرْضِ. وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ بَیْنَ ذٰلِکَ. وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ. وَاللّٰہُ أَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ. وَلَا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ مِثْلَ ذٰلِکَ. وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ إِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ

ترجمہ: پاک ہے اللہ اتنی مرتبہ، جتنی آسمان میں مخلوق ہے، اور پاک ہے اللہ اتنی مرتبہ، جتنی زمین میں مخلوق ہے، اور پاک ہے اللہ اتنی مرتبہ، جتنی آسمان اور زمین کے درمیان مخلوق ہے، اور پاک ہے اللہ اتنی مرتبہ، جتنی اس نے اپنی مخلوق پیدا کی، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اتنی ہی مرتبہ، اور ہر تعریف اللہ کے لئے ہے، اتنی ہی مرتبہ، اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اتنی ہی مرتبہ، اور نہیں ہے کوئی نقل وحرکت اور قوت اللہ کے بغیر، اتنی ہی مرتبہ۔ [1]

---

[1] اللہ کا ذکر اصولی طور پر مندرجہ ذیل چند اقسام میں داخل ہے:

(۱) تہلیل (۲) تسبیح (۳) تحمید (۴) تکبیر (۵) حوقلہ

مندرجہ بالا ذکر میں یہ پانچوں اقسام کے اذکار جمع ہیں، البتہ بعض احادیث میں تسبیح کی مذکورہ فضیلت میں تسبیح وتحمید یا صرف تسبیح کا اختصار پایا جاتا ہے، اور متن میں مذکور الفاظ والی حدیث میں پانچوں مذکورہ اذکار جمع ہیں، اس لئے وہ جامع ہے۔

عن عائشة بنت سعد بن أبي وقاص عن أبيها :أنه دخل مع رسول الله -صلى الله عليه وسلم -على امرأة وبين يديها نوى -أو حصى -تسبح به، فقال " :أخبرك بما هو أيسر عليك من هذا، أو أفضل "فقال" :سبحان الله عدد ما خلق فى السماء ، وسبحان الله عدد ما خلق فى الأرض، وسبحان الله عدد ما بين ذلك، وسبحان الله عدد ما هو خالق، والله أكبر مثل ذلك، والحمد لله مثل ذلك، ولا إله إلا الله مثل ذلك، -ولا حول ولا قوة إلا بالله مثل ذلك (سنن ابى داود، رقم الحديث ١٥٠٠، ابنِ حبان رقم الحديث ٨٣٧، موارد الظمآن ،رقم الحديث ٢٣٣٥)

قال شيعب الارنوؤط: حديث حسن لغيره (حاشية سنن ابى داؤد)

وقال ايضاً: رجاله رجال الصحيح(حاشية ابنِ حبان)

وقال حسين سليم اسد الدارانى:إسناده صحيح إن كان سعيد بن أبى هلال سمعه من عائشة بنت سعد، فإن إمكانية اللقاء متوفرة، ولكننا ما علمنا رواية لسعيد عن عائشة فيما نعلم، والله أعلم(حاشية موارد الظمآن)

عن سالم، أن أبا أمامة حدث، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال " :من قال: الحمد لله عدد ما خلق، والحمد لله ملء ما خلق، والحمد لله عدد ما فى السماوات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(2)

ہر قسم کے ضرر سے بچنے کے لئے صبح اور شام تین تین مرتبہ، اس دعاء کا پڑھنا مفید ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ. وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

ترجمہ: اللہ کے نام سے، جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز بھی زمین میں اور آسمان میں ضرر نہیں پہنچا سکتی، اور وہ خوب سننے والا ہے، خوب جاننے والا ہے (مسنداحمد) [1]

(3)

جو شخص شام ہونے پر تین مرتبہ یہ کلمات کہہ لے، تو وہ رات بھر زہریلی چیز سے محفوظ رہتا ہے۔

أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأرض، والحمد لله ملء ما فی السماوات والأرض، والحمد لله عدد ما أحصی کتابه، والحمد لله ملء ما أحصی کتابه، والحمد لله عدد کل شیء ، والحمد لله ملء کل شیء ، وسبحان الله مثلها فأعظم ذلک (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۱۴۴)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

عن ابن عباس، قال " :کان اسم جويرية برة، فکأن النبی صلى الله عليه وسلم کره ذلک، فسماها جويرية، کراهة أن يقال :خرج من عند برة، قال :وخرج بعد ما صلى، فجاء ها فقالت :ما زلت بعدک یا رسول الله دائبة، قال :فقال لها " :لقد قلت بعدک کلمات لو وزن لرجحن بما قلت :سبحان الله عدد ما خلق الله سبحان الله رضاء نفسه، سبحان الله زنة عرشه، سبحان الله مداد کلماته (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۳۴)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

[1] عن أبان بن عثمان، قال :سمعت عثمان بن عفان وهو يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من قال فی أول يومه، أو فی أول ليلته :بسم الله الذی لا يضر مع اسمه شیء فی الأرض ولا فی السماء ، وهو السميع العليم، ثلاث مرات، لم يضره شیء فی ذلک اليوم، أو فی تلک الليلة "(مسند احمد، رقم الحديث ۴۷۴،سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۳۸۸)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشية مسند احمد)

وقال الترمذی:هذا حديث حسن صحيح غريب.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں اللہ کے کلماتِ تامہ کے ساتھ ہر مخلوق کے شر سے پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں (مسند احمد، ترمذی) ؎۱

(4)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "کرب" یعنی "رنج وغم اور پریشانی" کے وقت یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

"لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ الْعَظِيمُ الْحَلِيمُ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَرَبُّ الْأَرْضِ، وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ" ؎۲

(5)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے کسی دن سو مرتبہ یہ کلمات پڑھ لیے، تو اس کو دس غلاموں کے آزاد کرنے، اور سو نیکیوں کے برابر ثواب ملے گا، اور اس کے سو گناہ معاف ہو جائیں گے، اور وہ اس دن شیطان سے محفوظ رہے گا، وہ کلمات یہ ہیں:

"لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَـهُ لَـهُ الْمُلْكُ وَلَـهُ الْحَمْدُ وَهُوَ

؎۱ عن أبي هريرة، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم ": من قال إذا أمسى ثلاث مرات: أعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق، لم تضره حمة تلك الليلة (مسند احمد، رقم الحديث ٧٨٩٨؛ سنن الترمذي، ابواب الدعوات)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

عن أبي هريرة، أنه قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله ما لقيت من عقرب لدغتني البارحة، قال ": أما لو قلت، حين أمسيت: أعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق، لم تضرك (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٧٠٩ "٥٥" باب في التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغيره، ابوداؤد، باب كيف الرقى؛ ابنِ ماجه، باب رقية الحية والعقرب، مسند احمد، رقم الحديث ٨٨٨٠)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

؎۲ عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يقول عند الكرب: لا إله إلا الله العظيم الحليم، لا إله إلا الله رب العرش العظيم، لا إله إلا الله رب السماوات ورب الأرض ورب العرش الكريم (صحيح البخاري، رقم الحديث ٦٣٤٦)

عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" [1]

(6)

وبا کے زمانے میں جب کسی جگہ داخل ہو، تو درجِ ذیل دعاء پڑھنے کی برکت سے وہاں کے ہر قسم کے ضرر سے حفاظت رہتی ہے:

"أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ"

ترجمہ: میں پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ، اس کی ہر مخلوق کے شر سے (مسلم) [2]

(7)

وبا کے زمانے میں درجِ ذیل دعاء پڑھنا بھی سنت سے ثابت ہے:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ، وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ، وَالْقَسْوَةِ وَالْغَفْلَةِ، وَالذِّلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكُفْرِ، وَالشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ، وَالسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ

---

[1] من قال: لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، في يوم، مائة مرة. كانت له عدل عشر رقاب. وكتبت له مائة حسنة. ومحيت عنه مائة سيئة. وكانت له حرزا من الشيطان، يومه ذلك، حتى يمسي. ولم يأت أحد أفضل مما جاء به إلا أحد عمل أكثر من ذلك. ومن قال: سبحان الله وبحمده، في يوم، مائة مرة، حطت خطاياه. ولو كانت مثل زبد البحر "(صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٦٩١ "٢٨")

[2] عن الحارث بن يعقوب، أن يعقوب بن عبد الله، حدثه أنه سمع بسر بن سعيد، يقول: سمعت سعد بن أبي وقاص، يقول: سمعت خولة بنت حكيم السلمية، تقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ": من نزل منزلا ثم قال: أعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق، لم يضره شيء، حتى يرتحل من منزله ذلك (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٧٠٨ "٥٤")

عن خولة، قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم، قال: " من نزل منزلا، فقال: أعوذ بكلمات الله التامة من شر ما خلق، لم يضره شيء حتى يظعن منه "(مسند احمد، رقم الحديث ٢٧١٢٠)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

الصَّمَمِ وَالْبُكَمِ، وَالْجُنُوْنِ، وَالْبَرَصِ وَالْجُذَامِ، وَسَيِّيءِ الْأَسْقَامِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے ذریعہ پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، مغلوبیت سے، اور سُستی سے، اور بُرے بڑھاپے سے، اور دل کی سختی سے، اور غفلت سے، اور ذلت ورسوائی سے، اور میں آپ کے ذریعہ پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، فقرو فاقہ سے، اور کفر سے، اور شرک سے، اور نفاق سے، اور شہرت سے، اور ریاء کاری سے، اور میں آپ کے ذریعہ پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں، گونگے پن سے، اور بہرہ پن سے، اور جنون سے، اور برص سے، اور کوڑھ پن سے، اور امراض کی برائی سے (ابن حبان) [1]

(8)

اور جسم کے اعضاء کو مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ دعاء پڑھنا بھی مفید ہے:

اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِسَمْعِیْ وَبَصَرِیْ حَتّٰی تَجْعَلَهُمَا الْوَارِثَ مِنِّیْ، وَعَافِنِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَجَسَدِیْ، وَانْصُرْنِیْ مِمَّنْ ظَلَمَنِیْ حَتّٰی تُرِيَنِیْ فِيْهِ ثَأْرِیْ، اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَسْلَمْتُ نَفْسِیْ إِلَيْکَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِیْ إِلَيْکَ، وَأَلْجَأْتُ ظَهْرِیْ إِلَيْکَ، وَخَلَّيْتُ وَجْهِیْ إِلَيْکَ، لَا مَلْجَأَ مِنْکَ إِلَّا إِلَيْکَ، آمَنْتُ بِرَسُوْلِکَ الَّذِیْ أَرْسَلْتَ، وَبِكِتَابِکَ الَّذِیْ أَنْزَلْتَ.

ترجمہ: اے اللہ! مجھے میری سماعت اور بصارت سے مجھے فائدہ پہنچایئے، یہاں تک کہ ان کو میرا وارث بنا دیجئے (یعنی میری زندگی تک باقی رکھئے) اور مجھے

---

[1] عن أنس، قال :كان النبی صلی الله عليه وسلم يدعو، يقول :اللهم إنی أعوذ بک من العجز والكسل، والبخل والهرم، والقسوة والغفلة، والذلة والمسكنة، وأعوذ بک من الفقر والكفر، والشرک والنفاق، والسمعة والرياء ، وأعوذ بک من الصمم والبكم، والجنون، والبرص والجذام، وسيیء الأسقام (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ص ۱۰۲۳ ، ذكر ما يستحب للمرء أن يتعوذ بالله جل وعلا من النفاق فی دينه ,والرياء فی طاعته)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

میرے دین اور میرے جسم میں عافیت (وسلامتی) عطا فرمایئے، اور مجھ پر جو ظلم کرے، اس کے خلاف میری مدد فرمایئے، یہاں تک کہ مجھے اس کے اندر میرا بدلہ دیکھا دیجئے۔ اے اللہ! میں اپنی جان کا آپ پر اسلام لایا، اور میں نے اپنے معاملہ آپ کی طرف سپرد کر دیا، اور میں نے اپنی پشت آپ کے حوالہ کر دی، اور میں نے اپنے چہرہ کو تنہا آپ کی طرف کر دیا، آپ کے علاوہ کسی کی طرف ٹھکانہ نہیں، میں آپ کے رسول پر ایمان لایا، جس کو آپ نے بھیجا، اور آپ کی کتاب پر ایمان لایا، جسے آپ نے نازل فرمایا (حاکم) [1]

(9)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی یہ دعاء مروی ہے کہ:

اَللّٰھُمَّ بِعِلْمِکَ الْغَیْبَ، وَقُدْرَتِکَ عَلَی الْخَلْقِ، أَحْیِنِیْ مَا عَلِمْتَ الْحَیَاۃَ خَیْرًا لِّیْ، وَتَوَفَّنِیْ إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاۃَ خَیْرًا لِّیْ، اَللّٰھُمَّ وَأَسْأَلُکَ خَشْیَتَکَ فِی الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ، وَأَسْأَلُکَ کَلِمَۃَ الْحَقِّ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ، وَأَسْأَلُکَ الْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغِنَی، وَأَسْأَلُکَ نَعِیْمًا لَا یَنْفَدُ، وَأَسْأَلُکَ قُرَّۃَ عَیْنٍ لَا تَنْقَطِعُ، وَأَسْأَلُکَ الرِّضَاءَ بَعْدَ

---

[1] عن علی رضی اللہ عنہ، قال: کان من دعاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اللھم متعنی بسمعی وبصری حتی تجعلھما الوارث منی، وعافنی فی دینی وجسدی، وانصرنی ممن ظلمنی حتی ترینی فیه ثأری، اللھم إنی أسلمت نفسی إلیک، وفوضت أمری إلیک، وألجأت ظھری إلیک، وخلیت وجھی إلیک، لا ملجأ منک إلا إلیک، آمنت برسولک الذی أرسلت، وبکتابک الذی أنزلت (مستدرک حاکم ،رقم الحدیث ، رقم الحدیث ۱۹۳۳)

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح الإسناد، ولم یخرجاہ . وحسین بن علی ھذا الذی روی عنه موسی بن عقبة، وھو حسین الأصغر الذی أدرکه عبد اللہ بن المبارک، وروی عنه حدیث مواقیت الصلاۃ.

وقال ابن حجر: ھذا حدیث حسن، ورواته ثقات، أخرجه الحاکم وصححه (نتائج الافکار لابن حجر، ج۳، ص۸۷، المجلس: ۲۳۸، باب: ما یقول إذا أراد النوم واضطجع علی فراشه)

وقال الالبانی: صحیح (صحیح الجامع الصغیر وزیادته، تحت رقم الحدیث ۱۲۶۹)

www.idaraghufran.org

الْقَضَاءِ، وَأَسْأَلُکَ بَرْدَ الْعَيْشِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَأَسْأَلُکَ لَذَّةَ النَّظَرِ إِلٰى وَجْهِکَ، وَالشَّوْقَ إِلٰى لِقَائِکَ فِيْ غَيْرِ ضَرَّاءَ مُضِرَّةٍ، وَلَا فِتْنَةٍ مُضِلَّةٍ، اَللّٰهُمَّ زَيِّنَّا بِزِيْنَةِ الْإِيْمَانِ، وَاجْعَلْنَا هُدَاةً مُّهْتَدِيْنَ (سنن النسائی، رقم الحديث ١٣٠٥، ورقم الحديث ١٣٠٦، کتاب السهو؛ مسند احمد، رقم الحديث ١٨٣٢٥، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ١٩٧١؛ مستدرک حاکم، رقم الحديث ١٩٢٣) [1]

ترجمہ: اے اللہ! اپنے غیب کے علم اور مخلوق پر قدرت کی وجہ سے مجھے اس وقت تک زندگی عطاء فرمائیے، جب تک آپ کے علم میں میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہو، اور جب آپ کے علم میں میرے لیے موت بہتر ہو، تو مجھے موت عطا فرمائیے، اے اللہ! میں تنہائی میں ہوتے ہوئے اور سب کے سامنے ہوتے ہوئے آپ کی خشیت کا آپ سے سوال کرتا ہوں، اور میں رضامندی میں اور غصے میں درست بات کہنے کا سوال کرتا ہوں، اور تنگدستی اور مالداری میں میانہ روی کا سوال کرتا ہوں، اور میں آپ سے ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں، جو کبھی ختم نہ ہوں، اور میں آپ سے ایسی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سوال کرتا ہوں، جو کبھی ختم نہ ہو، اور میں آپ سے تقدیر کے (فیصلے کے) بعد رضاء کا سوال کرتا ہوں، اور میں آپ سے موت کے بعد آرام دہ زندگی کا سوال کرتا ہوں، اور میں آپ سے آپ کے چہرے کی زیارت کی لذت کا اور آپ سے ملاقات کے شوق کا نقصان دہ چیزوں اور گمراہ کن فتنوں سے بچتے ہوئے سوال کرتا ہوں؛ اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے مزیّن فرمائیے اور ہمیں ہدایت یافتہ اور ہدایت کنندہ بنائیے (نسائی، مسند احمد)

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه .
وقال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)
و قال ايضاً: إسناده قوى (حاشية صحيح ابنِ حبان)

اس دعاء کو عام حالات میں بھی، اور خاص وباء وغیرہ کے موقع پر بھی پڑھنا چاہیے، جس میں اللہ کے فیصلے پر ایمان لانے کا بھی ذکر ہے۔

(10)

وبائی امراض کے موقع پر یہ دعاء پڑھنا بھی مفید ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ، وَالْجُنُوْنِ، وَالْجُذَامِ، وَمِنْ سَيِّءِ الْأَسْقَامِ.

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کے ذریعہ سے برص اور جنون، اور کوڑھ پن، اور امراض کی برائی سے پناہ (وحفاظت) چاہتا ہوں (ابوداؤد) [1]

خلاصہ یہ کہ وباؤں کے موقع پر اللہ سے دعاء کرنا بہت مفید ہے، اور احادیث میں مذکور مختلف سورتوں اور دعاؤں کا پڑھنا، حفاظت کا ذریعہ ہے۔ [2]

---

[1] عن أنس، أن النبی -صلى الله عليه وسلم- كان يقول": اللهم إنی أعوذ بک من البرص والجنون، والجذام، ومن سیء الأسقام (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۵۵۴، باب فی الاستعاذة، مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۰۰۴، ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۰۱۷)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابی داؤد)

وقال ايضاً: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] ومن الآداب التی ينبغی فعلها عند وقوع الطاعون المبادرة إلى التوبة، والتنقی من جميع المظالم، والتبعات واستعمال الأذكار التی تحرس من الجن كقراء ة الفاتحة؛ لأنها شفاء من كل داء كما فی حديث الدارمی، وسورة الإخلاص؛ لأن من قرأها حين يضع جنبه على فراشه يأمن من كل شیء إلا الموت أخرجه البزار بسند ضعيف.

وسورة البقرة لما صح أن الشيطان يفر من بيت قرئت فيه، وآية الكرسی لما صح أن من قرأها عند النوم لا يزال عليه من الله تعالى حافظ ولا يعتريه شيطان حتى يصبح وصح من قرأها فی بيته ليلا لم يدخل الشيطان بيته ثلاث ليال، ومن قرأها نهارا لم يدخل الشيطان بيته ثلاثة أيام، والآيتين آخر سورة البقرة لما صح أنهما لا يقرآن فی دار ثلاث ليال، فيقربها شيطان، والإخلاص والمعوذتين؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم- كما عند البزار أمر بالتعوذ بهن وقال: ما تعوذ العباد بمثلهن قط وكقول لا إله إلا الله وحده لا شريک له إلخ لما صح أنها حرز من الشيطان الرجيم فی ذلک اليوم إلى المساء. وصح ذلک عند الترمذی فيمن قالها عشر مرات دبر صلاة الفجر وهو ثانی رجله قبل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے، اور ہر وباء سے سلامتی نصیب فرمائے، اور اپنی طرف رجوع کا اہتمام کرنے کی سعادت مرحمت فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن يتكلم، قيل :وأعظم الأسباب النافعة منه كثرة الصلاة على النبى -صلى الله عليه وسلم -وهو كذلك، وشرط حصول النفع بجميع ما ذكر صفاء القلب من الكذب، والإخلاص فى التوبة، والندم على ما فرط منه، وإلا فغلبة أسباب الداء تبطل نفع الدواء كأن يغفل عن ذلك حتى تهجم عليه الآفة ثم يطلب الإقالة بذلك فلا يجد إليها سبيلا، وعن الشافعى -رضى الله تعالى عنه - أحسن ما يداوى به الطاعون التسبيح، ووجهه أنه يدفع العذاب قال الله تعالى "فلولا أنه كان من المسبحين "الآية، والمحفوظ عنه لم أر للوباء أنفع من البنفسج يدهن به، ويشرب،، ويتأكد لمن أصابه طاعون أو مرض غيره أن يديم سؤال العافية وقد صح أمره -صلى الله عليه وسلم -للعباس بالإكثار من الدعاء بها، وورد بسند ضعيف خلافا للحاكم ما سئل الله شيئا أحب إليه من العافية ،، وورد عند ابن ماجه أن الدعاء بها أفضل الدعاء وصح عند الترمذى لم يعط الناس بعد اليقين خيرا من العافية وصح أنه -صلى الله عليه وسلم -قال لمن اشتكى إليه وجعا فى جسده امسح بيمينك على الذى تألم من جسدك وقل بسم الله ثلاثا وقل سبع مرات أعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما أجد، وأحاذر، وأن يصبر على قضاء الله سبحانه وتعالى وقدره فإن أمور المؤمن كلها خير إن أصابه خير شكر، وإن أصابه شر صبر رواه مسلم.

وروى ابن حبان إن الرجل لتكون له عند الله عز وجل المنزلة فما يبلغها بعمل فما يزال يبتليه بما يكره حتى يبلغه إياها وصح ما يصيب المسلم من نصب ولا وصب، ولا هم، ولا حزن، ولا أذى، ولا غم حتى الشوكة يشاكها إلا كفر الله عز وجل بها خطاياه ، وروى الطبرانى بسند لا بأس به من أصيب بمصيبة فى ماله أو فى نفسه فكتمها ولم يشكها إلى الناس كان حقا على الله تعالى أن يغفر له وصح إذا اشتكى المؤمن خلصه الله تعالى من الذنوب كما يخلص الكير خبث الحديد ، وأن يحسن ظنه بالله سبحانه وتعالى؛ لأنه تعالى عند ظن عبده به كما فى الصحيحين من رواية أحمد، وغيره إن ظن بى خيرا فله، وإن ظن شرا فله .

وصح فى سيد الاستغفار أن من قاله صباحا فمات يومه أو ليلته دخل الجنة نسأل الله تعالى ذلك، وأن يختم لنا بالحسنى، ويبلغنا من فضله المقام الأسنى آمين هذا خلاصة ما تيسر جمعه، والله سبحانه وتعالى أعلم بالصواب(الفتاوى الفقهية الكبرى،لابن حجر الهيتمى، ج۴،ص ۲۸،۲۹، كتاب الفرائض،باب الوصية)

(فصل نمبر 4)

فرض اور نفل نمازوں کا اہتمام

وبائی امراض کے موقع پر نماز کا اہتمام بھی بہت مفید ہے۔

اور وبائی امراض سے حفاظت کے لیے نفل نماز پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن ہر ایک کو اس مقصد کے لیے نفل نماز تنہا پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ [1]

جہاں تک وباء کے موقع پر نماز میں قنوت پڑھنے کا تعلق ہے، تو بعض فقہاء، اس کو مستحب قرار دیتے ہیں، بہرحال نمازوں کے اہتمام سے وباؤں سے حفاظت ہوتی ہے۔ [2]

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورة البقرة، رقم الآية ٤٥)

ترجمہ: اور مدد حاصل کرو تم، صبر اور نماز کے ذریعہ (سورہ بقرہ)

---

[1] (قوله وعموم الأمراض) قال في النهر اعلم أن كلمتهم متفقة على أنهم يصلون فرادى ويدعون في عموم الأمراض، وهو شامل للطاعون؛ لأن الوباء اسم لكل مرض عام فكل طاعون في ذلك وباء ولا ينعكس وأن الدعاء برفعه كما يفعله الناس في الجبل مشروع، وليس دعاء برفع الشهادة؛ لأنه أثره لا عينه، وعلى هذا فما قاله ابن حجر من أن الاجتماع للدعاء برفعه بدعة يعني حسنة، فإذا اجتمعوا صلى كل واحد ركعتين ينوي بهما رفعه، وهذه المسألة من حوادث الفتوى .اهـ والكلام في هذه المسألة بسطه المؤلف في الأشباه والنظائر (منحة الخالق على البحر الرائق، ج٢ ص ١٨١، كتاب الصلاة، باب صلاة الكسوف)

[2] القنوت لصرف الطاعون:

يرى الحنفية والشافعية على المعتمد استحباب القنوت في الصلاة لصرف الطاعون باعتباره من أشد النوازل .

وذهب الحنابلة وبعض الشافعية إلى عدم مشروعية القنوت لرفع الطاعون؛ لوقوعه في زمن عمر رضي الله عنه ولم يقنتوا له .

وقال المالكية باستحباب الصلاة لدفع الطاعون؛ لأنه عقوبة من أجل الزنا، وإن كان شهادة لغيرهم .

وفي الصلوات التي يقنت فيها للنوازل وفي الإسرار أو الجهر به، تفصيل ينظر في: (قنوت) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٨، ص ٣٣٠، مادة "طاعون" حرف الطاء)

www.idaraghufran.org

اور سورہ بقرہ میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ (سورة البقرة ،رقم الآية ۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو، مدد حاصل کرو تم، صبر اور نماز کے ذریعہ (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز، درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ضرورت اور مصیبت کے وقت مدد حاصل کرنے کا مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ۲۳۸)

ترجمہ: حفاظت کرو تم، نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور کھڑے ہو جاؤ تم، اللہ کے لیے قنوت کے ساتھ (سورہ بقرہ)

اور سورہ بقرہ میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورة البقرة ، رقم الآية ۲۷۷)

ترجمہ: بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے، اور عمل کیے، انہوں نے نیک، اور قائم کیا انہوں نے، نماز کو، اور اداء کیا انہوں نے، زکاۃ کو، ان کے لیے ان کا اجر ہے،

---

[1] ثم لما أمرهم الله تعالى بما شق عليهم من ترک الرياسة والاعراض عن الدنيا ارشدهم بما يعينهم على ذلک ويكفيهم فى إنجاح حوائجهم فقال. واستعينوا على ما يستقبلكم من الحوائج وانواع البلاء بالصبر بانتظار النجح والفرج توكلا على الله وحبس النفس عن الجزع فانه لا يغنى من القدر شيئا وحبس النفس عن المعاصى وعلى الطاعات فانه تعالى يقول ما أصابكم من مصيبة فبما كسبت أيديكم(تفسير المظهرى، ج ۱ ص ۶۴، تحت آيت ۴۵ من سورة البقرة، مكتبة الرشدية -الباكستان)

www.idaraghufran.org

ان کے رب کے نزدیک، اور نہیں ہوگا خوف ان پر، اور نہ ہی غمگین ہوں گے وہ (سورہ بقرہ)

سورہ مائدہ میں اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لینے کا اس طرح ذکر فرمایا کہ:

وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ. لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاۃَ وَآتَیْتُمُ الزَّکَاۃَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا لَّأُکَفِّرَنَّ عَنْکُمْ سَیِّئَاتِکُمْ وَلَأُدْخِلَنَّکُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْأَنْھَارُ (سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ ۱۲)

ترجمہ: اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، اگر قائم کرو گے تم نماز کو، اور اداء کرو گے تم زکاۃ کو، اور ایمان لاؤ گے تم میرے رسولوں پر، اور مدد کرو گے تم ان کی، اور قرض دیتے رہو گے تم اللہ کو اچھے طور پر (یعنی خیر کے کاموں میں خرچ کرو گے) تو ضرور معاف کردوں گا میں تمہارے گناہوں کو، اور داخل کروں گا میں تم کو ایسی جنتوں میں کہ جاری ہوں گی اس کے نیچے سے نہریں (سورہ مائدہ)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے کے عمل سے اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت حاصل ہوتی ہے، اور گناہ معاف ہوتے ہیں، اور جنت کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

اور قرآن مجید کی سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَۃِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ (سورۃ الانعام، رقم الآیۃ ۹۲)

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں آخرت پر، ایمان لاتے ہیں وہ اس (قرآن) پر، اور وہی اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں (سورہ انعام)

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ

الزَّکٰوۃَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ. اُولٰٓئِکَ سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ (سورہ توبہ آیت ۷۱)

ترجمہ: حکم کرتے ہیں وہ نیکیوں کا، اور منع کرتے ہیں وہ برائیوں سے، اور قائم کرتے ہیں وہ نماز کو، اور اداء کرتے ہیں وہ زکاۃ کو، اور اطاعت کرتے ہیں وہ اللہ اور رسول کی، یہی لوگ ہیں کہ عنقریب رحم فرمائے گا ان پر اللہ (سورہ توبہ)

سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوْا الصَّلَاۃَ وَاتَّبَعُوْا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا .إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولٰئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَلَا یُظْلَمُوْنَ شَیْئًا (سورۃ مریم، رقم الآیات ۵۹، ۶۰)

ترجمہ: پھر آئے ان کے بعد ایسے نالائق کہ ضائع کیا انہوں نے نماز کو، اور اتباع کی انہوں نے شہوتوں کی، پس عنقریب ملاقات کریں گے وہ ''غیّ'' سے۔ مگر وہ شخص جس نے توبہ کر لی، اور ایمان لے آیا، اور عملِ صالح کیا، تو یہ لوگ داخل ہوں گے جنت میں، اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر ذرا بھی (سورہ مریم)

اور سورہ مومنون میں کامیاب مومنوں کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ .أُولٰئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ .اَلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ (سورۃ المومنون ،رقم الآیات ۹ الیٰ ۱۱)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں کہ وہ وارث ہوں گے، جو کہ وارث ہوں گے فردوس (جنت) کے، وہ اس (جنت) میں ہمیشہ رہیں گے (سورہ مومنون)

اور سورہ معارج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَاتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ.أُولٰئِکَ فِیْ جَنَّاتٍ مُکْرَمُوْنَ

(سورۃ المعارج، رقم الآیات ۳۴، ۳۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں کہ جنتوں میں اکرام کے ساتھ ہوں گے (سورہ معارج)

مذکورہ آیات سے نماز کی اہمیت وفضیلت بخوبی معلوم ہوگئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَافَظَ عَلٰی ھٰؤُلَاءِ الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ ، وَمَنْ قَرَأَ فِیْ لَیْلَۃٍ مِئَۃَ آیَۃٍ کُتِبَ مِنَ الْقَانِتِیْنَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۱۶۰، کتاب الوتر، من کتاب صلاۃ التطوع، صحیح ابنِ خزیمۃ، رقم الحدیث ۱۱۴۲) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ان پانچ فرض نمازوں کی حفاظت کی، تو وہ غافل لوگوں میں سے نہیں لکھا جائے گا، اور جس نے کسی رات میں قرآن مجید کی سو آیتوں کی قرائت کی، تو وہ عبادت گزاروں میں سے لکھا جائے گا (حاکم، ابنِ خزیمہ)

مطلب یہ ہے کہ پانچ وقت کی فرض نمازوں کی حفاظت، یعنی ان کی وقت کی پابندی اور تمام ارکان وصفات کے ساتھ اہتمام سے اداء کرنے والے کا نام، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخرت سے غفلت اختیار کرنے والے لوگوں کے صحیفے میں شمار نہیں کیا جائے گا، اور رات میں قرآن مجید کی سو آیتوں کی قرائت کرنے والا رات کو عبادت کرنے والوں میں شمار کیا جائے گا۔ [2]

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ.
وقال الألبانی: إسنادہ صحیح علی شرط الشیخین وقد خرجتہ فی الصحیحۃ 643 (حاشیۃ صحیح ابنِ خزیمۃ)

[2] ("لم یکتب من الغافلین") ، أی: لم یثبت اسمہ فی صحیفۃ الغافلین.("ومن قام بمائۃ آیۃ کتب من القانتین") ، أی المواظبین علی الطاعۃ أو المطولین القیام فی العبادۃ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۳ص ۹۱۰، کتاب الصلاۃ ، باب صلاۃ اللیل)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلَاةَ يَوْمًا فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَّهُ بُرْهَانٌ وَلَا نُوْرٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ قَارُوْنَ وَهَامَانَ وَفِرْعَوْنَ وَأُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ١٤٦٧، كتاب الصلاة،باب الوعيد على ترك الصلاة، مسند احمد، رقم الحديث ٦٥٧٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا تذکرہ فرمایا، پھر فرمایا کہ جس نے نماز کی حفاظت کی، تو وہ اس کے لئے (قبر وحشر اور آخرت میں) نور اور روشنی ہوگی، اور واضح دلیل بھی ہوگی (جو اس کی طرف سے دفاع کرے گی) اور قیامت کے دن (عذاب سے) نجات کا ذریعہ بھی ہوگی، اور جس نے نماز کی حفاظت نہ کی، تو اس کے لئے (قبر وحشر اور آخرت میں) نہ تو نور وروشنی ہوگی (بلکہ اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا) اور نہ (اس کی طرف سے دفاع کی) واضح دلیل ہوگی اور نہ قیامت کے دن (عذاب سے) نجات کا ذریعہ ہوگی، اور ایسا شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان، اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا (ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ نمازوں کو ضائع کرنے سے آخرت میں جہاں اور عذابوں کا سامنا کرنا پڑے گا، وہاں قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف جیسے کفار ومنافقین کے گروہ کے ساتھ شامل ہوکر رسوائی وذلت اٹھانی پڑے گی۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ آمین۔

مذکورہ احادیث وروایات سے پانچ نمازوں کی حفاظت کی فضیلت واہمیت بھی معلوم ہوئی۔

اور نماز کی حفاظت میں پانچ نمازوں کو اپنے اوقات میں پڑھنا اور نماز کے ارکان اور صفات

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)
وقال ايضاً: اسناده حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

یعنی رکوع وسجود وغیرہ کو ادا کرنے کی پابندی کرنا سب داخل ہے۔ [1]

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَآنِ أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ فَبَايِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَوْ مُوْبِقُهَا (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٢٣ "١" كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکی نصف (یعنی آدھا) ایمان ہے، اور "الحمد للہ" میزانِ عمل کو پُر کر دیتا ہے، اور "سبحان اللہ" اور "الحمد للہ" دونوں میزانِ عمل کو بھر دیتے ہیں، یا یہ فرمایا کہ زمین اور آسمان کے درمیانی حصہ کو بھر دیتے ہیں، اور نماز (دل، قبر وحشر میں) نور ہے، اور صدقہ برہان (یعنی واضح حجت ودلیل) ہے، اور صبر روشنی ہے، اور قرآن آپ کے حق میں، یا آپ کے خلاف حجت ہے، تمام لوگ اس حال میں صبح کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کی بیع (خرید وفروخت) کرتے ہیں، پھر کوئی اپنے آپ کو (نیک اعمال کر کے عذاب سے) آزاد کرا لیتا ہے، یا اپنے آپ کو (گناہ کر کے عذاب میں گرفتار) وہلاک کرا لیتا ہے (مسلم)

---

[1] (حافظوا على الصلوات) الخمس بأدائها فى أوقاتها (والصلاة الوسطى) هى العصر أو الصبح أو الظهر أو غيرها أقوال وأفردها بالذكر لفضلها (تفسير الجلالين، ص ٥٢، سورة البقرة)

حافظوا على الصلوات بالأداء لاوقاتها والمداومة عليها وإتمام أركانها وصفاتها– اجمع الامة على انها فريضة قطعية يكفر جاحدها– واما تارك الصلاة عمدا فقال احمد يكفر وقال مالك والشافعى وهو رواية عن احمد انه لا يكفر لكن يستتاب فان تاب والا قتل وقال ابو حنيفة لا يقتل لكن يحبس ابدا حتى يموت او يتوب (التفسير المظهرى، ج ١ ص ٣٣٤، سورة البقرة)

يأمر تعالى بالمحافظة على الصلوات فى أوقاتها وحفظ حدودها وأدائها فى أوقاتها (تفسير ابنِ كثير، ج ١ ص ٤٨٨، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز، قبر میں بھی عذاب سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَلَاتُهُ، فَإِنْ وُجِدَتْ تَامَّةً كُتِبَتْ تَامَّةً، وَإِنْ كَانَ انْتُقِصَ مِنْهَا شَيْءٌ. قَالَ: انْظُرُوا هَلْ تَجِدُوْنَ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ يُكَمِّلُ لَهُ مَا ضَيَّعَ مِنْ فَرِيضَةٍ مِنْ تَطَوُّعِهِ، ثُمَّ سَائِرُ الْأَعْمَالِ تَجْرِي عَلٰى حَسَبِ ذٰلِكَ

(سنن النسائی، رقم الحدیث ٤٦٦، کتاب الصلاۃ، باب المحاسبة على الصلاة؛ ابو داؤد، رقم الحديث ٨٦٤)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن (اعمال میں) سب سے پہلے بندہ کی نماز کا حساب کیا جائے گا، اگر نماز مکمل ہوئی، تو اُس کو مکمل اجر دیا جائے گا، اور اگر اُس کی نماز میں کسی چیز کی کمی ہوئی، تو اللہ عزوجل (اپنے فرشتوں سے) فرمائے گا کہ تم اس کی تطوُّع (یعنی سنت ونفل نمازوں) کو دیکھو، تاکہ اُس کی فرض نماز میں جو کمی رہ گئی، اُس کو تطوُّع (یعنی سنت ونفل نماز) سے مکمل کیا جائے، پھر تمام اعمال کا اسی طرح حساب کیا جائے گا (کہ پہلے اُس کے فرض عمل کو دیکھا جائے گا، پھر اُس میں کمی کوتاہی ہونے کی صورت میں اُس عمل کے نفلی درجے کے اعمال سے اُس کمی، کوتاہی کو پورا کیا جائے گا) (نسائی؛ ابوداؤد)

مذکورہ حدیث سے فرض نمازوں کے ساتھ سنت ونفل نمازوں کی بھی اہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَكَانُوْا إِذَا فَزِعُوْا، فَزِعُوْا إِلَى الصَّلَاةِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٩٢٧، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ١٩٧٥) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

Idara Ghufran

ترجمہ: اور (انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو) جب کسی گھبراہٹ کا سامنا ہوتا تھا، تو وہ نماز کی طرف متوجہ ہوتے تھے (مسند احمد)

معلوم ہوا کہ مصائب اور پریشانیوں کے وقت نماز کا خاص اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ مروی ہے کہ:

جَاءَهُ نَعْيُ بَعْضِ أَهْلِهِ وَهُوَ فِيْ سَفَرٍ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ قَالَ فَعَلْنَا مَا أَمَرَنَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ" (شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ٩٢٣٢، السبعون من شعب الإيمان "وهو باب في الصبر على المصائب وعما تنزع النفس إليه من لذة وشهوة" مستدرك حاكم رقم الحديث ٣٠٦٧) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو سفر میں کسی گھر والے کے فوت ہونے کی اطلاع ملی، تو انہوں نے فوراً دو رکعتیں پڑھیں، پھر فرمایا کہ ہم نے وہی عمل کیا، جس کا اللہ عزوجل نے ہمیں اس طرح حکم فرمایا ہے کہ تم صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو (بیہقی)

نماز درحقیقت اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے، اس لئے پریشانی اور ضرورت وحاجت کے وقت میں نماز کی طرف متوجہ ہو جانا، گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمتِ الٰہی مددگار ہو، تو پھر پریشانی اور مصیبت کے ختم اور ضرورت وحاجت کے پورا ہونے میں کیا رکاوٹ ہے؟

آفات وبلیّات کے موقع پر مرد اور خواتین سب کو تنہا بغیر جماعت کے دو یا چار رکعات نفل نماز

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد و لم يخرجاه
وقال الذهبي في التلخيص : صحيح.
وقال ابن حجر:
عن ابن عباس أنه نعي إليه أخوه قثم وهو في سفر، فاسترجع ثم تنحى عن الطريق فأناخ، فصلى ركعتين أطال فيهما الجلوس، ثم قام وهو يقول: "واستعينوا بالصبر والصلاة" الآية، أخرجه الطبري في تفسيره بإسناد حسن(فتح الباري لابن حجر، ج٣، ص ١٧٢، كتاب الجنائز، باب الصبر عند الصدمة الأولى)

www.idaraghufran.org

پڑھنا مستحب ہے۔ [1]

یہ بھی ملحوظ رہے کہ عام حالات میں مخصوص سنتوں کے علاوہ، عام سنت اور نفل نمازوں کو گھروں اور علیٰحدگی میں پڑھنے کی ترغیب وفضیلت آئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عام طور پر سنت ونفل نمازوں کا گھر میں بغیر جماعت کے ہی پڑھنا ثابت ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اِجْعَلُوْا فِیْ بُیُوْتِکُمْ مِنْ صَلَاتِکُمْ وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۴۳۲، کتاب الصلاة، باب کراھیة الصلاة فی المقابر، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۷۷۷ "۲۰۹")

ترجمہ: تم اپنے گھروں میں بھی اپنی کچھ نمازیں پڑھا کرو، اور اپنے گھروں کو

---

[1] قال الحنفية :تستحب الصلاة فی کل فزع :کالریح الشديدة، والزلزلة، والظلمة، والمطر الدائم لکونها من الأفزاع، والأهوال .وقد روی :أن ابن عباس -رضی الله عنهما -صلی لزلزلة بالبصرة

وعند الحنابلة :لا يصلی لشیء من ذلک إلا الزلزلة الدائمة، فيصلی لها کصلاة الکسوف؛ لفعل ابن عباس -رضی الله عنهما .أما غيرها فلم ينقل عن النبی صلی الله عليه وسلم ولا عن أحد من أصحابه الصلاة له .وفی رواية عن أحمد :أنه يصلی لکل آية .

وقال الشافعية :لا يصلی لغير الکسوفين صلاة جماعة، بل يستحب أن يصلی فی بيته، وأن يتضرع إلی الله بالدعاء عند رؤية هذه الآيات، وقال الإمام الشافعی -رحمه الله :-لا آمر بصلاة جماعة فی زلزلة، ولا ظلمة، ولا لصواعق، ولا ريح، ولا غير ذلک من الآيات، وآمر بالصلاة منفردين، کما يصلون منفردين سائر الصلوات.

وقال المالکية :لا يصلی لهذه الآيات مطلقا (الموسوعة الفقهية الکويتية، ج۲۷، ص۲۵۸، مادة "صلاة الکسوف" حرف الصاد)

وکذا الصلاة وحدانا مستحبة فی جميع الافزاع، مثل الريح الشديدة، والظلمة، والمطر الدائم، والريح الدائم، والخوف من العدو، وغير ذلک، للحديث الذی ذکرنا (تحفة الفقهاء للسمرقندی، ج ا ص ۱۸۳، کتاب الصلاة، باب صلاة الکسوف)

(قوله :والفزع) أی الخوف الغالب من العدو بحر ودرر (قوله :ومنه الدعاء برفع الطاعون) أی من عموم الأمراض وأراد بالدعاء الصلاة لأجل الدعاء قال فی النهر :فإذا اجتمعوا صلی کل واحد رکعتين ينوی بهما رفعه ، وهذه المسألة من حوادث الفتوی .ا هـ .(ردالمحتار، ۲ص ۱۸۳، کتاب الصلاة، باب الکسوف)

Idara Ghufran

قبرستان نہ بناؤ (بخاری، مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا قَضٰى أَحَدُكُمُ الصَّلَاةَ فِيْ مَسْجِدِهٖ، فَلْيَجْعَلْ لِبَيْتِهٖ نَصِيْبًا مِّنْ صَلَاتِهٖ، فَإِنَّ اللّٰهَ جَاعِلٌ فِيْ بَيْتِهٖ مِنْ صَلَاتِهٖ خَيْرًا (صحيح مسلم،رقم الحديث ٧٧٨"٢١٠"كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب استحباب صلاة النافلة فى بيته، وجوازها فى المسجد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں نماز پوری کر چکے، تو اسے چاہئے کہ اپنے گھر کے لئے بھی اپنی نماز کا کچھ حصہ کر لے، پس بے شک اللہ اس کے گھر میں اس نماز کی وجہ سے خیر فرما دے گا (مسلم)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَصَلُّوْا أَيُّهَا النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ، فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ إِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ (صحيح البخارى،رقم الحديث ٧٣١، كتاب الأذان، باب صلاة الليل،صحيح مسلم، رقم الحديث ٧٨١"٢١٣")

ترجمہ: اے لوگو! تم اپنے گھروں میں بھی نماز پڑھا کرو، کیونکہ آدمی کی افضل نماز اپنے گھر میں ہے، سوائے فرض نماز کے (بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا أَفْضَلُ؟ اَلصَّلَاةُ فِيْ بَيْتِيْ أَوِ الصَّلَاةُ فِي الْمَسْجِدِ؟ قَالَ: أَلَا تَرٰى إِلٰى بَيْتِيْ؟ مَا أَقْرَبَهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِيْ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ، إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً (سنن ابن ماجه، رقم الحديث

۱۳۷۸،أبواب إقامة الصلوات والسنة فيها، باب ما جاء فی التطوع فی البيت؛ مسند احمد، رقم الحديث ۱۹۰۰۷) ۱؎

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے نماز کا اپنے گھر میں پڑھنا افضل ہے، یا مسجد میں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ میرے گھر کو نہیں دیکھتے کہ وہ مسجد کے کتنا قریب ہے، اور مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے، اس بات سے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں، مگر یہ کہ فرض نماز ہو (ابنِ ماجہ؛ مسنداحمد)

حضرت صہیب بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمُ : فَضْلُ صَلَاةِ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى صَلَاتِهٖ حَيْثُ يَرَاهُ النَّاسُ، كَفَضْلِ الْمَكْتُوْبَةِ عَلَى النَّافِلَةِ (المعجم الكبير للطبرانی، ج۸ص۴۶، رقم الحديث ۷۳۲۲، باب الصاد؛ معرفة الصحابة لابی نعيم، رقم الحديث ۳۸۰۹) ۲؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اپنے گھر میں (نفل)

۱؎ قال شعيب الارنؤوط:إسنادهٔ صحيح(حاشية مسند احمد وحاشية سنن ابنِ ماجه)

۲؎ قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير، وفيه محمد بن مصعب القرقسانی ضعفه ابن معين وغيره ووثقه أحمد (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۳۴۹۶، باب التطوع فی البيوت)

وقال الالبانی: قلت :وقيس بن الربيع ضعيف أيضاً.لكن له شاهد مرفوع، فقال أبو يعلى فی "مسنده -"بروايته المطوَّلة :-حدثنا إبراهيم بن سعيد :ثنا يحيى بن صالح عن جابر بن غانم السلفی عن أبی صهيب عن أبيه صهيب -رضی الله عنه -قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم ":-صلاة الرجل تطوعاً حيث لا يراه الناس تعدل صلاته على أعين الناس خمساً وعشرين ."وأخرجه الديلمی فی "مسند الفردوس ۲/۲۴۴ "من طريق أبی الشيخ عن عصام بن خالد :حدثنا جابر بن غانم : حدثنا ابن صهيب عن أبيه عن جده مرفوعاً به.

قلت :وجابر بن غانم ومن دونه ثقات، لكن من فوقه :أبو صهيب -أو ابن صهيب وأبوه وجده لم أعرفهم، ولعل صهيباً هو جد ضمرة بن حبيب بن صهيب المذكور فی إسناد حديث الترجمة، ولكنی لم أجد له ترجمة، والله أعلم.لكن حديث الترجمة يشهد لمعناه (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۱۴۹)

نماز پڑھنے کی فضیلت اُس جگہ نماز پر، جہاں لوگ دیکھیں، ایسی ہے، جیسا کہ فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر (طبرانی)

اور ایک روایت میں ابنِ صہیب اپنے دادا سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ مِثْلُ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلَاةً فِي الْوَحْدَةِ، وَالصَّلَاةُ تَطَوُّعًا حَيْثُ لَا يَرَاهُ أَحَدٌ مِثْلُ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ صَلَاةً عَلٰى أَعْيُنِ النَّاسِ (الترغيب فى فضائل الأعمال لابن شاهين، ص ۲۸، رقم الحديث ۶۷، باب فضل صلاة الجماعة والخطا إليها؛ المطالب العالية لابن حجر عن ابى يعلٰى، رقم الحديث ۵۷۴، كتاب النوافل)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں پچیس نمازوں کے برابر ہے؛ اور نفل نماز ایسے مقام پر پڑھنا کہ جہاں اُس کو کوئی نہ دیکھے، لوگوں کے سامنے پڑھی جانے والی نماز کے مقابلہ میں پچیس نمازوں کے برابر ہے (ابنِ شاہین)

حضرت ضمرہ بن حبیب رحمہ اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

تَطَوُّعُ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ يَزِيْدُ عَلٰى تَطَوُّعِهٖ عِنْدَ النَّاسِ كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلٰى صَلَاةِ الرَّجُلِ وَحْدَهٗ (مصنف عبدالرزاق، رقم الحديث ۴۸۳۵، كتاب الصلاة، باب التطوع فى البيت؛ مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۶۵۱۶، باب من أمر بالصلاة فى البيوت) [1]

---

[1] قال الالبانی: قلت: وهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات رجال مسلم؛ غير ضمرة هذا، وهو الزُّبَيدِی الحمصی، وهو تابعی ثقة، وظاهر إسناده الوقف، ولكنه في حكم المرفوع؛ لأنه لا يقال بالرأى والاجتهاد؛ كما هو بَيّن لا يخفى على العلماء. وقد روى مرفوعاً، فقال الطبرانى فى "المعجم الكبير (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۱۴۹)

ترجمہ: آدمی کا اپنے گھر میں نفل نماز پڑھنا، اُس کے لوگوں کے سامنے نفل نماز پڑھنے پر فضیلت کے اعتبار سے اس طرح اضافہ کا باعث ہے، جیسا کہ جماعت کی نماز کو آدمی کے تنہا نماز پڑھنے پر فضیلت حاصل ہے (عبدالرزاق)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَضْلُ صَلَاةِ الرَّجُلِ فِيْ بَيْتِهٖ عَلٰى صَلَاتِهٖ، حَيْثُ يَرَاهُ النَّاسُ كَفَضْلِ الْفَرِيْضَةِ عَلَى التَّطَوُّعِ (شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۲۹۸۹، الحادی والعشرون من شعب الإيمان وهو باب فى الصلاة، باب تحسين الصلاة) [1]

ترجمہ: آدمی کے اپنے گھر میں (نفل) نماز پڑھنے کی فضیلت، اُس نماز پر جس کو لوگ دیکھیں، ایسی ہے، جیسا کہ فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر (بیہقی)

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ گھر میں اور تنہائی کے اندر نفل وسنت نماز کو لوگوں کے سامنے پڑھی جانے والی نفل وسنت نماز پر ایسی فضیلت حاصل ہے، جیسا کہ فرض نماز کو نفل نماز پر اور باجماعت فرض نماز کو تنہا نماز پر فضیلت حاصل ہے؛ اور وہ فضیلت پچیس درجہ اور بعض روایات کے مطابق ستائیس درجہ زیادہ ہے۔ [2]

---

[1] قال البيهقي رحمه الله " :وهذا فى صلاة النفل (شعب الايمان، حواله بالا)
وقال المنذرى: رواه البيهقي وإسناده جيد إن شاء الله تعالى (الترغيب والترهيب، تحت رقم الحديث ٦٣٩، الترغيب فى صلاة النافلة فى البيوت)

[2] أبا هريرة، يقول :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :صلاة الرجل فى الجماعة تضعف على صلاته فى بيته، وفى سوقه، خمسا وعشرين ضعفا (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٤٧، باب فضل صلاة الجماعة)
عن نافع، عن عبد الله بن عمر :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :صلاة الجماعة تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٤٥، باب فضل صلاة الجماعة)
عن أبى سعيد الخدرى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :صلاة الرجل فى جماعة تزيد على صلاته فى بيته خمسا وعشرين درجة (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٧٨٨، باب فضل الصلاة فى جماعة)

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہجد اور صلاۃُ اللیل کا، بلکہ عام سنت نمازوں کا بھی عموماً تنہا بغیر جماعت کے گھر میں ہی (مسجدِ نبوی کے متصل ہونے کے باوجود) اداء فرمانا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنْ تَطَوُّعِهِ؟ فَقَالَتْ : كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ (صحيح مسلم،رقم الحديث ۷۳۰"۱۰۵" كتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب جواز النافلة قائما وقاعدا، وفعل بعض الركعة قائما وبعضها قاعدا)

ترجمہ: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل (وسنت) نماز کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے، پھر مسجد تشریف لے جا کر لوگوں کو (ظہر کی) نماز پڑھاتے تھے، پھر گھر میں داخل ہوکر دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے تھے، پھر گھر میں داخل ہوکر دو رکعتیں پڑھتے تھے، اور لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے تھے، اور میرے گھر آ کر پھر دو رکعت پڑھتے تھے (مسلم)

اور حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى بِنَا الْمَغْرِبَ فِيْ مَسْجِدِنَا فَلَمَّا سَلَّمَ مِنْهَا قَالَ : اِرْكَعُوْا هَاتَيْنِ الرَّكْعَتَيْنِ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

لِلسُّبْحَةِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ (مسند أحمد، رقم الحدیث ۲۳۶۲۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، پھر ہمیں مغرب کی نماز ہماری مسجد میں پڑھائی، پھر جب آپ نے سلام پھیرا، تو فرمایا کہ تم مغرب کے بعد کی ان دو نفل (وسنت) رکعتوں کو اپنے گھروں میں پڑھو (مسند احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل مبارک کے علاوہ صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے بھی سنن ونوافل کا گھر میں ادا فرمانا ثابت ہے۔ [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن ضمرة بن حبيب، عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، قال: تطوع الرجل في بيته يزيد على تطوعه عند الناس، كفضل صلاة الرجل في الجماعة على صلاته وحده (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۶۵۱۶، باب من أمر بالصلاة في البيوت)

عن صالح مولى التوأمة، عن السائب بن خباب، قال: كنت لا أصلي إلا في المسجد، فقال لي زيد بن ثابت: صلاة الرجل في بيته أفضل من صلاته في المسجد إلا المكتوبة، وصلاة الرجل في بيته نور (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۶۵۲۰، باب من أمر بالصلاة في البيوت)

عن طارق، عن عاصم بن عمرو؛ أن نفرا من أهل العراق قدموا على عمر، فسألوه عن صلاة الرجل في بيته؟ فقال عمر: ما سألني عنها أحد مذ سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عنها، فقال: صلاة الرجل في بيته نور، فنوروا بيوتكم (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۶۵۲۱، باب من أمر بالصلاة في البيوت)

عن عبد الله بن يزيد، قال: رأيت السائب بن يزيد يصلي في المسجد، ثم يخرج قبل أن يصلي فيه شيئا. يعني لا يتطوع (مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحدیث ۶۴۲۳، کتاب الصلاة، من كان لا يتطوع في المسجد)

عن إبراهيم، قال: سئل حذيفة عن التطوع في المسجد؟ يعني بعد الفريضة، فقال: إني لأكرهه، بينما هم جميعا في الصلاة إذا اختلفوا (ایضاً رقم الحدیث ۶۴۲۴)

حدثنا وكيع، قال: حدثنا الأعمش، قال: ما رأيت إبراهيم متطوعا في مسجد قومه (ایضاً رقم الحدیث ۶۴۲۵)

عن نسير بن ذعلوق، قال: ما رأيت الربيع بن خثيم متطوعا في مسجد الحي قط (ایضاً رقم الحدیث ۶۴۲۶)

عن مجاهد، عن أبي معمر، قال: إذا صليت المكتوبة فبيتك (ایضاً رقم الحدیث ۶۴۲۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

بہر حال مذکورہ احادیث وروایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد حضرات کے لئے فرض نماز اور جماعت سے پڑھی جانے والی نمازوں کے علاوہ عام نفل نماز، بلکہ عام سنت نمازوں کا بھی تنہاء بغیر جماعت کے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عن سفیان ، عن النعمان بن قیس ، قال :ما رأیت عبیدة متطوعا فی مسجد الحی إلا مرة (ایضاً رقم الحدیث ٦٤٢٨)

عن عمران بن مسلم ، قال :کان سوید بن غفلة لا یصلی تطوعا بعد صلاة ، حتی ینفتل حین یسلم إلی بیته (ایضاً رقم الحدیث ٦٤٢٩)

عن النعمان بن قیس ، عن عبیدة ، قال :کان لا یصلی فی مسجده شیئا بعد الفریضة (ایضاً رقم الحدیث ٦٤٣٠)

[1] (صلوا أیها الناس فی بیوتکم) أی النفل الذی لا تشرع جماعته (فإن أفضل صلاة المرء) أی الرجل یعنی جنسه (فی بیته إلا) الصلوات الخمس (المکتوبة) أی أو ما شرع فیه جماعة کعید وتراویح ففعلها بالمسجد أفضل (خ عن زید بن ثابت) الأنصاری کاتب الوحی بإسناد حسن (التیسیر بشرح الجامع الصغیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ٥٠١٣، حرف الصاد)

فیہ استحباب النوافل الراتبة فی البیت کما یستحب فیہ غیرها ولا خلاف فی هذا عندنا وبه قال الجمهور وسواء عندنا وعندهم راتبة فرائض النهار واللیل قال جماعة من السلف الاختیار فعلها فی المسجد کلها وقال مالک والثوری الأفضل فعل نوافل النهار الراتبة فی المسجد وراتبة اللیل فی البیت ودلیلنا هذه الأحادیث الصحیحة وفیها التصریح بأنه صلی الله علیه وسلم،یصلی سنة الصبح والجمعة فی بیته وهما صلاتا نهار مع قوله صلی الله علیه وسلم أفضل الصلاة صلاة المرء فی بیته إلا المکتوبة وهذا عام صحیح صریح لا معارض له فلیس لأحد العدول عنه والله أعلم (شرح النووی، ج٦ص ٩، ١٠ ،کتاب صلاة المسافرین وقصرها،باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض وبعدهن وبیان عددهن)

(ویدخل بیتی فیصلی رکعتین) : قال ابن الملک :فیہ دلیل علی استحباب أداء السنة فی البیت، قیل :فی زماننا إظهار السنة الراتبة أولی لیعلمها الناس .اهـ.أی :لیعلموا علمها، أو لئلا ینسبوه إلی البدعة، ولا شک أن متابعة السنة أولی مع عدم الالتفات إلی غیر المولی(مرقاة المفاتیح، ج٣ص ٨٩١ ،کتاب الصلاة،باب السنن وفضائلها)

الأفضل فی السنن حتی سنة المغرب المنزل أی فلا یکره الفصل بمسافة الطریق(ردالمحتار، ج ١ ص ٥٣٠، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل فی بیان تالیف الصلاة الی انتهائها)

(والأفضل فی السنن المنزل) أی أن یصلی فیہ لبعده عن الریاء لقوله -علیه الصلاة والسلام -أفضل صلاة الرجل فی بیته إلا المکتوبة (إلا التراویح) لأنها شرعت فی الجماعة (مجمع الانهر، ج ١ ص ١٣٧، ١٣٨، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، فصل فی التراویح)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اللہ تعالیٰ فرض اور سنن ونوافل کا اہتمام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(والأفضل فى السنن المنزل) لقوله -عليه الصلاة والسلام :-أفضل صلاة الرجل فى بيته إلا المكتوبة .قال :(إلا التراويح) لأنها شرعت فى جماعة، وقد بيناه(الاختيار لتعليل المختار، ج ا ص ٧٠، كتاب الصلاة، باب صلاة التراويح)

م :(والأفضل فى عامة السنن والنوافل المنزل) ش :أى الأفضل فى أكثر السنن والنوافل إقامتها فى المنزل، وإنما قدرنا هكذا لأن لفظ المنزل لا يصح أن يقع خبرا لقوله الأفضل، وإنما قال فى عامة السنن تنبيها على أن بعض المشايخ قالوا يصلى الركعتين بعد الظهر والركعتين بعد المغرب فى المسجد وما سواهما فى البيت .قال فى "المحيط "م :(والمروى عن النبى -عَلَيْهِ السَّلَامُ -) ش: أى روى البخارى ومسلم عن زيد بن ثابت -رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -قال :احتجز رسول الله -عَلَيْهِ السَّلَامُ -حجرة ..الحديث، وفى آخره فعليكم بالصلاة فى بيوتكم إلا المكتوبة فإن خير صلاة المرء فى بيته إلا المكتوبة وأخرج أبو داود والترمذى والنسائى مختصرا ولفظ أبى داود :صلاة المرء فى بيته أفضل من صلاته فى مسجدى هذا إلا المكتوبة به قال.

فإن قلت :يعارض هذا قوله -عَلَيْهِ السَّلَامُ :-صلاة فى مسجدى هذا أفضل من صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام .قلت :يحتمل هذا على الفرض أى صلاة مفروضة فى مسجدى هذا يدل على لفظ أبى داود صلاة المرء ..الحديث، وفى "الذخيرة "والسنن بعد الفرائض لا بأس بإتيانها فى المسجد فى مكان الصلاة، والأولى أن يتنحى عنه خطوة أو خطوتين والإمام يتنحى عن المكان الذى يصلى فيه الفريضة لا محالة، وفى "الجامع الصغير :"إذا صلى الرجل المغرب فى المسجد وخاف أن يرجع إلى بيته أن يشتغل عن السنة صلاها فى المسجد(البناية شرح الهداية، ج٢ ص ٥٧٢، كتاب الصلاة، باب ادراک الفريضة)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 5)

”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کا اہتمام

پہلے باب میں گزر چکا ہے کہ گناہوں کے عام ہوجانے، بطورِ خاص زناو بے حیائی کے پھیل جانے، اور مزید برآں نہی عن المنکر کے ترک ہوجانے کی وجہ سے طاعون جیسی وبائیں پھیلتی ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی حسبِ قدرت اہتمام کیا جائے، جس کی ذیل میں کچھ تفصیل وتوضیح ذکر کی جاتی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ۱۰۴)

ترجمہ: اور چاہیے کہ ہو تم میں سے ایک جماعت، جو کہ دعوت دے خیر کی طرف، اور امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کرے، اور یہی لوگ دراصل فلاح پانے والے ہیں (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ دین کے تمام شعبوں سے متعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اداء کرنے کے لیے معتد بہ جماعت کا ہونا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ۱۱۰)

ترجمہ: ہو تم بہترین امت، نکالا گیا ہے اس کو، لوگوں کے لیے، تم امر بالمعروف کرتے ہو، اور نہی عن المنکر کرتے ہو، اور ایمان رکھتے ہو، تم اللہ پر (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ اس امت کے بہترین ہونے کا یہ طرّۂ امتیاز ہے کہ اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل عطاء کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (سورة آلِ عمران، رقم الآية ١١٤)

ترجمہ: ایمان رکھتے وہ، اللہ پر، اور آخرت کے دن پر، اور امر بالمعروف کرتے ہیں، اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، اور جلدی کرتے ہیں خیر کے کاموں میں، اور یہی لوگ صالحین میں سے ہیں (سورہ آلِ عمران)

اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل نیک لوگوں کا شیوہ ہے۔

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ (سورة التوبة، رقم الآية ٦٧)

ترجمہ: منافق لوگ اور منافق عورتیں، ایک دوسرے میں سے ہیں، جو امر بالمنکر کرتے ہیں، اور نہی عن المعروف کرتے ہیں، اور روک کر رکھتے ہیں اپنے ہاتھوں کو (یعنی بخل کرتے ہیں) بھلا دیا انہوں نے اللہ کو، پس بھلا دیا اس (اللہ) نے ان کو (سورہ توبہ)

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ

وَرَسُوۡلَـهٗ أُولٰٓئِكَ سَيَرۡحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ (سورة التوبة، رقم الآية ۷۱)

ترجمہ: اور مومن لوگ اور مومن عورتیں، ان کے بعض، بعض کے اولیاء ہیں، جو امر بالمعروف کرتے ہیں، اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، اور قائم کرتے ہیں وہ نماز کو، اور اداء کرتے ہیں وہ زکاۃ کو، اور اطاعت کرتے ہیں وہ اللہ کی، اور اس کے رسول کی، یہی لوگ ہیں کہ عنقریب رحم فرمائے گا، ان پر اللہ، بے شک اللہ عزیز (یعنی زبردست طاقت والا) ہے، حکیم (یعنی بہت حکمت والا) ہے (سورہ توبہ)

مذکورہ آیات سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے عمل میں مومنوں اور منافقوں کے درمیان امتیاز کا ہونا معلوم ہوا۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ آیات سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت وتاکید معلوم ہوئی، اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ، مومن مرد اور مومن عورتوں کا عمل ہے، اور منافقوں کا عمل اس کے برعکس ہے، جو امر بالمعروف کے بجائے، امر بالمنکر، اور نہی عن المنکر کے بجائے، نہی عن المعروف کرتے ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاتَّـقُـوۡا فِتۡـنَـةً لَّا تُـصِيۡبَـنَّ الَّـذِيۡـنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ (سورة انفال، رقم الآية ۲۵)

ترجمہ: اور بچو تم، ایسے فتنے سے، جو ہرگز نہیں پہنچے گا، ان لوگوں کو، جنہوں نے ظلم کیا، تم میں سے، خاص طور پر، اور جان لو کہ بے شک اللہ شدید سزا دینے والا ہے (سورہ انفال)

مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات فتنہ اور ابتلاء کا شکار، خاص ظالم لوگ ہی نہیں ہوتے، بلکہ اس کی زد میں دوسرے لوگ بھی آجاتے ہیں۔

چنانچہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب قدرت کے باوجود، گناہوں پر نکیر نہیں کی جاتی، تو اُس کے نتیجے میں آنے والا وبال گناہ گاروں تک محدود نہیں رہتا، بلکہ اُس علاقے کے اُن لوگوں پر بھی آتا ہے، جو باوجود قدرت کے نہی عن المنکر نہیں کرتے، اور مذکورہ آیت کے ضمن میں بھی مفسرین نے یہ تفسیر فرمائی ہے۔ [1]

حضرت قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِی بَکْرٍ الصِّدِّیقِ :أَنَّـهُ خَطَبَ فَقَالَ:یَا أَیُّهَا النَّاسُ ، إِنَّکُمْ تَقْرَءُ وْنَ هٰـذِهِ الْـآیَةَ ، وَتَـضَـعُوْنَهَا عَلٰی غَیْرِ مَا وَضَعَهَا اللّٰهُ ”یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَـنُـوْا عَـلَیْـکُـمْ أَنْـفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَیْتُمْ“سَمِعْتُ رَسُـوْلَ اللّٰـهِ صَـلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ إِنَّ النَّاسَ إِذَا رَأَوُا الْمُنْکَرَ بَیْـنَهُـمْ ، فَـلَـمْ یُـنْکِرُوْهُ ، یُوْشِکُ أَنْ یَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ (مسند الإمام أحمد، رقم الحدیث ۵۳) [2]

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ اے لوگو! تم (سورہ مائدہ کی) یہ آیت پڑھتے ہو کہ:

”یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَـنُـوْا عَـلَیْـکُـمْ أَنْـفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَیْتُمْ“

(اے وہ لوگو! جو ایمان لائے، تم پر لازم ہے، اپنے نفسوں کی فکر، نہیں ضرر دے گا تم کو وہ، جو گمراہ ہو گیا، جب ہدایت اختیار کرو گے تم)

---

[1] (واتقوا فتنة) إن أصابتكم (لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة) بل تعمهم وغيرهم ، واتقاؤها بإنكار موجبها من المنكر (واعلموا أن الله شديد العقاب) لمن خالفه(تفسير الجلالين، ص ۲۳۱، تحت آیت ۲۵ من سورۃ الانفال)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين .إسماعيل :هو ابن أبي خالد .وأخرجه المروزى(۸۹) والبزار (۲۶)وأبو يعلى(۱۲۸)من طريقين عن شعبة ، بهذا الإسناد .وقد تقدم (حاشيه مسند احمد)

اور اس کا مطلب اللہ کی مراد کے خلاف لیتے ہو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو لوگ اپنے درمیان منکر (اور گناہ و بُرائی) کو دیکھتے ہیں، پھر اُس پر نکیر نہیں کرتے، تو قریب ہے کہ اللہ اُن سب کو عذاب کی لپیٹ میں لے لے (مسند احمد)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُدْھِنِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ، وَالْوَاقِعِ فِیْھَا، مَثَلُ قَوْمٍ اِسْتَھَمُوْا سَفِیْنَۃً، فَصَارَ بَعْضُھُمْ فِیْ أَسْفَلِھَا وَصَارَ بَعْضُھُمْ فِیْ أَعْلَاھَا، فَکَانَ الَّذِیْ فِیْ أَسْفَلِھَا یَمُرُّوْنَ بِالْمَاءِ عَلَی الَّذِیْنَ فِیْ أَعْلَاھَا، فَتَأَذَّوْا بِہٖ، فَأَخَذَ فَأْسًا فَجَعَلَ یَنْقُرُ أَسْفَلَ السَّفِیْنَۃِ، فَأَتَوْہُ فَقَالُوْا: مَا لَکَ، قَالَ: تَأَذَّیْتُمْ بِیْ وَلَا بُدَّ لِیْ مِنَ الْمَاءِ، فَإِنْ أَخَذُوْا عَلٰی یَدَیْہِ أَنْجَوْہُ وَنَجَوْا أَنْفُسَھُمْ، وَإِنْ تَرَکُوْہُ أَھْلَکُوْہُ وَأَھْلَکُوْا أَنْفُسَھُمْ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۲۶۸۶، کتاب الشھادات، باب القرعۃ فی المشکلات)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی حدود (واحکام) میں مداہنت کرنے (یعنی خود عمل کرنے اور دوسروں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرنے) والے اور ان میں واقع (یعنی اللہ کی حدود اور احکام کو توڑنے) والے ان لوگوں کی طرح ہیں، جنہوں نے ایک کشتی میں قرعہ اندازی کر کے (اپنا اپنا حصہ منتخب کیا) پس بعض کے حصہ میں کشتی کے نیچے والا حصہ آیا (وہ اس حصہ میں بیٹھ گئے) اور بعض کے حصہ میں کشتی کے اوپر والا حصہ آیا (وہ اس حصہ میں بیٹھ گئے) پھر نیچے والے پانی کی ضرورت کے لئے اوپر والوں کے پاس آنے لگے، جس سے اوپر والوں کو تکلیف ہوئی (پھر نیچے والوں میں سے) ایک شخص نے بسولہ لیا اور نچلے

حصہ میں (سمندر اور پانی کی طرف) سوراخ کرنے لگا، تاکہ اس سے پانی لے اور اوپر والوں کو (ہمارے اوپر جانے سے) تکلیف نہ ہو، تو اوپر والے لوگ اس کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے اس نے کہا کہ تم لوگوں کو میرے (اوپر آ کر) پانی حاصل کرنے کی وجہ سے تکلیف ہوئی اور میرے لیے پانی ضروری ہے، تو اگر ان (اوپر والے) لوگوں نے اس (کشتی میں سوراخ کرنے والے) کا ہاتھ پکڑ لیا (اور سوراخ کرنے سے روک دیا، تاکہ پانی کشتی کے اندر داخل ہو کر اس کو غرق نہ کرے) تو وہ اس کو بھی (غرق اور ہلاک ہونے سے) نجات دلا دیں گے، ور اپنے آپ کو بھی نجات دلا لیں گے، اور اگر وہ اس کو چھوڑ دیں گے (اور سوراخ کرنے سے نہیں روکیں گے، اور سوراخ سے پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے گا) تو وہ اس (سوراخ کرنے والے) کو بھی ہلاک کریں گے، اور اپنے آپ کو بھی ہلاکت میں ڈالیں گے (بخاری)

اس حدیث میں ایک مثال دے کر بتلا دیا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے احکام پورے کرنے والے لوگ حق بات سے مداہنت اختیار کریں گے، اور گناہ گاروں کی ضرورت پوری نہ کریں گے، جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، تو گناہ گاروں کے گناہوں کے نتیجے میں آنے والے وبال میں وہ دوسروں کے ساتھ خود بھی ہلاک ہوں گے۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَعْمَلُوْنَ بِالْمَعَاصِيْ وَفِيْهِمْ رَجُلٌ أَعَزُّ مِنْهُمْ وَأَمْنَعُ لَا يُغَيِّرُوْنَ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعِقَابٍ أَوْ قَالَ أَصَابَهُمُ الْعِقَابُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٩١٩٢) [1]

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث حسن (حاشيه مسند احمد)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم بھی گناہوں میں مبتلا ہوتی ہے، اور ان میں ایک آدمی زیادہ عزت اور طاقت والا ہوتا ہے، وہ اُن کو گناہوں سے نہیں روکتا، تو اللہ عز وجل ان سب پر عام عذاب بھیجتا ہے (مسند احمد)

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ، حَتّٰى يَرَوُا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ، وَهُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰى أَنْ يُّنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْهُ، فَإِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ، عَذَّبَ اللّٰهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٧٧٢٠) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بلاشبہ اللہ عام لوگوں کو خاص لوگوں کے (برے) عمل کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا، یہاں تک کہ لوگ اپنے درمیان منکر (گناہ و برائی) کو دیکھ لیں، اور وہ اس کے منع کرنے پر قادر بھی ہوں، پھر وہ منع نہ کریں، پس جب وہ ایسا کرتے ہیں، تو اللہ خاص وعام پر عذاب بھیجتا ہے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ اگر قدرت کے باوجود دوسروں کو گناہ سے نہ روکا جائے، اور مداہنت اختیار کی جائے، تو جو گناہ سے بچا ہوا ہے، لیکن باوجود قدرت کے دوسروں کو نہیں روکتا، تو گناہ گاروں پر آنے والے وبال میں وہ بھی شریک ہوگا۔

وہ الگ بات ہے کہ آخرت میں دونوں اپنے اپنے نامۂ اعمال کے مطابق سزا و جزا پائیں گے۔ [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] (إذا أراد الله بقوم عذابا) أى عقوبة فى الدنيا كقحط وفناء وجور (أصاب) أى أوقع (العذاب) بسرعة وقوة (من كان فيهم ثم بعثوا) بعيد الممات عند النفخة الثانية (على أعمالهم ليجازوا عليها فمن أعماله صالحة أثيب عليها أو سيئة جوزى بها فيجازون فى الآخرة بأعمالهم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَالَّذِیُ نَفْسِیُ بِیَدِهٖ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوُفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوْشِكَنَّ اللّٰهُ أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُوْنَهٗ فَلَا يُسْتَجَابُ لَكُمْ (سنن الترمذی،رقم الحديث ٢١٦٩ ،ابواب الفتن، باب ما جاء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنكر،مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ٢٣٣٠١) ؎١

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور بالضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہوگے، ورنہ وہ وقت قریب ہے کہ اللہ اپنی طرف سے عذاب بھیجے، پھر تم اللہ تعالیٰ سے دعاء کرو، مگر تمہاری دعاء قبول نہ کی جائے (ترمذی)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی اسی طرح روایت ہے۔ ؎٢

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ونياتهم وأما ما أصابهم فی الدنيا عند ظهور المنكر فتطهير للمؤمنين ممن لم ينكر وداهن مع القدرة ، ونقمة لغيرهم ، وقضية ما تقرر أن العذاب لا يعم من أنكر ويؤيده آية"أنجينا الذين ينهون عن السوء "لكن ظاهر"واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة" وخبر "أنهلك وفينا الصالحون قال نعم إذا كثر السوء "العموم (ق عن ابن عمر) بن الخطاب.(فيض القدير شرح الجامع الصغير للمناوی، ج ١ ص ٤٦٥، تحت رقم الحديث ٤٠٠، حرف الهمزة)

؎١ قال الترمذی :

هذا حديث حسن حدثنا علی بن حجر قال :أخبرنا إسماعيل بن جعفر، عن عمرو بن أبی عمرو، بهذا الإسناد نحوه(حواله بالا)

وقال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره(حاشية مسند احمد)

؎٢ حدثنی أبو الرقاد، قال :خرجت مع مولای وأنا غلام فدفعت إلى حذيفة وهو يقول " :إن كان الرجل ليتكلم بالكلمة على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فيصير منافقا "، وإنی لأسمعها من أحدكم فی المقعد الواحد أربع مرات لتأمرن بالمعروف، ولتنهون عن المنكر، ولتحاضن على الخير، أو ليسحتنكم الله جميعا بعذاب، أو ليؤمرن عليكم شراركم، ثم يدعو خياركم، فلا يستجاب لكم (مسند الإمام أحمد ، رقم الحديث ٢٣٣١٢)

قال شعيب الارنؤوط:أثر حسن(حاشية مسند احمد)

اور اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَتٰى نَتْرُكُ الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيَ عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: إِذَا ظَهَرَ فِيكُمْ مَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَكُمْ، قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، وَمَا ظَهَرَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَنَا؟ قَالَ: اَلْمُلْكُ فِيْ صِغَارِكُمْ، وَالْفَاحِشَةُ فِيْ كِبَارِكُمْ، وَالْعِلْمُ فِي رُذَالَتِكُمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۴۰۱۵، ابواب الفتن، باب قوله: يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم) [2]

ترجمہ: کسی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب ترک کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں وہ امور ظاہر ہوں، جو تم سے پہلی امتوں میں ظاہر ہوئے، ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم سے پہلی امتوں میں کیا امور ظاہر ہوئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھٹیا لوگ حکمران بن جائیں، اور معزز لوگوں میں فسق وفجور آجائے، اور علم، کمینے لوگ حاصل کرلیں (سنن ابنِ ماجہ)

یہ بات یادرکھنی ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہر شخص پر اس کی قدرت اور وسعت کے مطابق لازم ہوتا ہے، جس کا آخری درجہ یہ ہے کہ اگر ہاتھ اور زبان سے بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس گناہ کو برا سمجھے، اور اس منکر کے ختم ہونے کی اللہ سے دعاء کرے۔ اور قدرت ہونے کی صورت میں اس کے ازالہ کی نیت رکھے، اور جہاں قدرت حاصل ہو،

---

[1] عن عائشة، قالت :دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم، فعرفت في وجهه أن قد حفزه شيء، فتوضأ، ثم خرج فلم يكلم أحدا، فدنوت من الحجرات، فسمعته يقول " :يا أيها الناس، إن الله عز وجل يقول :مروا بالمعروف، وانهوا عن المنكر من قبل أن تدعوني فلا أجيبكم، وتسألوني فلا أعطيكم، وتستنصروني، فلا أنصركم " (مسند الإمام أحمد ،رقم الحديث ۲۵۲۵۵)

قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية سنن ابنِ ماجه)

وہاں عملی طور پر اہتمام بھی کرے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ رَّأٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۴۹ ”۷۸“ كتاب الايمان، باب بيان كون النهى عن المنكر من الإيمان الخ)

ترجمہ: تم میں سے جو شخص منکر (گناہ وبُرائی) کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے اُسے بدل دے، اور اگر اس کی طاقت وقدرت نہ ہو، تو اس کو اپنی زبان سے بدل دے، اور اگر اس کی بھی طاقت وقدرت نہ ہو، تو اس کو اپنے دل سے بدل دے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (مسلم)

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ، فَإِنْ لَّمْ تُطِقْ ذٰلِكَ، فَكُفَّ لِسَانَكَ إِلَّا مِنَ الْخَيْرِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۶۴۷) [1]

ترجمہ: اور آپ نہی عن المنکر کریں، اور اگر آپ کو اس کی طاقت نہ ہو، تو اپنی زبان کو روکیں، سوائے خیر کی بات کے (مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ اگر زبان سے نہی عن المنکر کی قدرت نہ ہو، تو زبان سے نہی عن المنکر نہ کریں، اور ایسی حالت میں زبان سے دوسری خیر کی باتیں، اور ذکر وغیرہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِيْ أُمَّةٍ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

قَبْلِی إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِيُّوْنَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُوْنَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ وَيَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۰ ”۸۰“ کتاب الایمان، باب بیان کون النهی عن المنکر من الإیمان الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو نبی بھی مجھ سے پہلے اپنی امت میں بھیجا گیا، تو اس کی امت میں سے کچھ لوگ حواری (مددگار) اور صحابی ہوا کرتے تھے، جو اپنے نبی کی سنت کو اختیار کرتے تھے، اور اس کے حکم کی پیروی کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف آجاتے تھے، جو کہ وہ بات کہتے تھے، جو کرتے نہیں تھے، اور وہ ایسے عمل کرتے تھے، جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا، پس ان ناخلف لوگوں سے (برائی کو روکنے کی) جس نے اپنے ہاتھ سے کوشش کی، تو وہ مومن ہے، اور جس نے ان کو روکنے کی اپنی زبان سے کوشش کی، وہ بھی مومن ہے، اور جس نے ان کو روکنے کی اپنے دل سے کوشش کی، تو وہ بھی مومن ہے، اور اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے (مسلم)

حضرت عرس بن عمیرہ کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا عُمِلَتِ الْخَطِيئَةُ فِي الْأَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَا فَكَرِهَهَا، وَقَالَ مَرَّةً أَنْكَرَهَا كَمَنْ غَابَ عَنْهَا وَمَنْ غَابَ عَنْهَا فَرَضِيَهَا كَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۳۴۵، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی) [1]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: اسناده حسن (حاشیة سنن ابی داؤد)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین میں کوئی گناہ کیا جائے، تو جو شخص اُس جگہ موجود ہو، مگر اُس کو ناپسند کرے، اور ایک مرتبہ یہ فرمایا کہ اُس پر نکیر کرے، تو وہ ایسا ہے، جیسا کہ اُس گناہ کی جگہ سے غائب ہے؛ اور جو اُس گناہ کی جگہ سے غائب تو ہو، لیکن اُس گناہ سے راضی ہو، تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اُس گناہ کی جگہ موجود ہے (سنن ابی داؤد)

یہ ملحوظ رہے کہ جس جس کو انفرادی طور پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جس موقع پر قدرت ہو، جیسا کہ عام حالات میں اپنے ماتحتوں پر قدرت ہوتی ہے، اور حکمران کو اپنی رعایا پر قدرت ہوتی ہے، اس پر تو یہ عمل متعین طور پر اس معروف، یا منکر کے درجے کے اعتبار سے ضروری ہو جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ہر علاقہ میں ایک ایسی جماعت کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ہونا فرضِ کفایہ ہے، جو اس ضرورت کو پورا کرتی رہے۔

اور کسی خاص شعبہ کی تبلیغ کرنے والی جماعت کے ہونے سے یہ فریضہ، اس وقت تک ادا نہیں ہوتا، جب تک دین کے جملہ شعبوں سے متعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کیا جائے۔

اسی کے ساتھ یہ بات معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دعوت و تبلیغ کے لئے شریعت نے اصول و آداب تو قائم فرما دیئے ہیں، مگر اس کا طریقہ سب کے لئے کوئی ایک مقرر نہیں کیا، تحریراً و تقریراً، تدریساً و عملاً مختلف طریقوں سے تبلیغ کی ادائیگی ہو سکتی ہے، اور ہر شخص اپنی حیثیت اور ضرورت کو ملحوظ رکھ کر امر بالمعروف، نہی عن المنکر کا کوئی مناسب طریقہ اختیار کر سکتا ہے، اور ایک سے زیادہ طریقے بھی اختیار کر سکتا ہے۔

اور آج کل جو بعض لوگوں، یا جماعتوں کی طرف سے امر بالمعروف، یا نہی عن المنکر کا مخصوص طریقہ سب کے لیے ضروری اور لازم سمجھا جاتا ہے، یہ کم علمی، یا غلو پر مبنی ہے، جس کو اگرچہ ان لوگوں کی طرف سے بہت شہرت دے دی گئی ہو، لیکن کسی بات کے مشہور ہو جانے سے اس کا

شریعت کے اصول وقواعد کے مطابق ہونا لازم نہیں آتا۔ لے

لے وكل واحد من الأمة يجب عليه أن يقوم من الدعوة بما يقدر عليه إذا لم يقم به غيره فما قام به غيره سقط عنه وما عجز لم يطالب به .وأما ما لم يقم به غيره وهو قادر عليه فعليه أن يقوم به؛ ولهذا يجب على هذا أن يقوم بما لا يجب على هذا وقد تقسطت الدعوة على الأمة بحسب ذلك تارة وبحسب غيره أخرى؛ فقد يدعو هذا إلى اعتقاد الواجب وهذا إلى عمل ظاهر واجب وهذا إلى عمل باطن واجب؛ فتنوع الدعوة يكون في الوجوب تارة وفي الوقوع أخرى .وقد تبين بهذا أن الدعوة إلى الله تجب على كل مسلم؛ لكنها فرض على الكفاية وإنما يجب على الرجل المعين من ذلك ما يقدر عليه إذا لم يقم به غيره وهذا شأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر وتبليغ ما جاء به الرسول والجهاد في سبيل الله وتعليم الإيمان والقرآن .وقد تبين بذلك أن الدعوة نفسها أمر بالمعروف ونهي عن المنكر فإن الداعي طالب مستدع مقتض لما دعي إليه وذلك هو الأمر به؛ إذ الأمر هو طلب للفعل المأمور به واستدعاء له ودعاء إليه فالدعاء إلى الله الدعاء إلى سبيله فهو أمر بسبيله وسبيله تصديقه فيما أخبر وطاعته فيما أمر .وقد تبين أنهما واجبان على كل فرد من أفراد المسلمين وجوب فرض الكفاية لا وجوب فرض الأعيان كالصلوات الخمس بل كوجوب الجهاد.
والقيام بالواجبات: من الدعوة الواجبة وغيرها يحتاج إلى شروط يقام بها كما جاء في الحديث: }ينبغي لمن أمر بالمعروف ونهى عن المنكر أن يكون فقيها فيما يأمر به فقيها فيما ينهى عنه رفيقا فيما يأمر به رفيقا فيما ينهى عنه حليما فيما يأمر به حليما فيما ينهى عنه {فالفقه قبل الأمر ليعرف المعروف وينكر المنكر والرفق عند الأمر ليسلك أقرب الطرق إلى تحصيل المقصود والحلم بعد الأمر ليصبر على أذى المأمور المنهي فإنه كثيرا ما يحصل له الأذى بذلك .ولهذا قال تعالى: ”وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على ما أصابك“وقد أمر نبينا بالصبر في مواضع كثيرة كما قال تعالى في أول المدثر: ” قم فأنذر ،وربك فكبر ،وثيابك فطهر ،والرجز فاهجر ،ولا تمنن تستكثر ،ولربك فاصبر “وقال تعالى: ”واصبر لحكم ربك فإنك بأعيننا “وقال:”واصبر على ما يقولون“وقال تعالى: ”ولقد كذبت رسل من قبلك فصبروا على ما كذبوا وأوذوا حتى أتاهم نصرنا “وقال:”فاصبر لحكم ربك ولا تكن كصاحب الحوت“ .وقد جمع سبحانه بين التقوى والصبر في مثل قوله: ”لتبلون في أموالكم وأنفسكم ولتسمعن من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين أشركوا أذى كثيرا وإن تصبروا وتتقوا فإن ذلك من عزم الأمور“ . والمؤمنون كانوا يدعون إلى الإيمان بالله وما أمر به من المعروف وينهون عما نهى الله عنه من المنكر فيؤذيهم المشركون وأهل الكتاب .وقد أخبرهم بذلك قبل وقوعه وقال لهم: ”وإن تصبروا وتتقوا فإن ذلك من عزم الأمور “وقد قال يوسف عليه السلام ”أنا يوسف وهذا أخي قد من الله علينا إنه من يتق ويصبر فإن الله لا يضيع أجر المحسنين“ .فالتقوى تتضمن طاعة الله ومنها الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر والصبر يتناول الصبر على المصائب التي منها أذى المأمور المنهي للآمر الناهي. لكن للآمر الناهي أن يدفع عن نفسه ما يضره كما يدفع الإنسان عن نفسه الصائل فإذا أراد المأمور المنهي ضربه أو أخذ ماله ونحو ذلك وهو قادر على دفعه فله دفعه عنه؛ بخلاف ما إذا وقع الأذى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

تاہم فتنوں کے زمانے میں جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ممکنہ قدرت نہ ہو، یا حق و باطل اس طرح خلط ملط ہوجائے کہ حق اور باطل کی تمیز نہ رہے، حق کو باطل، یا باطل کو حق کہا جانے لگے، یا دونوں کو ایک درجہ دیا جانے لگے، ایسی صورت میں احادیث کی رُو سے اپنے آپ کو گناہ سے بچاتے ہوئے اور نیکی پر قائم رکھتے ہوئے، دل سے حق کو حق، اور باطل کو باطل سمجھنے کا حکم ہوجاتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: تُعْرَضُ الْفِتَنُ عَلَى الْقُلُوْبِ كَالْحَصِيْرِ عُوْدًا عُوْدًا، فَأَيُّ قَلْبٍ أُشْرِبَهَا، نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ، وَأَيُّ قَلْبٍ أَنْكَرَهَا، نُكِتَ فِيْهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ ، حَتّٰى تَصِيْرَ عَلٰى قَلْبَيْنِ، عَلٰى أَبْيَضَ مِثْلِ الصَّفَا فَلَا تَضُرُّهُ فِتْنَةٌ مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ، وَالْآخَرُ أَسْوَدُ مُرْبَادًّا كَالْكُوْزِ، مُجَخِّيًا لَا يَعْرِفُ مَعْرُوْفًا، وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا، إِلَّا مَا أُشْرِبَ مِنْ هَوَاهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۳۱ "۱۴۴" كتاب الإيمان، باب بيان أن الإسلام بدأ غريبا وسيعود غريبا، وإنه يأرز بين المسجدين)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتاب منه؛ فإن هذا مقام الصبر والحلم والكمال فى هذا الباب حال نبينا صلى الله عليه وسلم كما فى الصحيحين "عن عائشة أنها قالت ما ضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده خادما له ولا امرأة ولا دابة ولا شيئا قط إلا أن يجاهد فى سبيل الله ولا نيل منه فانتقم لنفسه إلا أن تنتهك محارم الله فإذا انتهكت محارم الله لم يقم لغضبه شىء حتى ينتقم لله" فقد تضمن خلقه العظيم أنه لا ينتقم لنفسه إذا نيل منه وإذا انتهكت محارم الله لم يقم لغضبه شىء حتى ينتقم لله ومعلوم أن أذى الرسول من أعظم المحرمات فإن من آذاه فقد آذى الله وقتل سابه واجب باتفاق الأمة سواء قيل إنه قتل لكونه ردة أو لكونه ردة مغلظة أوجبت أن صار قتل الساب حدا من الحدود . والمنقول عن النبى صلى الله عليه وسلم فى احتماله وعفوه عمن كان يؤذيه كثير كما قال تعالى: "ود كثير من أهل الكتاب لو يردونكم من بعد إيمانكم كفارا حسدا من عند أنفسهم من بعد ما تبين لهم الحق فاعفوا واصفحوا حتى يأتى الله بأمره" (مجموع الفتاوى، لابن تيمية، ج۱۵، ص۱۶۶ الىٰ ۱۶۹، كتاب التفسير، الجزء الثانى، سورة يوسف، متى تكون الدعوة الى الله فرض على الكفايات)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فتنے دِلوں پر چٹائی کی چھال کی طرح ایک ایک کر کے پیش ہوں گے، پس جو دل اُن فتنوں کی طرف مائل ہوجائے گا، تو اس دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جائے گا؛ اور جو دل ان فتنوں سے انکار و بیزاری ظاہر کرے گا، تو اس دل پر ایک سفید نکتہ لگ جائے گا؛ یہاں تک کہ دونوں قسم کے دل اس حال میں ہوجائیں گے، کہ سفید نکتے والا دل تو چکنے اور سپاٹ چٹان کی طرح ہوجائے گا، جس کو جب تک کہ آسمان وزمین ہیں، تب تک کوئی فتنہ نقصان نہ دے گا؛ اور دوسرا دل کالا قدرے سفیدی لیے ہوئے اوندھے منہ رکھے ہوئے کوزے کی طرح ہوجائے گا، جس کو کسی اچھے اور نیک عمل کے اچھا ہونے کا کوئی احساس اور نہ کسی بُرے عمل کے بُرا ہونے کی پرواہ ہوگی؛ بس وہ اپنی خواہشات کا غلام ہوگا، جن کی طرف وہ مائل ہو چکا ہوگا (مسلم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو موقوفاً، امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَيْنَمَا نَحْنُ حَوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ ذَكَرُوا الْفِتْنَةَ أَوْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ ،فَقَالَ:إِذَا رَأَيْتَ النَّاسَ قَدْ مَرِجَتْ عُهُوْدُهُمْ،

---

[1] عن حذيفة رضى الله عنه، قال: تعرض فتنة على القلوب، فأى قلب أنكرها نكتت فى قلبه نكتة بيضاء، وأى قلب لم ينكرها نكتت فى قلبه نكتة سوداء، ثم تعرض فتنة أخرى على القلوب، فإن أنكرها القلب الذى أنكرها فى المرة الأولى نكتت فى قلبه نكتة بيضاء، وإن لم ينكرها نكتت نكتة سوداء، ثم تعرض فتنة أخرى على القلوب، فإن أنكرها الذى أنكرها فى المرتين الأوليين اشتد وابيض وصفا ولم تضره فتنة أبدا، وإن لم ينكرها فى المرتين الأوليين اسود وارتد ونكس فلا يعرف حقا ولا ينكر منكرا (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٨٤٤٦، كتاب الفتن والملاحم،وأما حديث عمران بن حصين)

قال الحاكم:

هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

وقال الذهبى فى التلخيص:على شرط البخارى ومسلم.

وَخَفَّتْ أَمَانَاتُهُمْ، وَكَانُوا هٰكَذَا، وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ، قَالَ: فَقُمْتُ إِلَيْهِ، فَقُلْتُ لَهُ: كَيْفَ أَفْعَلُ عِنْدَ ذٰلِكَ، جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِدَاكَ؟ قَالَ: اِلْزَمْ بَيْتَكَ، وَامْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ، وَخُذْ مَا تَعْرِفُ، وَدَعْ مَا تُنْكِرُ، وَعَلَيْكَ بِأَمْرِ خَاصَّةِ نَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ أَمْرَ الْعَامَّةِ (مسند أحمد، رقم الحديث ۶۹۸۷، سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۳۴۳) [1]

ترجمہ: اس دوران کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، لوگوں نے فتنہ کا ذکر کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فتنہ کا ذکر کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ لوگوں کو دیکھیں، کہ ان کے عہد و پیمان فاسد ہوگئے ہیں (یعنی عہد، معاہدوں کی پاس داری نہیں رہی) اور ان کی امانتیں ہلکی ہوگئیں (یعنی لوگوں نے مال، یا عہدہ وغیرہ سے متعلق امانتوں کی اہمیت کو ہلکا سمجھ لیا، اور ان میں خیانت شروع کردی) اور لوگ اس طرح (خلط ملط) ہوگئے، اور (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرماتے وقت) اپنی اُنگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کرلیا، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اُٹھ کر گیا، اور میں نے عرض کیا کہ ایسے وقت میں کیا طرزِ عمل اختیار کروں، اللہ مجھے آپ پر فِدا کرے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنے گھر کو لازم پکڑ لیں (یعنی لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر گھر میں رہنے کا اہتمام کریں، اور بغیر سخت ضرورت کے باہر نہ نکلیں) اور اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھیں، اور جس چیز کو آپ معروف (اور بہتر و نیک) سمجھیں، اُسے اختیار

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح، رجاله رجال الصحيح غير هلال بن خباب، فقد روى له أصحاب السنن، وهو ثقة (حاشية مسند احمد)

وقال ايضاً: حديث صحيح. وهذا إسناد حسن من أجل يونس بن أبي إسحاق السبيعي، لكن الحديث صحيح بالأسناد السابق (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

کرلیں، اور جس چیز کو آپ منکر (اور بُرا وگناہ) سمجھیں، اُسے چھوڑ دیں، اور صرف اپنی ذات کے معاملہ کو اپنے اوپر لازم رکھیں (یعنی اپنے کام سے کام رکھیں) اور عام لوگوں کے معاملے کو اپنے سے چھوڑ دیں (مسند احمد، ابوداؤد)

اس طرح کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [1]

آج احادیث میں مذکورہ فتنوں کا سلسلہ معاشرے میں عام ہے۔

چنانچہ موجودہ دور میں عہد معاہدوں کی پاس داری کا عوام وخواص میں اور سرکاری وعوامی سطح پر لحاظ نہیں رہا، رات دن ایک دوسرے سے کیے ہوئے عہد معاہدوں کو توڑا جاتا ہے، امانتوں کو پورا نہیں کیا جاتا، اور ان میں خیانتیں عام ہوچکی ہیں، اور لوگ اس طرح خلط ملط ہوچکے ہیں کہ جن کے درمیان حق وباطل، بلکہ اسلام وکفر کو پہچاننا بھی دشوار ہوچکا ہے، جس کے مناظر سوشل اور غیر سوشل میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر، اس وقت پوری طرح موجود ہیں، جہاں حق وباطل، امین وخائن وغیرہ کو پہچاننا، دشوار تر ہوتا جارہا ہے۔ [2]

---

[1] عن أبی هريرة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :كيف أنت يا عبد الله إذا بقيت فی حثالة من الناس "، قال :وذاک ما هم يا رسول الله؟ قال" :ذاک إذا مرجت أماناتهم وعهودهم، وصاروا هكذا "وشبک بين أصابعه، قال :فكيف بی يا رسول الله؟ قال " :تعلم ما تعرف، ودع ما تنكر، وتعمل بخاصة نفسک، وتدع عوام الناس "(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٥٩٥٠، باب ماجاء فی الفتن، ذكر ما يجب على المرء من لزوم خاصة نفسه وإصلاح عمله عند تغيير الأمر ووقوع الفتن)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية ابن حبان)

[2] (وعن عبد الله بن عمرو) : صحابيان جليلان (ابن العاص) بغير ياء هو الصحيح (أن النبی -صلى الله عليه وسلم -قال " :كيف بک") سبق إعرابه، وفی رواية: كيف أنت، أی كيف حالک ("إذا أبقيت ") : مجهول من الإبقاء أی :إذا أبقاک الله بمعنى عمرک، وفی نسخة بصيغة المعلوم من البقاء أی :إذا بقيت ("فی حثالة ") : بضم الحاء وبالثاء المثلثة وهی ما سقط من قشر الشعير والأرز والتمر والرديء من كل شیء ، أی :فی قوم ردأی ("من الناس مرجت ") : استئناف بيان وهو بفتح الميم وكسر الراء أی :فسدت ("عهودهم وأماناتهم ") ، وفی نسخة :أمانته بصيغة الإفراد على إرادة الجنس، أو باعتبار كل فرد، والجمع إنما هو للمقابلة والتوزيع مع إمكان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوامیہ شعبانی سے روایت ہے کہ:

سَأَلْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، فَقُلْتُ: يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ، كَيْفَ تَقُولُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ "عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ"؟ قَالَ: أَمَا وَاللّٰهِ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا، سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حقيقة الجمع فيهما، فتأمل، والمعنى :لا يكون أمرهم مستقيما، بل يكون كل واحد فى كل لحظة على طبع وعلى عهد، ينقضون العهود ويخونون الأمانات .قال التوربشتى - رحمه الله :أى اختلطت وفسدت ;فقلقت فيهم أسباب الديانات .("واختلفوا فكانوا هكذا !"وشبك بين أصابعه) أى :يموج بعضهم فى بعض ويلتبس أمر دينهم، فلا يعرف الأمين من الخائن، ولا البر من الفاجر.

هذا وفى نسخة :مرجت بفتح الراء وهو متعد، ومنه قوله تعالى:"مرج البحرين"ففيه ضمير إلى الحثالة، فالمعنى :أفسدت تلك الجماعة القمامة عهودهم وأماناتهم، واختلفوا فى أمور دياناتهم، فكانوا كما أخبر النبى -صلى الله عليه وسلم -عنهم فى الاشتباك مشبهين بالأصابع المشبكة، فما كتبه ميرك على هامش الكتاب من قوله : مرجت بصيغة المجهول، ورمز عليه ظاهر إشارة إلى أنه هو الظاهر، وعلله بأن المرج متعد، والمعنى على اللزوم فهو غير ظاهر على ما يظهر من القاموس وغيره، ففى القاموس :المرج الخلط، والمرج بحركة الفساد والقلق، والاختلاط والاضطراب، وإنما يسكن مع الهرج يعنى للازدواج، مرج كفرح، وأمر مريج مختلط، وأمرج العهد لم يف به، اهـ .وفى مختصر النهاية :مرج الدين فسد وقلقت أسبابه، ومرجت عهودهم أى اختلطت.

(قال :فبم تأمرنى؟ قال " :عليك بما تعرف ") أى الزم :وافعل ما تعرف كونه حقا ("ودع ما تنكر ") أى :واترك ما تنكر أنه حق (وعليك بخاصة نفسك، وإياك وعوامهم) أى :عامتهم، والمعنى :الزم أمر نفسك،

واحفظ دينك، واترك الناس ولا تتبعهم، وهذا رخصة فى ترك الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر إذا كثر الأشرار وضعف الأخيار .(وفى رواية " :الزم بيتك، وأملك ") : أمر من الإملاك بمعنى الشد والإحكام أى :أمسك ("عليك لسانك ") ولا تتكلم فى أحوال الناس ;كيلا يؤذوك ("وخذ ما تعرف، ودع ما تنكر، وعليك بأمر خاصة نفسك، ودع أمر العامة "رواه الترمذى، وصححه)(مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۳۳۹۴،۳۳۹۵، كتاب الفتن)

وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ يَعْنِي ،بِنَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ ،وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ، أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟ قَالَ:أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۳۴۱، كتاب الملاحم،باب الأمر والنهی، موارد الظمآن الى زوائد ابن حبان، رقم الحديث ۱۸۵۰) [1]

ترجمہ: میں نے ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ آپ (سورہ مائدہ کی) اس آیت ’’علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اهتديتم ‘‘کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا تھا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، یہاں تک کہ جب ایسی حالت پیش آجائے کہ تم ایسا بخل دیکھو، جس کی اطاعت کی جائے، اور

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن(حاشية سنن ابی داؤد)
وقال حسين سليم اسد الدارانی: اسناده حسن(حاشية موارد الظمآن)
قال سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشّثری:
أخرجه أبو داود (437 /2)، والترمذی (99 /4)، وابن ماجة (487 /2)، والطحاوی فی المشكل (65 - 64 /2)وابن حبان فی صحيحه (185)كلهم من طرق عن عتبة بن أبی حكيم، قال: حدثنی عمرو بن جارية اللخمی، قال: حدثنی أبو أمية الشعبانی قال: سألت أبا ثعلبة الخشنی، به (وذكر قصة فی أوله).
قال الترمذی:" حديث حسن غريب "وتعقبه الألبانی فی الضعيفة " :(94 /3)كذا قال وفيه عندی نظر، فإن عمرو بن جارية وأبا أمية لم يوثقهما أحد من الأئمة المتقدمين، غير ابن حبان وهو متساهل فی التوثيق كما هو معروف عند أهل العلم، ولذلک لم يوثقهما الحافظ فی "التقريب "وإنما قال فی كل منهما: " مقبول "يعنی عند المتابعة، وإلا فلين الحديث."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ایسی خواہش دیکھو، جس کی اتباع کی جائے، اور دنیا کو ترجیح دی جائے، اور ہر رائے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھے، تو تم اپنی ذات کو لازم پکڑ لو، اور عوام کو چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے آگے صبر کا زمانہ ہوگا، اس میں صبر کرنا انگارے کو پکڑنے کی طرح ہوگا، ان لوگوں میں عمل کرنے والوں کے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر ثواب ملے گا، دوسرے راوی نے یہ اضافہ بھی کیا کہ ابوثعلبہ خشنی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ان لوگوں کے پچاس لوگوں کے برابر ثواب ملے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پچاس لوگوں کے اجر کے برابر ثواب حاصل ہوگا (سنن ابی داؤد، موارد الظمآن)

اس حدیث میں مذکور، گناہ بھی موجودہ دور میں عام ہیں، حبِ مال اور حرص وطمع، جس قدر عام ہوگئی ہے، وہ بالکل ظاہر ہے، اپنی خواہشات کی اتباع اور پیروی بھی عام ہے، اور اپنی رائے کو دوسروں کے مقابلے میں ترجیح دینے، اور اپنی رائے کو دوسروں کے مقابلے میں اچھا سمجھنے کے مناظر، سوشل اور غیر سوشل میڈیا پر پوری طرح سامنے ہیں، حبِ مال، حبِ جاہ اور خواہشِ نفس کی پیروی اور تعصب وتحزب اتنا عام ہوگیا ہے کہ اس سے اکثر سیاسی افراد وجماعتیں بھی محفوظ نہیں رہیں، اور غیر سیاسی افراد وجماعتیں بھی محفوظ نہیں رہیں، یہاں تک کہ مذہبی ومسلکی جماعتیں اور ان سے وابستہ افراد بھی کم وبیش، ان چیزوں کا شکار ہو چکے ہیں۔

معاشرے میں کوئی واقعہ، یا رائے، سامنے آنے کے بعد حق وباطل کی تمیز کیے بغیر، اس پر جس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت: إن تحسين الترمذي للحديث لا يمنع أن يكون في إسناده راو ضعيف غير متهم بالكذب كما هو معروف من تعريف الإمام الترمذي للحديث الحسن، وعليه فإن حكم الإمام الترمذي موافق لقاعدته، فلا وجه للنظر في حكمه (حاشية المطالب العالية، ج۱۸ ص ۳۰۳، تحت رقم الحديث ۴۴۷۱، كتاب الفتن، باب ظهور الفساد في آخر الزمان وفضل الأمر بالمعروف ذلك الوقت)

قسم کے مثبت ومنفی تبصرے وتجزیئے کیے جاتے ہیں، ان کی روشنی میں ایک عام شخص کا تو درکنار، خواص کو بھی امتیاز کرنا، دشوار ہوجاتا ہے، بلکہ بعض اوقات باطل اور جھوٹ کی اس قدر تبلیغ وتشہیر کی جاتی ہے کہ حق اور سچ کے مقابلے میں، دل ودماغ پر باطل اور جھوٹ اور خلافِ واقعہ باتوں کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

ایسے حالات میں احادیث میں بیان کردہ، ہدایت پر عمل کرنے میں ہی سلامتی ہوتی ہے کہ اس قسم کے ماحول اور میدان سے اپنے آپ کو الگ رکھا جائے، اور اپنی حد تک حق کو حق، اور باطل کو باطل سمجھنے، اور مخصوص افراد کو سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

اور اس ماحول اور میدان کا حصہ بن کر اپنے آپ کو فتنوں سے محفوظ رکھا جائے۔

جس کی تائید ان احادیث سے بھی ہوتی ہے، جن میں فتنوں کے زمانے میں، زبان کو قابو میں رکھنے، اور اپنے گھر میں سکونت اختیار کرنے کا حکم آیا ہے، جن کا ذکر آگے الگ فصل میں آتا ہے۔ [1]

---

[1] والمعنى كونوا قائمين بهما على وجه كمالهما، (حتى إذا رأيت) أى: أيها المخاطب خطابا عاما ونكتة الإفراد انفراد المستقيم، واجتماع العامة على العدول عن الطريق القويم، والمعنى إذا علمت الغالب على الناس (شحا مطاعا) : أو إذا عرفت شحا أى: بخلا مطاعا بأن أطاعته نفسک وطاوعه غيرک (وهوى متبعا) : بصيغة المفعول أى: وهوى للنفس متبوعا، وطريق الهدى مدفوعا، وحاصله أن كلا يتبع هواه وما تأمره نفسه الأمارة وما تتمناه (ودنيا) : بالقصر، وفى نسخة بالتنوين وهى عبارة عن المال والجاه فى الدار الدنية (مؤثرة) أى: مختارة على أمور الدين ودرجات الآخرة (وإعجاب كل ذى رأى برأيه) أى: من غير نظر إلى الكتاب والسنة وإجماع الأمة، والقياس على أقوى الأدلة وترک الاقتداء بنحو الأئمة الأربعة، والإعجاب بكسر الهمز هو وجدان الشیء حسنا، ورؤيته مستحسنا بحيث يصير صاحبه به معجبا، وعن قبول كلام الغير مجنبا وإن كان قبيحا فى نفس الأمر، (ورأيت أمرا لا بد لک منه) : بضم الموحدة وتشديد المهملة فى جميع النسخ المصححة والأصول المعتمدة .وقال الطيبى رحمه الله: يحتمل أن يكون بالباء الموحدة بمعنى لا فراق لک منه، والمعنى رأيت أمرا يميل إليه هواک ونفسک من الصفات الذميمة، حتى إذا قمت بين الناس لا محالة أن تقع فيها (فعليک نفسک) : واعتزل عن الناس حذرا من الوقوع، وأن يكون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بالياء المثناة كما فى بعض نسخ المصابيح، والمعنى، فإن رأيت أمرا لا طاقة لک من دفعه فعليک نفسک اهـ .ونفسک منصوب، وقيل مرفوع أى: فالواجب أو فيجب عليک حفظها من المعاصى، لكن يؤيد الأول وهو أن يكون للإغراء بمعنى الزم خاصة نفسک .قوله: (ودع أمر العوام) أى: واترک أمر عامة الناس الخارجين عن طريق الخواص، وحاصله أنه إذا رأيت بعض الناس يعملون المعاصى، ولا بد لک من السكوت لعجزک فاحفظ نفسک عن المعاصى، واترک الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، واشتغل بنفسک، ودع أمر الناس إلى الله، فإنه تعالى لا يكلف نفسا إلا وسعها (فإن ورائكم) أى: قدامكم من الأزمان الآتية، أو خلفكم من الأمور الهاوية (أيام الصبر) أى: أياما لا طريق لكم فيها إلا الصبر، أو أياما يحمد فيها الصبر وهو الحبس على خلاف النفس من اختيار العزلة وترک الخلطة والخلوة، (فمن صبر فيهن) أى: فى تلک الأيام (قبض على الجمر) : يرى يلحقه المشقة بالصبر كمشقة الصابر على قبض الجمر بيده، وقد أشار إليه الشاطبى بقوله:

وهذا زمان الصبر من لک بالتى ...كقبض على جمر فتنجو من البلا(للعامل) أى: الكامل، ولو لم يكن مكملا لغيره .(أجر خمسين رجلا يعملون مثل عمله) أى: فى غير زمانه (قالوا: يا رسول الله! أجر خمسين) : بتقدير الاستفهام (منهم) : فيه تأويلان أحدها: أن يكون أجر كل واحد منهم على تقدير أنه غير مبتلى ولم يضاعف أجره، وثانيهما: أن يراد أجر خمسين منهم أجمعين لم يبتلوا ببلائه (قال: " أجر خمسين منكم "رواه الترمذى، وابن ماجه) : وقد صححه الترمذى، ورواه ابن جرير، والبغوى فى معجمه، وابن المنذر، وابن أبى حاتم، والطبرانى، وأبو الشيخ، وابن مردويه، والحاكم، وصححه، والبيهقى فى الشعب (مرقاة المفاتيح، ج۸ص ۳۲۱۴، ۳۲۱۵، كتاب الآداب، باب الامر بالمعروف)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 6)

زکاۃ وصدقات کا اہتمام

مصائب اور وباؤں کے موقع پر، ہر بندہ کو زکاۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حسبِ قدرت صدقات وخیرات کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكَاةَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۴۳)

ترجمہ: اور قائم کرو تم نماز کو، اور اداء کرو تم زکاۃ کو (سورہ بقرہ)

اور سورہ بقرہ میں ہی ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَآتُوْا الزَّكَاةَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۱۰)

ترجمہ: اور قائم کرو تم نماز کو، اور اداء کرو تم زکاۃ کو (سورہ بقرہ)

سورہ بقرہ میں نیک کاموں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا، وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۱۷۷)

ترجمہ: نیکی یہی نہیں ہے کہ پھیر لو تم اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف،

لیکن نیکی تو یہ ہے کہ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتابوں پر اور نبیوں پر اور عطاء کرے مال کو، اس کی محبت ہوتے ہوئے، رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور مسکینوں کو اور مسافر کو اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم کرے نماز کو اور اداء کرے زکاۃ کو اور پورا کرنے والے ہوں، لوگوں کے عہد کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے ہوں، تنگ دستی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت، یہی لوگ سچے ہیں، اور یہی لوگ متقی ہیں (سورہ بقرہ)

اور سورہ بقرہ میں ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲۷۱)

ترجمہ: اور اگر صدقات کا اخفا کرو (یعنی خفیہ اور چھپا کر دو) اور فقیروں کو دے دو تو یہ (چھپا کر دینا) تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے گناہ معاف کردے گا (سورہ بقرہ)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ صدقہ وزکاۃ گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہیں۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا وَيُرْبِى الصَّدَقَاتِ (سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ ۲۷۶)

ترجمہ: مٹاتا ہے اللہ سود کو، اور بڑھاتا ہے وہ صدقات کو (سورہ بقرہ)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ربا وسود کو گھٹاتا اور کم کرتا ہے، اور اس کی برکت کو ختم کردیتا اور اڑادیتا ہے، اور اس کے مقابلے میں زکاۃ وصدقہ کو بڑھاتا ہے، اور یہ بڑھوتری آخرت کے اجر وثواب کے اعتبار سے بھی ہوتی ہے، اور دنیا میں برکت کے اعتبار سے بھی۔

سورہ بقرہ میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتَوُا الزَّكَاةَ لَهُمْ

Idara Ghufran

اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ. وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سورة البقرة، رقم الآية ٢٧٧)

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اعمال کئے انہوں نے نیک، اور قائم کیا انہوں نے نماز کو، اور اداء کیا انہوں نے زکاۃ کو، ان کے لئے ان کا اجر ہے، ان کے رب کے پاس، اور نہیں خوف ہوگا، اُن پر اور نہ غمگین ہوں گے وہ (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز کا قیام اور زکاۃ کی ادائیگی ان اعمال میں سے ہے کہ جو خوف اور غم سے نجات کا باعث ہیں۔

سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ. لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ (سورة المائدة، رقم الآية ١٢)

ترجمہ: اور فرمایا اللہ نے کہ بے شک میں ساتھ ہوں تمہارے، اگر قائم کرو گے تم نماز کو اور اداء کرو گے تم زکاۃ کو، اور ایمان لاؤ گے تم میرے رسولوں پر، اور مدد کرو گے تم ان کی، اور قرض دو گے تم اللہ کو اچھا قرض، تو ضرور معاف کردوں گا میں تم سے تمہارے گناہوں کو، اور ضرور داخل کروں گا میں تمہیں ایسی جنتوں میں کہ جاری ہوں گی، ان کے نیچے سے نہریں (سورہ مائدہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے اور زکاۃ اداء کرنے کے عمل سے اللہ کی معیت اور نصرت حاصل ہوتی ہے، اور گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، اور جنت کی نعمت بھی حاصل ہوتی ہے۔

سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُوْنَ

(سورة الاعراف، رقم الآية ١٥٦)

ترجمہ: پس عنقریب لکھ دوں گا میں اس رحمت کو ان لوگوں کے لئے، جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اور اداء کرتے ہیں وہ زکاۃ کو، اور جو لوگ کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں (سورہ اعراف)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ زکاۃ ادا کرنے والے اللہ کی رحمت کے مستحق ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (سورة التوبة، رقم الآية ١٠٤)

ترجمہ: کیا نہیں جانتے یہ لوگ کہ بلاشبہ اللہ ہی قبول کرتا ہے توبہ کو، اور لیتا ہے وہ صدقات کو، اور بلاشبہ اللہ ہی بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (سورہ توبہ)

اور سورہ حج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ. الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصَّابِرِيْنَ عَلٰى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيْمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُوْنَ (سورة الحج، رقم الآيات ٣٤، و ٣٥)

ترجمہ: اور خوشخبری سنا دیجئے ایسے عاجز بندوں کو کہ ان کے سامنے جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور صبر کرنے والے ہیں وہ، اپنے آپ کو پہنچنے والے مصائب پر، اور قائم کرنے والے ہیں، نماز کو، اور ہم نے جو کچھ ان کو رزق دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں (سورہ حج)

اور سورہ حج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَأَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ وَآتُوْا الزَّكَاةَ (سورة الحج، رقم الآية ٧٨)

ترجمہ: پس قائم کرو تم نماز کو، اور ادا کرو تم زکاۃ کو (سورہ حج)

اور سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

(سورة النور، رقم الآية ٥٦)

ترجمہ: اور قائم کرو تم نماز کو، اور اداء کرو تم زکاۃ کو، اور اطاعت کرو تم رسول کی، تاکہ تم پر رحم کیا جائے (سورہ نور)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نماز کا قیام اور زکاۃ کی ادائیگی کا اہتمام ان اعمال میں سے ہے کہ جن کو قائم کرنے سے بندہ اللہ تعالیٰ کے رحم کا مستحق ہوتا ہے۔

اور سورہ لقمان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ. هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ. الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ. أُولٰئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورة لقمان، رقم الآيات ٣، ٤، ٥)

ترجمہ: یہ آیات ہیں ایسی کتاب کی جو حکمت والی ہے، جو ہدایت ہے، اور رحمت ہے، نیک کام کرنے والوں کے لئے جو قائم کرتے ہیں نماز کو، اور اداء کرتے ہیں وہ زکاۃ کو، اور وہی ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں، یہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کی طرف سے، اور یہی لوگ کامیابی پانے والے ہیں (سورہ لقمان)

اور سورہ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ (سورة الاحزاب، رقم الآية ٣٣)

ترجمہ: اور (اے خواتین) قائم کرو تم نماز کو، اور اداء کرو تم زکاۃ کو، اور اطاعت کرو

www.idaraghufran.org

تم اللہ کی اور اس کے رسول کی (سورہ احزاب)

اور سورہ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللهَ وَرَسُولَهُ وَاللهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (سورة المجادلة، رقم الآية ۱۳)

ترجمہ: پس قائم کرو تم نماز کو، اور اداء کرو تم زکاۃ کو، اور اطاعت کرو تم اللہ کی اور اس کے رسول کی، اور اللہ پوری طرح باخبر ہے جو اعمال کرتے ہو تم (سورہ مجادلہ)

اور سورہ مزمل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ (سورة المزمل، رقم الآية ۲۰)

ترجمہ: اور قائم کرو تم نماز کو، اور اداء کرو تم زکاۃ کو (سورہ مزمل)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اَلصَّلَاةُ قُرْبَانٌ، وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۲۸۴) [1]

ترجمہ: نماز قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، اور روزہ (گناہوں اور شیطانی حملوں وغیرہ سے بچاؤ کے لئے) ڈھال (اور ذریعہ) ہے، اور صدقہ (وزکاۃ) خطاء (وگناہ) کو بجھا دیتی ہے، جیسا کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (مسند احمد)

اور حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يَذْهَبُ الْجَلِيدُ عَلَى الصَّفَا (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۵۵۶۷، كتاب الحظر والإباحة) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى على شرط مسلم، رجاله ثقات غير ابن خثيم (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:
حديث صحيح .عبد الملک بن أبى جميلة :ذكره المؤلف فى "الثقات ۱۰۳/۷"

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: صدقہ خطاء کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسا کہ برف چکنی چٹان سے نیچے گر (کر ختم ہو) جاتی ہے (ابنِ حبان)

مذکورہ آیات اور احادیث سے زکاۃ وصدقات کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوئی۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ زکاۃ وصدقات میں نمود ونمائش کرنا، جائز نہیں، بلکہ سخت گناہ ہے، جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ زکاۃ وصدقات وغیرہ کی ادائیگی، نمود ونمائش کے طور پر کرتے ہیں، بلکہ اس کی منظرکشی کر کے اپنی نام آوری اور شہرت کے لیے، دوسروں کو تبلیغ وتشہیر بھی کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ زکاۃ وصدقات کے لیے صحیح مصارف، اور اصل مستحقین کا انتخاب بھی ضروری ہے، ہر کس وناکس، یا پیشہ وَر لوگوں، یا ہر بھکاری، سائل کو، اپنا مال حوالے کر کے مطمئن ہوجانا، درست نہیں، اس میں جہاں ایک طرف زکاۃ وصدقات کا ضیاع لازم آسکتا ہے، اسی کے ساتھ اصل مستحقین کا محروم ہوجانا بھی لازم آتا ہے۔

اور آج کل اس طرح کی خرابیوں میں ایک بہت بڑا طبقہ مبتلا ہے، جس سے بچنے اور بچانے کی شدید ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وروى له الترمذى حديثاً واحداً فى القضاء ، وشيخه فيه أبو بكر بن بشير، ذكره فى " ثقاته ٥/٥٨٦ "وابن أبى حاتم فى "الجرح والتعديل ٩/٣٤٢ "وقد تقدم عند المؤلف من غير هذه الطريق .انظر الحديث (١٧٢٤)وأخرجه الطبرانى فى "الكبير ١٩/٣٦١ "عن إبراهيم بن هاشم البغوى، عن أمية بن بسطام، بهذا الإسناد(حاشية ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

(فصل نمبر 7)

صفائی ونظافت کا اہتمام

اسلام میں طہارت ونظافت اور صفائی وستھرائی کا ایسا جامع ومانع اور مستحکم ومضبوط نظام موجود ہے کہ دنیا کے کسی مذہب میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اور وہاں تک، دنیا کی کسی سائنس کی بھی نظر نہیں پہنچ سکتی، اور حالات سے اندازہ ہورہا ہے کہ سائنس اور اہلِ سائنس بھی تمام تر تحقیقات کرکے، اسلام کے اس نظام کے ایک ایک حصے کو ایک نہ ایک دن قبول کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔

اسلام کی طرف سے پیش کردہ بہت سی چیزوں کو تو اب تک خود ہی خواہی نخواہی، اہلِ سائنس کی طرف سے قبول وتسلیم بھی کرلیا گیا ہے۔

وہ الگ بات ہے کہ یا تو ضد وعناد وغیرہ کی وجہ سے ان چیزوں کو اسلام کی طرف منسوب کرنے سے کنارہ کشی، اختیار کی جاتی ہے، یا پھر شریعتِ مطہرہ کی طرف سے سینکڑوں سال بیشتر پیش کردہ، ان چیزوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے، ان چیزوں کو اسلام کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا، اور سالہا سال، جان، مال اور وقت اور صلاحیتوں کی قربانیاں دے کر، سائنس کی طرف سے اس قسم کی جو باتیں پیش کی جاتی ہیں، ان کو سن کر بڑی حیرت کا اظہار کیا جاتا ہے، لیکن یہ سوچنے اور سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں کی جاتی کہ ان چیزوں کو تو بڑے احسن اور آسان طریقہ پر شریعتِ مطہرہ نے بہت پہلے، کچھ خرچ کیے کرائے بغیر ہی انسانوں کے سامنے پیش کردیا تھا۔

لیکن افسوس کہ جب امتِ مسلمہ کے دین دار اور علمِ دین کے علم بردار ایک بڑے طبقہ کو ہی اس طرف توجہ نہیں، تو غیروں کی کیا شکایت؟

دن، رات سائنس اور اہلِ سائنس کے گُن گانے والے مسلمانوں اور خاص طور پر مقتدائے دین کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہونا چاہیے، اور جن لوگوں کا قلم اور زبان، ہمہ وقت تیز چھری کی طرح چلتی رہتی ہے، کبھی رکنے کا نام نہیں لیتی، رات، دن، سوشل اور غیر سوشل میڈیا پر آ کر چرب لسانی اور زبان درازی کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری کیا جاتا ہے، ان کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ شریعتِ مطہرہ کی ان تعلیمات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کتنی بڑی ذمہ داری میں کوتاہی سرزَد ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے نہ صرف مسلمان، بلکہ پوری انسانیت دربدر کی ٹھوکریں کھاتی پھر رہی ہے، اور اسے منزل نہیں مل رہی۔

امتِ مسلمہ کے اس طرزِ عمل پر بہت افسوس ہے کہ اس نے شریعتِ مطہرہ کی اصل روح کو نظر انداز کر کے اپنا اوڑھنا، بچھونا، چند فروعی واختلافی مسائل کو بنالیا، جس کی کوئی جانب منکر اور معصیت نہیں ہوتی، اور اس قسم کے مسائل میں اتنی سختی اور شدت والا طرزِ عمل اپنالیا، جیسا کہ اس کی مخالفت کوئی صریح معصیت، یا سخت گناہ ہو، اور اسلام کے بنیادی اور غیر متنازع اصولوں کو نظر انداز کر دیا، جن میں اسلام کا طہارت ونظافت، بلکہ نفاست پر مشتمل نظام اس وقت ہمارے سامنے ہے، جس کی قدم قدم پر پامالی کی وجہ سے طرح طرح کی بیماریاں اور مضر جراثیم پھیل رہے اور حملہ آور ہو رہے ہیں، اور دنیا ان سے حفاظت ونجات کے لیے انتھک کوشش میں لگی ہوئی ہے، اور اس کے لیے طرح طرح سے طہارت ونظافت کے طور وطریقے اختیار اور پیش کیے جا رہے ہیں۔

ان حالات میں ہم اسلام کے طہارت، نظافت ونفاست اور صفائی وستھرائی کے مستحکم نظام کا ایک طائرانہ جائزہ پیش کرتے ہیں، تاکہ حقیقت کو سمجھا جائے، اور اس کے مطابق عمل کیا جائے، تو بہت سے مسائل ومصائب اور وباؤں سے نجات حاصل ہو جائے۔

طہارت کا نصف ایمان ہونا

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۳ "۱ "کتاب الطھارۃ، باب فضل الوضوء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پاکی نصف (یعنی آدھا) ایمان ہے (مسلم)

اور مسند احمد کی ایک روایت میں پاکی کے نصف ایمان ہونے کے صاف الفاظ مروی ہیں۔ [1]

یہ بات ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ جب اسلام کے بتلائے ہوئے طریقے پر، طہارت حاصل کی جاتی ہے، تو اس سے نظافت اور صفائی بدرجہ اولیٰ حاصل ہو جاتی ہے، لہٰذا طہارت کے جو، جو بھی طریقے شریعت کی طرف سے بتلائے گئے ہیں، ان میں صفائی اور نظافت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

لیکن بہت سے کم علم، یا کم فہم مسلمان، اس حقیقت کو نہیں سمجھتے، اور وہ شریعت کے ان احکام کو نظافت اور صفائی کے نظام سے الگ نظر کے ساتھ دیکھتے ہیں، جس کی بناء پر اسلام کی طرف سے صفائی ونظافت کے پیش کردہ نظام کا نظروں سے اوجھل ہو جانا لازم آتا ہے۔

ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اس طرح کے احکام میں سائنس اور بطورِ خاص میڈیکل سائنس کے صفائی ونظافت کے اصولوں کو احسن طریقے پر ملحوظ رکھا گیا ہے، بشرطیکہ سائنس کے وہ اصول خود، حقیقت پر مبنی ہوں۔

مذکورہ طرزِ عمل اور سوچ کے نتیجے میں احادیث میں مذکور، بہت سی چیزوں کو بہت سے اہلِ علم نے فقہی مباحث کی نذر کر دیا ہے، جس میں سارا زور، مذکور چیزوں کی فقہی جہت اور حیثیت،

---

[1] حدثنا وكيع، عن يونس بن أبي إسحاق، قال: سمعت جري بن كليب النهدي، عن رجل من بني سليم، قال: عدهن رسول الله صلى الله عليه وسلم في يدي أو في يده: "التسبيح نصف الميزان، والحمد لله يملؤه، والتكبير يملأ ما بين السماء والأرض، والصوم نصف الصبر، والطهور نصف الإيمان "(مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۰۷۳)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

متعین کرنے پر لگا دیا گیا ہے، اور اس کی وجہ سے شریعت کا ایک بہت اہم فلسفہ نظر انداز ہو کر رہ گیا ہے۔

ہم یہاں ان فقہی بحثوں سے قطع نظر کرتے ہوئے شریعت کے اسی مذکورہ پہلو سے، اسلام کے پیش کردہ طہارت، نظافت اور نفاست پسندی کے جامع نظام پر روشنی ڈالتے ہیں، جن پر آج کے دور میں سائنسی لحاظ سے بہت زور دیا جا رہا ہے، اور ان کو سائنس کی تحقیق کا بڑا کمال سمجھا جا رہا ہے۔

شریعتِ مطہرہ کی طرف سے اس سلسلے میں ایسا جامع و مستحکم نظام آج سے سینکڑوں سال پہلے پیش کر دیا گیا تھا، جس کی طرف کسی سائنس دان کی نظر نہیں پہنچ سکی، اور دنیا کی لاکھوں تحقیقات کے بعد بھی شریعت کے پیش کردہ اس جامع و مستحکم نظام میں کوئی خلل پیدا نہیں کیا جاسکتا، بہت سی چیزوں کو تو موجودہ میڈیکل سائنس کی طرف سے تسلیم کر لیا گیا ہے، اگرچہ ان چیزوں کی اسلام کی طرف نسبت کرنے میں بخل سے کام لیا جاتا ہے، یا لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

اور جو چیزیں ابھی تک سائنس نے تسلیم نہیں کیں، تو ان شاء اللہ تعالیٰ وہ زمانہ دور نہیں کہ ان کو بھی تسلیم کر لیا جائے۔

دس چیزوں کا فطرتِ اسلام میں سے ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَۃِ: قَصُّ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْیَۃِ، وَالسِّوَاکُ، وَاسْتِنْشَاقُ الْمَاءِ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ الْعَانَۃِ، وَانْتِقَاصُ الْمَاءِ، قَالَ زَکَرِیَّا: قَالَ مُصْعَبٌ: وَنَسِیْتُ الْعَاشِرَۃَ إِلَّا أَنْ تَکُوْنَ

اَلْمَضْمَضَةَ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۶۱ "۵۶"، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس چیزیں فطرت میں سے ہیں:

ایک مونچھوں کو کٹانا۔ دوسرے داڑھی کو بڑھانا۔

تیسرے مسواک کرنا۔ چوتھے ناک میں پانی ڈالنا۔

پانچویں ناخن کاٹنا۔ چھٹے "براجم" کو دھونا۔

ساتویں بغل کے بال صاف کرنا۔ آٹھویں زیرِ ناف بال مونڈنا۔

نویں پانی سے استنجا کرنا۔ اور راوی حضرت مصعب کہتے ہیں کہ میں دسویں چیز بھول گیا اور وہ غالباً کلی کرنا ہے (مسلم)

کلی کرنے کا ذکر، بعض دوسری احادیث وروایات میں بھی ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دسویں چیز "کلی کرنا" ہی ہے۔

فطرت ان چیزوں کو کہا جاتا ہے کہ جن کو پیدائشی طور پر انسان کی طبیعتِ سلیمہ پسند اور قبول کرتی ہو، اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی طبیعت سب سے زیادہ سلامتی والی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان چیزوں کو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی اختیار اور پسند کرتے ہیں، اس لئے امورِ فطرت ایسے کاموں کو بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ جن پر تمام انبیاء اور رسولوں کا عمل ہو اور جو سب نبیوں کا متفق علیہ طریقہ ہو اور ساتھ ہی ہمیں ان پر عمل کرنے کا بھی حکم ہو۔

مذکورہ مستند اور صحیح حدیث میں جن چیزوں کو فطرت قرار دیا گیا، اُن تمام چیزوں کا تعلق طہارت ونظافت اور صفائی، ستھرائی سے ہے، اور ان دس چیزوں کے ذریعے سے جسم کی بنیادی نظافت ونفاست کو جامع انداز میں بیان کر دیا گیا ہے، اور جسم کے وہ تمام حصے جن میں میل کچیل زیادہ جمع ہونے کے امکانات تھے، ان کے بارے میں صفائی اور نظافت کی ایسے

انداز میں تعلیم دے دی گئی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے انسان کا پورا جسم میل کچیل سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اس حدیث شریف میں ''براجم'' کو دھونے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد جسم میں میل کچیل جمع ہونے والے حصوں کو دھونا ہے، اور یہ مستقل سنت ہے، اور وضو کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور ''براجم'' کے مفہوم میں اُنگلیوں کے جوڑ اور کانوں اور ناک دونوں کے سوراخ، اور آنکھوں کے دائیں بائیں کے حصے، دونوں شرمگاہوں کے مقامات اور رانوں کی جڑیں، اور بدن کے وہ تمام حصے داخل ہیں، جن میں پسینہ اور گرد وغبار جمع ہونے کی وجہ سے میل پیدا ہو جاتا ہے، جس میں سر اور ڈاڑھی کے بال، بھی داخل ہیں، یہاں تک کہ ناف بھی داخل ہے۔ ل

بعض دوسری روایات میں کچھ دوسری چیزوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

ل وغسل البراجم: معناه: معالجة المواضع التى تتشنج فيجتمع فيها الوسخ، بالغسل والتنظيف، وأصل البراجم العقد التى تكون فى ظهور الأصابع(شرح السنة للبغوى، ج ا ص ۳۹۹، كتاب الطهارة، باب السواک)

(غسل البراجم) أى عقد الأصابع ومقاطعها، وهى- بفتح الباء- جمع برجمة- بضم الباء والجيم- سنة ليست مختصة بالوضوء، ويلتحق بها ما يجتمع من الوسخ فى معاطف الأذن، وقعر الصماخ، وما يجتمع فى داخل الأنف، وكذا جميع الوسخ فى البدن(شرح المشكاة للطيبى، ج۳ص ۷۸۶، كتاب الطهارة، باب السواک)

قوله: " وغسل البراجم "البراجم- بفتح الباء وبالجيم-: جمع برجمة - بضم الباء وبالجيم-، وهى عقد الأصابع ومفاصلها كلها .وقال الخطابى: " أصل البراجم العقد التى تكون فى ظهور الأصابع والرواجب ما بين البراجم، وغسل البراجم تنظيف المواضع التى يجتمع فيها الوسخ ." ويلحق بذلک ما يجتمع من الوسخ فى معاطف الأذن، وقعر الصماخ، فتزيله بالمسح، لأنه ربما أضرت كثرته بالسمع، وكذلک ما يجتمع فى داخل الأنف، وكذلک جميع الوسخ المجتمع على أى موضع كان من البدن بالعرق والغبار ونحوهما(شرح ابى داؤد للعينى، ج ا ص ۱۶۵، كتاب الطهارة، باب: السواک من الفطرة)

(وغسل البراجم) بفتح الباء وكسر الجيم، جمع برجم بضمهما، والبرجمة بالفتح غلظ الكلام، هى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ مِنَ الْفِطْرَةِ، أَوِ الْفِطْرَةُ، اَلْمَضْمَضَةُ، وَالْاسْتِنْشَاقُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَالسِّوَاكُ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ، وَغَسْلُ الْبَرَاجِمِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَالْاسْتِحْدَادُ، وَالْاخْتِتَانُ، وَالْانْتِضَاحُ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۳۲۷) ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عقد الأصابع ومفاصلها، ويلحق بها ما يجتمع من الوسخ بالعرق والغبار فى معاطن الأذن، وقعر الصماخ، وداخل الأنف ونحوه، وغسلها سنة مستقلة لا تختص بالوضوء(بذل المجهود فى حل سنن ابى داؤد، ج ا ص۳۳۸، كتاب الطهارة، باب: السواك من الفطرة)

وأما غسل البراجم فهو بالموحدة والجيم جمع برجمة بضمتين وهى عقد الأصابع التى فى ظهر الكف، قال الخطابى: هى المواضع التى تتسخ ويجتمع فيها الوسخ ولا سيما ممن لا يكون طرى البدن، وقال الغزالى: كانت العرب لا تغسل اليد عقب الطعام فيجتمع فى تلك الغضون وسخ، فأمر بغسلها.

قال النووى: وهى سنة مستقلة ليست مختصة بالوضوء، يعنى أنها يحتاج إلى غسلها فى الوضوء والغسل والتنظيف، وقد ألحق بها إزالة ما يجتمع من الوسخ فى معاطف الأذن وقعر الصماخ فإن فى بقائه إضرارا بالسمع، وقد أخرجه ابن عدى من حديث أنس أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بتعاهد البراجم عند الوضوء لأن الوسخ إليها سريع وللترمذى الحكيم من حديث عبد الله بن بشر رفعه: قصوا أظفاركم، وادفنوا قلاماتكم، ونقوا براجمكم، وفى سنده راو مجهول .ولأحمد من حديث ابن عباس أبطأ جبريل على النبى صلى الله عليه وسلم فقال: ولم لا يبطء عنى وأنتم لا تستنون – أى لا تستاكون – ولا تقصون شواربكم ولا تنقون رواجبكم والرواجب جمع راجبة بجيم وموحدة، قال أبو عبيد: البراجم والرواجب مفاصل الأصابع كلها .وقال ابن سيده: البرجمة المفصل الباطن عند بعضهم، والرواجب بواطن مفاصل أصول الأصابع، وقيل قصب الأصابع، وقيل هى ظهور السلاميات، وقيل ما بين البراجم من السلاميات، وقال ابن الأعرابى: الراجبة البقعة الملساء التى بين البراجم، والبراجم المسبحات من مفاصل الأصابع، وفى كل إصبع ثلاث برجمات إلا الإبهام فلها برجمتان .وقال الجوهرى: الرواجب مفاصل الأصابع اللاتى تلى الأنامل، ثم البراجم، ثم الأشاجع اللاتى على الكف.

وقال أيضا: الرواجب رؤوس السلاميات من ظهر الكف، إذا قبض القابض كفه نشزت وارتفعت، والأشاجع أصول الأصابع التى تتصل بعصب ظاهر الكف، واحدها أشجع، وقيل هى عروق ظاهر الكف(فتح البارى لابن حجر، ج۱۰ ص۳۳۸، كتاب اللباس، باب قص الشارب)

۱؎ قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چیزوں کا تعلق فطرت سے ہے، یا یہ چیزیں فطرت ہیں:

ایک کلی کرنا۔ دوسرے ناک میں پانی ڈالنا۔

تیسرے مونچھوں کو کاٹنا۔ چوتھے مسواک کرنا۔

پانچویں ناخن کاٹنا۔ چھٹے ''براجم'' کو دھونا۔

ساتویں بغلوں کے بال اکھاڑنا۔ آٹھویں زیرِ ناف بال مونڈنا۔

نویں ختنہ کرنا۔ دسویں پانی چھڑکنا (مسند احمد)

اس حدیث میں ختنہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے، یہ بھی صفائی ونظافت کا ذریعہ ہے۔

پانی چھڑکنے سے مراد، یا تو پانی سے استنجاء کرنا ہے، یا وسوسوں سے بچنے کے لیے وضو کے بعد شرم گاہ والے حصے پر موجود کپڑے کے اوپر، پانی چھڑکنا ہے۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَۃِ، اَلْاِسْتِحْدَادُ، وَالْـخِتَانُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الْإِبْطِ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٧٥٦، ابواب الادب، باب ما جاء فی تقليم الأظفار) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں:

ایک تو زیرِ ناف بال مونڈنا۔ دوسرے ختنہ کرنا۔

تیسرے مونچھوں کو کاٹنا۔ چوتھے بغلوں کے بال اکھاڑنا۔

پانچویں ناخن کاٹنا (ترمذی)

اس حدیث میں بھی ''ختنہ'' کا ذکر ہے۔

---

[1] قوله: " والانتضاح "وهو رش الماء على الفرج بعد الوضوء، لينفى عنه الوسواس، وقيل: هو الاستنجاء بالماء (شرح ابی داؤد للعينی، ج ١ ص ١٧١، كتاب الطهارة، باب: السواک من الفطرة)

[2] قال الترمذی: هذا حديث صحيح.

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنْ فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِسْتِنَانُ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحٰى، فَإِنَّ الْمَجُوْسَ تُعْفِيْ شَوَارِبَهَا وَتُحْفِيْ لِحَاهَا، فَخَالِفُوْهُمْ، فَحُفُّوْا شَوَارِبَكُمْ وَاعْفُوْا لِحَاكُمْ (موارد الظمآن الیٰ زوائد ابنِ حبان، رقم الحدیث ۵۶۰، کتاب المواقیت، باب فی حقوق الجمعة) ل

ل قال حسین سلیم اسد الدارانی:

إسناده جيد، إسماعيل بن عبد الله بن أويس فصلنا القول فيه عند الحديث السابق برقم (142).

ومحمد بن عبد الله بن أبي مريم ترجمه البخاري في الكبير 1/ 130 -140ولم يورد فيه جرحاً ولا تعديلاً .وترجمه ابن أبي حاتم في "الجرح والتعديل 7/ 306 "وقال: "حدثنا صالح بن أحمد بن محمد بن حنبل، حدثنا علي -يعني ابن المديني- قال: سألت يحيى القطان عن محمد بن عبد الله بن أبي مريم المديني فقال: لم يكن به بأس."

وقال: " سألت أبي عنه فقال: شيخ، مديني، صالح الحديث ."وذكره ابن حبان في الثقات.

والحديث في الإحسان 2/ 263برقم (1219)وفيه "محمد بن عبد الله بن مريم وهو خطأ .وفيه "جِدُّوا "بدل "فحفوا."

وأخرجه البخاري في الكبير 1/ 139بقوله:" قال لي إسماعيل بن أبي أويس "...... بهذا الإسناد .

وقال البخاري في الكبير 1/ 140:" وقال لنا أبو الوليد: حدثنا أبو عوانة، عن عمر، عن أبيه، عن أبي هريرة، عن النبي- صلى الله عليه وسلم-: أعفو اللِّحى، وخذوا من الشوارب ."وهذا إسناد حسن.

وذكره صاحب الكنز 7/ 763برقم (21301)ونسبه إلى ابن حبان.

وذكره -مختصراً- الهيثمي في "مجمع الزوائد 5/ 166 "باب: ما جاء في الشارب واللحية وغير ذلك .وقال:" رواه الطبراني بإسنادين في أحدهما عمر بن أبي سلمة، وثقه ابن معين وغيره، وضعفه شعبة وغيره، وبقية رجاله ثقات."

وقد خرجناه من حديث ابن عمر، وأبي هريرة في مسند أبي يعلى برقم .(6588)

وانظر الأحاديث (5738، 4517 .5872، 1627) في المسند المذكور(حاشية موارد الظمآن)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ چیزیں اسلام کی فطرت سے تعلق رکھتی ہیں:

جمعہ کے دن غسل کرنا۔ اور مسواک کرنا۔

اور مونچھیں کاٹنا۔ اور ڈاڑھی بڑھانا، مجوسی اپنی مونچھوں کو بڑھاتے ہیں، اور اپنی ڈاڑھیوں کو کاٹتے ہیں، تو تم ان کی مخالفت کرو، تم اپنی مونچھوں کو کٹاؤ، اور تم اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (موارد الظمآن)

اس روایت میں جمعہ کے دن غسل کرنے کو بھی فطرت میں داخل قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مِنَ الْفِطْرَةِ: حَلْقُ الْعَانَةِ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٥٨٩٠، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زیرِ ناف بال مونڈنا، اور ناخن کاٹنا، اور مونچھیں کاٹنا فطرت میں سے ہے (بخاری)

شرم گاہ کی صفائی

پہلے پیشاب، پاخانہ سے فراغت کے بعد استنجاء کرنے کا ذکر گزر چکا ہے، اور زیرِ ناف بال کاٹنے، اور ختنہ کرنے کا ذکر بھی گزر چکا ہے، جن کو فطرت میں داخل مانا گیا ہے، اور یہ چیزیں، اسلام میں طہارت وعبادت ہونے کے ساتھ ساتھ، شرم گاہ کی صفائی ونظافت کا بھی اہم ذریعہ ہیں۔

اس کے علاوہ قضائے حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کرنے کی خاص فضیلت بھی آئی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

مزید براں یہ کہ شرم گاہ اور اس کے ارد گرد والے مقامات ''براجم'' میں بھی داخل ہیں، جن کو دھونا، مستقل طور پر فطرت میں داخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ، اَلْاِسْتِحْدَادُ، وَالْخِتَانُ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَنَتْفُ الْاِبْطِ، وَتَقْلِيْمُ الْأَظْفَارِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۷۵۶، ابواب الادب، باب ما جاء فی تقلیم الأظفار) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں، ایک تو زیرِ ناف بال مونڈنا، دوسرے ختنہ کرنا، تیسرے مونچھوں کو کاٹنا، چوتھے بغلوں کے بال اکھاڑنا، پانچویں ناخن کاٹنا (ترمذی)

ختنہ کے ذریعہ سے انسان کو طہارت ونظافت حاصل ہوتی ہے، کیونکہ ختنہ نہ ہونے کی صورت میں پیشاب گاہ کے آگے لٹکی ہوئی کھال میں پیشاب کے قطرات جمع ہوجاتے ہیں، جو پاکی اور صفائی میں مخل واقع ہوتے ہیں، نیز اس میں میل کچیل اور مختلف مُضر جراثیم پیدا ہوتے ہیں، اور ختنہ ہونے کے بعد انسان کی ان چیزوں سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

نیز ختنہ کے ذریعہ سے انسان کئی جسمانی بیماریوں سے محفوظ ہوجاتا ہے، چنانچہ ختنہ کئی جنسی امراض اور بیماریوں سے حفاظت اور ان کے خاتمہ کا ذریعہ ہے۔

اور ختنہ کے بغیر زوجین کے باہمی تعلقات کے نتیجہ میں متعدد بیماریاں، مثلاً ایڈز وغیرہ جنم لیتی ہیں، اور ختنہ کے ذریعہ سے اس قسم کی بیماریوں سے کافی حد تک حفاظت ہوجاتی ہے۔

قرآن مجید کی سورہ توبہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ ۱۰۸)

---

[1] قال الترمذی: هذا حدیث صحیح.

www.idaraghufran.org

ترجمہ: اس میں ایسے لوگ ہیں کہ جو خوب طہارت حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ خوب طہارت حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے (سورہ توبہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْ أَهْلِ قُبَاءَ "فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ أَنْ يَتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ" قَالَ: كَانُوْا يَسْتَنْجُوْنَ بِالْمَاءِ، فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ فِيْهِمْ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۱۰۰، ابواب تفسير القرآن، باب ومن سورة التوبة، سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۴) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (سورہ توبہ کی) یہ آیت کہ:

"فِيْهِ رِجَالٌ يُحِبُّوْنَ اَنْ يَتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ"

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث غريب من هذا الوجه. وفی الباب عن أبی أيوب، وأنس بن مالك، ومحمد بن عبد الله بن سلام (سنن الترمذی)

وقال شعيب الارنؤوط:

حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف يونس بن الحارث وجهالة إبراهيم ابن أبی ميمونة.

وأخرجه الترمذی (3357)، وابن ماجه (357) من طريق معاوية بن هشام، بهذا الإسناد. وقال الترمذی: غريب من هذا الوجه.

وله شاهد من حديث أبی أيوب وجابر وأنس عند ابن ماجه .(355)

وآخر من حديث عويم بن ساعدة الأنصاری عند أحمد .(15485)

وثالث من حديث محمد بن عبد الله بن سلام عنده أيضاً .(23833)

ورابع من حديث ابن عباس عند الطبرانی (11065)، والحاكم 1/ 187 –188.

وخامس من حديث أبی أمامة عند الطبرانی .(7555) وفی أسانيدها جميعاً ضعف، لكن يتقوى بها الحديث (حاشية سنن ابی داؤد)

وقال ابن حجر:

وعند أبی داود بإسناد صحيح عن أبی هريرة عن النبی صلى الله عليه وسلم قال نزلت فيه رجال يحبون أن يتطهروا فی أهل قباء (فتح الباری لابنِ حجر، ج۷ص۲۴۵، كتاب مناقب الأنصار، باب هجرة النبی صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة)

www.idaraghufran.org

یعنی ''اس میں ایسے لوگ ہیں کہ جو خوب طہارت حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ خوب طہارت حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''

اہلِ قباء کے بارے میں نازل ہوئی، جو کہ پانی سے استنجاء کیا کرتے تھے، پس یہ آیت ان کے متعلق نازل ہوئی (ترمذی، ابوداؤد)

حضرت ابوایوب انصاری، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ ھٰذِہِ الْآیَۃِ (فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا، وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ)فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ، إِنَّ اللّٰہَ قَدْ أَثْنٰی عَلَیْکُمْ خَیْرًا فِی الطُّھُوْرِ فَمَا طُھُوْرُکُمْ ھٰذَا؟ قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، نَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاۃِ، وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَۃِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ھَلْ مَعَ ذٰلِکَ غَیْرُہٗ؟ قَالُوْا: لَا، غَیْرَ أَنَّ أَحَدَنَا إِذَا خَرَجَ مِنَ الْغَائِطِ أَحَبَّ أَنْ یَّسْتَنْجِیَ بِالْمَاءِ، قَالَ: ھُوَ ذَاکَ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۵۴، کتاب الطھارۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (سورہ توبہ کی) اس آیت کہ:

'' فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَھَّرُوْا . وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ''

یعنی ''اس میں ایسے لوگ ہیں کہ جو خوب طہارت حاصل کرنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ خوب طہارت حاصل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے''

---

[1] قال الحاکم: ھذا حدیث کبیر صحیح فی کتاب الطھارۃ، فإن محمد بن شعیب بن شابور، وعتبۃ بن أبی حکیم من أئمۃ أھل الشام، والشیخان إنما أخذا مخ الروایات، ومثل ھذا الحدیث لا یترک لہ، قال إبراھیم بن یعقوب: محمد بن شعیب أعرف الناس بحدیث الشامیین، ولہ شاھد بإسناد صحیح.

وقال الذھبی فی التلخیص: صحیح.

www.idaraghufran.org

کے بارے میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار کے لوگو! بے شک اللہ نے طہارت کے بارے میں تمہاری (قرآن مجید میں) بہت عمدہ تعریف فرمائی ہے، تو تمہاری طہارت کس طرح کی ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نماز کے لئے وضو کرتے ہیں، اور جنابت کا غسل کرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمہارا اس کے علاوہ (پاکی سے متعلق) کوئی اور عمل بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، سوائے ایک عمل کے، وہ یہ ہے کہ ہم میں سے جب کوئی قضائے حاجت سے نکلتا ہے، تو وہ اس کو پسند کرتا ہے کہ پانی سے استنجاء کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ یہی عمل ہے (جس کی وجہ سے اللہ نے قرآن میں تمہاری تعریف فرمائی) (حاکم)

مذکورہ آیت اور احادیث سے قضائے حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کرنے کی اہمیت و فضیلت معلوم ہوئی۔

اسلام کی یہ تعلیم دوسرے مذاہب کے مقابلے میں صفائی وطہارت کا اعلیٰ نمونہ ہے، جس کے ذریعہ سے ثواب کے ساتھ ساتھ، مختلف قسم کے جراثیم سے بھی حفاظت ہوسکتی ہے، جو لوگ قضائے حاجت کے بعد استنجاء اور طہارت کا اہتمام نہیں کرتے، وہ طرح طرح کی مہلک اور خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور ان کا مدافعتی نظام بہت کمزور ہو جاتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ غَائِطٍ قَطُّ إِلَّا مَسَّ مَاءً (سنن ابنِ ماجه ،رقم الحديث ٣٥٤، كتاب الطهارة، باب الاستنجاء بالماء) [1]

---

[1] قال شعيب الانرؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

ترجمہ: میں نے جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قضائے حاجت سے فارغ ہوتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے پانی ضرور استعمال فرمایا (یعنی پانی سے استنجاء فرمایا)(ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پانی سے استنجاء کرنے کا معمول ثابت ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پاکیزہ سنت، صفائی کا اعلیٰ مظہر ہے۔

حضرت شداد ابو عمار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ نِسْوَةً مِّنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ دَخَلْنَ عَلَيْهَا، فَأَمَرَتْهُنَّ أَنْ يَّسْتَنْجِيْنَ بِالْمَاءِ، وَقَالَتْ:مُرْنَ أَزْوَاجَكُنَّ بِذٰلِكَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَفْعَلُهُ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۶۲۳)[1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بصرہ کی کچھ عورتیں آئیں، تو ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پانی سے استنجا کرنے کا حکم فرمایا، اور یہ بھی فرمایا کہ تم اس کا اپنے شوہروں کو بھی حکم کرو، کیونکہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل (یعنی پانی سے طہارت واستنجا) کیا کرتے تھے (مسند احمد)

ملاحظہ فرمایئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور مردوں کو کس طرح پانی سے استنجاء کرنے کی ترغیب وتاکید فرمائی کہ اس کا اثر آپ کی ازواجِ مطہرات پر بھی اتنا زیادہ ہوا کہ انہوں نے دوسروں کو اس کی اہتمام کے ساتھ تاکید فرمائی۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَتَى الْخَلَاءَ فَقَضَى الْحَاجَةَ، ثُمَّ قَالَ:يَا جَرِيْرُ هَاتِ طَهُوْرًا، فَأَتَيْتُهُ بِالْمَاءِ فَاسْتَنْجَى بِالْمَاءِ وَقَالَ: بِيَدِهِ فَدَلَكَ بِهَا الْأَرْضَ (سنن النسائى،رقم الحديث ۵۱، كتاب الطهارة،باب دلک اليد بالأرض بعد الاستنجاء)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، تو آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لائے، اور قضائے حاجت فرمائی، پھر فرمایا کہ اے جریر! طہور (یعنی پاک کرنے والی چیز) لے آؤ، تو میں آپ کے پاس پانی لے آیا، پھر آپ نے پانی سے استنجاء کیا، اور اپنے ہاتھ کو زمین پر رگڑا (نسائی)

اس حدیث سے پانی سے استنجاء کرنے کے ساتھ ساتھ استنجاء کے بعد ہاتھ کو دھونا بھی معلوم ہوا، اور اس زمانے میں مٹی کو صفائی کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا، جیسا کہ آج کل صابن کو سمجھا جاتا ہے۔

قضائے حاجت کے بعد پانی سے استنجاء کرنا، اور پھر ہاتھوں کو اہتمام سے دھونا بھی اسلام کی خاص تعلیم ہے، جس پر عمل کر کے ثواب کے ساتھ ساتھ، مختلف قسم کے جراثیم سے حفاظت حاصل کی جاسکتی ہے، اور اپنے قوتِ مدافعت کے نظام کو مضبوط کیا جاسکتا ہے۔

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّنَامَ، وَهُوَ جُنُبٌ، غَسَلَ فَرْجَهُ، وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٢٨٨، كتاب الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت (یعنی غسل واجب ہونے) کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تھے، تو اپنی شرمگاہ کو دھولیتے تھے، اور نماز والا وضو فرمالیتے تھے (بخاری)

جنابت یعنی غسل واجب ہونے کی حالت میں خاص قسم کے مضر اثرات خاص کر شرمگاہ پر ہوتے ہیں۔

ایسی صورت میں اگر کوئی غسل نہ کرے، تو شرمگاہ کو دھولینا اور وضو کرلینا، ان مضر اثرات سے حفاظت کا ذریعہ ہے، جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ مبارک طرزِ عمل سے پتہ چلتا ہے۔

بنی غفار کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَّمْ يَحْلِقْ عَانَتَهُ، وَيُقَلِّمْ أَظْفَارَهُ، وَيَجُزَّ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٣٤٨٠) ؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زیرِ ناف بال نہیں مونڈتا، اور ناخن نہیں کاٹتا، اور مونچھیں نہیں کاٹتا، وہ ہم میں سے نہیں (مسند احمد)

جس طرح شرمگاہ کے فاضل بال، مثلاً میل کچیل اور گندے جراثیم کو جمع کرتے ہیں، اسی طرح ناخنوں کے نیچے بھی ہر وقت ہاتھوں اور پاؤں کے مختلف چیزوں میں استعمال ہوتے رہنے سے طرح طرح کے مضر جراثیم جمع ہوتے رہتے ہیں، اور مونچھوں کے بالوں کے ساتھ بھی کھانے پینے کی چیزوں اور اندر سے نکلنے والی زہریلی سانس کے اثرات جمع ہوتے رہتے ہیں، جو ناک اور منہ کے ذریعہ مختلف جراثیم کی شکل میں اندر داخل ہوتے ہیں۔

اسلام میں شرمگاہ کے دائیں بائیں فاضل بال اور ناخن اور مونچھوں کے کاٹنے کی اتنی تاکید کی گئی ہے کہ اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اسلام کے طریقوں پر نہ چلنے والا بتلایا گیا ہے۔

یہ بھی اسلام کی صفائی وطہارت سے متعلق پاکیزہ تعلیم ہے۔

وضو کے ذریعہ مختلف اعضاء کی صفائی

اسلام میں طہارت ونظافت کی جن چیزوں کو فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے، ان میں کلی کرنا، مسواک کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا، اور ''براجم'' کا دھونا، بھی داخل ہے، اور وضو کے ذریعے، ان فطری چیزوں کی رعایت، عمدہ طریقے پر ہوجاتی ہے، اور اسلام میں وضو کو بڑی

؎ قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف من أجل عبد الله بن لَهيعة .حسن :هو ابن موسى الأشيب (حاشية مسند احمد)

اہمیت دی گئی ہے۔

ہاتھوں اور پاؤں اور خاص طور پر ان کے ناخنوں اور انگلیوں کے درمیان والے حصوں کا ’’براجم‘‘ میں داخل ہونا واضح ہے، اور وضو کے ذریعہ ان ’’براجم‘‘ کو دھونے پر بھی عمل ہوجاتا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْوُضُوْءُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۳۵۱۷، ابواب الدعوات، باب بلا ترجمة قبل باب فی فضل التوبة والاستغفار وما ذكر من رحمة الله بعباده)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو نصف (یعنی آدھا) ایمان ہے (ترمذی)

اس حدیث میں وضو کو آدھا ایمان بتلایا گیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ شَطْرُ الْإِيْمَانِ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۸۴۴، كتاب الرقائق، باب الأذكار)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کو اہتمام کے ساتھ کرنا نصف (یعنی آدھا) ایمان ہے (ابنِ حبان)

اس حدیث میں ’’اسباغِ وضوء‘‘ کو آدھا ایمان بتلایا گیا ہے، اور ’’اسباغِ وضوء‘‘ کا مطلب یہ ہے کہ وضو خوب اہتمام سے تمام اعضاء تک پانی پہنچا کر اور اچھی طرح پانی پہنچا کر اور تین تین مرتبہ پانی پہنچا کر کیا جائے۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ وضو میں ہاتھ، پاؤں اور چہرے کو دھویا جاتا ہے، اور سر کا مسح

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابنِ حبان)

کیا جاتا ہے۔

اور یہی اعضاء مختلف قسم کے مُضر جراثیم سے زیادہ تر اور جلدی متأثر ہوتے ہیں۔

دن رات میں کم از کم پانچ نمازوں کے اوقات میں وضو کے حکم میں ان اعضاء کی عمدہ طریقے پر مُضر جراثیم سے حفاظت کا انتظام کیا گیا ہے، جس کی مذہبِ اسلام کے علاوہ کسی بھی مذہب میں نظیر نہیں مل سکتی۔

لیکن افسوس! کہ جب خود مسلمانوں کے یہاں، اس کا اہتمام نہیں، تو دوسروں سے کیا شکایت؟

مسلمانوں میں کتنے فیصد لوگ ہیں، جو پانچ وقت نماز پڑھنے اور اس مقصد کے لیے وضو کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

پھر وضو کرنے والوں میں کتنے لوگ اہتمام اور ''اسباغ'' کے ساتھ وضو کرنے والے ہیں، یہ سب کو معلوم ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٤٢٦،أبواب الطهارة وسننها، باب ما جاء فى إسباغ الوضوء) [1]

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح، خوب اہتمام کے ساتھ وضو کرنے کا حکم فرمایا (سنن ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام میں خوب اہتمام کے ساتھ، وضو کرنے کا حکم ہے، جس میں اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ اچھے طریقے سے دھونا، اور تمام اعضائے وضو کو پورے طریقہ سے دھونا، سب داخل ہے۔

یہ اسلام کی صفائی ستھرائی اور طہارت ونظافت کے اعلیٰ نظام کا ایک نمونہ ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ، فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهٖ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، حَتّٰى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۴۴ "۳۲" كتاب الطهارة، باب خروج الخطايا مع ماء الوضوء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندۂ مسلم، یا بندۂ مومن، وضو کرتا ہے، پھر وہ اپنے چہرے کو دھوتا ہے، تو اس کے چہرے سے، ہر وہ گناہ پانی کے ساتھ، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جاتا ہے، جو اس نے اپنی نظر سے دیکھ کر کیا ہو، پھر جب اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتا ہے، تو اس کے ہاتھوں سے ہر وہ گناہ پانی کے ساتھ، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ، نکل جاتا ہے، جو اس نے ہاتھوں سے پکڑ کر کیا ہو، پھر جب دونوں پاؤں کو دھوتا ہے، تو اس کے پاؤں سے ہر وہ گناہ پانی کے ساتھ، یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ، نکل جاتا ہے، جو اس نے ہاتھوں سے چل کر کیا ہو، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہوکر نکلتا ہے (مسلم)

گناہ، جراثیم کی شکل میں بھی ہوتے ہیں، اور یہ بات معلوم ہے کہ پانی، جراثیم کو مارنے اور بہانے میں تیز ترین تاثیر رکھتا ہے۔

اور جب شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق وضو کیا جاتا ہے، تو مذکورہ تمام اعضاء سے میل، کچیل اور جراثیموں کا خاتمہ ہوجاتا ہے، بشرطیکہ وضو، شریعت کے تعلیم کردہ طریقے

www.idaraghufran.org

کے مطابق کیا جائے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَوَضَّأَ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ خَرَجَتْ ذُنُوْبُهُ مِنْ سَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ وَيَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ، فَإِنْ قَعَدَ قَعَدَ مَغْفُوْرًا لَهُ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٢١٧١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مسلمان آدمی وضو کرتا ہے، تو اس کے گناہ، اس کے کان سے، اور اس کی آنکھ سے، اور اس کے ہاتھوں سے، اور اس کے پاؤں سے نکل جاتے ہیں، پھر اگر وہ (وضو کرنے کے بعد) بیٹھ جائے، تو مغفرت ہونے کی حالت میں بیٹھتا ہے (مسند احمد)

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَيُّمَا رَجُلٍ قَامَ إِلٰى وَضُوْئِهٖ يُرِيْدُ الصَّلَاةَ، ثُمَّ غَسَلَ كَفَّيْهِ نَزَلَتْ خَطِيْئَتُهُ مِنْ كَفَّيْهِ مَعَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ، فَإِذَا مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ نَزَلَتْ خَطِيْئَتُهُ مِنْ لِسَانِهٖ وَشَفَتَيْهِ مَعَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ، فَإِذَا غَسَلَ وَجْهَهُ نَزَلَتْ خَطِيْئَتُهُ مِنْ سَمْعِهٖ وَبَصَرِهٖ مَعَ أَوَّلِ قَطْرَةٍ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ، وَرِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ سَلِمَ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ هُوَ لَهُ، وَمِنْ كُلِّ خَطِيْئَةٍ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ، قَالَ: فَإِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ رَفَعَ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَتَهُ، وَإِنْ قَعَدَ قَعَدَ سَالِمًا

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٢٢٦٧) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی نماز کے ارادے سے وضو کے لیے کھڑا ہوتا ہے، پھر اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے، تو اس کے ہاتھوں

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح بطرقه وشواهده (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

Idara Ghufran

سے پہلے قطرہ کے ساتھ، گناہ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب کلی کرتا ہے، اور ناک میں پانی ڈالتا ہے، اور ناک کو جھڑکتا ہے، تو اس کے گناہ، اس کی زبان سے اور اس کے ہونٹوں سے پہلے قطرے کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے چہرے کو دھوتا ہے، تو اس کے گناہ، اس کے کان سے، اور آنکھ سے پہلے قطرے کے ساتھ جھڑ جاتے ہیں، پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو اپنی کہنیوں تک، اور اپنے پاؤں کو اپنے ٹخنوں تک دھوتا ہے، تو وہ اپنے سب گناہوں سے محفوظ ہو جاتا ہے، اس دن کی طرح، جس دن اس کی ماں نے پیدا کیا تھا، پھر جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو اللہ اس کے درجے کو بلند فرماتا ہے، اور اگر وہ (وضو کرنے کے بعد) بیٹھ جاتا ہے، تو محفوظ ہو کر بیٹھتا ہے (مسند احمد)

آج ماہرینِ فن اور سائنس دان، آنکھ، کان، ناک، منہ اور ہاتھوں، پاؤں وغیرہ کو اچھی طرح دھونے کو جراثیم سے حفاظت کا طریقہ بتلاتے ہیں، اور ناک کو بھی صاف کرنے پر خاص زور دیتے ہیں۔

لیکن اسلام نے ان سب چیزوں کا وضو کی تعلیم دے کر خود سے انتظام کر دیا ہے۔

مگر افسوس کہ مسلمان، اسلام کی ان تعلیمات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو تو ملاحظہ نہیں کرتے، اور اِدھر اُدھر کی باتیں سن اور پڑھ کر اپنا وقت خرچ کرتے پھرتے ہیں۔

حضرت حمران مولٰی عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ رَأَى عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ دَعَا بِوَضُوءٍ، فَأَفْرَغَ عَلٰى يَدَيْهِ مِنْ إِنَائِهِ، فَغَسَلَهُمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَدْخَلَ يَمِينَهُ فِي الْوَضُوءِ، ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَاسْتَنْثَرَ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَيَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثًا، ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ، ثُمَّ غَسَلَ كُلَّ رِجْلٍ ثَلَاثًا، ثُمَّ قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوئِي هٰذَا، وَقَالَ: مَنْ

www.idaraghufran.org

تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِىْ هٰذَا، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ، غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۱۶۴، كتاب الوضوء، باب المضمضة فى الوضوء)

ترجمہ: انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا، انہوں نے وضو کا پانی منگوایا، پھر اپنے دونوں ہاتھوں پر برتن سے پانی ڈالا، پھر دونوں ہاتھوں کو تین مرتبہ دھویا، پھر وضو کا پانی لیا، پھر کلی کی، اور ناک میں پانی ڈالا، اور ناک کو جھڑکا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا، اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھویا، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے ہر ایک پیر کو تین مرتبہ دھویا، پھر فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسی طرح کے وضو کی طرح کا، وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر اس نے دو رکعتیں پڑھیں، جن میں اپنے آپ سے کوئی بات نہیں کی (یعنی اپنے اختیار سے توجہ دوسری طرف نہیں کی) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے (بخاری)

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی مروی ہے کہ:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا دَعَا بِوَضُوْءٍ فَغَسَلَ وَجْهَهٗ، حَطَّ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ خَطِيْئَةٍ أَصَابَهَا بِوَجْهِهٖ، فَإِذَا غَسَلَ ذِرَاعَيْهِ كَانَ كَذٰلِكَ، وَإِنْ مَسَحَ بِرَأْسِهٖ كَانَ كَذٰلِكَ، وَإِذَا طَهَّرَ قَدَمَيْهِ كَانَ كَذٰلِكَ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۴۱۵) [1]

ترجمہ: بندہ جب وضو کرتا ہے، پھر اپنے چہرے کو دھوتا ہے، تو اللہ اس کے چہرے کے ہر گناہ کو گرا دیتا ہے، جو اس کے چہرے کو پہنچا تھا، پھر جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ہے، تو بھی اسی طرح سے ہاتھوں کے گناہوں کو گرادیتا ہے، پھر جب وہ اپنے سر کا مسح کرتا ہے، تو بھی اسی طرح سے سر کے گناہوں کو گرادیتا ہے،، پھر جب وہ اپنے پاؤں کو دھوتا ہے، تو بھی اسی طرح سے پاؤں کے گناہوں کو گرادیتا ہے (مسند احمد)

اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مِنْ امْرِءٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ يُصَلِّي الصَّلَاةَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الْأُخْرٰى حَتّٰى يُصَلِّيَهَا (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ١٠٤١، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو آدمی بھی وضو کرتا ہے، اور اچھے طریقے سے وضو کرتا ہے، پھر وہ نماز پڑھتا ہے، تو اس کے اس نماز سے دوسری پڑھے جانے والی نماز تک کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (صحیح ابنِ حبان)

حضرت ابوعبداللہ صنابحی سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ، خَرَّتْ خَطَايَاهُ مِنْ فِيْهِ وَأَنْفِهِ، وَمَنْ غَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ أَشْفَارِ عَيْنَيْهِ، وَمَنْ غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَتْ مِنْ أَظْفَارِهِ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ، وَمَنْ مَسَحَ رَأْسَهُ وَأُذُنَيْهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ رَأْسِهِ أَوْ شَعَرِ أُذُنَيْهِ، وَمَنْ غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ خَطَايَاهُ مِنْ أَظْفَارِهِ أَوْ تَحْتَ أَظْفَارِهِ، ثُمَّ كَانَتْ خُطَاهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٩٠٦٤) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية صحيح ابنِ حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد مرسل قوى (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا، پھر کلی کی، اور ناک میں پانی ڈالا، تو اس کے منہ اور ناک سے خطائیں نکل جاتی ہیں، پھر جب اس نے اپنا چہرہ دھویا، تو اس کے چہرے سے اس کی خطائیں نکل جاتی ہیں، یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی، پھر جب اس نے اپنے ہاتھ دھوئے، تو اس کے ہاتھوں سے اس کی خطائیں نکل جاتی ہیں، پھر جب اپنے سر کا مسح کیا، تو اس کے سر سے اس کی خطائیں نکل جاتی ہیں، یہاں تک کہ اس کے کانوں میں سے بھی نکل جاتی ہیں، پھر جب اس نے اپنے پاؤں دھوئے، تو اس کی خطائیں اس کے پاؤں سے نکل جاتی ہیں، یہاں تک اس کے پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتی ہیں، اور اس کی نماز پڑھنا، اور اس کا مسجد کی طرف چلنا، اس کے لئے نفل (یعنی اضافی فائدے وثواب کا باعث) ہوتا ہے

(مسند احمد)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ وضو کرنے سے اعضائے وضو کی خطائیں نکل جاتی ہیں، جو کہ مُضر اور نقصان دہ جراثیم کی شکل میں بھی ہوتی ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے کہ وضو کے ذریعے اعضاءِ وضو سے کس طرح گناہ اور جراثیم نکلتے اور جھڑتے ہیں، اگر مسلمان، شریعت کی ان باتوں پر عمل کرتے، تو خود بھی مضر چیزوں سے محفوظ رہتے، اور کفار ومشرکین کو بھی اس کی طرف رہنمائی کرتے۔

لیکن اب معاملہ الٹا ہے، کفار اپنے مختلف تجربات کر کے اسی قسم کی چیزیں بتلاتے ہیں، اور پھر بھی ان کی رسائی، ان سب چیزوں تک نہیں ہوتی، سینکڑوں سال خرچ کر کے، اور لاکھوں، کروڑوں روپیہ برباد کر کے، ان کو ان میں سے ایک آدھ بات ہاتھ لگتی ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحیِ الٰہی سے ہزاروں سال پہلے بہت آسان الفاظ میں قیمتی اور جامع ہدایات بتلادی تھیں، ان کی قدر نہیں کی جاتی۔

حضرت ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ:

كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، وَأَخَذَ مِنْهَا غُصْنًا يَابِسًا فَهَزَّهُ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهُ، ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا عُثْمَانَ، أَلَا تَسْأَلُنِي لِمَ أَفْعَلُ هٰذَا؟ قُلْتُ: وَلِمَ تَفْعَلُهُ؟ فَقَالَ: هٰكَذَا فَعَلَ بِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ تَحْتَ شَجَرَةٍ، فَأَخَذَ مِنْهَا غُصْنًا يَابِسًا، فَهَزَّهُ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهُ فَقَالَ: يَا سَلْمَانُ: أَلَا تَسْأَلُنِي لِمَ أَفْعَلُ هٰذَا؟ قُلْتُ: وَلِمَ تَفْعَلُهُ؟ قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ صَلّٰى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ، تَحَاتَّتْ خَطَايَاهُ، كَمَا يَتَحَاتُّ هٰذَا الْوَرَقُ، وَقَالَ: " وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذٰلِكَ ذِكْرَى لِلذَّاكِرِيْنَ" (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٧٠٧) ل

ترجمہ: میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے موجود تھا، انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی، جس سے اس کے پتے گر گئے، پھر مجھ سے فرمایا کہ ابوعثمان تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا، جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے سلمان! تم مجھ سے یہ نہیں پوچھو گے کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا تھا کہ بتا دیجئے کیوں کیا؟ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

ل قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف لضعف علي بن زيد: وهو ابن جُدْعان (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

جب مسلمان وضو کرتا ہے، اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر (وضو کر کے) پانچوں نمازیں پڑھتا ہے، تو اس کی خطائیں اس سے ایسی ہی گر جاتی ہیں، جیسے یہ پتے گرتے ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی آیت ''**اقم الصلاۃ طرفی النھار**'' تلاوت فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کیجیے نماز کو دن کے دونوں سروں میں، اور رات کے کچھ حصوں میں، بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے (مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانچ نمازوں کے لیے اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھنے سے انسان کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں، جس طرح درخت کے خشک پتے، درخت کو ہلانے سے جھڑ جاتے ہیں۔

اور پہلے گزر چکا کہ وضو سے گناہ، میل، کچیل اور گندے جراثیم کی شکل میں بھی جھڑتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا تَوَضَّأَ، فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ، لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً، إِلَّا رُفِعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ، وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٦٤٧، كتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة)

ترجمہ: بندہ جب وضو کرتا ہے، اور عمدہ طریقہ سے وضو کرتا ہے، پھر وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتا ہے، اس کو نماز کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں نکالتی، تو وہ جو قدم بھی اُٹھاتا ہے، اس پر اس کا ایک درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور ایک خطا معاف کر دی جاتی ہے (بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت نے اپنے یہاں سے وضو کر کے، نماز کے لیے چلنے کی مستقل فضیلت بیان کی ہے، جس سے آج کل اکثر مسلمان واقف نہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ هٰكَذَا، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، غُفِرَ لَهُ مَا خَلَا مِنْ ذَنْبِهٖ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٣٢ "١٢" كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء والصلاة عقبه)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے وضو کیا، اور اچھے طریقے سے وضو کیا، پھر فرمایا کہ جس نے اس طرح وضو کیا، پھر وہ مسجد کی طرف نکلا، اس کو مسجد کی طرف نکلنے کے لیے نماز کے علاوہ کسی اور چیز نے نہیں ابھارا، تو اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (مسلم)

اس حدیث سے بھی گھر سے، وضو کر کے نماز کے لیے چلنے کی مستقل فضیلت معلوم ہوئی، گھر سے وضو کر کے چلنے میں کئی مصلحتیں ہیں، مثلاً جب گھر سے وضو کر کے مسجد جاتا ہے، تو اللہ کے گھر میں پاک صاف حالت میں داخل ہوتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں حکم فرمایا ہے کہ:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ٣١)

کہ "اے بنی آدم! تم ہر مسجد میں داخل ہوتے وقت اپنی زیبت وزینت اختیار کر لیا کرو"

اور وضو کر کے مسجد میں جانے سے اللہ کا گھر بھی صاف ستھرا رہتا ہے، اور مختلف طرح سے اپنی اور اللہ کے گھر کی صفائی رہتی ہے۔

اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان چیزوں کا بڑا اہتمام تھا، نہ آج کل کی طرح مسجدوں میں وضو خانے ہوتے تھے، اور نہ ہی استنجاء خانے ہوتے تھے۔

مگر افسوس کہ آج مسلمانوں کا ان چیزوں پر عمل بہت کمزور پڑ گیا ہے، مسلمانوں کو اپنے یہاں سے وضو کر کے آنے کا اہتمام نہیں رہا، مسجد میں اسی طرح میلے کچیلے آ جاتے ہیں، نہ

لباس کی صفائی کا خیال رہا، نہ جسم کی صفائی کا، اب تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر طرح کے میل کچیل کو صاف کرنے کے لیے مسجد میں انتظام ہونا چاہیے، صابن بھی ہونا چاہیے، مسجد میں ہی آ کر قضائے حاجت اور استنجاء بھی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، بلکہ بعض لوگ تو مسجد میں آتے ہی قضائے حاجت کرنے، اور اپنا میل کچیل دھونے کے لیے ہیں۔

مسجد کے وضوخانے میں ناک صاف کرنا، بلغم ڈالنا، کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا، اس کے نتیجے میں مسجدوں اور اس کے فرش اور دریوں کا صاف رہنا بھی از حد مشکل ہو گیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، مَا تَقُوْلُ: ذٰلِكَ يُبْقِي مِنْ دَرَنِهٖ، قَالُوْا: لَا يُبْقِي مِنْ دَرَنِهٖ شَيْئًا، قَالَ: فَذٰلِكَ مِثْلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا (صحيح البخاری، رقم الحديث ۵۲۸، كتاب مواقيت الصلاة، باب: الصلوات الخمس كفارة)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بتاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر ایک نہر جاری ہو، جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو کیا یہ غسل اس کے بدن پر کچھ میل باقی چھوڑے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کچھ میل بھی باقی نہیں چھوڑے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کی وجہ سے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ، غَمْرٍ عَلٰى بَابِ أَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ

خَمْسَ مَرَّاتٍ، قَالَ: قَالَ الْحَسَنُ: وَمَا يُبْقِي ذٰلِكَ مِنَ الدَّرَنِ؟ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ٦٦٨ "٢٨٤" کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو، جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو، اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے، حسن فرماتے ہیں کہ اس کے جسم پر میل کچیل کیسے باقی رہے گا (مسلم)

میل کچیل میں مضر جراثیم بھی داخل ہیں، وضو کرکے نماز پڑھنے سے ان جراثیم سے بھی حفاظت رہتی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ بِخِنْصِرِهٖ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٤٤٦، ابواب الطهارة وسننها، باب تخليل الأصابع) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں کی انگلیوں کا، ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے خلال فرمایا (سنن ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٩، ابواب الطهارة، باب في تخليل الأصابع) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ وضو کریں، تو اپنے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب.

www.idaraghufran.org

دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کریں (سنن الترمذی)

انگلیوں کے درمیان والے حصوں میں میل کچیل اور جراثیم جمع رہتے ہیں، اور یہ مقامات ''براجم'' میں بھی داخل ہیں، خلال کرنے سے جہاں وضو صحیح اور کامل ہو جاتا ہے، اس کے ساتھ جراثیم بھی نکل جاتے ہیں۔

شریعتِ مطہرہ کی طرف سے پیشاب، پاخانہ کے خارج ہونے کے بعد وضو کا حکم دیا گیا ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ پیشاب، پاخانہ، گندی چیزیں ہیں، جن کے بعد وضو کا حکم، اسلام میں صفائی اور طہارت کی دلیل ہے۔ [1]

بعض احادیث میں عورت، مرد کے اپنی شرم گاہ کو چھونے کے بعد بھی وضو کا ذکر آیا ہے۔ [2]

اس طرح بعض آثار میں عورت کو چھونے کے بعد بھی ''وضو'' کا ذکر آیا ہے۔ [3]

---

[1] عن علی، قال: سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن المذی فقال: " فیه الوضوء، وفی المنی الغسل "(سنن ابن ماجه، رقم الحدیث ۵۰۴، باب الوضوء من المذی)

قال شعیب الارنؤوط:حدیث صحیح(حاشیة سنن ابنِ ماجه)

[2] حدَّثنا عبد الله بنُ مَسلَمة، عن مالک، عن عبد الله بن أبی بکر، أنَّه سمع عُروة یقول: دخلتُ علی مروانَ بن الحکم، فذکرنا ما یکونُ منه الوضوءُ، فقال مَروانُ :ومِن مَسَّ الذکرِ، فقال عُروةُ :ما عَلِمتُ ذلک، فقال مروانُ :أخبَرَتنی بُسْرَةُ بنتُ صَفوان، أنَّها سمعت رسولَ الله -صلی الله علیه وسلم -یقولُ" :مَن مَسّ ذَکرَه فلیَتَوضأ(سنن أبی داود، رقم الحدیث ۱۸۱)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحیح(حاشیة سنن ابی داوٗد)

عن عمرو بن شعیب، عن أبیه، عن جده، قال: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من مس ذکره، فلیتوضأ، وأیما امرأة مست فرجها فلتتوضأ "(مسند احمد، رقم الحدیث ۷۰۷۶)

قال شعیب الارنؤوط:إسناده حسن(حاشیة مسند احمد)

[3] أخبرنا أبو الحسن الشیرزی، أنا زاهر بن أحمد، أنا أبو إسحاق الهاشمی، أنا أبو مصعب، عن مالک، عن ابن شهاب، عن سالم بن عبد الله، عن أبیه أنه کان یقول: قبلة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جس کے بعض فقہاء قائل ہیں، لیکن دوسرے فقہائے کرام اس کو صفائی ونظافت پر محمول کرتے ہیں۔

اور بعض احادیث میں اونٹ کا گوشت کھانے، یا آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد بھی وضو کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرجل امرأته وجسه بيده من الملامسة، فمن قبل امرأته أو جسها بيده فعليه الوضوء.

قال الشيخ: اختلف أهل العلم فيمن قبل امرأته، أو مسها بيده، ولا حائل بينهما، فذهب جماعة إلى أنه ينتقض وضوئهما، يروى ذلك: عن عمر، وعبد الله بن عمر، وعبد الله بن مسعود، وهو قول الزهرى، والأوزاعي، ومالك، والشافعي، وأحمد، وإسحاق، وحملوا اللمس المذكور فى قوله تعالى:(أو لامستم النساء)على غير الجماع.

ولمس الشعر لا يوجب الوضوء عند الشافعي، وعند أحمد يوجبه.

وذهب قوم إلى أنه لا ينتقض الوضوء بلمس المرأة، ويروى ذلك عن ابن عباس، وهو قول الحسن، وبه قال الثورى، وأصحاب الرأى، واحتجوا بما:

أخبرنا أبو القاسم عبد الله بن محمد الحنيفي، أنا أبو الحارث طاهر بن محمد الطاهرى السهلى، أنا أبو محمد الحسن بن محمد بن حليم، نا أبو الموجه محمد بن عمرو بن الموجه، أنا ابن أبى شيبة، نا وكيع، نا الأعمش، عن حبيب بن أبى ثابت، عن عروة، عن عائشة، عن النبى صلى الله عليه وسلم: أنه قبل بعض نسائه، ثم خرج إلى الصلاة ولم يتوضأ. قلت: من هى إلا أنت؟ فضحكت.

وضعف يحيى بن سعيد هذا الحديث، وقال: هو شبه لا شيء، وضعفه محمد بن إسماعيل، وقال: حبيب بن أبى ثابت لم يسمع من عروة، ولا يصح فى هذا الباب شىء (شرح السنة للبغوى، رقم الحديث ١٧٧، ١٧٨، باب الوضوء من لمس المرأة)

[1] عن البراء بن عازب، قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الوضوء من لحوم الإبل، فقال:" توضؤوا منها "(سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٤٩٤)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده صحيح(حاشية سنن ابنِ ماجه)

عن سماك بن حرب، عن أبى ثور بن عكرمة،عن جده – وهو جابر بن سمرة –: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن الصلاة فى مبارك الإبل؟ فقال: " لا تصل " وسئل عن الصلاة فى مرابض الغنم؟ فقال: " صل ."وسئل عن الوضوء من لحوم الإبل؟ فقال: " يتوضأ منه "وسئل عن لحوم الغنم؟ فقال: " إن شئت توضأ، وإن شئت لا توضأ(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٠٨٧٧)

قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگرچہ بعض حضرات اس طرح کی چیزوں سے بھی وضوٹوٹنے کے قائل ہیں، لیکن اکثر فقہائے کرام نے ان چیزوں سے وضوٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا، بلکہ اس طرح کے عمل کے بعد وضو کرنے کوصفائی ونظافت کے طور پر بہتر قرار دیا ہے۔ [1]

اور بعض احادیث میں وضو کے ہوتے ہوئے بھی ہر نماز کے وقت وضوکرنے کا ثبوت ملتا ہے، جواگرچہ ضروری نہیں، لیکن زیادہ ثواب اور صفائی کا باعث ہے۔ [2]

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رات کوسوتے وقت بھی وضوکرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عن أبی هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الوضوء مما مست النار ولو من ثور أقط قال: فقال له ابن عباس: يا أبا هريرة، أنتوضأ من الدهن؟ أنتوضأ من الحميم؟ قال: فقال أبو هريرة: يا ابن أخی، إذا سمعت حديثا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فلا تضرب له مثلا.

وفی الباب عن أم حبيبة، وأم سلمة، وزيد بن ثابت، وأبی طلحة، وأبی أيوب، وأبی موسى.وقد رأى بعض أهل العلم الوضوء مما غيرت النار، وأكثر أهل العلم من أصحاب النبی صلى الله عليه وسلم والتابعين ومن بعدهم على ترك الوضوء مما غيرت النار(سنن الترمذی، رقم الحديث ۷۹،باب الوضوء مما غيرت النار)

[1] والجواب عن هذا :أن الوضوء متأول على الوضوء الذی هو النظافة ونقاء الزهومة ، كما رو: "توضؤوا من اللبن فإن له دسما "

ومعلوم أن فی لحوم الإبل من الحرارة وشدة الزهومة ما ليس فی لحوم الغنم، فكان معنى الأمر بالوضوء منه منصرفا إلى غسل اليد، لوجود سببه دون الوضوء ، الذی هو من أجل رفع الحدث لعدم سببه .كذا قال الخطابی.

فيا ليت شعری !لماذا لم يأولوا هكذا الوضوء الذی فی مس الذكر، فهل كان هناک حدث حتى يرفعه الوضوء ؟ وقال الشيخ محيی الدين " : ومذهب أحمد أقوى دليلا وإن كان الجمهور على خلافه، وقد أجاب الجمهور عن هذا الحديث بحديث جابر -رضی الله عنه " :-كان آخر الأمرين من رسول الله :ترک الوضوء مما مست النار "،ولكن هذا الحديث عام، وحديث الوضوء من لحوم الإبل خاص،والخاص مقدم على العام(شرح سنن أبی داود للعينی، ج ۱،ص ۴۳۱،كتاب الطهارة،باب :الوضوء من لحوم الإبل)

[2] عن أنس قال: كان النبی صلى الله عليه وسلم يتوضأ عند كل صلاة، قلت: كيف كنتم تصنعون؟ قال: يجزء أحدنا الوضوء ما لم يحدث(صحيح البخاری، رقم الحديث ۲۱۴، كتاب الوضوء،باب الوضوء من غير حدث)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِذَا أَتَيْتَ مَضْجَعَكَ، فَتَوَضَّأْ وُضُوءَكَ لِلصَّلَاةِ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٢٤٧، كتاب الوضوء، باب فضل من بات على الوضوء)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر آ ؤ، تو نماز والا وضو کرلیا کرو (بخاری)

رات کو سونے سے پہلے وضو کرلینا، مختلف جراثیم سے حفاظت کے لیے مؤثر ہے، اور اللہ کو باوضو رہنا پسند ہے۔

وضو کے بعد، تولیہ وغیرہ سے بھیگے ہوے اعضائے وضو کو خشک کرنا، فی نفسہٖ جائز ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، عام طور پر وضو کے بعد تولیہ، کپڑے وغیرہ سے ہاتھ، منہ کو خشک کرنا ثابت نہیں، جس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ وضو کے بعد اعضائے وضو صاف ستھرے ہوجاتے ہیں، اور جب ایسے کپڑے، یا تولیہ کو استعمال کیا جاتا ہے، جو خود صاف نہیں ہوتا، تو اس کپڑے کا میل کچیل، جسم پر دوبارہ لگ جاتا ہے، اس لیے وضو کے بعد، یا تو صاف ستھرے کپڑے سے اعضاء کو خشک کیا جائے، یا پھر بغیر کپڑا استعمال کیے ہوئے، قدرتی طور پر اعضاء کو خشک ہونے دیا جائے۔

ملاحظہ فرمایئے کہ شریعت میں طہارت ونظافت اور صفائی ستھرائی کی کتنی زبردست تعلیم دی گی ہے، اور اس کے لیے کتنا جامع نظام مرتب کیا گیا ہے۔

آج جب دنیا بھر کو مہلک جراثیم کا سامنا ہے، شریعت کی یہ پاکیزہ تعلیمات ان سے حفاظت کے لیے آبِ زَر سے لکھنے اور حرزِ جان بنانے کے قابل ہیں۔

ہاتھوں کی صفائی

اسلام کی طرف سے جن چیزوں کو فطرت میں داخل مانا گیا ہے، ان میں ''براجم'' کو

دھونے کا حکم بھی داخل ہے، اور اس سے مراد میل کچیل جمع ہونے، یا میل کچیل سے متاثر ہونے والے حصے ہیں۔

اور یہ بات واضح ہے کہ انسان کے اکثر کام کاج میں ہاتھوں کا استعمال زیادہ ہوتا ہے، اور ہاتھوں کے بعض حصے، خاص طور پر ''بـراجم'' میں داخل ہیں، جن میں ناخنوں کے نیچے والا حصہ، اور انگلیوں کے درمیان والے حصے شامل ہیں، اس لیے وضو میں سب سے پہلے ہاتھوں کو دھونے کا حکم ہے، اور وضو کے درمیان انگلیوں کے خلال کا بھی حکم ہے۔

نیز فطرت میں ناخن کٹانا بھی ہے، اور ناخن کٹانے میں ہاتھوں کی صفائی کا لحاظ ہو جاتا ہے، نیز کلی کرنے، اور ناک کو دھونے کا فطرت میں داخل ہونا، پہلے گزر چکا ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ کلی کرنے اور ناک کو دھونے کے لیے، ہاتھ استعمال ہوتے ہیں، اور یہ بات غیر فطری ہے کہ ہاتھ دھوئے بغیر، ان کاموں کو کیا جائے، اسی لیے وضو کرتے وقت کلی اور مسواک کرنے، اور ناک میں پانی ڈالنے سے پہلے گٹوں تک ہاتھ دھونے کا حکم دیا گیا ہے۔

اور اسی وجہ سے اسلام میں ہاتھوں کی صفائی کی بھی بڑی اہمیت رکھی گئی ہے، ہر وضو کے وقت میں ہاتھ دھوئے جاتے ہیں، اور وضو میں ان کو کہنیوں تک دھونے کا حکم ہے، نیز وضو میں ہاتھوں کو تین تین مرتبہ دھونے کا حکم ہے، تین مرتبہ دھونے سے مختلف طرح کے جراثیموں سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے۔

اور دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئی ہیں، اگر صرف فرض نماز کے اوقات میں وضو کے وقت ہاتھ دھوئے جائیں، تو دن رات میں پانچ مرتبہ باقاعدگی سے کہنیوں تک ہاتھ دھل جاتے ہیں۔

آج کل جراثیم پھیلنے کے وقت ہاتھوں کو دن میں کئی مرتبہ چند سیکنڈ تک دھونے کا کہا جاتا ہے، لیکن شریعت نے وضو کی شکل میں ایک جامع نظام پیش کر دیا ہے، جس کا کوئی سائنس دان مقابلہ نہیں کرسکتا۔

www.idaraghufran.org

اس کے علاوہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں ہاتھ دھونا ثابت ہے۔

اور جو چیزیں ہاتھوں میں مستقل میل کچیل ٹھہرنے کا باعث بنتی ہیں، ان کو بھی دور کرنے کا حکم ہے، چنانچہ جن چیزوں کو اسلام میں فطرت قرار دیا گیا ہے، ان میں ناخن کاٹنا بھی ہے۔

بنی غفار کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ لَّمْ يَحْلِقْ عَانَتَهُ، وَيُقَلِّمْ أَظْفَارَهُ، وَيَجُزَّ شَارِبَهُ فَلَيْسَ مِنَّا (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٣٤٨٠)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو زیرِ ناف بال نہیں مونڈتا، اور ناخن نہیں کاٹتا، اور مونچھیں نہیں کاٹتا، وہ ہم میں سے نہیں (مسند احمد)

سائنسی اعتبار سے بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ناخنوں کے نیچے بہت زیادہ جراثیم جمع ہوتے اور چلتے پھرتے ہیں، اور پھر وہ انسان کے جسم کے مختلف حصوں میں اثر انداز ہوتے ہیں، کیونکہ انسان کے ہاتھ، جس طرح مختلف چیزوں پر لگتے ہیں، جن کو انسان شمار بھی نہیں کرسکتا، دوسرے انسان کو بھی، گاڑی کو بھی، دروازے کو بھی، پردے کو بھی، لوٹے کو بھی، بیسن کو بھی، اور بھی دنیا جہان کی چیزوں کو لگتے ہیں، اور ان چیزوں پر نہ جانے کس کس انسان کے ہاتھ لگتے ہیں۔

کھانا کھاتے وقت بھی ہاتھوں کو استعمال کیا جاتا ہے، اور کھانے کے ذرّات واثرات ناخنوں کے نیچے جمع ہو جاتے ہیں، قضائے حاجت کرتے وقت بھی غلاظت ونجاست کے اثرات ناخنوں کے نیچے پہنچ جاتے ہیں۔

اس لیے ناخن بڑے ہوتے ہی ان کے نیچے سیاہ رنگ، یا کسی دوسرے رنگ کی تہہ جمنا شروع ہو جاتی ہے، جو دیکھنے والے کو واضح نظر آتی ہیں، اور انسان کے ہاتھ، اس کے اپنے جسم کے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف من أجل عبد الله بن لَهيعة. حسن: هو ابن موسى الأشيب (حاشية مسند احمد)

مختلف حصوں پر لگتے ہیں، اور اس طرح مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

فطرتِ اسلام نے ناخن کاٹنے کی تاکید کر کے، اس بنیاد کو جڑ سے ختم کرنے کا انتظام کیا ہے۔

حضرت سوادہ بن ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْتُهُ فَأَمَرَ لِي بِذَوْدٍ، ثُمَّ قَالَ لِيْ: إِذَا رَجَعْتَ إِلٰى بَيْتِكَ فَمُرْهُمْ فَلْيُحْسِنُوْا غِذَاءَ رِبَاعِهِمْ، وَمُرْهُمْ فَلْيُقَلِّمُوْا أَظْفَارَهُمْ، لَا يَعْبِطُوْا بِهَا ضُرُوْعَ مَوَاشِيهِمْ إِذَا حَلَبُوْا (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ١٥٩٦١) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کچھ تعاون کی درخواست کی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک اونٹ دینے کا حکم فرمایا، پھر مجھ سے فرمایا کہ جب تم لوٹ کر اپنے گھر جاؤ، تو اپنے اہلِ خانہ کو حکم دینا کہ زمین کا عمدہ بیج رکھا کریں، اور ان کو حکم دینا کہ ناخن کاٹا کریں اور دودھ دوہتے وقت اپنے جانوروں کے تھن اپنے ناخنوں سے خون آلود نہ کیا کریں (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَصِّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيْمِ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقِ الْعَانَةِ فِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا مَرَّةً (مسند احمد، رقم الحديث ١٢٢٣٢) [2]

ترجمہ: ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، مونچھیں کاٹنے اور ناخن کاٹنے اور زیرِ ناف بال کاٹنے کے متعلق، چالیس دن میں ایک مرتبہ کا وقت مقرر فرمایا (مسند احمد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، وهذا إسناد ضعيف لضعف صدقة بن موسى الدقيقي، لكنه قد توبع (حاشية مسند احمد)

مطلب یہ ہے کہ مونچھیں اور ناخن تراشنے اور زیر بغل وزیر ناف بال صاف کرنے میں چالیس دن سے زیادہ کی تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے ہفتے میں ایک دن ہاتھوں اور پاؤں کی اُنگلیوں کے ناخن کاٹ لینے چاہئیں، ہاتھ پاؤں کے ناخن بڑے ہونے سے ان کے نیچے میل کچیل جمع ہوتا رہتا ہے، جو مختلف قسم کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

اور اگر زیادہ دِنوں تک ناخن نہ کاٹے جائیں، تو ان کے نیچے تہہ بہ تہہ میل جمتی رہتی ہے، اور اس کو بعد میں چھڑانا بھی مشکل ہوجاتا ہے، اور یہ مزید نقصانات کا سبب بنتا ہے، بڑھے ہوئے ناخنوں کے نیچے میل کچیل بھر جاتا ہے، جس میں بیماریوں کے زہریلے جراثیم ہوتے ہیں، اور یہ زہر کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعہ جسم میں پہنچ کر بیماریوں کا سبب بنتا ہے، بعض اوقات میلے کچیلے ناخنوں سے کھجانے پر زخم ہوجاتے ہیں، اور بعض اوقات کھجانے پر یہ زہریلے اثرات خون میں بھی منتقل ہوجاتے ہیں، جومہلک بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ناخن کاٹنے کی تعلیم، کوئی غیر اہم اور چھوٹی موٹی، یا نظر انداز کرنے کے قابل چیز نہیں ہے۔

اس لیے سب لوگوں اور عورتوں اور خاص طور پر فیشن ایبل لڑکیوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے، اور نمود ونمائش، یا فیشن کی خاطر اپنی صحت کو خرابی کی طرف نہیں ڈالنا چاہئے، اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات کسی جراثیم کے اثرات فوری طور پر ظاہر نہیں ہوتے۔

حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلِ الْأَصَابِعَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣٨، ابواب الطهارة، باب فی تخليل الأصابع) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم وضو کرو، تو انگلیوں کے

---

[1] قال الترمذی: وفی الباب: عن ابن عباس، والمستورد، وهو ابن شداد الفهری، وأبی أيوب الأنصاری. هذا حديث حسن صحيح.

www.idaraghufran.org

درمیان خلال کرو(سنن الترمذی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأْتَ فَخَلِّلْ بَيْنَ أَصَابِعِ يَدَيْكَ وَرِجْلَيْكَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۹، ابواب الطهارة، باب فی تخلیل الأصابع) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ وضو کریں، تو اپنے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کے درمیان خلال کریں(سنن الترمذی)

مذکورہ احادیث سے انگلیوں کا خلال کرنے کی اہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ، فَلَا يَغْمِسْ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا، فَإِنَّهُ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ (مسلم، رقم الحديث ۲۷۸ "۸۸" كتاب الطهارة، باب كراهة غمس المتوضىء وغيره يده المشكوك فى نجاستها فى الإناء قبل غسلها ثلاثا)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو، تو اپنا ہاتھ برتن میں نہ ڈالے، یہاں تک کہ اس کو تین مرتبہ دھولے، کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ نے کہاں رات گذاری(مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ سو کر اٹھنے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر کسی برتن وغیرہ میں ڈالنا مناسب نہیں، ایسی ضرورت پڑنے پر پہلے ہاتھوں کو دھولینا چاہئے۔ [2]

اسی طرح شریعت نے کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونے کی تعلیم دی ہے، خاص

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن غريب.

[2] ويستحب أن يغسل ثلاثا ، لقول النبى (صلى الله عليه وسلم) " فلا يغمس يده فى الإناء حتى يغسلها ثلاثا (شرح السنة للامام البغوى، ج ۲، ص ۷۷، باب غسل دم الحيض)

طور پر، جبکہ اُن پر میل کچیل لگا ہوا ہو۔

اور بعض احادیث میں رات کو بیدار ہونے کے وقت چہرے اور ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَضٰى حَاجَتَهٗ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ، ثُمَّ نَامَ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٣٠٤"٢٠"، كتاب الحيض،باب غسل الوجه واليدين إذا استيقظ من النوم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اُٹھے، پھر قضائے حاجت فرمائی، پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، پھر سو گئے (مسلم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ، فَدَخَلَ الْخَلَاءَ، فَقَضٰى حَاجَتَهٗ، ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ، ثُمَّ نَامَ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٥٠٨، ابواب الطهارة وسننها،باب وضوء النوم)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات میں اُٹھے، پھر بیتُ الخلاء تشریف لے گئے، قضائے حاجت فرمائی، پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا، پھر سو گئے (ابنِ ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّطْعَمَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ يَدَيْهِ ثُمَّ طَعِمَ (صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ٢١٨،جماع أبواب فضول التطهير والاستحباب من غير إيجاب، باب ذكر الدليل على أن الأمر بالوضوء للجنب عند إرادة الأكل أمر ندب وإرشاد وفضيلة وإباحة) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنبی (یعنی غسل واجب) ہونے کی حالت میں جب

---

[1] قال الأعظمي:إسناده صحيح(حاشية صحيح ابنِ خزيمة)

Idara Ghufran

کھانے پینے کا ارادہ کرتے، تو پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے تھے، پھر کھاتے پیتے تھے (ابنِ خزیمہ)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ، تَوَضَّأَ وُضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ، غَسَلَ كَفَّيْهِ، ثُمَّ يَأْكُلُ، أَوْ يَشْرَبُ، إِنْ شَاءَ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٤٧١٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے، تو نماز کی طرح وضو فرماتے، اور جب کھانے، یا پینے کا ارادہ کرتے، تو اپنے دونوں ہاتھ دھوتے، پھر کھاتے پیتے تھے، اگر چاہتے (مسند احمد)

بعض روایات میں جنابت کے بغیر بھی، عام حالات میں کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔

اس طرح کی روایات اگرچہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں، لیکن ان سے مستحب درجے میں کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کے عمل کا ثبوت ہوجاتا ہے۔ [2]

بعض روایات میں جنابت کے بغیر بھی کھانے پینے کے بعد ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] عن سلمان، قال: قرأت في التوراة، أن بركة الطعام الوضوء قبله، فذكرت ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال: " بركة الطعام الوضوء قبله، والوضوء بعده "(سنن ابى داؤد، رقم الحديث ٣٧٦١، كتاب الاطعمة، باب في غسل اليد قبل الطعام)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف كما قال المصنف، من أجل قيس بن الربيع (حاشية سنن ابى داؤد)

حدثنا كثير بن سليم، قال: سمعت أنس بن مالك، يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " من أحب أن يكثر الله خير بيته، فليتوضأ إذا حضر غداؤه، وإذا رفع "(سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٢٦٠، كتاب الاطعمة، باب الوضوء عند الطعام)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف، لضعف كثير بن سُليم، وجبارة بن المغلس وان كان ضعيفًا قد توبع فأخرجه أبو الشيخ في "أخلاق النبي صلى الله عليه وسلم ص 217 "بن طريق إسماعيل بن أبان الأزدي والبيهقي في "شعب الإيمان (5807)"من طريق عبد الله بن صالح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَعَا رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَانْطَلَقْنَا مَعَهُ، فَلَمَّا طَعِمَ، وَغَسَلَ يَدَهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٢١٩، كتاب الأطعمة، باب آداب الاكل) [1]

ترجمہ: ایک انصاری آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کیا، ہم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھالیا، تو آپ نے ہاتھ دھوئے (ابن حبان)

اس کے علاوہ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے کھانے پینے کے لیے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے، اور استنجاء کے لیے بائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، تاکہ دایاں ہاتھ، صاف ستھری چیزوں کے ساتھ مختص رہے، اور کوئی ایسا کام کرنا پڑ جائے، جس میں صفائی ستھرائی متاثر ہوتی ہے، اس کے لیے بائیں ہاتھ کو مخصوص رکھا جائے۔

اس میں بھی صفائی ستھرائی کے اصول کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

چنانچہ احادیث میں دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا حکم آیا ہے، اور بائیں ہاتھ سے کھانے پینے کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَأْكُلْ بِيَمِينِهِ، وَإِذَا شَرِبَ فَلْيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٠٢٠ ”١٠٥“ كتاب الأشربة، باب: آداب الطعام والشراب وأحكامهما)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھائے، تو

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابنِ حبان)

Idara Ghufran

اسے چاہئے کہ دائیں ہاتھ سے کھائے، اور جب کچھ پئے، تو اسے چاہئے کہ دائیں ہاتھ سے پئے، کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے (مسلم)

غرضیکہ اسلام میں ہاتھوں کی صفائی کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اور ان کی صفائی کا ایک عمدہ نظام اور طریقہ بتلایا گیا ہے۔

یہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ احادیث میں وضو کرنے، اور ہاتھ دھونے کے بعد، تولیہ وغیرہ کا استعمال ثابت نہیں، جس کی بظاہر وجہ یہ ہے کہ وضو کے بعد اعضائے وضو صاف ستھرے ہوجاتے ہیں، اور جب ایسے کپڑے، یا تولیہ کو استعمال کیا جاتا ہے، جو خود صاف نہیں ہوتا، تو اس کپڑے کا میل کچیل، جسم پر دوبارہ لگ جاتا ہے، اس لیے وضو کے بعد، یا تو صاف ستھرے کپڑے سے اعضاء کو خشک کیا جائے، یا پھر بغیر کپڑا استعمال کیے ہوئے، قدرتی طور پر اعضاء کو خشک ہونے دیا جائے۔

منہ اور دانتوں کی صفائی

کلی اور مسواک کرنے کو بھی فطرتِ اسلام کی چیزوں میں شمار کیا گیا ہے، اور وضو کے ساتھ کلی کرنا بھی سنت ہے، اس طرح ہر فرض نماز کے وقت اگر کوئی وضو کرے، تو چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ منہ کو دھونا پایا جاتا ہے، اور وضو میں مسواک کرنا بھی سنت ہے، اس کی وجہ سے منہ کی مزید صفائی ہوجاتی ہے۔

منہ کی صفائی کے لیے اسلام میں مسواک کی بڑی تاکید بیان کی گئی ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر وضو اور نماز کے وقت کے علاوہ مختلف اوقات میں بھی مسواک کرنا ثابت ہے، خاص طور پر صبح کو سو کر اٹھنے کے بعد، اور رات کو سونے سے پہلے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِيْ أَوْ

www.idaraghufran.org

عَلَى النَّاسِ لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۸۸۷، كتاب الجمعة ، باب السواك يوم الجمعة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مجھے اپنی امت، یا لوگوں کے مشقت وتنگی میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا، تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا (فرض یا واجب) حکم دے دیتا (بخاری)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: تَسَوَّكُوْا فَإِنَّ السِّوَاكَ مَطْهَرَةٌ لِلْفَمِ، مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ، وَمَا جَائَنِي جِبْرِيْلُ إِلَّا أَوْصَانِي بِالسِّوَاكِ، حَتّٰى لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ يُفْرَضَ عَلَيَّ وَعَلٰى أُمَّتِي، وَلَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ أَشُقَّ عَلٰى أُمَّتِي لَفَرَضْتُهُ لَهُمْ، وَإِنِّي لَأَسْتَاكُ حَتّٰى لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ أُحْفِيَ مَقَادِمَ فَمِي (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۸۹، ابواب الطهارة وسننها، باب السواك) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مسواک کیا کرو، کیونکہ مسواک، منہ کی طہارت اور رب تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے، اور میرے پاس جب بھی جبریلِ امین تشریف لائے، تو انہوں نے مجھے مسواک کی تاکید فرمائی، یہاں تک کہ مجھے خوف ہوگیا کہ کہیں وہ مجھ پر اور میری امت پر فرض نہ کردی جائے، اور اگر مجھ کو اپنی امت کے مشقت میں پڑنے کا خوف نہ ہوتا، تو میں ان پر مسواک کو فرض قرار دے دیتا، اور میں خود اتنی کثرت سے مسواک کرتا ہوں کہ مجھے اپنے آگے کے دانتوں کے ٹوٹنے کا خوف ہو جاتا ہے (سنن ابنِ ماجہ)

مذکورہ احادیث سے دانتوں اور منہ کی صفائی کی اہمیت معلوم ہوئی۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن بشواهده (حاشية سنن ابنِ ماجه)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۴ ”۴۵“ کتاب الطھارۃ، باب السواک)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر مسواک کا ایک سرا تھا (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَسْتَنُّ، وَطَرَفُ السِّوَاكِ عَلٰى لِسَانِهِ، وَهُوَ يَقُوْلُ عَأْعَأْ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۰۷۳، کتاب الطھارۃ، باب سنن الوضوء) [1]

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دانت صاف کر رہے تھے، اور آپ کی زبان پر مسواک کا ایک سرا تھا، اور آپ کے حلق سے ”عأ عأ“ کی آواز نکل رہی تھی (صحیح ابنِ حبان)

مذکورہ احادیث سے زبان اور اس کی جڑ، یعنی حلق کی صفائی کا بھی ثبوت ہوا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک سے دانت صاف کرنے کے علاوہ زبان کو بھی صاف فرمایا، اور اس کو زبان سے اس طرح رگڑا، جس سے حلق تک اثر پہنچا، اس طرزِ عمل سے، جہاں زبان کی صفائی ہوتی ہے، اسی کے ساتھ حلق کے مضر اور فاسد فضلات بھی دور ہوجاتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسِّوَاكِ

(صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۵۳ ”۴۴“ کتاب الطھارۃ، باب السواک)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم، جب گھر میں داخل ہوتے تھے، تو سب سے پہلے

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشیہ صحیح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

مسواک فرماتے تھے (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْقُدُ، فَإِذَا اسْتَيْقَظَ تَسَوَّكَ، ثُمَّ تَوَضَّأَ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٤٩٢١) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تھے، پھر جب سو کر اُٹھتے، تو مسواک کرتے تھے، پھر وضو کرتے تھے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ، فَيَسْتَيْقِظُ إِلَّا اسْتَاكَ قَبْلَ الْوُضُوءِ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٢٧٣) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں اور رات میں جب بھی سو کر اُٹھتے تھے، تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ:

وَيَنَامُ وَطَهُورُهُ مُغَطًّى عِنْدَ رَأْسِهِ، وَسِوَاكُهُ مَوْضُوعٌ، حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ سَاعَتَهُ الَّتِي يَبْعَثُهُ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَتَسَوَّكُ، وَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ (سنن أبی داؤد، رقم الحديث ١٣٤٦، كتاب الصلاة، باب فى صلاة الليل)

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے، اور آپ کے وضو کا پانی آپ کے سر کی طرف ڈھکا ہوا رکھا ہوتا، اور آپ کی مسواک بھی رکھی ہوتی، یہاں تک کہ رات میں جس وقت اللہ چاہتا، آپ کو اٹھا دیتا، پھر آپ مسواک کرتے اور اچھی طرح وضو کرتے (ابوداؤد)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حسن لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا قَامَ لِلتَّهَجُّدِ مِنَ اللَّيْلِ يَشُوصُ فَاهُ بِالسِّوَاكِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۱۳۶، کتاب الجمعة، باب طول القیام فی صلاة اللیل)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے، تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف فرمایا کرتے تھے (بخاری)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ إِلَّا وَالسِّوَاكُ عِنْدَهُ، فَإِذَا اسْتَيْقَظَ بَدَأَ بِالسِّوَاكِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۵۹۷۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کے وقت مسواک ضرور ہوا کرتی تھی، پھر جب آپ بیدار ہوتے، تو پہلے مسواک فرماتے (مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

لَقَدْ كُنْتُ أَسْتَنُّ قَبْلَ أَنْ أَنَامَ وَبَعْدَ مَا أَسْتَيْقِظُ وَقَبْلَ مَا آكُلُ وَبَعْدَ مَا آكُلُ حِينَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا قَالَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۹۱۹۴) [2]

ترجمہ: میں سونے سے پہلے اور سو کر اٹھنے کے بعد، اور کھانے سے پہلے، اور کھانے سے فارغ ہو کر مسواک کرتا ہوں، جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں آپ کا ارشاد سنا (مسند احمد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشیة مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وهذا إسناد قوی، الحسن بن سوار صدوق لا بأس به، ومن فوقه ثقات من رجال الشیخین. اللیث: هو ابن سعد، وخالد بن یزید: هو الجمحی المصری (حاشیة مسند احمد)

مذکورہ احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کے علاوہ، دیگر مختلف اوقات میں بھی دانتوں اور منہ کا صاف کرنا معلوم ہوا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا تَسَوَّکَ، ثُمَّ قَامَ یُصَلِّیْ قَامَ الْمَلَکُ خَلْفَہٗ، فَتَسَمَّعَ لِقِرَاءَ تِہٖ فَیَدْنُوْ مِنْہُ أَوْ کَلِمَۃً نَحْوَھَا حَتّٰی یَضَعَ فَاہُ عَلٰی فِیْہِ فَمَا یَخْرُجُ مِنْ فِیْہِ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْآنِ، إِلَّا صَارَ فِیْ جَوْفِ الْمَلَکِ، فَطَھِّرُوْا أَفْوَاھَکُمْ لِلْقُرْآنِ (مسند البزار، رقم الحدیث ۶۰۳، ج۲ ص۲۱۴، مسند علی بن ابی طالب، الزھد والرقائق لابن المبارک، رقم الحدیث ۱۲۲۵) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب مسواک کرتا ہے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے، تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہے، اور اس کی قراءت کو سُنتا ہے، پھر فرشتہ اُس کے اور قریب ہو جاتا ہے، یا اسی طرح کا لفظ فرمایا، یہاں تک کہ فرشتہ اپنے منہ کو اُس کے منہ کے بالکل قریب کر لیتا ہے، پھر نماز پڑھنے والے کے منہ سے جو بھی قرآن کا لفظ نکلتا ہے، تو وہ فرشتہ کے اندر داخل ہو جاتا ہے، تو تم قرآن مجید کے لئے اپنے مونہوں کو پاک رکھو (بزار)

اس حدیث سے، اسلام میں مسواک کی فضیلت معلوم ہوئی، جس کی بنیاد منہ کی صفائی پر ہے۔

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف اوقات میں کوئی چیز کھانے، یا پینے کے بعد کلی کرنا بھی ثابت ہے۔

---

[1] قال المنذری: رواہ البزار بإسناد جید لا بأس بہ وروی ابن ماجہ بعضہ موقوفا ولعلہ أشبہ (الترغیب والترھیب، ج ۱ ص ۱۰۲، الترغیب فی السواک وما جاء فی فضلہ)

وقال الھیثمی: رواہ البزار ورجالہ ثقات. قلت: روی ابن ماجہ بعضہ إلا أنہ موقوف وھذا مرفوع (مجمع الزوائد، ج۲ ص ۹۹، رقم الحدیث ۲۵۶۴، باب ما جاء فی السواک)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ، وَقَالَ: إِنَّ لَهُ دَسَمًا (صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۱۱، كتاب الوضوء، باب: هل يمضمض من اللبن)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا، پھر کلی فرمائی، اور فرمایا کہ اس میں کچھ چکناہٹ ہوتی ہے (بخاری)

حضرت سوید بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ خَيْبَرَ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ، صَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَصْرَ، فَلَمَّا صَلّٰى دَعَا بِالْأَطْعِمَةِ، فَلَمْ يُؤْتَ إِلَّا بِالسَّوِيْقِ، فَأَكَلْنَا وَشَرِبْنَا، ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَغْرِبِ، فَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَلّٰى لَنَا الْمَغْرِبَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۱۵، كتاب الوضوء، باب الوضوء من غير حدث)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے سال نکلے، جب ہم ''صہباء'' مقام کے قریب تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عصر کی نماز پڑھائی، پھر جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے، تو آپ نے کھانا طلب فرمایا، آپ کو ''ستو'' ہی دیا گیا، ہم کھا، پی کر فارغ ہوگئے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے، پھر آپ نے کلی کی، پھر آپ نے ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی، اور آپ نے وضو نہیں کیا (بخاری)

خلاصہ یہ کہ اسلام میں منہ، دانتوں اور زبان وحلق تک کی صفائی ونظافت کا بھی ایک عمدہ نظام موجود ہے۔

ناک اور ڈاڑھی وغیرہ کی صفائی

جن چیزوں کو فطرتِ اسلام میں شمار کیا گیا ہے، ان میں ''براجم'' کو دھونا بھی داخل ہے، اور ناک کے سوراخوں اور ناک کے اردگرد کے حصوں، اور ڈاڑھی کا بھی ''براجم'' میں داخل ہونا ظاہر ہے، اس لیے ان کو دھونا بھی ''براجم'' کو دھونے کے اصولی حکم میں داخل ہے۔

اس کے علاوہ ناک میں پانی ڈالنے کو بھی مستقل طور پر فطرتِ اسلام کی چیزوں میں شمار کیا گیا ہے، ہر وضو کے وقت میں ناک میں پانی ڈالنا اور ناک کو صاف کرنا بھی سنت ہے، اور دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی گئی ہیں، اگر صرف فرض نماز کے اوقات میں ناک میں پانی ڈالا جائے، اور ناک کو صاف کیا جائے، تو دن رات میں پانچ مرتبہ باقاعدگی سے ناک صاف ہوجاتی ہے، اور مختلف جراثیموں سے حفاظت ہوجاتی ہے۔

اس کے علاوہ صبح کو سوکر اٹھنے کے بعد بھی بطورِ خاص ناک کو صاف کرنے کا حدیث میں حکم آیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ أَنْفِهِ، ثُمَّ لِيَنْثُرْ، وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوْتِرْ، وَإِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُّدْخِلَهَا فِيْ وَضُوْئِهِ، فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ (صحيح البخاري، رقم الحديث ١٦٢ ، كتاب الوضوء، باب الاستجمار وترا)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے، تو وہ اپنی ناک میں پانی ڈال کر اُسے جھڑکے، اور جو استنجاء کرے، تو طاق مرتبہ ایسا کرے، اور جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے ہاتھوں کو وضو کے پانی وغیرہ میں داخل کرنے سے پہلے دھولے، کیونکہ اُسے معلوم

نہیں کہ اُس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے (بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْ وِتْرًا، وَإِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِيْ أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَنْتَثِرْ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۳۷''۲۰'' کتاب الطهارة، باب الإیتار فی الاستنثار والاستجمار)

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی استنجاء کرے، تو وہ طاق مرتبہ کرے، اور جب تم میں سے کوئی وضو کرے، تو وہ اپنی ناک میں پانی ڈال کر اُسے جھڑکے (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَنَامِهِ فَلْيَسْتَنْثِرْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَبِيتُ عَلٰى خَيَاشِيمِهِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۳۸''۲۳'' کتاب الطهارة، باب الإیتار فی الاستنثار والاستجمار)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی اپنی نیند سے بیدار ہو، تو اسے چاہئے کہ وہ تین مرتبہ اپنی ناک کو جھڑک لے، کیونکہ شیطان ناک کے سوراخوں پر رات گزارتا ہے (مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِسْتَنْثِرُوا مَرَّتَيْنِ بَالِغَتَيْنِ، أَوْ ثَلَاثًا (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۰۱۱) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو، یا تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر اسے خوب اچھی طرح صاف کیا کرو (مسنداحمد)

ناک میں پانی ڈال کر اس کو جھڑکنے سے، ناک میں سانس کے ذریعہ سے گئے ہوئے مختلف

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده قوی (حاشیة مسند احمد)

جراثیم اور میل کچیل اور اسی طرح آنکھوں کے ذریعہ سے ناک میں آیا ہوا میل کچیل دُور ہوجاتا ہے۔

نیز مونچھیں کٹانے کے حکم میں بھی ایک مصلحت صفائی ونظافت کی ملحوظ ہے، کیونکہ ناک کے ذریعہ ہروقت سانس کی اندر آمدورفت رہتی ہے، اور باہر کی طرف سانس لینے سے اندر کی زہریلی ہوا باہر خارج ہوتی ہے، اور اندر کی طرف سانس لینے سے صاف ستھری ہوا کو اندر لے جانے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اور ناک کے سوراخوں کے نیچے مونچھوں کی جگہ ہوتی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر مونچھوں کے بال ہوں گے، خاص طور پر جبکہ وہ بڑے بھی ہوں، تو اندر اور باہر کی سانس ان بالوں سے ٹکرائے گی، اور اندر کا سانس بار بار اس کے ساتھ ٹکرانے سے مونچھوں کے بال بھی اس سے آلودہ ہوں گے، اور پھر اندر کی طرف سانس لیتے وقت ان ہی آلودہ بالوں سے گزر کر، آلودہ ہوا اندر پہنچے گی۔

جبکہ ڈاڑھی کے بال چونکہ آنکھوں اور ناک، منہ سے دُور ہوتے ہیں، اور یہ مختلف قسم کی آلودگی کو آنکھ، ناک اور منہ میں جانے سے روکتے ہیں، اور ان اعضاء کے لئے ایک عظیم حفاظتی حصار کا کام دیتے ہیں۔

اس لیے شریعت کی طرف سے پیش کیے گئے مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھی بڑھانے کے حکم میں اس قسم کے مصالح اور فوائد بھی ملحوظ ہیں، اور اسی وجہ سے مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھی بڑھانے کو بھی، اسلام کی طرف سے پیش کردہ طہارت ونظافت کے فطری اصولوں میں داخل مانا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفِطْرَةِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة ،رقم الحدیث ۲۶۰۱۷، کتاب الادب، باب ما

يؤمر به الرجل من إعفاء اللحية والأخذ من الشارب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کاٹنا، اور ڈاڑھی کو بڑھانا، فطرت میں سے ہے (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللُّحٰى (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۲ "۲۵۹" کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، مسند احمد، رقم الحدیث ۴۶۵۴) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مونچھوں کو پست (یعنی چھوٹی) کرو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللُّحٰى (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۱۹۹، کتاب الترجل، باب فی أخذ الشارب، صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۵۴۷۵) [2]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو پست (یعنی چھوٹی) کرنے اور ڈاڑھیوں کو بڑھانے کا حکم فرمایا ہے (ابوداؤد)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْفُوا

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وعبيد الله: هو ابن عمر العمرى (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)
وقال ايضاً: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

www.idaraghufran.org

اللُّحٰی، وَحُفُّوا الشَّوَارِبَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۵۱۳۵) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور مونچھوں کو پست (یعنی چھوٹی) کرو (مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْفَى اللُّحٰى وَأَنْ تُجَزَّ الشَّوَارِبُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۵۱۳۸) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم فرمایا کہ ڈاڑھیوں کو بڑھایا جائے اور مونچھوں کو کٹایا جائے (مسند احمد)

اور بخاری شریف میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللُّحٰى (صحيح البخارى، رقم الحديث ۵۸۹۳، كتاب اللباس، باب اعفاء اللحىٰ)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الرحمن بن علقمة ويقال :ابن أبى علقمة، ويقال :ابن علقم، المكى، وهو غير عبد الرحمن بن أبى علقمة الثقفى، ذاك قد روى عن ابن مسعود كما سلف فى مسنده برقم(٣٦٥٧)وهذا فقد روى عن ابن عباس وابن عمر، وروى عنه سفيان الثورى، وخرج له البخارى فى "أفعال العباد" والنسائى، ووثقه هو والعجلى، وذكره فى "الثقات" ابن حبان وابن شاهين، ونقل هذا الأخير عن عبد الرحمن بن مهدى أنه قال فيه :كان من الأثبات الثقات، وقال الحافظ فى "التقريب" :"ثقة.
وأخرجه النسائى فى "المجتبى ١٢٩/٢٨" وفى "الكبرى(٩٢٩١)"و(٩٢٩٢)، وأبو يعلى(٥٧٣٨)من طريق عبد الرحمن بن مهدى، بهذا الإسناد(حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح، مؤمل -وهو ابن إسماعيل العدوى مولاهم البصرى، سيىء الحفظ لكنه ثقة فى سفيان الثورى(حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو خوب اچھی طرح کاٹو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ (بخاری)

حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُصُّوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللُّحَى (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۱۳۲) [1]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کاٹو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (مسند احمد)

غرضیکہ مونچھوں کو کٹانا اور ڈاڑھی کو بڑھانا، صفائی و نظافت کا ذریعہ ہے۔

اسی کے ساتھ ڈاڑھی کو خوب اچھے طریقے سے دھونا، اور صاف کر کے رکھنا، بھی سنت سے ثابت ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَيَسْرَحُ لِحْيَتَهُ بِالْمَاءِ (معجم ابن الاعرابی، ج ۱ ص ۳۲۳، رقم الحدیث ۶۱۶، باب الباء، شعب الایمان للبیہقی، رقم الحدیث ۶۰۴۶) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، وهذا إسناد حسن (حاشیة مسند احمد)

[2] قال الالبانی: كان يكثر دهن رأسه ويسرح لحيته بالماء ."رواه ابن الأعرابي في "المعجم ۱/۵۹"أنبأنا محمد (يعني ابن هارون) أنبأنا مسلم بن إبراهيم أنبأنا مبشر بن مكسر عن أبي حازم عن سهل بن سعد مرفوعا .

قلت: وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات غير محمد بن هارون وهو ابن عيسى أبو بكر الأزدي الرزاز، ترجمه الخطيب ۳/۳۵۴ وقال ": روى عنه أبو العباس بن عقدة، و ...و ...أحاديث مستقيمة وقال الدارقطني: ليس بالقوي ." ومبشر بن مكسر، قال ابن معين: صويلح .وقال ابن أبي حاتم عن أبيه: لا بأس به .وبقية رجاله رجال الشيخين. والحديث عزاه في "الجامع الصغير "للبيهقي في" شعب الإيمان "عن سهل بن سعد .وقال المناوي ": وكذا الترمذي في الشمائل ." قلت: وهو وهم، فليس هو في "الشمائل "من حديث سهل، وإنما من حديث أنس بن مالك كما خرجته على "المشكاة (۴۴۴۵) "وبينت هناك أن إسناده ضعيف فهو شاهد لا بأس به لهذا، والله أعلم (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۷۲۰)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، اور ڈاڑھی مبارک کو پانی سے صاف فرمایا کرتے تھے (معجم ابن الاعرابی)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٩)

ترجمہ: اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ڈاڑھی کے درمیان خلال کرتے ہوئے دیکھا (سنن الترمذی)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ (سنن الترمذی، رقم الحديث ٣١، ابواب الطهارة، باب ما جاء فی تخليل اللحية) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے درمیان خلال فرمایا کرتے تھے (سنن ترمذی)

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٤٣٣، أبواب الطهارة وسننها، باب ما جاء فی تخليل اللحية) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، تو آپ نے اپنی ڈاڑھی کے درمیان خلال فرمایا (مسند احمد)

حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ عُثْمَانَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَضَّأَ، فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ ثَلَاثًا، وَقَالَ:

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية سنن ابنِ ماجه)

هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَهُ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۱۰۸۱، كتاب الطهارة، باب سنن الوضوء) ؎۱

ترجمہ: میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے اپنی ڈاڑھی کا تین مرتبہ خلال کیا، اور آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے (ابنِ حبان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَضَّأْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا غَسَلَ وَجْهَهٗ أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ، فَخَلَّلَ لِحْيَتَهٗ بِهَا مِنْ بَاطِنِهَا، وَقَالَ: هٰكَذَا أَمَرَنِیْ رَبِّیْ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (مسند ابی یعلٰی، ج۷ص ۲۵۹، رقم الحديث ۴۲۶۹) ؎۲

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا، تو جب آپ نے اپنا چہرہ دھویا، تو پانی کا چلو بھر کرلیا، پھر اپنی ڈاڑھی کے اندر سے خلال کیا، اور فرمایا کہ اسی طرح میرے رب تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے (مسند ابی یعلیٰ)

معلوم ہوا کہ اسلام میں ناک اور داڑھی وغیرہ کی صفائی کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

لیکن افسوس کہ آج کل بے شمار نمازی اور ڈاڑھی والے لوگوں کو بھی ان چیزوں کا اہتمام نہیں۔ انہوں نے رسمی طور پر وضو کر کے نماز پڑھ لینے کو دین کے لیے کافی سمجھ لیا ہے۔

آنکھوں کی صفائی

آنکھوں کے دائیں بائیں حلقے ''براجم'' میں داخل ہیں، جن کی صفائی کو فطرت قرار دیا گیا ہے۔

نیز جن چیزوں کو فطرتِ اسلام میں داخل مانا گیا ہے، ان میں ناک کو دھونا، اور ناک کو جھٹکنا

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره (حاشية صحيح ابنِ حبان)
؎۲ قال حسين سليم أسد الدارانی: رجاله ثقات (حاشية مسند ابی يعلٰی)

بھی داخل ہے، اور آنکھوں کے ذریعے سے فاضل رطوبات، ناک میں ہی پہنچتی ہیں، اس لیے ناک کی صفائی میں آنکھوں کے میل وکچیل اور مُضر جراثیم سے بھی حفاظت پائی جاتی ہے، نیز وضو میں پورے چہرے کو دھویا جاتا ہے، جس کے ضمن میں دونوں آنکھیں بھی دھل جاتی ہیں، اس طرح وضو کو جو نصف ایمان بتایا گیا ہے، اس میں آنکھوں کی صفائی بھی داخل ہے۔

اس کے علاوہ بعض دوسرے فطری وخلقی طریقوں سے بھی آنکھوں کے مختلف قسم کے مضر اجزاء اور جراثیم سے حفاظت کا اسلام میں لحاظ کیا گیا ہے۔

چنانچہ آنکھوں کو مضر اثرات سے محفوظ رکھنے، اور آنکھوں کی بینائی کو مفید ومؤثر بنانے کے لیے ایک انتہائی سادہ اور عمدہ طریقہ، آنکھوں میں سرمہ لگانے کا ہے، جو کہ آنکھوں کی نظافت اور صفائی کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُكْحُلَةٌ، يَكْتَحِلُ بِهَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٣١٨، مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ٢٦١٥٠، مسند ابى يعلٰى الموصلى، رقم الحديث ٢٦٩٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرمہ دانی تھی، جس سے آپ سوتے وقت ہر آنکھ میں تین مرتبہ سرمہ لگایا کرتے تھے (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ عِنْدَ النَّوْمِ، يُنْبِتُ الشَّعْرَ، وَيَجْلُو الْبَصَرَ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٠٧٢، كتاب الطب) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن (حاشية مسند احمد)

وقال حسين سليم أسد الدارانى فى تخريج مسند ابى يعلٰى: إسناده حسن والحديث صحيح.

[2] قال شعيب الانؤوط: إسناده قوى على شرط مسلم (حاشية ابنِ حبان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سُرموں میں سے بہترین سرمہ نیند کے وقت ''اثمد'' ہے، جو (پلکوں کے) بال اگاتا ہے، اور نظر کو جلا (یعنی روشنی) بخشتا ہے (ابنِ حبان)

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ، فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٤٩٦، كتاب الطب، باب الكحل بالاثمد) [1]

ترجمہ: تم سوتے وقت ''اثمد'' سرمہ لگایا کرو، کیونکہ وہ نظر کو جلاء (یعنی روشنی) بخشتا ہے، اور (پلکوں کے) بال اُگاتا ہے (ابنِ ماجہ)

اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ، فَإِنَّهُ مَنْبَتَةٌ لِلشَّعْرِ، مَذْهَبَةٌ لِلْقَذٰى، مَصْفَاةٌ لِلْبَصَرِ (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحديث ١٠٦٤، باب الالف، معرفة الصحابة لابی نعيم، رقم الحديث ٤٩٤٨، تهذيب الآثار مسند ابنِ عباس للطبری، رقم الحديث ٧٦٩) [2]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حسن، وهذا إسناد ضعيف لضعف إسماعيل بن مسلم –وهو المكی– وقد توبع. وأخرجه الطبرانی فی "الأوسط (6056) "، والعقيلی فی "الضعفاء 1/ 92 "من طريق إسماعيل بن مسلم، به.
وأخرجه عبد بن حميد (1085)، والترمذی فی "الشمائل (50) "، وأبو يعلى (2058) من طريق محمد بن إسحاق، عن محمد بن المنكدر، به. ومحمد بن إسحاق صدوق حسن الحديث إلا أنه مدلس ولم يصرح هنا بالسماع. ويشهد له ما قبله وما بعده (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال المنذری: رواه الطبرانی بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج٣ ص ٨٩، الترغيب فی الكحل بالإثمد للرجال والنساء)
وقال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط، وفيه عون بن محمد بن الحنفية، ذكره ابن أبی حاتم، وروى عنه جماعة، ولم يجرحه أحد، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج٥ ص ٩٦، تحت رقم الحديث ٨٣٥٣، باب ما جاء فی الإثمد والاكتحال)
وقال الطبرانی: لا يروى هذا الحديث عن علی إلا بهذا الإسناد، تفرد به: النفيلی.
وقال الالبانی: قلت: وهو ثقة من رجال البخاری، واسمه عبد الله بن محمد بن علی بن نفيل الحرانی (سلسلة الأحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ٦٦٥)

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اثمد سرمہ کا اہتمام کرو، کیونکہ وہ (پلکوں کے) بال اگاتا ہے، گندگی (یعنی آنکھوں کا میل کچیل) دور کرتا ہے، نظر کو صاف کرتا ہے (طبرانی)

پلکوں کے بال درحقیقت آنکھوں کی، گردوغبار وغیرہ سے حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

اور انسان دن بھر جاگنے کی حالت میں اپنی آنکھوں کو استعمال کرتا رہتا ہے، جن میں گردوغبار بھی داخل ہوتا رہتا ہے، اور اس سے بینائی اور آنکھیں متأثر ہوتی رہتی ہیں، سونے سے پہلے سُرمہ اور بطورِ خاص اثمد سُرمہ لگانے سے ان مُضر اثرات سے حفاظت ہو جاتی ہے، اور پلکوں کے بال بھی اُگتے ہیں، اور پلکوں کے بال جتنے اچھے اور گھنے ہوتے ہیں، اتنا ہی زیادہ وہ آنکھوں میں گردوغبار وغیرہ پہنچنے میں رُکاوٹ اور آنکھوں کی عمدہ طریقہ سے حفاظت کا ذریعہ بنتے ہیں، اور سرمہ کے ذریعہ سے آنکھوں کے مختلف جراثیم بھی مر جاتے ہیں۔ [1]

سر کی صفائی

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ چلتے پھرتے وقت، سر کا حصہ جسم کے حصوں میں سب سے اوپر ہوتا ہے، جس پر فضائی آلودگی کا زیادہ اثر ہوتا ہے، اور سر پر عموماً بال بھی ہوتے ہیں، جہاں میل کچیل جمع ہوتا ہے۔

اس لیے سر کو دھونا بھی "براجم" کو دھونے میں داخل ہے، جو فطرت کی چیزوں میں داخل ہے۔

---

[1] (يجلو البصر) : من الجلاء أى يحسن النظر، ويزيد نور العين، وينظف الباصرة لدفع المواد الردية النازلة إليها من الرأس .(وينبت) : من الإنبات (الشعر) : بفتحتين، ويجوز إسكان العين، لكن قال ميرك :الرواية بفتحها .قلت :ولعل وجهة مراعاة لفظ البصر، وهو من المحسنات اللفظية البديعية والمناسبات السجعية، ونظيره ورود المشاكلة فى لا ملجا ولا منجا، ورواية: أذهب الباس رب الناس بإبدال همزة البأس ونحوها، والمراد بالشعر هنا الهدب وهو بالفارسية مثره، وهو الذى ينبت على أشفار العين (مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٢٨٣٩، كتاب اللباس، باب الترجل)

www.idaraghufran.org

اسی لیے اسلام میں سر کی صفائی کی بھی خاص تعلیم دی گئی ہے، نہاتے وقت بھی سر کو اچھی طرح دھونے کا حکم دیا گیا ہے، اور بال ہونے کی صورت میں ان کی صفائی کی ہدایت دی گئی ہے، اور ہر وضو کے وقت سر کے مسح کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ:

ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ بِيَدَيْهِ، فَأَقْبَلَ بِهِمَا وَأَدْبَرَ، بَدَأَ بِمُقَدَّمِ رَأْسِهِ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا إِلٰى قَفَاهُ (صحيح البخارى،رقم الحديث ١٨٥، كتاب الوضوء، باب مسح الرأس كله)

ترجمہ: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کا اپنے دونوں ہاتھوں سے مسح کیا، اور دونوں ہاتھوں کو آگے اور پیچھے لے گئے، سر کے اگلے حصہ سے مسح شروع کیا، یہاں تک کہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی ''قفا'' (یعنی گردن کے پچھلے حصے) تک لے گئے (بخاری)

صحیح ابنِ خزیمہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مَسَحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ فِيْ وَضُوْئِهِ مِنْ نَاصِيَتِهٖ إِلٰى قَفَاهُ (صحيح ابن خزيمة،رقم الحديث ١٥٧، كتاب الوضوء، باب مسح جميع الرأس فى الوضوء) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو میں اپنے سر کا مسح کیا، اپنی پیشانی سے اپنی ''قفا'' (یعنی گردن کے پچھلے حصے) تک (ابنِ خزیمہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَقٌّ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ

---

[1] قال الأعظمى :إسناده صحيح(تعليق ابنِ خزيمة)

يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَغْسِلُ رَأْسَهُ وَجَسَدَهُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٨٤٩ "٩" كتاب الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے لئے ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، اُس میں (اہتمام کے ساتھ) اپنے سر اور پورے جسم کو دھوئے (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مُعْتَكِفًا وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ، قَالَتْ فَغَسَلْتُ رَأْسَهُ، وَإِنَّ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ لَعَتَبَةُ الْبَابِ (مسند أحمد، رقم الحديث ٢٥٩٨٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے، اور گھر میں صرف انسانی حاجت کے لئے ہی داخل ہوتے تھے، اور میں آپ کا سر دھودیا کرتی تھی، اور میرے اور آپ کے درمیان دروازے کی چوکھٹ ہوتی تھی (مسند احمد)

ملاحظہ فرمائیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پانی اور اس کے استعمال کی سہولیات زیادہ نہیں تھیں، لیکن اس کے باوجود صفائی کا کس قدر اہتمام تھا کہ اعتکاف کے دوران بھی سر دھونے کی سنت پر عمل کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ

(سنن أبي داؤد، رقم الحديث ٤١٦٣، كتاب الترجل، باب في إصلاح الشعر) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بال ہوں، تو اسے چاہئے کہ ان کا اکرام کرے (سنن ابی داؤد)

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعیب الارنؤوط: اسناده حسن (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

اس طرح کی اور بھی روایات مروی ہیں۔ [1]

اکرام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں تیل لگائے، تاکہ ان میں جوئیں نہ پڑیں، سر کو دھوئے، کنگھی کرے، چنانچہ سر میں کنگھی کرنے اور تیل لگانے کا بھی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ فِيْ رَأْسِهِ شَعَرَاتٌ إِذَا دَهَنَ رَأْسَهُ لَمْ تَتَبَيَّنَّ، وَإِذَا لَمْ يَدْهُنْهُ تَبَيَّنَّ

(مسند احمد، رقم الحديث ٢٠٨٠٧) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں چند بال سفید تھے، جب تیل لگاتے تھے،

---

[1] قال الالبانی:

"أكرموا الشعر ."

أخرجه ابن عدى فى "الكامل "(ق 114 - 113)وأبو نعيم فى "أخبار أصبهان " (2/ 214) والديلمى (1/ 1/ 34) من طريق خالد بن إلياس عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة أن النبى صلى الله عليه وسلم قال :فذكره.

وقال ابن عدى " :وهذا يرويه عن هشام بن عروة خالد بن إلياس ."

يعنى أنه تفرد به، وهو ضعيف جدا، ومن طريقه أخرجه البزار كما فى "المجمع " للهيثمى وقال (5/164) " : وهو متروك ".

وقال الحافظ فى "مختصر الديلمى " :"ضعيف ".

قلت :لكنه لم يتفرد به، فقد تابعه إسماعيل بن عياش، لكنه خالفه فى إسناده فقال :عن هشام بن عروة عن محمد بن المنكدر عن جابر قال " :كانت لأبى قتادة جمة، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم :أكرمها .فكان يرجلها غبا ."

أخرجه البيهقى فى "الشعب "(2/ 2/ 265) وابن عساكر فى "تاريخ دمشق " (8/ 509 /1) وكذا الطبرانى فى "الأوسط "كما فى "المجمع "وقال: "رواه من رواية إسماعيل بن عياش عن الحجازيين وهى ضعيفة، وبقية رجاله ثقات ."لكن الحديث له شواهد كثيرة تدل على صحته، وقد مضى ذكرها تحت الحديث (500- من كان له شعر فليكرمه) . ومما يشهد له ما أخرجه البيهقى أيضا من طريق أحمد بن منصور حدثنا عبد الرزاق حدثنا معمر عن سعيد بن عبد الرحمن الجرشى عن أشياخهم أن النبى صلى الله عليه وسلم قال لأبى قتادة " :إن اتخذت (شعرا) فأكرمه ."

قال :فكان أبو قتادة -حسبت -يرجله كل يوم مرتين .والجرشى هذا لم أعرفه وكذا الأشياخ !ثم رواه من طريقين عن محمد بن المنكدر به مرسلا وقال : "وهو أصح، ووصله ضعيف (سلسلة الأحاديث الصحيحة ، تحت رقم الحديث ٦٦٢)

[2] قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تو وہ نظر نہیں آتے تھے، اور جب تیل نہیں لگاتے تھے، تو وہ نظر آتے تھے (مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، سر میں تیل بھی لگایا کرتے تھے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهٖ وَيَسْرَحُ لِحْيَتَهٗ بِالْمَاءِ (معجم ابن الاعرابی، ج ۱ ص ۳۲۳، رقم الحديث ۶۱۶، باب الباء، شعب الايمان للبيهقی، رقم الحديث ۶۰۴۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، اور ڈاڑھی مبارک کو پانی سے صاف فرمایا کرتے تھے (معجم ابن الاعرابی)

اور حضرت مجاہد سے مرسلاً روایت ہے کہ:

رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ فَقَالَ: لِمَ يُشَوِّهُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهٗ ؟قَالَ:وَرَأٰى رَجُلًا ثَائِرَالرَّأْسِ،يَعْنِيْ شَعْثًا .فَقَالَ:مَهْ، أَحْسِنْ إِلٰى شَعْرِكَ أَوْ احْلِقْهُ (المراسيل لأبی داود، رقم الحديث ۴۴۸، باب فی الترجل)

---

[1] قال الالبانی:

كان يكثر دهن رأسه ويسرح لحيته بالماء ."رواه ابن الأعرابی فی "المعجم ۱/۵۹"أنبأنا محمد (يعنی ابن هارون)أنبأنا مسلم بن إبراهيم أنبأنا مبشر بن مكسر عن أبی حازم عن سهل بن سعد مرفوعا .

قلت :وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات غير محمد بن هارون وهو ابن عيسى أبو بكر الأزدی الرزاز، ترجمه الخطيب ۳/۳۵۴وقال " :روى عنه أبو العباس بن عقدة، و ... و ...أحاديث مستقيمة وقال الدارقطنی :ليس بالقوی ." ومبشر بن مكسر، قال ابن معين :صويلح .وقال ابن أبی حاتم عن أبيه :لا بأس به .وبقية رجاله رجال الشيخين. والحديث عزاه فی "الجامع الصغير "للبيهقی فی "شعب الإيمان "عن سهل بن سعد .وقال المناوی " :وكذا الترمذی فی الشمائل ." قلت :وهو وهم، فليس هو فی " الشمائل "من حديث سهل، وإنما من حديث أنس بن مالك كما خرجته على " المشكاة (۴۴۴۵) "وبينت هناك أن إسناده ضعيف فهو شاهد لا بأس به لهذا، والله أعلم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۷۲۰)

Idara Ghufran

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی ڈاڑھی والے کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے کو (غیر ضروری لمبی ڈاڑھی کر کے) بدشکل نہ بنائے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور آدمی کو دیکھا جس کے سر کے بال الجھے ہوئے پراگندہ تھے؛ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، اپنے بالوں کو خوبصورت ومزین کر کے رکھو، یا ان کو منڈوادو (مراسیل ابی داؤد)

اس حدیث کے راوی معتبر ہیں، البتہ یہ روایت مرسل ہے، لیکن اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے۔

بعض روایات میں بالوں میں تیل لگانے اور کنگھا کرنے کو بھی بالوں کے اکرام میں شمار کیا گیا ہے۔ [1]

جبکہ ڈاڑھی اور سر کے بال دھونے کا ذکر، دوسری احادیث میں مذکور ہے۔

کنگھی کرنے سے، سر کا میل کچیل نکل جاتا ہے، اور تیل لگانے سے مختلف قسم کے جراثیم مر جاتے ہیں۔

نیز سر کو ٹوپی، عمامہ وغیرہ سے ڈھانکنا بھی سنت ومستحب ہے، اس کی وجہ سے بھی سر مختلف قسم کے گرد وغبار اور میل کچیل سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

غرضیکہ اسلام میں سر اور بالوں کی صفائی کو بھی خاص تعلیم دی گئی ہے۔

جسم، لباس، اور مختلف اشیاء کی صفائی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] حدثنا أحمد بن إسحاق، وعبد الله، وعبد الرحمن ابنا محمد بن جعفر قالوا: ثنا إسحاق بن إسماعيل الرملي، ثنا محمد بن رمح، ثنا الليث بن سعيد، عن نافع، عن ابن عمر، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: من ربى منكم شعرا فليكرمه ، قيل: يا رسول الله، وما كرامته؟ قال: يدهنه، ويمشطه كل يوم(تاريخِ اصبهان، ج ۱ ص ۲۶۲، تحت ترجمة "إسحاق بن إسماعيل بن عبد الله بن زكرياء المذحجي الرملي أبو يعقوب" رقم الترجمة ۴۳۰)

أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرًا فِيْ مَنْزِلِنَا، فَرَأٰى رَجُلًا شَعِثًا، فَقَالَ: أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَا يُسَكِّنُ بِهٖ شَعْرَهٗ وَرَأٰى رَجُلًا عَلَيْهِ ثِيَابٌ وَسِخَةٌ، فَقَالَ: أَمَا كَانَ هٰذَا يَجِدُ مَا يَغْسِلُ بِهٖ ثَوْبَهٗ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ۵۴۸۳، كتاب الزينة والتطييب) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں زیارت کے لیے تشریف لائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو پراگندہ بالوں میں دیکھا؛ تو آپ نے فرمایا کہ کیا اس کے پاس اپنے بالوں کو درست کرنے کی کوئی چیز نہیں ہے؟ اور ایک اور آدمی کو دیکھا؛ جس کے کپڑے میل کچیل والے تھے، تو آپ نے فرمایا کہ کیا اس آدمی کے پاس اپنے کپڑے دھونے کی کوئی چیز (پانی، صابن وغیرہ) نہیں ہے؟ (ابنِ حبان)

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں گندے اور میلے کچیلے رہنے کو پسند نہیں کیا گیا۔

حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا قَشِفُ الْهَيْئَةِ، فَقَالَ: هَلْ لَّكَ مِنْ مَالٍ؟ فَقُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَيِّ مَالٍ؟ قُلْتُ: مِنْ كُلٍّ قَدْ آتَانِيَ اللّٰهُ مِنَ الْإِبِلِ وَالرَّقِيْقِ وَالْغَنَمِ، قَالَ: إِذَا آتَاكَ اللّٰهُ مَالًا، فَلْيُرَ عَلَيْكَ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ رَجُلًا نَزَلْتُ بِهٖ، فَلَمْ يُكْرِمْنِيْ، وَلَمْ يَقْرِنِيْ، فَنَزَلَ بِيْ أَجْزِيْهِ بِمَا صَنَعَ؟ قَالَ: لَا بَلْ أَقْرِهٖ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۵۴۱۶، كتاب اللباس وآدابه) [2]

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور میں گندی اور میلی کچیلی

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط البخاري، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الرحمن بن إبراهيم فمن رجال البخاري (حاشية ابنِ حبان)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

حالت میں تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے پاس مال ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس قسم کا مال ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ نے مجھے ہر قسم کا مال عطاء فرمایا ہے، اونٹ بھی اور غلام بھی اور بکریاں بھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ کو اللہ نے مال عطاء فرمایا ہے، تو وہ آپ پر نظر بھی آنا چاہیے۔

میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کی اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے کہ میں اس کے پاس بطور مہمان جاؤں، لیکن وہ میرا اکرام نہ کرے، اور میری مہمان نوازی نہ کرے، پھر وہ میرے پاس مہمان بن کر آجائے، تو کیا میں اسی والے طرزِ عمل کو اختیار کروں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ آپ اس کی مہمان نوازی کریں (صحیح ابنِ حبان)

اور حضرت مالک بن نضلہ جشمی رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

رَأٰی رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیَّ أَطْمَارًا، فَقَالَ: ہَلْ لَّکَ مِنْ مَالٍ؟ قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: مِنْ أَیِّ الْمَالِ؟ قُلْتُ: مِنْ کُلٍّ قَدْ آتَانِیَ اللہُ، قَالَ: فَلْتُرَ نِعْمَۃُ اللہِ وَکَرَامَتُہٗ عَلَیْکَ (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ۶۰۷، ج۹ ص ۲۷۶، شرح مشکل الآثار للطحاوی، رقم الحدیث ۳۰۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پراگندہ حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ کیا آپ کے پاس مال ہے؟ میں نے کہا کہ جی ہاں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس قسم کا مال ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ نے مجھے ہر قسم کا مال عطاء فرمایا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی نعمت اور انعام آپ کے اوپر نظر آنا چاہیے (طبرانی، طحاوی)

اور سنن نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَآنِي سَيِّءَ الْهَيْئَةِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هَلْ لَّکَ مِنْ شَيْءٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، مِنْ كُلِّ الْمَالِ قَدْ آتَانِي اللّٰهُ، فَقَالَ: إِذَا كَانَ لَکَ مَالٌ فَلْيُرَ عَلَيْکَ (سنن النسائی، رقم الحديث ۵۲۹۴، كتاب الزينة من السنن، باب ذكر النهی عن لبس السيراء)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، آپ نے مجھے بری ھیئت میں دیکھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کوئی چیز ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ اللہ نے مجھے ہر طرح کے مال سے نوازا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ کے پاس مال ہے، تو وہ آپ کے اوپر نظر بھی آنا چاہیے (سنن النسائی)

اس حدیث کو امام نسائی نے تھوڑے مختلف الفاظ کے ساتھ بھی روایت کیا ہے۔ [1]

نیز اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے، جس میں پرانے کپڑے پہننے کا ذکر ہے۔ [2]

مذکورہ احادیث سے عام حالات میں بھی صاف ستھرا رہنے کی اہمیت وتاکید اور گندا و میلا کچیلا

---

[1] عن أبي إسحق، عن أبي الأحوص، عن أبيه، أنه أتى النبي صلى الله عليه وسلم في ثوب دون، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: ألک مال؟ قال: نعم، من كل المال، قال: من أی المال؟ قال: قد آتانی الله من الإبل، والغنم، والخيل، والرقيق، قال: فإذا آتاک الله مالا، فلير عليک أثر نعمة الله وكرامته (سنن النسائی، رقم الحديث ۵۲۲۴)

[2] عن أبي إسحاق، عن أبي الأحوص، عن أبيه قال: قلت: يا رسول الله الرجل أمر به فلا يقريني ولا يضيفنی، فيمر بی أفأجزيه؟ قال: لا .أقره .قال: ورآنی رث الثياب، فقال: هل لک من مال؟ قلت: من كل المال قد أعطانی الله من الإبل والغنم .قال: فلير عليک (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۰۰۶)

قال الترمذی: وفی الباب عن عائشة، وجابر، وأبی هريرة. وهذا حديث حسن صحيح. وأبو الأحوص اسمه: عوف بن مالک بن نضلة الجشمی. ومعنى قوله: أقره: أضفه، والقرى: هو الضيافة.

رہنے کی برائی معلوم ہوتی ہے۔

اور بعض احادیث سے رات کو سونے کے وقت بھی جسم کو پاک صاف رکھنے کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: طَهِّرُوْا هٰذِهِ الْأَجْسَادَ طَهَّرَكُمُ اللّٰهُ، فَإِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ يَبِيْتُ طَاهِرًا إِلَّا بَاتَ مَعَهُ فِيْ شِعَارِهٖ مَلَكٌ، لَا يَنْقَلِبُ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ إِلَّا قَالَ: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِكَ فَإِنَّهُ بَاتَ طَاهِرًا (المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۵۰۸۷، باب المیم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان جسموں کو پاک کرو، اللہ تمہیں پاک فرمائے گا، اس لئے کہ جو مسلمان بھی پاکی کی حالت میں رات گزارتا ہے، تو اس کے ساتھ کپڑوں میں ایک فرشتہ رات گزارتا ہے، اور جب بھی وہ بندہ رات کے کسی حصہ میں (کروٹ اور رُخ) بدلتا ہے، تو وہ فرشتہ اُس کے لئے یہ دعاء کرتا ہے کہ اے اللہ! اپنے اس بندہ کی مغفرت فرما دیجئے، کیونکہ اس نے پاکی کی حالت میں رات گزاری (طبرانی)

اس کے علاوہ ہفتہ میں ایک مرتبہ، جمعہ کے دن بطورِ خاص جسم کو صاف ستھرا کرنے اور اچھا لباس پہننے اور خوشبو وغیرہ لگانے کی اہمیت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِنَّ الْغُسْلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ، وَالسِّوَاكَ وَأَنْ يَمَسَّ مِنَ الطِّيْبِ مَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ (مسند أحمد، رقم الحدیث ۱۱۶۵۸) [2]

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۷۰۷۴، باب فيمن يبيت على طهارة)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل اور مسواک ہے، اور یہ بھی کہ وہ بقدرِ استطاعت خوشبو لگائے (مسند احمد)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ مُحْتَلِمٍ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَيَلْبَسُ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهٖ وَاِنْ كَانَ لَهٗ طِيْبٌ مَسَّ مِنْهُ (مسند احمد، رقم الحديث ١١٦٢٥) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ہر بالغ پر غسل ہے، اور یہ کہ وہ اچھے کپڑے پہنے اور اگر خوشبو میسر ہو، تو اس کو استعمال کرے (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ كَاغْتِسَالِهٖ مِنَ الْجَنَابَةِ يَغْسِلُ جَسَدَهٗ وَ رَأْسَهٗ، يَجْعَلُ ذٰلِكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (مسند ابی داؤد الطيالسی، ج۴ص۲۹۷، رقم الحديث ٢٦٩٣)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ ہر سات دن میں (ایک مرتبہ) غسل کرے، جس طرح (اہتمام کے ساتھ) جنابت (وناپاکی) کا غسل کیا جاتا ہے، اُس میں اپنے پورے جسم اور سر کو دھوئے، یہ غسل جمعہ کے دن کرے (ابوداؤد طیالسی)

مطلب یہ ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا مسلمان پر حق ہے، اور جسم اور سر کو دھونے کا ذکر اس لئے کیا گیا، تاکہ وہ صرف پانی بہانے پر اکتفاء نہ کرے، بلکہ جسم کے میل کچیل کو بھی دور کرے اور بطورِ خاص سر کو اچھی طرح سے دھوئے۔

---

[1] قال شعيب الارنأوط: حديث حسن (حاشية مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَاسْتَنَّ، وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ إِنْ كَانَ عِنْدَهُ، وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ، ثُمَّ جَاءَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَلَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ، ثُمَّ رَكَعَ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَّرْكَعَ، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُهُ حَتّٰى يُصَلِّيَ، كَانَتْ كَفَّارَةً مَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الَّتِيْ كَانَتْ قَبْلَهَا (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٢٧٧٨، كتاب الصلاة، باب صلاة الجمعة) ؎١

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اور مسواک کی، اور اگر اس کے پاس خوشبو ہو، تو اس کو لگایا، اور اچھا لباس پہنا، پھر مسجد کی طرف آیا، اور لوگوں کی گردنوں کو نہیں پھلاندا، پھر اس نے جتنی نماز اللہ کو منظور ہوئی پڑھی، پھر امام (وخطیب) کے برآمد ہونے کے بعد خاموش رہا، یہاں تک کہ نماز پڑھ لی، تو اس کے اس جمعہ سے گزشتہ جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا (ابنِ حبان)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَأَحْسَنَ غُسْلَهُ وَتَطَهَّرَ فَأَحْسَنَ طُهُوْرَهُ وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ وَمَسَّ مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ مِنْ طِيْبِ أَهْلِهِ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ وَلَمْ يَلْغُ وَلَمْ يُفَرِّقْ بَيْنَ اثْنَيْنِ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ١٠٩٧، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها، باب ما جاء في الزينة يوم الجمعة) ؎٢

؎١ قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوي (حاشية ابن حبان)

؎٢ قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو انسان جمعہ کے دن غسل کرے، اور اچھے طریقہ سے غسل کرے، اور خوب اچھے طریقہ سے پاکی حاصل کرے، اور اپنے پاس موجود کپڑوں میں سے اچھا لباس پہنے، اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر فرمایا؛ اپنے گھر کی خوشبو استعمال کرے، اور پھر جمعہ کے لیے آئے، اور کوئی لغو کام نہ کرے، اور دو آدمیوں کے درمیان میں نہ گھسے، تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے (صغیرہ) گناہ معاف کردیے جاتے ہیں (سنن ابنِ ماجہ)

یہ بھی ملحوظ رہے کہ احادیث میں غسل کرنے کے بعد، جسم کو تولیہ، کپڑے وغیرہ سے خشک کرنے کا ذکر نہیں، اگرچہ اس میں گناہ بھی نہیں، لیکن چونکہ غسل کے بعد جسم صاف ستھرا ہوجاتا ہے، اور جب اس کو کسی ایسے کپڑے سے خشک کیا جاتا ہے، جو خود صاف نہیں ہوتا، تو اس کپڑے کا میل کچیل، جسم پر دوبارہ لگ جاتا ہے، جیسا کہ آج کل ہمارے یہاں تولیہ کا استعمال اسی انداز میں ہوتا ہے کہ ایک تولیہ سے کئی کئی افراد اپنا جسم، چہرہ اور ہاتھ، پاؤں خشک اور صاف کرتے ہیں، یا ایک ہی شخص کئی کئی مرتبہ تولیہ استعمال کرتا ہے، اور اس طرح اس تولیہ، کپڑے وغیرہ پر کئی لوگوں، یا کئی مرتبہ کا مختلف میل وکچیل موجود ہوتا ہے، جو کہ وہ کپڑا استعمال کرنے والوں کے جسم پر لگتا رہتا ہے، بظاہر ایک انسان، جسم کو دھو کر، یا غسل کرکے، یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے اعضاء، یا جسم کا میل کچیل دور ہوگیا، لیکن اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس طرح کے تولیہ سے بھیگے ہوئے اعضاء، یا جسم کو خشک کرنے سے اس کے جسم پر دوسری شکل میں میل وکچیل لگ گیا ہے۔

اس لیے اس طرزِ عمل سے اجتناب کرنا چاہیے، یا تو اعضاء وجسم کو خشک اور صاف کرنے والا کپڑا، خود صاف ستھرا ہونا چاہیے، یا پھر بغیر کپڑا استعمال کیے ہوئے، قدرتی طور پر جسم کو خشک ہونے دینا چاہیے۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، غسل کے دوران اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو بالوں کے درمیان

داخل کر کے ان کو دھونا ثابت ہے۔ [1]

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسلام میں ایک غسل، جنابت لاحق ہونے کے بعد مقرر کیا گیا ہے، جب زوجین حقِ زوجیت سے فارغ ہوں، یا کسی دوسرے طریقہ سے منی کا اخراج ہوگیا ہو، یا عورت حیض ونفاس سے فارغ ہوچکی ہو۔

کیونکہ ان تمام حالتوں کے بعد جسم پر مخصوص قسم کے مضر اثرات پیدا ہوجاتے ہیں، خواہ وہ ہمیں آنکھوں سے نظر نہ آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كُنتُ أُطَيِّبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَطْيَبِ مَا يَجِدُ حَتَّى أَجِدَ وَبِيصَ الطِّيبِ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۵۹۲۳، كتاب اللباس، باب الطيب فى الرأس واللحية)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس موجود خوشبوؤں میں سے بہترین خوشبو لگایا کرتی تھی، یہاں تک کہ میں خوشبو کے اثر کو آپ کے سر اور ڈاڑھی میں پاتی تھی (بخاری)

بالوں میں میل وکچیل اور گندے جراثیم زیادہ جمع ہوتے ہیں، خاص طور پر ڈاڑھی اور سر کے بالوں میں، اور خوشبو، گندے جراثیم کو مارتی ہے، کیونکہ گندے جراثیم، میل وکچیل اور بدبو سے پیدا ہوتے ہیں، اس لیے ان حصوں کے بالوں میں خوشبو لگانا نظافت اور صفائی کا حصہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۵۸۲، كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب مالايرد من الهدية)

---

[1] عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا اغتسل من الجنابة غسل يديه وتوضأ وضوئه للصلاة، ثم اغتسل، ثم يخلل بيده شعره، حتى إذا ظن أنه قد أروى بشرته أفاض عليه الماء ثلاث مرات، ثم غسل سائر جسده (صحيح البخارى، رقم الحديث ۲۷۲)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے (بخاری)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم، خود بھی خوشبو لگانے کا اہتمام فرماتے تھے، اور اگر کوئی خوشبو پیش کرتا، یا آپ کو لگانا چاہتا، تو اس کی تردید نہیں فرماتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۴۱۶۲، کتاب الترجل، باب ما جاء فی استحباب الطیب) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ڈبیا تھی، جس سے آپ خوشبو لگایا کرتے تھے (سنن ابی داؤد)

آج کل مختلف کیمیکلوں پر مشتمل، کئی طرح کے جراثیم کش اسپرے اور لوشن وغیرہ استعمال ہوتے ہیں، جن کے مُضِر اثرات (Side Effects) بھی ہوتے ہیں، لیکن عطر اور خوشبو، بطورِ خاص جو کہ کیمیکل سے پاک ہو، اور قدرتی اجزاء سے تیار کردہ ہو، وہ مضر اجزاء سے محفوظ ہوتے ہیں، اور وہ عمدہ و عالیشان سینٹا ئزر (Sanitizer) شمار ہوتے ہیں، لیکن چونکہ ذرائع ابلاغ اور میڈیا پر کاروباری نقطۂ نظر سے دوسری چیزوں کی تشہیر زیادہ کر دی جاتی ہے، اس لیے لوگ ان چیزوں سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، اور شریعتِ مطہرہ کی تعلیم کردہ ہدایات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

یہ بات بھی ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں وہ مواقع جن میں لوگوں کا اجتماع واختلاط عبادت ہے، بطورِ خاص جن اجتماعات کی شریعت میں فضیلت وتاکید ہے، ان میں شامل ہونے والوں کے لیے صفائی وستھرائی کی تعلیم دی گئی ہے، اور جو اجتماعات غیر معمولی افراد پر مشتمل ہوتے ہیں، ان میں اس کی بطورِ خاص تاکید بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ مساجد میں داخل ہونے والوں کے لیے قرآن مجید میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ:

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: اسنادہ صحیح (حاشیۃ سنن ابی داؤد)

يَا بَنِيٓ آدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (سورة الاعراف، رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: اے بنی آدم! اختیار کرو، تم اپنی زینت کو، ہر مسجد کے وقت (سورہ اعراف)

ہر نماز کے لیے وضو، اور جسم ولباس کے پاک ہونے کو لازم کر دیا گیا ہے، اور نماز کی جگہ کے بھی پاک ہونے کو ضروری قرار دے دیا گیا ہے، اور گھر سے وضو کر کے مسجد میں داخل ہونے کی اضافی فضیلت بیان کر دی گئی ہے۔

جب ہر شخص وضو کے ذریعے سے صاف ستھرا ہو کر، اور پاک صاف لباس پہن کر مسجد میں آتا ہے، تو یہ اجتماع میں صاف ستھرا ہو کر، شریک ہونے کی دلیل ہے۔

اور جمعہ وعیدین کے اجتماعات، زیادہ افراد پر مشتمل ہوتے ہیں، اس لیے ان میں شامل ہونے والوں کے لیے جسم اور لباس کے صاف ستھرا ہونے کی خاص تاکید واہمیت بیان کی گئی ہے، یہاں تک کہ فاضل اور اضافی بال دور کرنے، اور غسل کرنے اور خوشبو لگانے کو مقرر کر دیا گیا ہے۔

اسی طرح حج وعمرہ کا موقع بھی بڑے اجتماعات پر مشتمل ہوتا ہے، اس لیے احرام شروع کرنے سے پہلے نہانے، دھونے اور خوشبو وغیرہ لگانے، اور اضافی بال دور کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے، اور سلے ہوئے کپڑوں کے بجائے بغیر سلے کپڑے پہننے کی تعلیم دی گئی ہے، جن میں میل کچیل اور مختلف جراثیموں سے کافی حد تک حفاظت رہتی ہے۔

ان چیزوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعتِ مطہرہ نے عام حالات میں بھی جسم اور لباس وغیرہ کے صاف ستھرا رکھنے کی تعلیم دی ہے، اور بطورِ خاص اجتماع واختلاط کے موقع پر اس کو زیادہ اہمیت دی ہے، جس میں اگرچہ عبادت کا پہلو غالب ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کو مختلف قسم کے مضر جراثیم سے محفوظ رکھنا بھی ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ [1]

---

[1] ففي هذا الحديث استحباب الطيب للرجال كما هو مستحب للنساء لكن يستحب للرجال من الطيب ما ظهر ريحه وخفي لونه وأما المرأة فإذا أرادت الخروج إلى المسجد أو غيره كره لها كل طيب له ريح ويتأكد استحبابه للرجال يوم الجمعة والعيد عند حضور مجامع المسلمين ومجالس الذكر والعلم وعند إرادته معاشرة زوجته ونحو ذلك والله أعلم (شرح النووي على مسلم، ج۱۵، ص۱۰، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسك وأنه أطيب الطيب)

انسان جب سانس لیتا ہے، تو باہر کی طرف سانس لینے کی صورت میں اس کے اندر کی مضر ہوا باہر خارج ہوتی ہے۔

اور شریعتِ مطہرہ نے یہ تعلیم دی ہے کہ کھانے پینے کی چیز میں پھونک نہ ماری جائے، بلکہ پانی پیتے وقت، پانی میں سانس بھی نہ لیا جائے، بلکہ پانی کو الگ کر کے سانس لیا جائے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَرِبَ أَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْإِنَاءِ، وَإِذَا أَتَی الْخَلَاءَ فَلَا یَمَسَّ ذَکَرَہُ بِیَمِیْنِہِ، وَلَا یَتَمَسَّحْ بِیَمِیْنِہِ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۵۳، کتاب الوضوء، باب النہی عن الاستنجاء بالیمین)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کسی چیز کو پیے ،تو وہ برتن میں سانس نہ لے، اور جب بیت الخلاء میں جائے، تو اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو نہ چھوئے، اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی أَنْ یُتَنَفَّسَ فِی الْإِنَاءِ أَوْ یُنْفَخَ فِیْہِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۱۸۸۸، ابواب الاشربۃ، باب ما جاء فی کراھیۃ النفخ فی الشراب)[1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے، یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا (سنن الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا شَرِبَ أَحَدُکُمْ فَلَا

---

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث حسن صحیح.

يَتَنَفَّسْ فِي الْإِنَاءِ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَعُوْدَ فَلْيُنَحِّ الْإِنَاءَ، ثُمَّ لِيَعُدْ إِنْ كَانَ يُرِيْدُ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۴۲۷، ابواب الاشربة، باب التنفس فی الاناء) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی چیز پیئے، تو وہ برتن میں سانس نہ لے، پھر جب وہ دوسرے سانس میں پینا چاہے، تو برتن کو الگ کردے، پھر اگر پانی پینا چاہتا ہے، تو دوبارہ پیئے (سنن ابنِ ماجہ)

مروان سے روایت ہے کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ:

هَلْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّتَنَفَّسَ وَهُوَ يَشْرَبُ فِيْ إِنَائِهِ؟ فَقَالَ أَبُو سَعِيْدٍ: نَعَمْ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، فَإِنِّيْ لَا أُرْوَى مِنْ نَفَسٍ وَاحِدٍ؟ قَالَ: فَإِذَا تَنَفَّسْتَ، فَنَحِّ الْإِنَاءَ عَنْ وَجْهِكَ، قَالَ: فَإِنِّيْ أَرَى الْقَذَى فَأَنْفُخُهَا؟ قَالَ: فَإِذَا رَأَيْتَهَا فَأَهْرِقْهَا، وَلَا تَنْفُخْهَا (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۱۶۵۴) [2]

ترجمہ: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیتے وقت برتن میں سانس لینے سے منع فرمایا ہے؟ تو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جی ہاں! اس پر ایک آدمی نے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول! میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سانس لو، تو برتن کو اپنے چہرے سے الگ کرلو، اس آدمی نے کہا کہ میں پانی میں کوئی گندگی دیکھوں، تو اس کو پھونک مار سکتا ہوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آپ اس میں کوئی گندی چیز دیکھیں، تو اس پانی کو پھینک دیں، لیکن اس میں پھونک نہ ماریں (مسند احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ، وَأَنْ يُّنْفَخَ فِي الشَّرَابِ (سنن ابی داوٗد، رقم الحديث ٣٧٢٢، كتاب الاشربة، باب الشرب من ثلمة القدح والنفخ فی الشراب، مسند احمد، رقم الحديث ١١٧٦٠) ؎١

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن کی ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے سے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا(ابوداؤد)

ٹوٹی ہوئی جگہ میں میل کچیل جمع رہتا ہے، اور بعض اوقات پینے والے کے لئے ٹوٹی ہوئی جگہ تکلیف وایذاء کا باعث بن جاتی ہے، اور ٹوٹی ہوئی جگہ سے پانی یا مشروب کے نیچے، یا پینے والے کے اوپر گرنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے، اس لئے ٹوٹی ہوئی جگہ سے پینے سے منع فرمایا، جیسا کہ پہلے کھانے کے آداب میں گزرا۔ ؎٢

اور کھانا پینا، غیر معمولی گرم ہونے کی صورت میں، جبکہ اس میں سے بھاپ اُٹھ رہی ہو، صحت کے لئے مضر ہے، اس کو بھی پھونک مار کر ٹھنڈا کرنے کے بجائے ویسے ہی رکھ کر ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُّؤْكَلَ الطَّعَامُ حَتّٰى يَذْهَبَ فَوْرَةُ دُخَانِهٖ (المعجم الكبير للطبرانی، ج٢٤ص٦٦، رقم الحديث ١٧٢) ؎٣

؎١ قال شعيب الارنؤوط:صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن فی الشواهد .قرة بن عبد الرحمن حديثه حسن فی الشواهد، وقد روى له مسلم مقرونا(حاشية سنن ابی داوٗد)

وقال ايضاً:حديث حسن رجاله ثقات(حاشية مسند احمد)

؎٢ (نهى عن الشرب) ألحق به الأكل (من ثلمة القدح) بضم المثلثة محل الكسر منه لأن الوسخ والقذى والزهومة يجتمع فی الثلمة ولا يصل إليه الغسل ومن ثم جاء فی رواية أنه مقعد الشيطان وأنه لا يتماسک عليه الفم فربما انصب على الشارب (وأن ينفخ فی الشراب) أی المشروب بنحو تنفسه فيه ثم يفصل القدح عن فيه ثم يتنفس فقد يسقط من ريقه فيه ما يقذره والنفخ فی الطعام كهو فی الشراب والنفخ أشد كراهة من التنفس فيه (فيض القدير للمناوی، ج٦ص٣١٦، تحت رقم الحديث ٩٣٩٩)

؎٣ قال الهيثمی:رواه الطبرانی وفيه راو لم يسم، وبقية إسناده حسن(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٧٨٨٣،باب الطعام الحار)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانا اس وقت تک کھانے کو مکروہ قرار دیا کرتے تھے جب تک کہ اُس کے دھویں کی شدت ختم نہیں ہوجاتی تھی (طبرانی)

بعض اور احادیث میں بھی گرم کھانے کو ناپسند کیا گیا ہے۔ [1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جب ثرید والا گوشت پکاتیں تو اُس کو اتنی دیر کے لئے ڈھک کر رکھ دیا کرتی تھیں کہ اس کے دھویں کی شدت جاتی رہے، اور فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

یہ (یعنی کھانے کی گرمی کی شدت کا ختم ہوجانا) زیادہ برکت کا باعث ہے (مسند احمد، دارمی، ابنِ حبان، حاکم) [2]

---

[1] نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الكي، وكان يكره شرب الحميم، وكان إذا اكتحل اكتحل وترا، وإذا استجمر استجمر وترا (مسند احمد، رقم الحديث ١٧٤٢٦)

قال شعيب الارنؤوط:ديث حسن صحيح، وقد رواه عن ابن لهيعة أبو عبد الرحمن عبد الله بن يزيد المقرء كما سيأتي، وروايته عنه صالحة، وللحديث شواهد يتقوى بها (حاشية مسند احمد)

[2] عن عروة بن الزبير، عن أسماء ابنة أبي بكر الصديق، رضي الله عنها، أنها كانت إذا ثردت غطته شيئا حتى يذهب فورة دخانه وتقول: إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إنه أعظم للبركة(الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم، ج٥، ص٤٥٣، رقم الحديث ٣١٤٠،مسند الدارمي، رقم الحديث ٢٠٦٨، مسند احمد، رقم الحديث ٢٦٩٥٨؛ صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٥٢٠٧، شعب الايمان، رقم الحديث ٥٥١٣، مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧١٢٤)

قل شعيب الارنؤوط:حديث حسن (حاشية مسند احمد، حواله بالا)

وقال ايضاً:حديث حسن، رجاله ثقات رجال الصحيح غير قرة بن عبد الرحمن ,فهو من رواة أصحاب السنن (حاشية ابنِ حبان، حواله بالا)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم فى الشواهد ولم يخرجاه وله شاهد مفسر من حديث محمد بن عبيد الله العزرمي (حواله بالا)

وقال الذهبى: على شرط مسلم (حواله بالا)

وقال القارى:(وعن أسماء بنت أبي بكر رضى الله عنهما أنها كانت إذا أتيت بثريد) : أى مثلا (أمرت به فغطى، حتى تذهب فورة دخانه) : أى غليان بخاره، وكثرة حرارته .قال الطيبي: وحتى ليست بمعنى "كى"، بل لمطلق الغاية (وتقول: إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: هو) : أى الذهاب المذكور (أعظم للبركة) : أى لحصولها، وفى نسخة "أعظم البركة" بالإضافة .قال الطيبي: أى عظيم البركة .والأظهر أن الإضافة بمعنى "اللام "لتتوافق الروايتان (مرقاة المفاتيح، ج٧ص٢٧٣٠، كتاب الاطعمة، الفصل الثالث)

اس کے علاوہ احادیث میں اجتماعی طور پر کھانا کھاتے وقت یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے سامنے سے کھانا کھایا جائے۔ [1]

اس میں دوسری حکمتوں کے ساتھ ساتھ، اس بات کا بھی لحاظ ہے کہ ایک دوسرے کے مُضر اثرات سے محفوظ رہا جاسکے۔

اور کھانے پینے کے لیے دائیں ہاتھ کو استعمال کرنے، اور استنجاء کے لیے بائیں ہاتھ کو استعمال کرنے کے حکم میں بھی یہ تعلیم ہے، تاکہ دایاں ہاتھ، صاف ستھری چیزوں کے ساتھ مختص رہے، اور کوئی ایسا کام کرنا پڑ جائے، جس میں صفائی ستھرائی متاثر ہوتی ہے، اس کے لیے بائیں ہاتھ کو مخصوص رکھا جائے۔

اس میں بھی صفائی ستھرائی کے اصول کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

چنانچہ احادیث میں دائیں ہاتھ سے کھانے پینے کا حکم آیا ہے، اور بائیں ہاتھ سے کھانے کی ممانعت آئی ہے۔ [2]

---

[1] عن رجل من مزينة ، عن عمر بن أبى سلمة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " يا بنى، إذا أكلت فسم الله، وكل بيمينك، وكل مما يليك "قال: فما زالت إكلتى بعد(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٦٣٣١)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

وقال الالبانى:

يا غلام إذا أكلت فقل :بسم الله وكل بيمينك وكل مما يليك ."

أخرجه الطبرانى فى "المعجم الكبير" (3/ 2/ 2) : حدثنا عبيد بن غنام أنبأنا أبو بكر بن أبى شيبة الحديث وحدثنا أحمد بن عمرو الخلال المكى أنبأنا محمد بن أبى عمر العدنى قالا :أنبأنا سفيان عن الوليد بن كثير عن وهب بن كيسان عن عمرو بن أبى سلمة قال ":كنت غلاما فى حجر رسول الله صلى الله عليه وسلم، كانت يدى تطيش فى الصحفة،فقال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم " ...فذكره.

قلت :وهذا إسناد صحيح على شرط الشيخين، وقد أخرجاه من طرق عن وهب به بلفظ ... ":سم الله (سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ٣٤٤)

[2] عن أبى بكر بن عبيد الله بن عبد الله بن عمر، عن جده ابن عمر؛أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال (إذا أكل أحدكم فليأكل بيمينه .وإذا شرب فليشرب بيمينه . فإن الشيطان يأكل بشماله ويشرب بشماله(صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٠٢٠"١٠٥")

www.idaraghufran.org

اور انسان کے جس طرزِ عمل سے دوسرے کو ایذاء وتکلیف پہنچ سکتی ہے، بطورِ خاص ایک کے مضر جراثیم، دوسرے کی طرف منتقل ہوسکتے ہیں، ان سے بھی بچنے بچانے کا اہتمام کیا گیا ہے، اوران چیزوں کو عبادت کے زمرے میں شامل کردیا گیا ہے۔

چنانچہ چھینکنے والے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ چھینکتے وقت کوئی کپڑا، یا کم ازکم اپنے ہاتھ کو اپنے منہ پر رکھ لے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا عَطَسَ وَضَعَ يَدَهُ، أَوْ ثَوْبَهُ عَلٰى جَبْهَتِهِ، وَخَفَضَ أَوْ غَضَّ مِنْ صَوْتِهِ (مسند احمد، رقم الحديث ٩٦٦٢) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تھے، تو اپنے ہاتھ، یا کپڑے کو چہرے پر رکھ لیا کرتے تھے، اور اپنی آواز کو پست کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے (مسند احمد)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

نیز اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [4]

اور جمائی چونکہ سستی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اوراس میں شیطانی اور مضر اثرات ہوتے

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية مسنداحمد)

[2] عن أبى هريرة، أن النبى صلى الله عليه وسلم، كان إذا عطس غطى وجهه بيده أو بثوبه وغض بها صوته. هذا حديث حسن صحيح (سنن الترمذى، رقم الحديث ٢٧٤٥)

[3] عن أبى هريرة، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس وضع يده -أو ثوبه- على فيه، وخفض -أو غض- بها صوته. شك يحيى (سنن ابى داؤد، رقم الحديث ٥٠٢٩)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)

[4] عن ابن عمر قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عطس خمر وجهه، وخفض صوته. لم يرو هذا الحديث عن ابن جريج إلا مندل، تفرد به: إسماعيل بن عمرو "(المعجم الاوسط للطبرانى، رقم الحديث ٧٤٥٢)

www.idaraghufran.org

ہیں، جو اس وقت سانس کے ساتھ باہر آتے، یا اندر جاتے ہیں، اس موقع پر بھی جمائی کو روکنے یا منہ پر ہاتھ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَثَاءَ بَ أَحَدُکُمْ، فَلْیُمْسِکْ بِیَدِہٖ عَلٰی فِیْہِ، فَإِنَّ الشَّیْطَانَ یَدْخُلُ (مسلم، رقم الحديث ٢٩٩٥ ”٥٧“ كتاب الزهد والرقائق، باب تشميت العاطس، وكراهة التثاؤب)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے، تو وہ اپنے ہاتھ کو اپنے منہ پر رکھ لے، کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْعُطَاسَ، وَیَکْرَہُ التَّثَاؤُبَ، فَإِذَا تَثَائَبَ أَحَدُکُمْ فَلَا یَقُلْ آہْ آہْ، فَإِنَّ الشَّیْطَانَ یَضْحَکُ مِنْہُ وَیَلْعَبُ بِہٖ (مسند ابی یعلٰی، رقم الحديث ٦٦٢٧، مسند ابی هريرة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ چھینک کو پسند فرماتا ہے، اور جمائی کو ناپسند فرماتا ہے، پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے، تو وہ ”آہ، آہ“ نہ کہے، کیونکہ شیطان اس سے ہنستا ہے، اور اس سے کھیلتا ہے (مسند ابی یعلٰی)

آج جراثیم پھیلنے کے موقع پر ان چیزوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔

لیکن شریعتِ مطہرہ کی سینکڑوں سال پہلے پیش کردہ تعلیمات کو اہمیت نہیں دی جاتی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّ الْعَرَاجِیْنَ، یُمْسِکُھَا

---

[1] قال حسين سليم أسد الدارني: إسناده صحيح (حاشية مسند ابی یعلٰی)

www.idaraghufran.org

فِيْ يَدِهٖ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَرَأَى نُخَامَةً فِيْ قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَتَّهَا بِهٖ حَتّٰى أَنْقَاهَا(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١١٠٦٤) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کھجور کی شاخ کا گچھا اپنے ہاتھ میں رکھنے کو پسند فرماتے تھے، تو آپ مسجد میں داخل ہوئے، اور آپ نے مسجد کے قبلہ کی طرف بلغم دیکھا، تو آپ نے اس شاخ سے اس کو رگڑ کر صاف فرمادیا(مسنداحمد)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صفائی ستھرائی کا اتنا اہتمام تھا کہ اس کے لیے اپنے ہاتھ میں کھجور کی شاخ کا گچھا رکھا کرتے تھے، تاکہ گھر اور مسجد وغیرہ کے درو دیوار کو صاف کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو اس سے کام لیا جاسکے، اور ہر چیز کو ہاتھ لگانے کی ضرورت پیش نہ آئے، خود بھی صاف ستھرے رہنے کی صفت ملحوظ رہے، اور دوسروں کو بھی گندگی سے بچایا جائے، بطورِ خاص مسجد کو صاف ستھرا رکھنے کا اہتمام کیا جائے، جو کہ اللہ کا گھر ہے۔ ؎۲

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلنُّخَامَةُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيْئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ١٦٣٥، كتاب الصلاة، باب المساجد) ؎۳

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں بلغم ڈالنا گناہ ہے، اور اس کا کفارہ، اس کو دفن کردینا ہے(ابنِ حبان)

پہلے زمانے میں کچی مٹی کے فرش ہوا کرتے تھے، اور اس زمانے میں مٹی کے نیچے دفن کردینا،

؎۱ قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى من أجل ابن عجلان: وهو محمد، فقد روى له مسلم متابعة، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية مسند احمد)

؎۲ عن أبى سعيد الخُدرى: أن النبى – صلى الله عليه وسلم – كان يحب العراجين، ولا يزال فى يده منها(سنن ابى داؤد، رقم الحديث ٤٨٠)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى(حاشية سنن ابى داؤد)

؎۳ قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرطهما(حاشية صحيح ابنِ حبان)

بلغم وغیرہ جیسی موذی ومضر چیز سے حفاظت کا ذریعہ تھا۔

پختہ فرش پر دھو کر، یا صاف کر کے، جس طرح بھی اس کو زائل کر دیا جائے، وہ بھی اس میں داخل ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا الْأَذٰى يُمَاطُ عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِي أَعْمَالِهَا النُّخَاعَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۵۵۳ "۵۷" کتاب المساجد، باب النهی عن البصاق فی المسجد فی الصلاة وغیرها)

ترجمہ: میرے اوپر امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کئے گئے، پس میں نے امت کے اچھے اعمال میں یہ نیکی بھی شامل دیکھی کہ جو کوئی تکلیف دہ چیز راستے ہٹائی جائے، اور میں نے امت کے برے اعمال میں مسجد میں ناک کی ریزش دیکھی، جسے صاف نہ کیا گیا ہو (مسلم)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عُرِضَتْ عَلَيَّ أَعْمَالُ أُمَّتِي حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا فَوَجَدْتُ فِي مَحَاسِنِ أَعْمَالِهَا إِمَاطَةَ الْأَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَوَجَدْتُ فِي مَسَاوِىءِ أَعْمَالِهَا النُّخَامَةَ تَكُوْنُ فِي الْمَسْجِدِ لَا تُدْفَنُ (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۱۶۴۲، کتاب الصلاة، باب المساجد) [1]

ترجمہ: میرے اوپر، میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے، تو میں نے امت کے اچھے اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹانے کو بھی پایا، اور میں نے امت کے برے اعمال میں مسجد کے اندر، بلغم کو پایا، جسے دفن نہیں کیا جاتا (ابنِ حبان)

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية صحيح ابنِ حبان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْمَسْجِدَ فَبَزَقَ، أَوْ تَنَخَّمَ، أَوْ تَنَخَّعَ، فَلْيَحْفِرْ فِيهِ وَلْيُبْعِد، فَلْيَدْفِنْهُ، فَإِنْ لَّمْ يَفْعَلْ، فَفِيْ ثَوْبِهٖ ثُمَّ لِيَخْرُجْ بِهٖ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۸۲۹۷) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اس مسجد میں داخل ہو، پھر وہ تھوکے، یا منہ، یا ناک سے بلغم نکالے، تو وہ گڑھا کر کے زمین کے نیچے اسے دفن کر دے، اور اس کو دور کر دے، اگر وہ ایسا نہ کر سکے، تو اپنے کپڑے میں تھوک لے، پھر اسے مسجد سے باہر لے کر نکل جائے (مسند احمد)

بعض احادیث میں مسجد کے اندر، صفائی کے لیے زعفران، رکھنے کا ذکر آیا ہے۔ [2]

مگر افسوس کہ آج مسجد، یا اس کے احاطہ میں گندگی کا ڈھیر جمع رہتا ہے، ہر شخص کھا پی کر وہیں آ کر قضائے حاجت کرتا ہے، وہیں تھوکتا اور ناک صاف کرتا ہے۔

اور اللہ کے گھر میں میلا کچیلا آتا ہے، جس حالت میں کسی ولیمہ اور شادی بلکہ غمی میں شریک ہونے کے لیے تیار نہیں، ایک ہی صف پر روزانہ ہر طرح کے گندے پاؤں، گندے ہاتھ، گندا منہ سب کچھ لگاتے ہیں، بعض مساجد میں چٹائیوں اور قالینوں یا دریوں پر میل کچیل کی تہہ جمی ہوتی ہیں۔

ایسے میں مساجد میں جانے والے جراثیموں سے کیسے محفوظ رہ سکیں گے، جہاں ہر شخص

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية مسند احمد)

[2] عن ابن عمر، أن النبى صلى الله عليه وسلم حتها بيده – يعنى النخامة أو البزاق – ثم لطخها بالزعفران، دعا به قال: فلذلک صنع الزعفران فى المساجد (صحيح ابن خزيمة، رقم الحديث ۱۲۹۵)

قال الألبانى فى تعليق ابنِ خزيمة: إسناده صحيح وقد خرجته فى صحيح أبى داود 498 ولفظه هناک أتم (حاشية ابنِ خزيمة)

بلا روک ٹوک گندگی کے ساتھ آ رہا ہے، اور مسجد کی جگہ کو استعمال کر رہا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد میں اس قسم کی چیزیں نہیں تھیں، نہ وضوخانے ہوتے تھے، نہ استنجاء خانے ہوتے تھے، نہ دریوں وغیرہ کا رواج تھا، اس لیے صفائی کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔

اور اب اوپر سے زیب وزینت اور چمک دمق ہے، لیکن اندر سے صفائی کا فقدان ہے۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : مَنْ آذَى الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ طُرُقِهِمْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ لَعْنَتُهُمْ (المعجم الكبير للطبراني، ج۳ص ۱۷۹، رقم الحديث ۳۰۵۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کو ان کے راستے میں تکلیف پہنچائی، تو اس پر مسلمانوں کی لعنت واجب ہوتی ہے (طبرانی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَلَا تُصَلُّوْا عَلٰى جَوَادِّ الطَّرِيْقِ، وَلَا تَنْزِلُوْا عَلَيْهَا فَإِنَّهَا مَأْوَى الْحَيَّاتِ وَالسِّبَاعِ، وَلَا تَقْضُوْا عَلَيْهَا الْحَوَائِجَ فَإِنَّهَا الْمَلَاعِنُ (مسند ابی یعلٰی، رقم الحديث ۲۲۱۹، مسند جابر) [2]

ترجمہ: اور تم راستوں کے درمیان میں نماز نہ پڑھا کرو، اور نہ وہاں ٹھہرا (اور پڑاؤ ڈالا) کرو، کیونکہ وہ سانپ اور درندوں کا ٹھکانہ ہے، اور تم راستوں میں قضائے حاجت نہ کیا کرو، کیونکہ یہ ملعون عمل ہے (ابویعلٰی)

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الكبير، وإسناده حسن (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۱۰۰۱، باب ما نهى عن التخلي فيه)

وقال الالباني: قلت: وبالجملة، فالحديث بهذا الشاهد لا ينزل عن مرتبة الحسن. والله أعلم (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۲۹۴)

[2] قال حسين سليم اسد الداراني: رجاله رجال الصحيح (حاشية مسند ابی یعلٰی)

www.idaraghufran.org

اس سے راستوں کی صفائی کی اہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: غَطُّوا الْإِنَاءَ، وَأَوْكُوا السِّقَاءَ، فَإِنَّ فِي السَّنَةِ لَيْلَةً يَنْزِلُ فِيهَا وَبَاءٌ، لَا يَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ غِطَاءٌ، أَوْ سِقَاءٍ لَيْسَ عَلَيْهِ وِكَاءٌ، إِلَّا نَزَلَ فِيهِ مِنْ ذٰلِكَ الْوَبَاءِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۰۱۴ "۹۹" كتاب الأشربة، باب:الأمر بتغطية الإناء وإيكاء السقاء وإغلاق الأبواب)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم برتنوں کو ڈھانک دیا کرو، اور پانی کے مشکیزوں (اور برتنوں) کے سوراخوں کو بند کردیا کرو، کیونکہ سال میں کوئی ایک رات ایسی ہوتی ہے، جس میں وباء (طاعون، یا دوسرے وبائی امراض وغیرہ کی شکل میں) نازل ہوتی ہے، جو کسی بھی بغیر ڈھکے برتن، یا بغیر سوراخ بند کئے ہوئے مشکیزے کے قریب سے گزرتی ہے، تو وہ وباء اس میں داخل ہوجاتی ہے (مسلم)

وباء کے زمانہ میں مختلف قسم کے جراثیم اور وائرس بھی داخل ہیں، جو کہ کھلی ہوئی چیزوں میں داخل ہوجاتے ہیں۔

اس لیے کھانے پینے اور استعمال کی چیزوں کو ڈھانپ کر رکھنے کا حکم دیا گیا۔

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص لکڑی اور کافور سے دھونی دینے کا بھی حدیث میں ذکر آیا ہے، جس سے مچھر، مکھی اور کیڑے مکوڑے، اور دوسرے نظر نہ آنے والے جراثیم مر جاتے ہیں۔

حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْأَلُوَّةِ، غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُورٍ،

يَطْرَحُهُ مَعَ الْأَلُوَّةِ ثُمَّ قَالَ: هٰكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (صحیح مسلم، رقم الحديث ۲۲۵۴ "۲۱" كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسک، وأنه أطيب الطيب .وكراهة رد الريحان والطيب، سنن النسائی، رقم الحديث ۵۱۳۵)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب (خوشبو کی) دھونی لیتے ،تو (کبھی تو صرف) عود (یعنی اَگر) کی دھونی لیتے ،جس میں (مشک وغیرہ) اورکسی چیز کو نہ ملاتے اور (کبھی) عود میں کافور ملا لیتے تھے (یعنی عود اور کافور دونوں کو ملا کرآ گ میں ڈالتے) پھر ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح دھونی لیتے تھے (کہ کبھی تو صرف عود کی دھونی لیتے ،اور کبھی عود کے ساتھ کافور کو ملا کرآ گ میں ڈالتے ،اوراس کی دھونی لیتے) (مسلم، نسائی)

معلوم ہوا کہ عود جسے اَگر بھی کہا جاتا ہے، سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اورابنِ عمر رضی اللہ عنہ خوشبو کے لئے دھونی لیتے تھے، اوراہلِ عرب کے یہاں آج بھی اس طرح کی دھونی لینے کا رواج ہے، نیز مَردوں کے لئے خوشبو کی غرض سے دھونی لینا ثابت ہے۔[1]

---

[1] كان بن عمر اذا استجمر استجمر بألوة غير مطراة أو بكافور يطرحه مع الألوة ثم قال هكذا كان يستجمر رسول الله صلى الله عليه وسلم الاستجمار هنا استعمال الطيب والتبخر به مأخوذ من المجمر وهو البخور وأما الألوة فقال الأصمعی وأبو عبيد وسائر أهل اللغة والغريب هی العود يتبخر به قال الأصمعی أراها فارسية معربة وهی بضم اللام وفتح الهمزة وضمها لغتان مشهورتان وحكى الأزهری كسر اللام قال القاضی وحكى عن الكسائی ألية قال القاضی قال غيره وتشدد وتخفف وتكسر الهمزة وتضم وقيل لوة ولية وقوله غير مطراة أی غير مخلوطة بغيرها من الطيب ففی هذا الحديث استحباب الطيب للرجال كما هو مستحب للنساء لكن يستحب للرجال من الطيب ما ظهر ريحه وخفی لونه وأما المرأة فإذا أرادت الخروج إلى المسجد أو غيره كره لها كل طيب له ريح ويتأكد استحبابه للرجال يوم الجمعة والعيد عند حضور مجامع المسلمين ومجالس الذكر والعلم وعند إرادته معاشرة زوجته ونحو ذلک والله أعلم (شرح النووی علىٰ مسلم، ج۱۵ ص۱۰، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسک، وأنه أطيب الطيب. وكراهة رد الريحان والطيب)

وقوله: " كان ابن عمر إذا استجمر استجمر بألوةٍ غير مطراةٍ، وكافور يطرحه مع الألوة، وقال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بسندِ ضعیف روایت ہے کہ وہ ہر جمعہ کے دن مسجد کو خوشبو کی دھونی دیا کرتے تھے۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ هكذا كان يستجمر رسول الله صلى الله عليه وسلم ":"
الاستجمار هنا: البخور، مأخوذ من الجمرة.
قال الإمام: قال الأصمعى: الألوة: العود يتبخر به، وأراها كلمة فارسية عربت .قال أبو عبيد وفيها لغتان: الأُلوة، بفتح الهمزة وضمها .وحكى غيره عن الكسائى: ألية .قال غيره وفيه لغتان: مخفف، ومشدد، بكسر الهمزة وضمها .وفى كتاب الهروى قال بعضهم: لوة ولية، وتجمع الألوة الألويه.
قال القاضى: وقوله: " غير مطراة :"أى غير ملطخة بخلوق أو طيب غيرها .وأصله غير مطررة، من طررت الحائط: إذا غشيته بجص أو جير وحسنته وجددته .وقد يحتمل أن يكون " مطراة "محسنة، مبالغة .وذلك من الإطراء وهو المبالغة فى المدح.
وفيه جواز استعمال البخور للرجال، واستعمال الأرايج الطيبة من جميع وجوهها وأنواع الطيب، وذلك مندوب إليه فى الشريعة لمن قصد به مقاصده، من امتثال أمر نبيه – عليه السلام – بذلك ليوم الجمعة، والأعياد، ومجامع الناس، ليدفع عن نفسه ما يكره من الروائح، وليدخل على المؤمنين راحة ويدفع عنهم مضرة، وما يوافق الملائكة من ذلك فى المساجد، ومظان حلق الذكر وغيرها، وليقوى دماغه، ويصلح خاطره، ويطيب نفسه؛ لتأثير الطيب فى تقوية هذه الأعضاء، وليعينه على ما يحتاج إليه من أمور النساء، فله فى ذلك من التأثير ما لا ينكر، ولتطيب رائحته عند أهله وإخوانه المؤمنين، وتظهر مروئته ونظافته؛ وقد بنى الإسلام على النظافة.
ولا يفعل هذا فخراً أو رياءً واختيالاً بدنياه ومباهاة بوجده، فالله لا يحب كل مختالٍ فخور .(إكمال المعلم بفوائد مسلم للقاضى عياض، ج۷ص ۱۹۴، ۱۹۵، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب استعمال المسك، وأنه أطيب الطيب وكراهة ردّ الريحان والطيب)
(وعن نافع قال: كان ابن عمر إذا استجمر) : أى تبخر وتعطر .قال الطيبى: أى استعمل الجمر وحصل الجمر فيه للبخور اهـ .وفيه إيماء إلى أنه مأخوذ من الجمرة، ومنه المجمرة وهى وعاء يوضع فيه النار، ثم العود ويتبخر به .قال النووى: الاستجمار هنا استعمال الطيب، والتبخر به مأخوذ من مجمرة وهو البخور اهـ .وقيده لقوله هنا لأن الاستجمار قد يستعمل بمعنى الاستنجاء بالأحجار أو مطلقا (استجمر بألوة) : بفتح الهمزة ويضم، بضم اللام وتشديد الواو، وحكى الأزهرى بكسر اللام مع فتح الهمزة وتشدد وتخفف .قال الفارسى: أراها فارسية معربة وهى عود يتخبر به وقوله: (غير مطراة) : صفة، وهى بتشديد الراء أى غير مخلوطة بغيرها من الطيب كالمسك والعنبر .قال التوربشتى: والمطراة هى المرباة بما يزيد فى الرائحة من الطيب، والمعنى استجمر بهذه وحدها تارة (وبكافور يطرحه) : صفة كافور (مع الألوة) : أى تارة أخرى (ثم قال) : أى ابن عمر (هكذا) : أى انفرادا واجتماعا (كان يستجمر رسول الله صلى الله عليه وسلم .رواه مسلم)(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۸۲۱، كتاب اللباس، باب الترجل)

۱؎ حدثنا وكيع، قال :حدثنا العمرى، عن نافع، عن ابن عمر، أن عمر بن الخطاب كان يجمر المسجد فى كل جمعة(مصنف ابن ابى شيبة، رقم الحديث ۷۵۲۳؛ مسند ابى يعلىٰ، رقم الحديث ۱۹۰) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

جس کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم حضرات نے فرمایا کہ جمعہ کے دن مسجد میں خوشبو کی دھونی دینا مستحب ہے۔ [1]

"براجم" کی صفائی

احادیث میں جن چیزوں کو فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے، اس میں ایک چیز یہ ذکر کی گئی ہے کہ:

وَغَسْلُ الْبُرَاجِمِ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۶۱ "۵۶" کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۳۲۷) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال حسین سلیم اسد الدرانی: اسنادہٗ ضعیف (حاشیۃ مسند ابی یعلیٰ)

وقال الهيثمي: رواه أبو يعلى وفيه عبد الله بن عمر العمرى، وثقه أحمد وغيره، واختلف فى الاحتجاج به (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٩٦٠، باب إجمار المسجد)

وقال ابن عبدالبر: (مالک عن نعيم بن عبد الله المجمر) وهو نعيم بن عبد الله المجمر مولى عمر بن الخطاب كان أبوه عبد الله يجمر المسجد إذا قعد عمر على المنبر وقد قيل إنه كان من الذين كانوا يجمرون الكعبة والأول أصح والله أعلم لأنه كان مولى عمر وكان يجمر له مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم ونعيم أحد ثقات أهل المدينة وأحد خيار التابعين بها قال مالک جالس نعيم المجمر أبا هريرة عشرين سنة ذكره الحلوانى فى كتاب المعرفة عن سعدى بن أبى مريم عن مالک لمالک عن نعيم هذا فى الموطأ ثلاثة أحاديث مسندة ومن الموقوفات حديثان تتمة خمسة وهى كلها عندنا صحاح مسندة وكان نعيم يوقف كثيرا من حديث أبى هريرة مما يرفعه غير من الثقات (التمهيد لابن عبدالبر ج١٦، ص١٧٧، باب النون، نعيم بن عبدالله، الحديث الاول)

[1] قال ابن حجر: وبه يعلم أنه يستحب تجمير المسجد بالبخور خلافا لمالک حيث كرهه، فقد كان عبد الله يجمر المسجد إذا قعد عمر رضى الله عنه على المنبر، واستحب بعض السلف تخليق المسجد بالزعفران والطيب، وروى عنه -عليه السلام- فعله، وقال الشعبى: هو سنة، وأخرج ابن أبى شيبة أن ابن الزبير لما بنى الكعبة طلى حيطانها بالمسک، وأنه يستحب أيضا كنس المسجد وتنظيفه، وقد روى ابن أبى شيبة، أنه -عليه السلام- كان يتتبع غبار المسجد بجريدة (مرقاة المفاتيح، ج٢ ص٦٠٤، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة)

تطييب المساجد مشروع عندالجمهور، قال الزركشى: يستحب تجمير المسجد بالبخور، وكان عبدالله بن المجمر يجمر المسجد اذا قعد عمر على المنبر، وانكر مالک تجمير المساجد، واستحب بعض السلف تخليق المساجد بالزعفران والطيب، وروى عنه صلى الله عليه وسلم فعله، وقال الشعبى: هو سنة وذكر ابن ابى شيبة عن ابنِ ابى نجيح ان ابن الزبير لما بنى الكعبة طلا حيطانها بالمسک (الموسوعة الفقهية الكويتية ج١٤، ص١٧٥، مادة "توسعة" تطييب المساجد، حرف التاء)

[2] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

ترجمہ: اور ''براجم'' کو دھونا (مسلم، مسنداحمد)

اور یہ بات پہلے ذکر کی جاچکی ہے کہ ''براجم'' سے مراد جسم میں میل کچیل جمع ہونے والے حصوں کو دھونا ہے، اور یہ مستقل سنت ہے، اور وضو کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

اور ''براجم'' کے مفہوم میں اُنگلیوں کے جوڑ اور کانوں اور ناک دونوں کے سوراخ، اور آنکھوں کے دائیں بائیں کے حصے، دونوں شرمگاہوں کے مقامات اور رانوں کی جڑیں، اور بدن کے وہ تمام حصے داخل ہیں، جن میں پسینہ اور گرد وغبار جمع ہونے کی وجہ سے میل پیدا ہوجاتا ہے، جس میں سر اور ڈاڑھی کے بال، بھی داخل ہیں، یہاں تک کہ ناف بھی داخل بھی ہے۔

لہٰذا جسم کے اس طرح کے تمام حصوں کا دھونا اور صاف کرنا، بھی اس میں داخل ہے۔

چنانچہ امام بغوی فرماتے ہیں کہ:

وغسل البراجم: معناه: معالجة المواضع التى تتشنج فيجتمع فيها الوسخ، بالغسل والتنظيف (شرح السنة للبغوى، ج ۱ ص ۳۹۹، كتاب الطهارة، باب السواك)

ترجمہ: اور ''براجم کا دھونا'' اس کا مطلب ہے، ان مقامات کو دھونا اور صاف کرنا، جن میں میل کچیل جمع ہوتا ہے (شرح السنۃ)

اور امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:

وأما غسل البراجم فسنة مستقلة ليست مختصة بالوضوء والبراجم بفتح الباء وبالجيم جمع برجمة بضم الباء والجيم وهى عقد الأصابع ومفاصلها كلها قال العلماء ويلحق بالبراجم ما يجتمع من الوسخ فى معاطف الأذن وهو الصماخ فيزيله بالمسح لأنه ربما أضرت كثرته بالسمع وكذلك ما يجتمع فى داخل الأنف وكذلك جميع الوسخ المجتمع على أى موضع كان من البدن بالعرق والغبار ونحوهما (شرح النووى علىٰ مسلم، ج۳ص ۱۵۰، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

ترجمہ: اور ''براجم کا دھونا'' یہ مستقل سنت ہے، جو وضو کے ساتھ خاص نہیں، اور براجم ''باء'' اور ''جیم'' کے ''زبر'' کے ساتھ ''برجمۃ'' کی جمع کی ہے، ''باء اور ''جیم'' کے ''پیش'' کے ساتھ، جو انگلیوں کے تمام جوڑوں کو کہا جاتا ہے، علماء نے فرمایا کہ براجم میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں، جن میں میل کچیل جمع ہوتا ہے، خواہ کانوں کے سوراخ ہوں، جن کے میل کچیل کو مسح کر کے زائل کیا جائے گا، اس میل کچیل کی کثرت سے، قوتِ سماعت کو بھی ضرر پہنچتا ہے، اور اسی طریقے سے ناک کے اندر بھی میل کچیل جمع ہوتا ہے، اس کو بھی صاف کرنے کا حکم ہے، اور اسی طریقے سے وہ تمام میل کچیل داخل ہے، جس بدن کے کسی بھی حصے میں جمع ہو، پسینے کی وجہ سے، گرد وغبار کی وجہ سے، یا کسی اور وجہ سے (شرح النووی)

اور علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ:

سنة ليست مختصة بالوضوء، ويلتحق بها ما يجتمع من الوسخ فى معاطف الأذن، وقعر الصماخ، وما يجتمع فى داخل الأنف، وكذا جميع الوسخ فى البدن(شرح المشكاة للطيبى، ج٣ص ٧٨٦، كتاب الطهارة، باب السواك)

ترجمہ: براجم کو دھونا مستقل سنت ہے، جو وضو کے ساتھ خاص نہیں، اور اس میں وہ تمام مقامات داخل ہیں، جن میں میل کچیل جمع ہوتا ہے، خواہ کانوں کے سوراخ ہوں، اور ناک کا داخلی حصہ بھی اس میں داخل ہے، اور اسی طریقے سے بدن میں جمع ہونے والا تمام میل کچیل داخل ہے (شرح الطیبی)

اور علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ:

(وغسل البراجم) تنظيف المواضع المنقبضة والمنعطفة التى يجتمع فيها الوسخ(فيض القدير للمناوى، ج٢ص ٥٢٧، تحت رقم الحديث ٢٤٦٤)

ترجمہ: اور براجم کے دھونے سے مراد، ان مواضع کی صفائی ہے، جو بند رہتے ہیں، یا ملے ہوئے رہتے ہیں، جن میں میل وکچیل جمع رہتا ہے (فیض القدیر)

www.idaraghufran.org

اور بھی بہت سے محدثین واہلِ علم حضرات نے اسی طرح کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ ل

ل قوله: " وغسل البراجم "البراجم– بفتح الباء وبالجيم–: جمع برجمة – بضم الباء وبالجيم–، وهى عقد الأصابع ومفاصلها كلها .وقال الخطابى: " أصل البراجم العقد التى تكون فى ظهور الأصابع والرواجب ما بين البراجم، وغسل البراجم تنظيف المواضع التى يجتمع فيها الوسخ ."

ويلحق بذلك ما يجتمع من الوسخ فى معاطف الأذن، وقعر الصماخ، فتزيله بالمسح، لأنه ربما أضرت كثرته بالسمع، وكذلك ما يجتمع فى داخل الأنف، وكذلك جميع الوسخ المجتمع على أى موضع كان من البدن بالعرق والغبار ونحوهما(شرح ابى داوٗد للعينى، ج ا ص ۱۶۵ ، كتاب الطهارة، باب: السواك من الفطرة)

(وغسل البراجم) بفتح الباء وكسر الجيم، جمع برجم بضمهما، والبرجمة بالفتح غلظ الكلام، هى عقد الأصابع ومفاصلها ، ويلحق بها ما يجتمع من الوسخ بالعرق والغبار فى معاطن الأذن، وقعر الصماخ، وداخل الأنف ونحوه، وغسلها سنة مستقلة لا تختص بالوضوء(بذل المجهود فى حل سنن ابى داوٗد، ج ا ص ۳۳۸، كتاب الطهارة، باب: السواک من الفطرة)

وأما غسل البراجم فهو بالموحدة والجيم جمع برجمة بضمتين وهى عقد الأصابع التى فى ظهر الكف، قال الخطابى: هى المواضع التى تتسخ ويجتمع فيها الوسخ ولا سيما ممن لا يكون طرى البدن، وقال الغزالى: كانت العرب لا تغسل اليد عقب الطعام فيجتمع فى تلك الغضون وسخ، فأمر بغسلها.

قال النووى: وهى سنة مستقلة ليست مختصة بالوضوء، يعنى أنها يحتاج إلى غسلها فى الوضوء والغسل والتنظيف، وقد ألحق بها إزالة ما يجتمع من الوسخ فى معاطف الأذن وقعر الصماخ فإن فى بقائه إضرارا بالسمع، وقد أخرجه ابن عدى من حديث أنس أن النبى صلى الله عليه وسلم أمر بتعاهد البراجم عند الوضوء لأن الوسخ إليها سريع وللترمذى الحكيم من حديث عبد الله بن بشر رفعه: قصوا أظفاركم، وادفنوا قلاماتكم، ونقوا براجمكم، وفى سنده راو مجهول .ولأحمد من حديث ابن عباس أبطأ جبريل على النبى صلى الله عليه وسلم فقال: ولم لا يبطء عنى وأنتم لا تستنون – أى لا تستاكون – ولا تقصون شواربكم ولا تنقون رواجبكم والرواجب جمع راجبة بجيم وموحدة، قال أبو عبيد: البراجم والرواجب مفاصل الأصابع كلها .وقال ابن سيده: البرجمة المفصل الباطن عند بعضهم، والرواجب بواطن مفاصل أصول الأصابع، وقيل قصب الأصابع، وقيل هى ظهور السلاميات، وقيل ما بين البراجم من السلاميات، وقال ابن الأعرابى: الراجبة البقعة الملساء التى بين البراجم، والبراجم المسبحات من مفاصل الأصابع، وفى كل إصبع ثلاث برجمات إلا الإبهام فلها برجمتان .وقال الجوهرى: الرواجب مفاصل الأصابع اللاتى تلى الأنامل، ثم البراجم، ثم الأشاجع اللاتى على الكف.

وقال أيضا: الرواجب رؤوس السلاميات من ظهر الكف، إذا قبض القابض كفه نشزت وارتفعت، والأشاجع أصول الأصابع التى تتصل بعصب ظاهر الكف، واحدها أشجع، وقيل هى عروق ظاهر الكف(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۰ ص ۳۳۸، كتاب اللباس، باب قص الشارب)

مذکورہ تمام تر تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اسلام میں طہارت ونظافت اور صفائی وستھرائی کی جس قدر تعلیم دی گئی ہے، اور اس پر جتنا زور دیا گیا ہے، اور اس سلسلے میں جو مستحکم نظام پیش کیا گیا ہے، اس کا کسی دوسرے مذہب میں نام ونشان نہیں ملتا، اور اس نظام کے سامنے موجودہ دور کی سائنسی تحقیقات بھی بے بس ہیں۔

لیکن افسوس کہ خود مسلمانوں نے اپنے اس نظام کو نظر انداز کردیا، یہاں تک کہ اہلِ علم حضرات کے بڑے طبقے نے بھی اس نظام کو مستقل نظر سے نہیں دیکھا، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج خود مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ، اس نظام کو اپنے ہاتھوں سے پامال کیے ہوئے ہے، اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ دین دار سمجھا جانے والا طبقہ، جو نماز، روزہ اور دین کے دوسرے شعبوں کو تو بہت اہمیت دیتا ہے، یہاں تک کہ ذکر وتلاوت، اور تسبیح وتحمید، اور تہجد واشراق، اور اپنے مشائخ کی بیان کردہ وظائف اور شجرات، اور دعوت وتبلیغ اور تصوف وتزکیہ وغیرہ کو تو بہت اہمیت دیتا ہے، لیکن طہارت ونظافت کے چند سرسری اور سطحی چیزوں کے علاوہ، اس جامع نظام سے نہ تو واقف ہے، اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہے، اور نہ ہی اس کی خلاف ورزی میں کوئی عیب سمجھتا، یہی وجہ ہے کہ مساجد میں نماز پڑھنے کے لیے آنے والا بڑا طبقہ وہ ہے، جو اسلام کے پیش کردہ طہارت ونظافت اور صفائی وستھرائی کے اس ہمہ گیر اور ہمہ جہتی نظام سے بہت دور ہوتا ہے، اور اسے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس حال میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا، اور اللہ کے گھر میں داخل ہونا بھی، کوئی غیرت اور حیاء کے خلاف عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبۡحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعۡلَمُ وَعِلۡمُہٗ اَتَمُّ وَاَحۡکَمُ.

(فصل نمبر 8)

گھروں میں سکونت اور زبان کی حفاظت کا اہتمام

احادیث میں گھروں میں رہنے اور زبان کو قابو میں رکھنے کو بہت سے فتنوں سے نجات وحفاظت کا سبب قرار دیا گیا ہے، لیکن جب فتنوں کا دور دورہ ہو، اور مختلف قسم کے فتنے ہر طرف پھوٹ پڑیں، اس وقت احادیث وروایات میں خصوصیت کے ساتھ اختلاط وفضول میل جول سے بچنے، لوگوں سے علیٰحدہ اور اپنے گھروں میں رہنے اور اپنی حد تک نیکی کے کام کو اختیار کرنے اور بُرائی سے بچنے اور اپنے مخصوص ماتحتوں کی نگرانی پر اکتفاء کرنے کے ساتھ زبان کی حفاظت کی بطورِ خاص اہمیت وتاکید آئی ہے۔

آج دنیا بھر میں لوگوں کا ایک دوسرے سے جس قدر لایعنی، فضول و بے جا، بلکہ ناجائز اختلاط اور میل، جول پیدا ہو گیا ہے، اور دنیا طلبی اور مال وجاہ کی خاطر، جتنی نقل وحرکت بڑھ گئی ہے، وہ سب کو معلوم ہے۔

اور ہمارے اندازے کے مطابق، دنیا بھر میں ہونے والی نقل وحرکت اور اختلاط واجتماع کا بیشتر حصہ، اگر ناجائز نہیں، تو فضول ولایعنی ہونے میں تو شک ہی نہیں۔

یورپ وغیرہ کے ممالک میں تو اجنبی مرد وعورت کے باہمی رضامندی سے اختلاط وتعلقات کو قانونی تحفظ بھی حاصل ہے، اسی وجہ سے وہاں اس طرح کے بے شمار کلب، جگہ جگہ موجود ہیں، جو ایک طرح سے ناجائز اختلاط کے مراکز شمار ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں بھی کچھ عرصے سے ایک دوسرے کے ساتھ بے جا اختلاط، فضول یاری دوستی اور غپ وشب لگانے کا اتنا رواج ہو گیا ہے کہ جو ایک طرح کا فیشن بن کر رہ گیا ہے۔

بازاروں میں ہر طرف اجنبی عورتوں اور مَردوں کا ایک ہجوم نظر آتا ہے، ہمہ وقت ایک جگہ

سے دوسری جگہ سفر واسفار، اس قدر بڑھ گیا ہے، جس کا شمار کرنا مشکل ہے، اور معاشرے میں قدم قدم پر گناہوں کا بہتا ہوا ایک سیلاب موجود ہے۔

ذرائع ابلاغ اور سوشل وغیر سوشل میڈیا کے واسطہ سے زبان اور اس کے ترجمان، یعنی قلم کی جدید شکلوں نے فضول وناجائز، گفت وشنید اور بدکلامی وبدزبانی کی گزشتہ تمام صورتوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

جس کے نتیجے میں ایک دوسرے سے بظاہر دور رہتے ہوئے بھی وہ سب کچھ ہو رہا ہے، جس کا گزشتہ زمانوں میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، اور اس طرح گھروں میں رہ کر بھی زبان، آنکھ اور کان وغیرہ کے اَن گنت گناہوں میں ابتلاء بہت آسان ہو گیا ہے۔

ان حالات میں گھروں میں سکونت اختیار کرنا اور زبان کو قابو میں رکھنا اور میڈیا کے فضول و غیر ضروری پروگرام اور مشاغل سے الگ رہنا ہی ان فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

اور اس قسم کے حالات اور فتنوں کے پیشِ نظر کئی احادیث میں ان دونوں چیزوں کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔

اسی وجہ سے گھروں میں سکون وقرار پکڑنے اور زبان کو قابو میں رکھنے پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ضروری اور مفید تشریح کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت عامر بن سعد سے روایت ہے کہ:

كَانَ سَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ فِيْ إِبِلِهِ، فَجَاءَهُ اِبْنُهُ عُمَرُ، فَلَمَّا رَآهُ سَعْدٌ قَالَ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الرَّاكِبِ، فَنَزَلَ فَقَالَ لَهُ: أَنَزَلْتَ فِيْ إِبِلِكَ وَغَنَمِكَ، وَتَرَكْتَ النَّاسَ يَتَنَازَعُوْنَ الْمُلْكَ بَيْنَهُمْ؟ فَضَرَبَ سَعْدٌ فِيْ صَدْرِهِ، فَقَالَ: اُسْكُتْ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ، الْغَنِيَّ، الْخَفِيَّ

(مسلم، رقم الحديث ٢٩٦٥ "١١" كتاب الزهد والرقائق)

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، اپنے اونٹوں کے باڑے میں تھے، تو ان کے بیٹے عمر اُن کے پاس (سواری پر سوار ہوکر) آئے، جب حضرت سعد نے اپنے بیٹے کو دیکھا، تو فرمایا کہ میں اللہ کے ذریعے سے اس سوار سے پناہ طلب کرتا ہوں، پھر ان کے بیٹے سواری سے اتر گئے، اور انہوں نے حضرت سعد سے کہا کہ آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے باڑے میں بیٹھ گئے ہیں، اور لوگوں کو ملک میں باہم جھگڑتے ہوئے چھوڑ دیا ہے، تو حضرت سعد نے اپنے بیٹے عمر کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ خاموش ہوجایئے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ متقی بندے کو پسند کرتا ہے، جو لوگوں سے غنی ہو، اور چھپا ہوا ہو (مسلم)

اس حدیث کو امام احمد اور ابو یعلیٰ وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

---

[1] اوران سب روایات کے آخر میں ''الخفی'' کے الفاظ ہیں، لہٰذا بعض حضرات نے جو صحیح مسلم کے بعض نسخوں میں ''حاء'' کے ساتھ ''الحفی'' ہونے کا ذکر کیا ہے، وہ راجح نہیں۔

اوراسی مضمون کی تائید، دوسری کئی مستند احادیث وروایات سے بھی ہوتی ہے۔

عن عامر بن سعد، أن أخاه عمر انطلق إلى سعد فى غنم له، خارجا من المدينة، فلما رآه سعد قال :أعوذ بالله من شر هذا الراكب .فلما أتاه قال :يا أبت أرضيت أن تكون أعرابيا فى غنمك، والناس يتنازعون فى الملك بالمدينة؟ فضرب سعد صدر عمر، وقال :اسكت إنى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :إن الله عز وجل يحب العبد التقى الغنى الخفى (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٤٤١)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوى على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

عن عمر بن سعد، عن أبيه، أنه قال: جائه ابنه عامر فقال: أى بنى، أفى الفتنة تأمرنى أن أكون رأسا؟ لا والله حتى أعطى سيفا، إن ضربت به مؤمنا نبا عنه، وإن ضربت به كافرا قتله، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " إن الله عز وجل يحب الغنى الخفى التقى "(مسند احمد،رقم الحديث ١٥٢٩)

قال شعيب الارنؤوط:حديث صحيح(حاشية مسند احمد)

عن عامر بن سعد، أن أباه سعدا كان فى إبل له وغنم، فجائه ابنه عمر، فلما رآه قال: أعوذ بالله من شر هذا الراكب، فلما انتهى إليه قال: أرضيت أن تكون أعرابيا فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مذکورہ حدیث کو لوگوں کے فتنے سے الگ تھلگ رہنے کی دلیل میں پیش فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ فتنے کے زمانے میں لوگوں سے الگ تھلگ، مخفی اور مستغنی ہوکر تقویٰ اختیار کرتے ہوئے رہنا، اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ [1]

حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنَةٌ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ، وَالسَّاعِيْ خَيْرٌ مِّنَ الرَّاكِبِ، وَالرَّاكِبُ خَيْرٌ مِّنَ الْمُوْضِعِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۸۳۶۲، کتاب الفتن والملاحم،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إبلك وغنمك، والناس بالمدينة يتنازعون الملك؟ قال: فضرب صدره بيده وقال: يا بني اسكت، فإني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ۷۳۷)

قال حسين سليم أسد الداراني: إسناده حسن (حاشية مسند ابی یعلیٰ)

حدثنا محمد بن المثنى، قال: نا أبو عامر، قال: نا كثير بن زيد، عن المطلب بن عبد الله بن حنطب، عن عمر بن سعد، عن أبيه: أنه جاء إليه جاء، فقال: إن هذا قد حصره قومك، يريد عثمان، وعثمان محصور في داره، قال: فما تأمرني، أكون سلالا السيف؟، والله لا أفعل حتى أعطى سيفا إذا ضربت به مؤمنا نبا عنه، وإذا ضربت به كافرا قتلته، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: إن الله يحب الغني التقي الخفي (مسند البزار، ج۴ ص ۱۶، مسند سعد بن ابی وقاص)

[1] قوله صلى الله عليه وسلم (إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي) المراد بالغنى غنى النفس هذا هو الغنى المحبوب لقوله صلى الله عليه وسلم ولكن الغنى غنى النفس وأشار القاضي إلى أن المراد الغنى بالمال وأما الخفي فبالخاء المعجمة هذا هو الموجود في النسخ والمعروف في الروايات وذكر القاضي أن بعض رواة مسلم رواه بالمهملة فمعناه بالمعجمة الخامل المنقطع إلى العبادة والاشتغال بأمور نفسه ومعناه بالمهملة الوصول للرحم اللطيف بهم وبغيرهم من الضعفاء والصحيح بالمعجمة وفي هذا الحديث حجة لمن يقول الاعتزال أفضل من الاختلاط وفي المسألة خلاف سبق بيانه مرات ومن قال بالتفضيل للاختلاط قد يتأول هذا على الاعتزال وقت الفتنة ونحوها (شرح النووی علیٰ مسلم، ج۱۸ ص ۱۰۰، ۱۰۱، کتاب الزهد)

مسند ابی یعلیٰ، رقم الحدیث ۷۸۹،مسند سعد بن أبی وقاص) ۱؎

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فتنے کا زمانہ ہوگا، جس میں بیٹھا ہوا انسان، کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہوا انسان، چلتے ہوئے سے بہتر ہوگا، اور چلتا ہوا انسان، تیز چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور تیز چلنے والا انسان، سوار سے بہتر ہوگا، اور سوار انسان، تیز سوار سے بہتر ہوگا (حاکم، ابویعلیٰ)

تیز سوار، میں آج کل کی تیز ترین سواریاں، مثلاً جہاز وغیرہ بھی داخل ہیں، اور یہ بات ظاہر ہے کہ تیز ترین سواریوں میں نقل وحرکت زیادہ ہوتی ہے، اور اس قسم کی سواریوں کا انتخاب عموماً طویل نقل وحرکت کے لیے کیا جاتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث فتنوں کے دور سے متعلق عظیم پیشین گوئی کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۲؎

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فتنوں کے دور میں جتنی بھی نقل وحرکت کم ہو، اتنا ہی فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

مذکورہ حدیث میں نقل وحرکت کی تمام شکلوں کو اصولی طور پر بیان کر دیا گیا ہے، اور بیٹھنے والے کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے، اور بیٹھنا عام طور پر اپنی جائے قیام اور رہائش گاہ میں ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ فتنوں کے دور میں اپنی جائے قیام اور رہائش گاہ میں سکونت اختیار کرنا، اور نقل وحرکت سے اجتناب کرنا، فتنوں سے حفاظت کا ذریعہ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

۱؎ قال الحاكم: وهذا الحديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه، قد صار هذا باب كبير ولم يخرجاه، وإنما أخرجه أبو داود أحد أئمة هذا العلم "

وقال الذهبی فی التلخيص:علی شرط مسلم.

وقال حسين سليم اسد الدارانی: رجاله رجال الصحيح(حاشية مسند ابی يعلىٰ)

۲؎ وفی حديث حذيفة بن أسيد: شر الناس فی الفتنة الراكب الموضع،أی المسرع فيها (لسان العرب لابنِ منظور، ج۸ص ۳۹۹، فصل الواو)

قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا النَّجَاةُ؟ قَالَ : اَمْلِکْ عَلَيْکَ لِسَانَکَ، وَلْيَسَعْکَ بَيْتُکَ، وَابْکِ عَلٰى خَطِيْئَتِکَ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۴۰۶، ابواب الزهد، باب ما جاء فی حفظ اللسان) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! نجات کس چیز میں ہے؟
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھیں، اور آپ کا گھر آپ کو سموئے رکھے (یعنی اپنے گھر میں رہیں، اور بلاسخت ضرورت کے اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں) اور آپ اپنی خطاء (وگناہ) پر روئیں (یعنی شرمندہ ہوئیں) (ترمذی)

اس حدیث میں نہایت عمدہ طریقے پر فتنوں سے بچنے اور نجات پانے کا یہ طریقہ بتلایا گیا کہ زبان کو قابو میں رکھا جائے، اور اپنے آپ کو گھر میں سمایا جائے، یعنی گھر میں سکونت اختیار کی جائے۔

اور آج کے پرفتن دور میں ان دو چیزوں کی خلاف ورزی کے ذریعے سے ہی طرح طرح کے فتنے لازم آرہے ہیں، ایک گھروں سے باہر نکلنے اور گھومنے پھرنے میں، اور دوسرے زبان کو بے دریغ استعمال کرنے میں۔

گھر سے باہر گلی کوچوں، بازاروں اور چوراہوں کے فتنے تو آج ڈھکے چھپے نہیں رہے، دنیا جہان کے فتنے راستوں، بازاروں اور گلی کوچوں میں جمع ہیں، سفر واسفار کے ذرائع بھی طرح طرح کے فتنوں سے مزین کر دیئے گئے ہیں، اور زبان وقلم کی جدید شکلوں نے فتنوں کو پروان چڑھادیا ہے، ٹیلی فون، انٹرنیٹ، اور سوشل وغیر سوشل میڈیا کے ذریعے بیک وقت کئی قسم کے فتنوں کا سیلاب اُمڈ کر آ گیا ہے، وہ فتنے جو گھر سے باہر نکل کر پیش آتے تھے، مذکورہ ذرائع سے گھر بیٹھے ان فتنوں سے رشتہ قائم کرنا آسان ہوگیا ہے، اور اسی کے ساتھ ان

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن.

ذرائع کے واسطے سے جو چاہا، جب چاہا، بول دیا، لکھ دیا، اور اس کی دوسروں تک نشر واشاعت کردی،، خواہ بات جھوٹی ہو، یا سچی، اور بہتان ہو، یا غیبت، شاید ہی کوئی فردِ بشر، اب اس قسم کے فتنوں سے محفوظ رہ گیا ہو۔

اس لیے گھروں میں سکون وقرار پکڑنے کے ساتھ، سوشل میڈیا کے بے دریغ اور غیر محتاط استعمال سے بھی اپنے آپ کو بچانا بہت ضروری ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: طُوْبٰى لِمَنْ مَلَكَ لِسَانَهٗ وَوَسِعَهٗ بَيْتُهٗ وَبَكٰى عَلٰى خَطِيْئَتِهٖ (المعجم الصغير للطبراني، رقم الحديث ٢١٢، باب الالف، المعجم الاوسط، رقم الحديث ٢٣٤٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس آدمی کے لئے (کامیابی اور انتہائی اجر وانعام کی) خوشخبری ہو، جس نے اپنی زبان کو قابو میں رکھا، اور اُس کے گھر نے اُس کو سموئے رکھا، اور وہ اپنی خطاؤں (وگناہوں) پر رویا (طبرانی)

اس حدیث میں اس شخص کے لیے خوشخبری ہے، جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے، اور اپنے گھر میں قرار پکڑے رکھے، اور اپنا احتساب کرکے اپنے آپ کو گناہوں پر ملامت کرنے میں مشغول رہے۔

مگر آج، ان ہی چیزوں کی اکثر لوگوں میں کمی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

إِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ اَلْقَائِلُ فِيْهِ بِالْحَقِّ خَيْرٌ مِّنَ الصَّامِتِ، وَالْقَائِمُ فِيْهِ خَيْرٌ مِّنَ الْقَاعِدِ، وَإِنَّ بَعْدَكُمْ زَمَانًا اَلصَّامِتُ فِيْهِ خَيْرٌ مِّنَ النَّاطِقِ، وَالْقَاعِدُ فِيْهِ خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط والصغير، وحسن إسناده (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ١٨١٥٢، باب ما جاء في الصمت وحفظ اللسان)

۸۳۲۷، کتاب الفتن و الملاحم) [1]

ترجمہ: تم ایسے زمانہ میں ہو، جس میں حق بات کو کہنا، خاموش رہنے سے بہتر ہے، اور کھڑا ہونا، بیٹھنے سے بہتر ہے، اور تمہارے بعد (ایک) ایسا زمانہ آئے گا کہ جس میں خاموش رہنا، بولنے سے بہتر ہوگا، اور اس زمانہ میں بیٹھنا، کھڑے ہونے سے بہتر ہوگا (حاکم)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان، مرفوع حدیث کا حکم رکھتا ہے، صحابی رضی اللہ عنہ کا ایسی بات فرمانا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر ہی ممکن ہے۔

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ایسے زمانے کی پیشین گوئی فرمادی تھی، جس میں خاموش رہنے والا، بولنے والے سے بہتر، اور بیٹھنے والا کھڑے ہوئے سے بہتر ہوگا۔

بیٹھنے میں نقل وحرکت کم پائی جاتی ہے، اور بیٹھنے کے عمل کی اصل جگہ، انسان کی رہائش گاہ ہوتی ہے، اس لیے مذکورہ حدیث بھی گھر میں سکونت اختیار کرنے اور زبان کو خاموش رکھنے کی تائید کرتی ہے۔

اور سوشل میڈیا کے ذریعہ سے لایعنی باتوں میں مشغول ہونے سے اپنے آپ کو بچانا بھی خاموش رہنے میں داخل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَتَكُوْنُ فِتَنٌ الْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِيْ، وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ، وَمَنْ يُّشْرِفْ لَهَا تَسْتَشْرِفْهُ، وَمَنْ وَجَدَ مَلْجَأً أَوْ مَعَاذًا فَلْيَعُذْ بِهٖ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۳۶۰۱، كتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام)

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه . وقال الذهبی: على شرط البخاری ومسلم.

Idara Ghufran

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فتنے رونما ہوں گے، جس میں بیٹھا ہوا، بہتر ہوگا، کھڑے ہونے والے سے، اور کھڑا ہوا، بہتر ہوگا، چلنے والے سے، اور چلنے والا، بہتر ہوگا، دوڑنے والے سے، اور جو شخص ان فتنوں میں جھانکے گا، تو وہ فتنے اس کو بھی پہنچ جائیں گے، اور جو شخص (اس وقت فتنہ سے بچنے اور الگ رہنے کا) کوئی ٹھکانہ، یا پناہ کی جگہ پائے، تو اسے چاہئے کہ وہ فتنے سے بچے (بخاری)

مطلب یہ ہے کہ فتنوں کے دور میں جتنی نقل وحرکت کو کم رکھا جائے گا، اتنی ہی فتنوں سے حفاظت رہے گی۔

اور جھانکنے میں آج کل کا میڈیا بھی داخل ہے کہ جس طرح گھر میں رہ کر جھانکنے والا باہر کی چیز کو دیکھتا ہے، اسی طرح گھر میں بیٹھ کر میڈیا کے ذریعہ باہر کے مناظر کو دیکھ لیا جاتا ہے۔

اس طرح موجودہ حالات سے متعلق یہ حدیث بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طرح کا معجزہ ہے۔

اور یہ بات آج کل کے دور میں پوری طرح واضح ہو چکی ہے کہ سوشل اور غیر سوشل میڈیا، فتنوں اور طرح طرح کے گناہوں، مثلاً جھوٹ، بہتان والزام تراشی، فحاشی وعریانی وغیرہ کا مرکز بن گیا ہے۔

اس سے اپنے آپ کو ممکنہ حد تک بچا کر رکھنا، فتنوں میں جھانکنے سے بچنے میں داخل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَتَكُوْنُ فِتَنٌ كَرِيَاحِ الصَّيْفِ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي، مَنِ اسْتَشْرَفَ لَهَا، اِسْتَشْرَفَتْهُ (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٩٥٩، باب ماجاء فى الفتن) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية ابن حبان)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب تیز ترین ہواؤں کی طرح فتنے رونما ہوں گے، جن میں بیٹھنے والا، کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور کھڑا ہونے والا، چلنے والے سے بہتر ہوگا، جو اُن فتنوں میں جھانکے گا، تو فتنہ اُس کو جھانک لے گا (یعنی اُس کو بھی کسی درجہ میں فتنہ پہنچ جائے گا) (ابنِ حبان)

صحیح بخاری اور مسلم میں بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ کی حدیث موجود ہے۔ [1]

مطلب یہ ہے کہ ان فتنوں سے پوری طرح الگ رہنے میں خیر ہوگی، اور سونا، لیٹنا اور بیٹھنا عام طور پر گھر میں ہوتا ہے، اس لئے اس سے گھر میں رہنے کی اہمیت بھی معلوم ہوئی۔

اور فتنوں میں جھانکنے سے فتنوں کے پہنچ جانے کے متعلق پہلے بتلایا جاچکا کہ موجودہ میڈیا بھی فتنوں میں جھانکنے کا بڑا خطرناک ذریعہ بن گیا ہے، اور یہ فتنوں میں جھانکنے کی جدید ترین اور خطرناک ترین صورت ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ بَيْنَ أَيْدِيكُمْ فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ فِيهَا مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِي، قَالُوْا : فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: كُوْنُوْا أَحْلَاسَ بُيُوْتِكُمْ (ابوداود رقم الحديث ۴۲۶۲، كتاب الفتن والملاحم، باب في النهي عن السعي في الفتنة) [2]

---

[1] عن ابن المسيب، وأبي سلمة بن عبد الرحمن، أن أبا هريرة رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم، والقائم فيها خير من الماشي، والماشي فيها خير من الساعي، ومن يشرف لها تستشرفه، ومن وجد ملجأ أو معاذا فليعذ به (صحيح البخارى، رقم الحديث ۳۶۰۱، صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۸۸۶"۱۰")

[2] قال شعيب الارنؤوط:

صحيح لغيره، وهذا إسناد ضعيف لجهالة أبي كبشة -وهو السدوسي -.فقد قال الذهبي في "الميزان" :"لا يُعرف .وقد اختُلف في رفع هذا الحديث ووقفه، رفعه عبد الواحد بن زياد ووقفه أبو معاوية وعلي بن مُسهر وجرير بن عبد الحميد، وذكر الدارقطني أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے آگے (آنے والے زمانہ میں) اندھیری رات کی تہ بتہ (اوپر نیچے تاریکیوں کی طرح) فتنے رونما ہوں گے، ان فتنوں کی زَد میں آ کر آدمی صبح کو مؤمن ہوگا، تو شام کو کافر ہوگا، ان فتنوں میں بیٹھنے والا، کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، اور ان فتنوں میں کھڑا ہونے والا، چلنے والے سے بہتر ہوگا، اور ان فتنوں میں چلنے والا، دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، لوگوں نے عرض کیا کہ پھر آپ ہمیں کس چیز کا حکم فرماتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جاؤ (ابوداؤد)

ٹاٹ کیونکہ نیچے کی طرف ہوتا ہے، اور ہر وقت بچھا اور چھپا رہتا ہے، اس لیے گھر کا ٹاٹ بن جانے سے مراد یہ ہے کہ گھر کے اندر رہو، اور وہاں چُھپے رہو، جس کا عام لوگوں کو علم بھی نہ ہو، اور دشمن کو بھی آپ کا پتہ نہ چلے، اور دوستوں وغیرہ سے بھی فضول میل ملاپ سے بچے رہو۔

اس طرح کے حالات میں قتل وقتال عام ہوجانے کی وجہ سے، اپنی تلوار کو توڑ دینے اور اس

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القاسم بن معن رواه مرفوعاً كذلك كرواية عبد الواحد بن زياد، ذكر ذلك فى "العلل 247 /7 "ثم قال :فإن كان عبد الواحد بن زياد حفظ مرفوعاً، فالحديث له، لأنه ثقة .قلنا :وقد سلف من طريق الهزيل بن شرحبيل عن أبى موسى مرفوعاً برقم (4259)) وإسناده حسن.

وأخرجه أحمد (19662)، والبزار (3190)، والآجرى فى "الشريعة "ص 50، والحاكم 440 /4، والبيهقى فى "شعب الإيمان "(752)، وابن البناء فى "الرسالة المغنية "ص .43من طريق عبد الواحد بن زياد، بهذا الإسناد، وقال الحاكم :صحيح الإسناد، وسكت عنه الذهبى.

وأخرجه نعيم بن حماد فى "الفتن "(449)، وابن أبى شيبة 11 /15، وهناد بن السَّرى فى "الزهد"(1237) عن أى معاوية محمَّد بن خازم الضرير، وابن أبى شيبة 15/11 عن على بن مُسهر، ونعيم بن حماد (12) عن جرير بن عبد الحميد، ثلاثتهم عن عاصم الأحول، به .موقوفاً من كلام أبى موسى الأشعرى(حاشية سنن أبى داود)

طرزِ عمل سے بچ کر رہنے کا بھی احادیث میں ذکر آیا ہے۔ [1]

بہرحال مذکورہ احادیث سے فتنوں کے زمانے میں نقل وحرکت کم ازکم کرنے، اور گھروں میں سکونت اختیار کرنے، اور زبان کو قابو میں رکھنے کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوتی ہے۔

اور زیارت وملاقات کے عنوان سے، جو آج کل بہت سے لوگوں میں غلو پایا جاتا ہے، جس میں گپ شپ بھی عام ہوتی ہے، اس کو تو عام حالات میں بھی پسند نہیں کیا گیا۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: زُرْ غِبًّا، تَزْدَدْ حُبًّا (المعجم الكبير للطبرانی، ج۱۳ ص ۷۰، رقم الحديث ۱۷۳) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کبھی کبھی زیارت کیا کرو، اس سے محبت میں اضافہ ہوگا (طبرانی)

اسی قسم کی حدیث حضرت حبیب بن مسلمہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابنِ عمر، حضرت ابوذر، حضرت جابر، حضرت علی، حضرت عائشہ اور حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہم کی

---

[1] خرشة بن الحر، يقول :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول " :ستكون من بعدى فتنة، النائم فيها خير من اليقظان، والقاعد فيها خير من القائم، والقائم فيها خير من الساعى ، فمن أتت عليه فليمش بسيفه إلى صفاة ، فليضربه بها حتى ينكسر، ثم ليضطجع لها حتى تنجلى عما انجليت (مسند احمد، رقم الحديث ۱۶۹۷۴)

قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

[2] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی وإسناده حسن، والله أعلم (مجمع الزوائد ج۸ص ۱۷۵، تحت رقم الحديث ۱۳۶۰۸ ،باب الزيارة وإكرام الزائرين)

وقال المنذری:

رواه الطبرانی ورواه البزار من حديث أبی هريرة ثم قال لا يعلم فيه حديث صحيح.

قال الحافظ وهذا الحديث قد روی عن جماعة من الصحابة وقد اعتنى غير واحد من الحفاظ بجميع طرقه والكلام عليه ولم أقف له على طريق صحيح كما قال البزار بل له أسانيد حسان عند الطبرانی وغيره وقد ذكرت كثيرا منها فی غير هذا الكتاب والله أعلم (الترغيب والترهيب، ج۳ص ۲۴۸، ۲۴۹، كتاب البر والصلة وغيرهما)

سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ عام حالات میں رشتہ داروں اور دوست احباب سے بھی ملاقات

---

[1] عن حبيب بن مسلمة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :زر غبا تزدد حبا(المعجم الكبير للطبراني، ج۴ص ۲۱، رقم الحديث ۳۵۳۵،مستدرک حاکم، رقم الحديث ۵۴۷۷)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الثلاثة، وفيه محمد بن مخلد الرعيني، وهو ضعيف(مجمع الزوائد ، ج۸ص ۱۷۵، تحت رقم الحديث ۱۳۶۰۶ ،باب الزيارة وإكرام الزائرين)

عن أبي هريرة، قال :قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يا أبا هريرة، زر غبا تزدد حبا "طلحة بن عمرو غير قوي، وقد روي هذا الحديث بأسانيد هذا أمثلها وقد روي في بعض هذه الأسانيد :قال له " :أين كنت أمس يا أبا هريرة؟ "قال :زرت ناسا من أهلي، فقال " :يا أبا هريرة، زر غبا تزدد حبا (شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۸۰۱۵)

عن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم زر غبا تزدد حبا(الكامل في ضعفاء الرجال، ج۴ص ۶۳، تحت ترجمة روح بن صلاح، رقم الترجمة ۶۶۷)

عن نافع، عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :زوروا غبا تزدادوا حبا.لم يرو هذا الحديث عن نافع إلا يزيد بن أبي حبيب، ولا عن يزيد إلا ابن لهيعة.تفرد به :روح بن صلاح(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ۸۷)

قال الهيثمي:رواه الطبراني في الأوسط، وفيه ابن لهيعة وحديثه حسن، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۸ص ۱۷۵، تحت رقم الحديث ۱۳۶۰۷ ،باب الزيارة وإكرام الزائرين)

عن أبي ذر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :يا أبا ذر، زر غبا تزدد حبا (شعب الإيمان للبيهقي،رقم الحديث ۸۰۰۷، مسند البزار، رقم الحديث ۳۹۶۳، امثال الحديث لابی الشيخ الاصبهانی، رقم الحديث ۱۹، الضعفاء الكبير للعقيلي، ج۳ص ۴۲۳)

عن جابر ، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : يا جابر ، زر غبا تزدد حبا(اخبارِ اصبهان ،ج ۱ ص ۱۷۹ ،تحت رقم الترجمة ۱۹۱)

عن علي ، رضي الله عنه ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال : زر غبا تزدد حبا (امثال الحديث لابی الشيخ الاصبهانی، رقم الحديث ۱۴ ،الفوائد المنتقاه عن الشيوخ العوالي لعلي بن عمر الحربي، رقم الحديث ۱۱۱)

عن عائشة قالت : زر غبا ، تزدد حبا (معجم ابن المقرئ، رقم الحديث ۹۷۶، باب العين)

عن بهز بن حكيم ، عن أبيه ، عن جده ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : زر غباء تزدد حبا (فوائد تمام الرازي،رقم الحديث ۱۰۹۳)

www.idaraghufran.org

وزیارت میں اعتدال کو اختیار کرنا چاہئے، اور اس میں زیادتی اور غلو نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ زیادتی اور غلو سے کئی مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ [1]

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے، عام حالات میں ''رہبانیت'' کو پسند نہیں کیا گیا، جو دوسرے مذاہب میں عبادت شمار ہوتی تھی، جس میں مشاغلِ دنیا سے الگ تھلگ ہو کر عبادت میں مشغول رہا جاتا تھا۔ [2]

''رہبانیت'' میں چونکہ دنیا کے مشاغل سے، بالکل الگ تھلگ ہونا پایا جاتا ہے، جس میں

---

[1] قوله زر غبا تزدد حبا مخصوص بمن يزور لطمع وأن النهى عن كثرة مخالطة الناس مخصوص بمن يخشى الفتنة أو الضرر (فتح البارى لابنِ حجر، ج١٠ ص ٥٨٤، كتاب الأدب، باب الكنية للصبى وقبل أن يولد للرجل)

[2] الرهبانية لغة: من الرهبة، وهى الخوف والفزع مع تحرز واضطراب، ومنها الراهب: وهو المتعبد فى صومعة من النصارى يتخلى عن أشغال الدنيا وملاذها زاهدا فيها معتزلا أهلها، والجمع: رهبان، وقد يكون الرهبان واحدا، والجمع رهابين وترهب الرجل إذا صار راهبا.

والرهبانية - :بفتح الياء -منسوبة إلى الرهبان وهو الخائف، فعلان من رهب، كخشيان من خشى. وتكون أيضا -بضم الراء -نسبة إلى الرهبان وهو جمع راهب كراكب وركبان.

والمعنى الاصطلاحى لا يخرج عن المعنى اللغوى.

الألفاظ ذات الصلة:

أ -العزلة:

العزلة لغة: التجنب وهى اسم مصدر، وهى ضد المخالطة.

ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن ذلك.

والفرق بينها وبين الرهبانية: أن العزلة من وسائل الرهبانية، وهى على خلاف الأصل، وقد تقع عند فساد الزمان لغير الترهب فلا تحرم.

ب -السياحة:

من معانى السياحة فى اللغة: الذهاب فى الأرض للتعبد والترهب، ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن ذلك.

وكانت السياحة هكذا مما يتعبد به رهبان النصارى، ولذا جاء فى الحديث: سياحة أمتى الجهاد، وتأتى السياحة بمعنى إدامة الصوم.

فالسياحة بالمعنى الأول قريبة من الرهبانية. وينظر مصطلح (سياحة) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٣، ص١٧٣، مادة''رهبانية'' حرف الراء)

www.idaraghufran.org

ترکِ نکاح بھی لازم آتا ہے، اس لیے اسلام میں اس کو گوارا نہیں کیا گیا۔ [1]

عام حالات میں مسلمان کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ رہبانیت کو اختیار نہ کرے، ازدواجی تعلقات قائم کرے، مجالسِ علم اور مریضوں کی عیادت کرے، اور ان کے جنازے میں شرکت کرے، اور ضرورت مندوں کی مدد کرے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے، اور لوگوں کو خیر کی دعوت دے، اور حق کی نشر واشاعت کرے، اور اعلاءِ کلمۃُ اللہ کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کرے، اور اس سلسلے میں لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی ایذاء پر صبر کو اختیار کرے، جس کے عظیم فضائل ہیں۔ [2]

---

[1] الحكم التكليفى:

نهت الشريعة عن الرهبانية -بمعناها الذى كان يمارسه رهبان النصارى -وهو الغلو فى العبادات، والتخلى عن أشغال الدنيا وترك ملاذها، واعتزال النساء ، والفرار من مخالطة الناس، ولزوم الصوامع والديارات أو التعبد فى الغيران والكهوف، والسياحة فى الأرض على غير هدى بلحوقهم بالبرارى والجبال، وحمل أنفسهم على المشقات فى الامتناع من المطعم والمشرب والملبس والمنكح، وتعذيب النفس بالأعمال التعبدية الشاقة كأن يخصى نفسه أو يضع سلسلة فى عنقه.

ودليل ذلك قوله تعالى :(قل يا أهل الكتاب لا تغلوا فى دينكم غير الحق ولا تتبعوا أهواء قوم قد ضلوا من قبل وأضلوا كثيرا وضلوا عن سواء السبيل)

وقول النبى صلى الله عليه وسلم :عليك بالجهاد، فإنه رهبانية الإسلام .وقوله صلى الله عليه وسلم :ولن يشاد الدين أحد إلا غلبه .وقوله صلى الله عليه وسلم :من رغب عن سنتى فليس منى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳،ص ۱۷۳،مادة"رهبانية" حرف الراء)

[2] واتفق العلماء على أن الأفضل للمسلم أن يختلط بالناس، ويحضر جماعاتهم ومشاهد الخير ومجالس العلم، وأن يعود مريضهم، ويحضر جنائزهم، ويواسى محتاجهم، ويرشد جاهلهم، ويأمر بالمعروف وينهى عن المنكر، ويدعو للخير، وينشر الحق والفضيلة، ويجاهد فى سبيل الله لإعلاء كلمة الله، وإعزاز دينه مع قمع نفسه عن إيذاء المسلمين والصبر على أذاهم.

قال النووى :إن الاختلاط بالناس على هذا الوجه هو المختار الذى كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وسائر الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم، وكذلك الخلفاء الراشدون، ومن بعدهم من الصحابة والتابعين، ومن بعدهم من علماء المسلمين وأخيارهم لقوله تعالى (وتعاونوا على البر والتقوى) وقوله تعالى :(كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وقوله تعالى :(إن الله يحب الذين يقاتلون فى سبيله صفا كأنهم بنيان مرصوص.

وقوله صلى الله عليه وسلم :العبادة فى الهرج كهجرة إلى وقوله صلى الله عليه وسلم المؤمن الذى يخالط الناس ويصبر على أذاهم أعظم أجرا من الذى لا يخالطهم ولا يصبر على أذاهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳،ص ۱۷۴، ۱۷۵،مادة" رهبانية" حرف الراء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر معاشرے میں فتنے اور گناہ عام ہوجائیں، جن کا حصہ بننے، یا ان میں واقع ہونے کا غالب گمان ہوجائے، تو پھر اس طرح کے حالات میں حتی الامکان، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے میں ہی سلامتی وعافیت ہے، جبکہ اپنے ذمہ کے فرائض اور واجبات کو بھی اداء کرتا رہے۔ [1]

خلاصہ یہ کہ فتنوں کا بازار گرم ہونے کے حالات میں ممکنہ حد تک لوگوں سے ''عزلت'' کو اختیار کرنا ہی پسندیدہ ہے، جس کا احادیث میں ایسا طریقہ بیان کردیا گیا ہے، جو رہبانیت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واحتج القائلون بأفضلية المخالطة :بأن الله سبحانه وتعالى أمر بالاجتماع، وحض عليه، ونهى عن الافتراق وحذر منه، فقال تعالى ذكره :(واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا واذكروا نعمة الله عليكم إذ كنتم أعداء فألف بين قلوبكم فأصبحتم بنعمته إخوانا)وأعظم المنة على المسلمين فى جمع الكلمة وتأليف القلوب منهم فقال عز وجل :(وألف بين قلوبهم لو أنفقت ما فى الأرض جميعا ما ألفت بين قلوبهم ولكن الله ألف بينهم) . وقال سبحانه وتعالى :(ولا تكونوا كالذين تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء هم البينات)

واحتجوا بأحاديث نبوية منها :قول النبى صلى الله عليه وسلم :المؤمن الذى يخالط الناس ويصبر على أذاهم، خير من المؤمن الذى لا يخالطهم ولا يصبر على أذاهم .

وقالوا :إن المخالطة فيها اكتساب الفوائد، وشهود شعائر الإسلام، وتكثير سواد المسلمين، وإيصال الخير إليهم ولو بعيادة المرضى، وتشييع الجنائز، وإفشاء السلام، والأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، والتعاون على البر والتقوى، وإعانة المحتاج، وحضور جماعاتهم، وغير ذلك مما يقدر عليه كل أحد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ٨٣، ٨٤،مادة"عزلة" حرف العين)

[1] بندہ کا ذاتی تجربہ ومشاہدہ ایک عرصہ سے یہی ہے کہ موجودہ دور میں فتنے عام ہوچکے ہیں، ان سے بچنے کا عمدہ طریقہ عزلت ہے، جس کا طریقہ احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنی جائے سکونت میں استقرار پکڑا جائے۔ محمد رضوان۔

[1] هذا إذا لم تكن هناك فتنة عامة أو فساد سائد لا يستطيع إصلاحه، أو غلب على ظنه وقوعه فى الحرام بسبب المخالطة فيستحب له فى هذه الحالة العزلة لقوله تعالى : (واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة)

وقوله صلى الله عليه وسلم :خير الناس رجل جاهد بنفسه وماله، ورجل فى شعب من الشعاب يعبد ربه ويدع الناس من شره.

وقوله صلى الله عليه وسلم :يوشك أن يكون خير مال المسلم غنم يتبع بها شغف الجبال ومواقع القطر يفر بدينه من الفتن (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٣،ص ١٧٥، مادة "رهبانية" حرف الراء)

www.idaraghufran.org

سے پاک ہے، یعنی اپنے گھروں میں سکونت اختیار کرنا، اور اختلاط سے اجتناب کرنا۔ [1]
خاص طور پر جو شخص ایسا ہو کہ اس کو اپنے نفس پر قابو نہ ہو، اور اس کے لیے معاشرے کے فتنوں سے بچنا مشکل ہو، یا اس سے دوسروں کو ایذاء پہنچتی ہو، اس کے لیے خصوصیت کے ساتھ، ممکنہ حد تک اختلاط سے اجتناب کرنے کی زیادہ اہمیت ہے۔

اور اسی وجہ سے صوفیائے کرام نے لوگوں سے میل جول میں کمی کو اصلاح کے لیے بہت

---

[1] العزلة -بالضم -في اللغة :اسم من الاعتزال ، وهو تجنب الشيء بالبدن كان ذلك أو بالقلب .
وفي الاصطلاح :الخروج عن مخالطة الخلق بالانزواء والانقطاع .
الألفاظ ذات الصلة:
الخلوة:
الخلوة :انفراد الإنسان بنفسه .
قال السهروردي :الخلوة غير العزلة، فالخلوة من الأغيار، والعزلة من النفس وما تدعو إليه وما يشغل عن الله، فالخلوة كثيرة الوجود، والعزلة قليلة الوجود.
حكم العزلة:
ذهب العلماء إلى أن أفضلية العزلة عند ظهور الفتن وفساد الناس، إلا أن يكون الإنسان له قدرة على إزالة الفتنة، فإنه يجب عليه السعي في إزالتها بحسب الحال والإمكان.
وأما في غير أيام الفتنة فقد اختلف العلماء في المفاضلة بين العزلة والاختلاط.
قال النووي :اعلم أن الاختلاط بالناس على الوجه الذي ذكرته -أي من شهود خيرهم دون شرهم، وسلامتهم من شره -هو المختار الذي كان عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم وسائر الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم، وكذلك الخلفاء الراشدون ومن بعدهم من الصحابة والتابعين ومن بعدهم من علماء المسلمين وأخيارهم، وهو مذهب أكثر التابعين ومن بعدهم، وبه قال الشافعي وأحمد وأكثر الفقهاء رضي الله عنهم أجمعين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ٨٣، مادة،عزلة، حرف العين)
ونقل ابن حجر والعيني عن قوم :تفضيل العزلة، لما فيها من السلامة المحققة، لكن يشترط أن يكون عارفا بوظائف العبادة التي تلزمه وما يكلف به، قال الكرماني :المختار في عصرنا تفضيل الانعزال لندرة خلو المحافل عن المعاصي .
واحتجوا بقوله تعالى حكاية عن إبراهيم عليه الصلاة والسلام :(وأعتزلكم وما تدعون من دون الله وأدعو ربي عسى ألا أكون بدعاء ربي شقيا فلما اعتزلهم وما يعبدون من دون الله وهبنا له إسحاق ويعقوب وكلا جعلنا نبيا) وبحديث عقبة بن عامر الجهني رضي الله عنه لما قال :يا رسول الله ما النجاة؟ قال :أمسك عليك لسانك، وليسعك بيتك، وابك على خطيئتك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ٨٣، ٨٤،مادة"عزلة" حرف العين)

اہمیت دی ہے، جس کو انہوں نے ”قلتِ اختلاط مع الانام“ سے تعبیر کیا ہے۔ [1]

ایسے حالات میں لوگوں سے ”عزلت اور تنہائی“ اختیار کرنے والے کو یہ نیت کرنی چاہیے کہ اس کا مقصود، اپنے آپ کو فتنوں سے بچانا، اور دوسرے لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا ہے۔ [2]

---

[1] وذهب بعض العلماء إلى أن حكم العزلة والمخالطة يختلف باختلاف الأشخاص، فمنهم من يتحتم عليه أحد الأمرين، ومنهم من يترجح فى حقه أحدهما.
ونقل ابن حجر عن الخطابى :أن العزلة والاختلاط يختلفان باختلاف متعلقاتهما، فتحمل الأدلة الواردة فى الحض على الاجتماع على ما يتعلق بطاعة الأئمة وأمور الدين، وعكسها فى عكسه، وأما الاجتماع والافتراق بالأبدان، فمن عرف الاكتفاء بنفسه فى حق معاشه ومحافظة دينه، فالأولى له الانكفاف عن مخالطة الناس بشرط أن يحافظ على الجماعة والسلام والرد وحقوق المسلمين من العيادة وشهود الجنازة ونحو ذلك، والمطلوب إنما هو ترك فضول الصحبة، لما فى ذلك من شغل البال وتضييع الوقت عن المهمات ويجعل الاجتماع بمنزلة الاحتياج إلى الغداء والعشاء، فيقتصر منه على ما لا بد له منه فهو روح البدن والقلب .
قال الغزالى :إن وجدت جليسا يذكرك الله رؤيته وسيرته فالزمه ولا تفارقه، واغتنمه ولا تستحقره، فإنها غنيمة المؤمن وضالة المؤمن، وتحقق أن الجليس الصالح خير من الوحدة، وأن الوحدة خير من الجليس السوء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص ٨٤،٨٥،مادة”عزلة“)

[2] آداب العزلة:
ينبغى للعبد -إذا آثر العزلة -أن يعتقد باعتزاله عن الخلق سلامة الناس من شره، ولا يقصد سلامته من شر الخلق، فإن الأول نتيجة استصغار نفسه، والثانى شهود مزيته على الخلق، ومن استصغر نفسه فهو متواضع ومن رأى لنفسه مزية على أحد فهو متكبر، وأن يكون خاليا من جميع الأذكار إلا ذكر ربه، خاليا من جميع الإرادات إلا رضا ربه، وخاليا من مطالبة النفس من جميع الأسباب، فإن لم يكن بهذه الصفة فإن خلوته توقعه فى فتنة أو بلية .وأن يترك الخصال المذمومة؛ لأن العزلة الحقيقية هى اعتزال الخصال المذمومة، فالتأثير لتبديل الصفات لا للتنائى عن الأوطان ، وأن يأكل الحلال ، ويقنع باليسير من المعيشة، ويصبر على ما يلقاه من أذى الجيران، ويسد سمعه عن الإصغاء إلى ما يقال فيه من ثناء عليه بالعزلة .
وليكن له أهل صالحة، أو جليس صالح لتستريح نفسه إليه فى اليوم ساعة من كد المواظبة، ففيه عون على بقية الساعات .
وليكن كثير الذكر للموت ووحدة القبر .
وليلزم القصد فى حالتى العزلة والخلطة؛ لأن الإغراق فى كل شىء مذموم وخير الأمور أوسطها، والحسنة بين السيئتين.
قال الخطابى :والطريقة المثلى فى هذا الباب ألا تمتنع من حق يلزمك للناس وإن لم يطالبوك به، وألا تنهمك لهم فى باطل لا يجب عليك وإن دعوك إليه، فإن من اشتغل بما لا يعنيه فاته ما يعنيه، ومن انحل فى الباطل جمد عن الحق، فكن مع الناس فى الخير، وكن بمعزل عنهم فى الشر، وتوخ أن تكون فيهم شاهدا كغائب وعالما كجاهل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص ٨٥، ٨٦، مادة”عزلة“ حرف العين)

اور اسی کے ساتھ اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ اور تقویٰ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ؎1

اور قربِ قیامت میں جب بہت زیادہ شر پھیل جائے، اس وقت میں اپنے دین کو محفوظ رکھنے کے لیے ''عزلت'' کا طریقہ، احادیث میں پہاڑوں اور وادیوں میں جانے کی شکل میں بیان کیا گیا ہے۔

وہ تو ایک مخصوص زمانے سے متعلق حکم ہے، لیکن عام فتنوں کے زمانے میں احادیث میں ''عزلت'' کا جو طریقہ، گھروں میں سکونت اختیار کرنے کا بیان کیا گیا ہے، وہ ایسا طریقہ ہے، جس میں انسان اپنے سے متعلق ضروری حقوق بھی اداء کرلیتا ہے، اور مختلف قسم کے فتنوں سے بھی محفوظ رہ جاتا ہے۔ ؎2

؎1 فوائد العزلة:

قد يكون للعزلة فوائد منها:

أ -التفرغ للعبادة والفكر، والاستئناس بمناجاة الله تعالى.

ب -التخلص بالعزلة من المعاصى التى يتعرض الإنسان لها غالبا بالمخالطة، ويسلم منها فى الخلوة، وهى أربعة :الغيبة والنميمة، والرياء ، والسكوت عن الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، ومسارقة الطبع من الأخلاق الرديئة، والأعمال الخبيثة التى يوجبها الحرص على الدنيا .

ج -الخلاص من الفتن والخصومات، وصيانة الدين والنفس عن الخوض فيها والتعرض لأخطارها.

د -الخلاص من شر الناس .

هـ -السلامة من آفات النظر إلى زينة الدنيا وزهرتها والاستحسان لما ذمه الله تعالى من زخرفها وعابه من زبرج غرورها .و السلامة من التبذل لعوام الناس وحواشيهم والتصون عن ذلة الامتهان منهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠،ص٨٧، مادة"عزلة" حرف العين)

؎2 كيفية الاعتزال:

الاعتزال عن الناس يكون مرة فى الجبال والشعاب، ومرة فى السواحل والرباط، ومرة فى البيوت، وقد جاء فى الخبر :إذا كانت الفتنة فأخف مكانك، وكف لسانك ولم يخص موضعا من موضع.

وقد جعلت طائفة من العلماء العزلة، اعتزال الشر وأهله بقلبك وعملك إن كنت بين أظهرهم .

قال ابن المبارك فى تفسير العزلة :أن تكون مع القوم، فإذا خاضوا فى ذكر الله فخض معهم، وإن خاضوا فى غير ذلك فاسكت .

وقال القرطبى :أحوال الناس فى هذا الباب تختلف فرب رجل تكون له قوة على سكنى الكهوف والغيران فى الجبال، وهى أرفع الأحوال؛ لأنها الحالة التى اختارها الله لنبيه صلى الله عليه وسلم فى بداية أمره ونص عليها فى كتابه مخبرا عن الفتية فقال :(وإذ اعتزلتموهم وما يعبدون إلا الله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ایسی ''عزلت'' کہ جس میں انسان جنگل وغیرہ میں الگ تھلگ جا کر پڑ جائے، اور کسی سے بھی کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھے، اس کی وجہ سے اپنے سے متعلق ضروری حقوق تلف ہوجاتے ہیں۔ ۱؎

یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ مسلمان سے ملاقات کے وقت، اصل حکم سلام کرنے کا ہے، جس کی اسلام میں تاکید کی گئی ہے، اور یہ مقصد دوسرے سے کچھ فاصلے پر، بلکہ دور رہتے ہوئے بھی خط وکتابت اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے، حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اور جہاں تک مصافحہ اور معانقہ کا تعلق ہے، تو اس کی اتنی تاکید نہیں، اور سلام کے حکم پر عمل کرنا، ان چیزوں پر موقوف نہیں۔

وہ الگ بات ہے کہ عام حالات میں ان چیزوں کی بھی، نہ صرف یہ کہ اجازت ہے، بلکہ فضیلت بھی ہے۔ ۲؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فأووا إلى الكهف) ، ورب رجل تكون العزلة له فى بيته أخف عليه وأسهل، وقد اعتزل رجال من أهل بدر فلزموا بيوتهم بعد قتل عثمان، فلم يخرجوا إلا إلى قبورهم، ورب رجل متوسط بينهما فيكون له من القوة ما يصبر بها على مخالطة الناس وأذاهم، فهو معهم فى الظاهر ومخالف لهم فى الباطن(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص٨٦، مادة"عزلة" حرف العين)

۱؎ آفات العزلة:

قال الغزالى :اعلم أن من المقاصد الدينية والدنيوية ما يستفاد بالاستعانة بالغير ولا يحصل ذلك إلا بالمخالطة، فكل ما يستفاد من المخالطة يفوت بالعزلة وفواته من آفات العزلة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠، ص٨٧، مادة"عزلة" حرف العين)

۲؎ مصافحة الرجل للرجل مستحبة عند عامة العلماء ، قال النووى :اعلم أنها سنة مجمع عليها عند التلاقى، وقال ابن بطال :أصل المصافحة حسنة عند عامة العلماء .

وقد نص على استحباب المصافحة بين الرجال كثير من فقهاء المذاهب، واستدلوا عليه بجملة من الأخبار الصحيحة والحسنة، من ذلك ما روى كعب بن مالك رضى الله عنه قال :دخلت المسجد، فإذا برسول الله صلى الله عليه وسلم فقام إلى طلحة بن عبيد الله يهرول حتى صافحنى وهنأنى، وما روى البخارى عن قتادة قال :قلت لأنس رضى الله عنه :أكانت المصافحة فى أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم؟ قال :نعم .

وما روى عن عطاء بن أبى مسلم عبد الله الخراسانى قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورفتنوں کے دور میں ایک تو گھروں میں رہنے کی صورت میں، دوسروں سے میل، ملاقات کی نوبت کم آتی ہے، اور دوسرے ایسی صورت میں مصافحہ ومعانقہ کے بجائے، سلام پر اکتفاء کر کے بھی شریعت کے تاکیدی حکم پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

بہرحال موجودہ دور چونکہ طرح طرح کے فتنوں کا دور ہے، ایسے زمانے میں احادیث میں دو حکم دیے گئے ہیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تصافحوا يذهب الغل، وتهادوا تحابوا وتذهب الشحناء .

وروى عن مالك أنه كره المصافحة، وهو قول سحنون وبعض علماء المالكية ، واستدل لهذه الرواية بقوله عز وجل فى وصف تحية الملائكة لسيدنا إبراهيم عليه السلام :(إذ دخلوا عليه فقالوا سلاما قال سلام قوم منكرون) ، حيث حيوه بإلقاء السلام، ولم يتبعوه بالمصافحة، لكن المشهور عن مالك استحباب المصافحة، ويؤيد ذلك ما روى عنه أنه دخل عليه سفيان بن عيينة فصافحه وقال :لولا أنها بدعة لعانقتك، فقال سفيان :عانق من هو خير منى ومنك النبى صلى الله عليه وسلم لجعفر حين قدم من أرض الحبشة، قال مالك :ذلك خاص، قال سفيان :بل هو عام ما يخص جعفرا يخصنا، وما يعمه يعمنا إذا كنا صالحين(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٧، ص٣٥٦، ٣٥٧، مادة"مصافحة" حرف الميم)

معانقة الرجل للرجل:

ذهب الحنفية فى الصحيح إلى أنه يجوز معانقة الرجل للرجل إذا كان على كل واحد منهما قميص أو جبة، ثم اختلفوا فى المعانقة فى إزار واحد، والمذهب كراهة المعانقة فى إزار واحد .وقال أبو يوسف :لا بأس بالمعانقة فى إزار واحد.

قال الخادمى :وقد وردت أحاديث فى النهى عن المعانقة، وأحاديث فى تجويزها، ووفق أبو منصور الماتريدى بينهما فقال :المكروه منها ما كان على وجه الشهوة، وأما على وجه البر والكرامة، فجائز .

وكره مالك المعانقة كراهة تنزيهية لأنها من فعل الأعاجم، ولم يرد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه فعلها إلا مع جعفر رضى الله عنه،ولم يجر العمل بها من الصحابة بعده عليه الصلاة والسلام،قال العدوى :لا يخفى أن مفاد النقل عن مالك كراهة المعانقة ولو مع الأهل ونحوهم .

وذهب الشافعية إلى أن المعانقة مكروهة إلا لقادم من سفر، أو تباعد لقاء فسنة للاتباع .

واستدلوا على ما ذهبوا إليه من كراهة معانقة الرجلين بحديث أنس رضى الله عنه قال قال رجل :يا رسول الله الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحنى له؟ قال :لا، قال :أفيلتزمه -أى يعتنقه -ويقبله؟ قال :لا، قال :فيأخذ بيده ويصافحه؟ قال :نعم، وصرح النووى بأن الكراهة هنا كراهة تنزيه.

واستدلوا على معانقة القادم من سفر بما روى عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت :قدم زيد بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایک اپنی نقل و حرکت کو کم از کم کرنا، جس کا طریقہ گھروں میں رہنے کی شکل میں بتلایا گیا، اور فتنوں میں جھانکنے سے بھی منع کیا گیا، اور دوسرا حکم زبان کو قابو میں رکھنے کی صورت میں دیا گیا، زبان کو قابو میں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ زبان کو سخت ضرورت کے علاوہ، خاموش رکھا جائے۔

اور میڈیا کے ذریعے مختلف مناظر کو دیکھنا بھی فتنوں کو جھانکنے میں داخل ہے، اور میڈیا کے ذریعہ لایعنی اور فضول آڈیو، ویڈیو کی شکل میں مشغولی ہونا بھی زبان کے غیر محتاط استعمال میں داخل ہے۔

اس سے بھی بچنا چاہئے، الّا یہ کہ سخت ضرورت کی بات ہو، اس کو بھی بقدرِ ضرورت ہی استعمال کرنے پر اکتفاء کرنا چاہئے۔

مگر ہم نے دیکھا کہ اس فتنے میں آج کل ابتلائے عام ہو چکا ہے، اچھے خاصے، دیندار اور صاحبِ علم سمجھے جانے والے لوگ بھی میڈیا کے فضول اور غیر محتاط استعمال سے کم ہی بچے ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ سخت فتنہ اور ضرورت کے وقت، مرد حضرات کو، گھر میں نماز پڑھنے کی بھی گنجائش ہے، جبکہ مساجد میں بھی چند لوگ اپنی جگہ، جماعت سے نماز پڑھیں، البتہ اگر گھر میں باجماعت نماز پڑھ لی جائے، تو زیادہ باعثِ ثواب ہے، جس کی تفصیل ہم نے اپنے بعض دوسرے مضامین میں بیان کردی ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حارثة المدينة ورسول الله صلى الله عليه وسلم فى بيتى، فأتاه فقرع الباب، فقام إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم . . .فاعتنقه وقبله .

وقال الحنابلة :تباح المعانقة وتقبيل اليد والرأس تدينا وإكراما واحتراما مع أمن الشهوة، قال ابن مفلح :ظاهر هذا عدم إباحته لأمر الدنيا .

وقال إسحاق بن إبراهيم :إن أبا عبد الله أحمد بن حنبل احتج فى المعانقة بحديث أبى ذر رضى الله عنه أن النبى صلى الله عليه وسلم عانقه .

وقال :سألت أبا عبد الله عن الرجل يلقى الرجل يعانقه؟ قال :نعم فعله أبو الدرداء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٨، ص ١٨٤، ١٨٥، مادة"معانقة" حرف الميم)

(فصل نمبر 9)

مخصوص غذاء ودواء کا اہتمام

قرآن وسنت میں جس طرح انسانی روح کی کامیابی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان ہوئی ہے، اسی طرح انسانی جسم کی اصلاح بھی اصولی انداز میں بیان ہوئی ہے، چنانچہ حفظانِ صحت کے اُصول اور بیماری میں صحت حاصل کرنے کے لئے بعض غذاؤں اور جڑی بوٹیوں کے ذریعے، علاج کا بھی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

قرآن وسنت میں بیان کردہ حفظانِ صحت کے اصولوں کو اگر اختیار کیا جائے، تو انسانی جسم طاقت ور اور اس کی قوتِ مدافعت مضبوط رہتی ہے، اور مہلک بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے۔

ذیل میں اُصولی طور پر قرآن وسنت میں بیان کردہ حفظانِ صحت کے رہنما اُصول، بیماری سے حفاظت وبچاؤ کے طریقے اور بیماری کے علاج کے لئے مفید غذائیں اور دوائیں تحریر کی جاتی ہیں۔

کھانے پینے میں اعتدال، اور علاج، معالجہ کا حکم

اسلام کی ایک اہم تعلیم یہ ہے کہ کھانے پینے میں اعتدال کا لحاظ کیا جائے، اس کی وجہ سے، انسان بیشتر بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، اور کھانے پینے میں اعتدال کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ کھانے پینے کی مقدار کو حتی الامکان کم رکھا جائے، اسی لیے اسلام میں روزوں کو فرض کیا گیا ہے، اور فرض روزوں کے علاوہ مختلف ایام میں روزوں کو سنت، یا مستحب وغیرہ قرار دیا گیا ہے۔

اسی کے ساتھ کھانے پینے میں اعتدال یہ بھی ہے کہ کھائی، پی جانے والی اشیاء کے مزاج کا

لحاظ کرکے، استعمال کیا جائے۔

اور اگر بیمار ہو جائے، تو حدود کے دائرے میں رہتے ہوئے، علاج معالجہ کیا جائے۔

اس سلسلے میں چند آیات واحادیث ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورة الاعراف، رقم الآية ۳۱)

ترجمہ: کھاؤ اور پیو، اور اسراف نہ کرو، بے شک اللہ محبت نہیں کرتا، اسراف کرنے والوں سے (سورہ اعراف)

مذکورہ آیت میں کھانے اور پینے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانی، پینی عبادت ہیں، لیکن مذکورہ آیت میں حد سے زیادہ کھانے پینے سے منع کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ حد سے زیادہ کھانا پینا نقصان دہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کھانے پینے میں حد سے زیاتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَا مَلَأَ آدَمِيٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنٍ ، بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ أُكُلَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ، فَإِنْ كَانَ لَا مَحَالَةَ فَثُلُثٌ لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ (سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۳۸۰، ابواب الزهد، باب ما جاء فی كراهية كثرة الأكل، مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۸۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی نے پیٹ سے برا کوئی برتن نہیں بھرا، ابنِ آدم کو کمر سیدھی کرنے کے لئے چند لقمے کافی ہیں، اگر اس سے

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

قال شعيب الانؤوط: رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

زیادہ ہی کھانا ہو، تو (پیٹ کے) تین حصے کرلے، تین میں سے ایک حصہ کھانے کے لئے، اور دوسرا حصہ پینے کے لئے، اور تیسرا حصہ اپنا سانس لینے کے لئے رکھے (ترمذی، مسند احمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو پیٹ کے تین حصے کرکے ایک حصہ کو کھانے کے لیے، دوسرے حصہ کو پینے کے لیے، اور تیسرے حصہ کو سانس کے لیے چھوڑنا چاہیے۔

اس اصول پر عمل کرنے کے نتیجے میں بہت سی بیماریوں سے حفاظت رہتی ہے، کیونکہ سانس کے بغیر کھانا پوری طرح ہضم نہیں ہوتا، اور اس کو باہر سے صاف ہوا نہیں ملتی، نہ ہی اس کے زہریلے اور مضر اثرات باہر نکل پاتے، وہ جسم کے اندر رہ کر طرح طرح کی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔

حضرت نافع سے روایت ہے کہ:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ، لَا يَأْكُلُ حَتّٰى يُؤْتٰى بِمِسْكِيْنٍ يَأْكُلُ مَعَهُ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيْرًا، فَقَالَ: يَا نَافِعُ، لَا تُدْخِلْ هٰذَا عَلَيَّ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۵۳۹۳، كتاب الأطعمة، باب: المؤمن يأكل فی معی واحد)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، اس وقت تک کھانا نہیں کھاتے تھے، جب تک اپنے ساتھ کسی مسکین کو شامل نہیں فرمالیتے تھے، میں نے ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک شخص کو داخل کیا، تو اس نے بہت زیادہ کھانا کھایا، تو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے نافع! آپ اس کو میرے پاس نہ لانا، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے، اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

كَانَ أَبُو نَهِيكٍ رَجُلًا أَكُولًا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ فَقَالَ: فَأَنَا أُومِنُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٥٣٩٥، كتاب الأطعمة، باب: المؤمن يأكل فى معى واحد)

ترجمہ: ابونہیک، بہت زیادہ کھانے والے شخص تھے، ان کو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے، انہوں نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں (بخاری)

مومن کے ایک آنت میں، اور کافر کے سات آنتوں میں کھانے کی حدیث اور بھی کئی سندوں سے مروی ہے۔

اور احادیث میں بعض واقعات اس طرح کے بھی مروی ہیں کہ کوئی شخص ایمان لانے سے پہلے بہت زیادہ کھاتا تھا، اور ایمان لانے کے بعد فوراً ہی اس کے کھانے کی مقدار میں کمی آ گئی۔ [1]

---

[1] عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يأكل المسلم فى معى واحد والكافر يأكل فى سبعة أمعاء.(صحيح البخارى، رقم الحديث ٥٣٩٦)

عن أبى هريرة : أن رجلا كان يأكل أكلا كثيرا فأسلم، فكان يأكل أكلا قليلا، فذكر ذلك للنبى صلى الله عليه وسلم، فقال: إن المؤمن يأكل فى معى واحد، والكافر يأكل فى سبعة أمعاء(صحيح البخارى، رقم الحديث ٥٣٩٧)

عن أبى موسى،عن النبى صلى الله عليه وسلم .قال :المؤمن يأكل فى معى واحد . والكافر يأكل فى سبعة أمعاء(مسلم، رقم الحديث ٢٠٦٢ "١٨٥")

عن أبى هريرة: أن رجلا أتى النبى صلى الله عليه وسلم وهو كافر، فكان يأكل أكلا كثيرا، ثم إنه أسلم، فكان يأكل أكلا قليلا، فذكر ذلك للنبى صلى الله عليه وسلم،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور جہینہ قبیلے کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ الْكَافِرَ يَشْرَبُ فِيْ سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ، وَإِنَّ الْمُؤْمِنَ يَشْرَبُ فِيْ مِعًى وَاحِدٍ (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٣١٣٥)[1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کافر سات آنتوں میں پیتا ہے، اور مومن ایک آنت میں پیتا ہے (مسند احمد)

اس طرح کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کم کھانا، پینا، ایمان کا تقاضا ہے، اور زیادہ کھانا، کفر کی علامت ہے۔

لہٰذا مومن ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ کھانے پینے اور موج مستی اڑانے میں کافروں کی اتباع نہ کرے، اور کھانے پینے میں اعتدال واحتیاط رکھے، کم خوری کے اصول کو اپنائے، جس کا طریقہ پہلے ذکر کیا گیا کہ پیٹ کے تین حصے رکھے، اور تین میں سے ایک حصہ سانس کے لیے چھوڑ دے۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: اَلدُّنْيَا سِجْنُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فقال: " إن الكافر يأكل فى سبعة أمعاء، وإن المسلم يأكل فى معى واحد "(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٩٨٧٤)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين(حاشية مسند احمد)

عن جابر أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: " الكافر يأكل فى سبعة أمعاء، والمؤمن يأكل فى معى واحد "(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ١٥٢١٨)

قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

عن ميمونة بنت الحارث، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " الكافر يأكل فى سبعة أمعاء، والمؤمن يأكل فى معى واحد "(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ٢٦٨٤٥)

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح لغيره(حاشية مسند احمد)

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح(حاشية مسند احمد)

الْـمُـؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ، وَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ : أَطْوَلُ النَّاسِ شِبَعًا فِي الدُّنْيَا أَكْثَرُهُمْ جُوْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ

(مستدرک حاکم، رقم الحديث ٦٥٤٥، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم،ذكر سلمان الفارسی رضی الله عنه) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت ہے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے (حاکم)

اس حدیث سے زیادہ کھانے والوں کی برائی معلوم ہوئی، اور پتہ چلا کہ جس طرح ٹُن کر کھانا، دنیا میں صحت وتندرستی کے لیے نقصان دہ ہے، اسی طرح آخرت میں بھی نقصان دہ ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس، بعض لوگوں نے ڈکار لی، تو اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، یہی بات فرمائی کہ دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والے، آخرت میں سب سے زیادہ لمبے وقت تک بھوکے ہوں گے۔ [2]

---

[1] قال الحاكم:هذا حديث غريب صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

وقال الالبانی:وجملة القول أن الحديث قد جاء من طرق عمن ذكرنا من الصحابة وهی وإن كانت مفرداتها، لا تخلو من ضعف، فإن بعضها ليس ضعفها شديدا، ولذلك فإنی أرى أنه يرتقی بمجموعها إلى درجة الحسن على أقل الأحوال .والله سبحانه وتعالى أعلم(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث٣٤٣)

[2] عن عون بن أبی جحيفة، عن أبيه، رضی الله عنه، قال: أكلت ثريدا وأتيت النبی صلى الله عليه وسلم فتجشأت عنده فقال: يا أبا جحيفة إن أطول الناس جوعا يوم القيامة أكثرهم شبعا فی الدنيا.

ثنا العباس بن جعفر، قال: حدثنا إسحاق بن منصور، قال: حدثنا عبد السلام، عن أبی رجاء، عن أبی جحيفة قال: تجشأت عند النبی صلى الله عليه وسلم فذكر نحوه(مسند البزار، رقم الحديث ٤٢٣٦، ٤٢٣٧)

قال الالبانی:وقد كنت نقلت عن المنذری أنه قال فی أحد إسنادی البزار" :رواته ثقات ."

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس قسم کی نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں بسیار خوری، یعنی زیادہ کھانے کو پسند نہیں کیا گیا، اور بسیار خوری، صحت اور تندرستی کے لیے بھی انتہائی مضر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ کم خوری کا اہتمام کیا جائے، جس کے نتیجے میں بہت سی بیماریوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

کم خوری کی ایک صورت وقتاً فوقتاً روزے رکھنا بھی ہے، جس کے ذریعے سے عبادت کے ساتھ ساتھ کم خوری کے اصول پر عمدہ طریقے سے عمل کیا جا سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ کھانے پینے کی چیزوں میں ان کے مزاج کو ملحوظ رکھنے کی بھی بڑی اہمیت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْكُلُ الْبِطِّيْخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُوْلُ: نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا، وَبَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٣٨٣٦، كتاب الاطعمة، باب فی الجمع بين اللونين فی الأكل) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس (کھجور) کی گرمی کو ہم اس (تربوز) کی ٹھنڈک کے ساتھ، اور اس (تربوز) کی ٹھنڈک کو اس (کھجور) کی گرمی کے ساتھ توڑتے ہیں (ابوداؤد، ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٥٤٤٠، كتاب الاطعمة، باب الرطب بالقثاء)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ولما وقفت على إسناده بواسطة "كشف الأستار"؛ جودت إسناده فی الطبعة الجديدة قائلا: "فهو جيد، رجاله ثقات رجال الشيخين؛ غير شيخ البزار :العباس بن جعفر -وهو البغدادی-؛ ثقة." ولم أكن أعلم أنه متابع لمحمد بن خالد لما ذكرت من فقد "المعجم الكبير"، والآن وبمقابلة إسناده بإسناد البزار؛ فقد تبينت المتابعة؛ فإن إسناد البزار هكذا " :حدثنا العباس بن جعفر :ثنا إسحاق بن منصور به ."

فهذه متابعة قوية لمحمد بن خالد تدل على أنه قد حفظ الحديث(سلسلة الأحاديث الصحيحة،تحت رقم الحديث ٣٣٧٢)

[1] قال شعيب الارنؤوط:إسناده جيد (حاشية سنن ابی داؤد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تر کھجوریں، ککڑی (یا کھیرے) کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا (بخاری)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی خوراک میں کھائی جانے والی غذاء کے مزاج کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے معتدل رکھنا، صحت کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

اس کے علاوہ احادیث میں بیماری کا علاج کرنے کی اجازت اور اس کا حکم آیا ہے۔

ذیل میں اس طرح کی چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ كَأَنَّمَا عَلٰى رُءُوسِهِمُ الطَّيْرُ، فَسَلَّمْتُ ثُمَّ قَعَدْتُ، فَجَاءَ الْأَعْرَابُ مِنْ هَا هُنَا وَهَا هُنَا، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَنَتَدَاوَى؟ فَقَالَ: تَدَاوَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَضَعْ دَاءً إِلَّا وَضَعَ لَهُ دَوَاءً، غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ الْهَرَمُ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٣٨٥٥، كتاب الطب، باب فی الرجل يتداوى)

ترجمہ: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس آیا (وہ ایسے پُرسکون بیٹھے تھے) گویا کہ اُن کے سروں پر پرندے ہوں، پس میں نے سلام کیا، اور پھر میں بیٹھ گیا، پھر کچھ دیہاتی اطراف سے آئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہم دواء کریں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دواء کرو، اس لئے کہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری ایسی نہیں رکھی، جس کی دواء نہ رکھی ہو، سوائے ایک بیماری کے، جو موت ہے (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يُنْزِلْ دَاءً إِلَّا أَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ، وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ (مسند احمد، رقم الحديث ٤٢٣٦)[1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے کوئی بیماری نہیں نازل کی، مگر اس کی شفاء بھی نازل کی ہے، جو اس شفاء کو جان لیتا ہے، سو جان لیتا ہے، اور جو اس سے ناواقف رہتا ہے، سو ناواقف رہتا ہے (مسند احمد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی نازل کی ہے، اس کی دواء اور علاج بھی نازل کیا ہے، لیکن اس کے علاج سے ہر شخص واقف نہیں ہوتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ، فَإِذَا أُصِيْبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۲۰۴ "۶۹" كتاب السلام، باب لكل داء دواء .واستحباب التداوى)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بیماری کی دوا ہے، پھر جب درست دوا، بیماری کو پہنچتی ہے، تو وہ اللہ عزوجل کے حکم سے (مریض) صحت یاب ہو جاتا ہے (مسلم)

مطلب یہ ہے کہ علاج معالجہ کے ذریعے، صحت یابی، اللہ کے حکم سے حاصل ہوتی ہے، اس لئے علاج ودواء کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اللہ سے اس علاج اور دواء کو مؤثر بنانے کی دعاء کرنے کی بھی ضرورت ہے۔

خلاصہ یہ کہ بیماری سے حفاظت کے لیے سب سے پہلے تو کم کھانے، پینے کی عادت کو اپنانا اور اختیار کرنا چاہیے، اور اس کے ساتھ غذاؤں کے مزاج کو ملحوظ رکھ کر استعمال کرنا چاہیے، اور پھر بھی بیماری آ جائے، تو اس کا علاج کرنا چاہیے، لیکن علاج وتدبیر اور دوا کو مؤثر ہونے میں اللہ کا محتاج سمجھنا چاہیے، اسی ذات پر توکل وبھروسہ کرتے ہوئے، سب کچھ کرنا چاہیے۔

جَو (Barley) اور اس کے دلیہ وتلبینہ کی افادیت

احادیث میں "جَو" (Barley) اور اس کے دلیہ وتلبینہ Talbina کی بڑی افادیت آئی

ہے، خاص طور پر کمزوروں اور مریض لوگوں کے لئے، اس کی بہت افادیت بیان کی گئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں اکثر روٹی ''جَو'' (Barley) کی تناول کی جاتی تھی، اور جَو کا ستو بھی تناول کیا جاتا تھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيْتُ اللَّيَالِي الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُوْنَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمْ خُبْزَ الشَّعِيْرِ (سنن الترمذي، رقم الحديث ٢٣٦٠، ابواب الزهد، باب ما جاء في معيشة النبي صلى الله عليه وسلم وأهله)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے لگاتار کئی کئی راتوں بھوک سے رہتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس شام کا کھانا نہ ہوتا اور عام طور پر ان کا کھانا جَو کی روٹی ہوتی تھی (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہلِ خانہ کا کھانا اکثر جَو کی روٹی ہوتا تھا، جس سے جَو اور اس کی روٹی کی افادیت واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسٌ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى ذٰلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيْرٍ، وَمَرَقًا فِيْهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيْدٌ، قَالَ أَنَسٌ: فَرَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الصَّحْفَةِ، فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٥٤٣٩، كتاب الأطعمة، باب من ناول أو قدم إلى صاحبه على المائدة شيئا)

---

[1] قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح.

ترجمہ: ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کھانے کی دعوت دی، جو اس نے آپ کے لئے تیار کیا تھا، حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کھانے میں شریک تھا، اس درزی نے جَو کی روٹی اور شوربا جس میں کدو اور گوشت تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کیا، پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کے اندر سے کدو کو تلاش کر کے تناول فرمارہے تھے، پس میں اسی دن سے کدو کو پسند کرنے لگا (بخاری)

اس طرح کی احادیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جَو کی روٹی تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

حضرت اُمِ منذر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَعَہٗ عَلِیٌّ وَلَنَا دَوَالٍ مُعَلَّقَۃٌ، قَالَتْ: فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْکُلُ وَعَلِیٌّ مَعَہٗ یَأْکُلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ: مَہْ مَہْ یَا عَلِیُّ، فَإِنَّکَ نَاقِہٌ، قَالَ: فَجَلَسَ عَلِیٌّ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَأْکُلُ، قَالَتْ: فَجَعَلْتُ لَھُمْ سِلْقًا وَشَعِیْرًا، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: یَا عَلِیُّ، مِنْ ھٰذَا فَأَصِبْ، فَإِنَّہٗ أَوْفَقُ لَکَ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۰۳۷، ابواب الطب، باب ما جاء فی الحمیۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے پاس تشریف لائے، اور آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے، اور ہمارے ہاں کھجوروں کا خوشہ لٹکا ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کھانا شروع کیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ

---

[1] قال الترمذی: ھذا حدیث حسن غریب لا نعرفہ إلا من حدیث فلیح، ویروی عن فلیح، عن أیوب بن عبد الرحمن، حدثنا محمد بن بشار قال: حدثنا أبو عامر، وأبو داود، قالا: حدثنا فلیح بن سلیمان، عن أیوب بن عبد الرحمن، عن یعقوب، عن أم المنذر الأنصاریۃ، قالت: دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فذکر نحو حدیث یونس بن محمد، إلا أنہ قال: أنفع لک وقال محمد بن بشار: وحدثنیہ أیوب بن عبد الرحمن، ھذا حدیث حسن غریب.

نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا شروع کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! ایسا نہ کرو، ایسا نہ کرو، تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو (اور کمزور ہو) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرماتے رہے، حضرت امِ منذر کہتی ہیں کہ پھر میں نے ان کے لیے ''چقندر'' اور ''جَو'' تیار کیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! آپ اس میں سے کھائیے، کیونکہ یہ آپ کے لیے زیادہ موافق ہے (ترمذی)

یہ حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے، جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَصِبْ مِنْ هٰذَا فَهُوَ أَنْفَعُ لَکَ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۳۸۵۶، کتاب الطب، باب فی الحمية)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! آپ یہ کھائیے، یہ آپ کے لیے زیادہ نفع بخش ہے (ابوداؤد) [1]

---

[1] عن أم المنذر بنت قيس الأنصارية، قالت: دخل على رسول الله – صلى الله عليه وسلم —-صلى الله عليه وسلم-، ومعه على، وعلى ناقه، ولنا دوالى معلقة، فقام رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يأكل منها، وقام على ليأكل، فطفق رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: لعلى:" مه، إنک ناقه ."حتى كف على، قالت: وصنعت شعيرا وسلقا، فجئت به، فقال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –:" يا على، أصب من هذا فهو أنفع لک"(سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۳۸۵۶، باب فی الحمية)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده حسن .فليح بن سليمان مختلف فيه .فقد احتج به الشيخان، وقال عنه الدارقطنی مرة: ثقة، وقال مرة: لا بأس به، وقال ابن حبان فی "مشاهير علماء الأمصار :"من متقنی أهل المدينة، وقال الساجی: إنه يهم وان كان من أهل الصدق– قلنا: وأی ثقة لم يقع له وهم– وقال ابن عدی بعد أن سبر أحاديثه: ولفليح أحاديث صالحة يرويها عن نافع عن ابن عمر نسخة ...ويروی عن سائر الشيوخ من أهل المدينة، مثل أبی النضر وغيره أحاديث مستقيمة وغرائب، وقد اعتمده البخاری فی "صحيحه "وروی عنه زيد بن أبی أنيسة، وهو عندی لا بأس به.

وقال الحافظ الذهبی فی "تذكرة الحفاظ :"وكان صادقا عالما صاحب حديث ...

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چقندر اور جَو کا مرکب کھانا، جس کا مذکورہ حدیث میں ذکر گزرا، یہ صحابۂ کرام کا مرغوب کھانا تھا، جس کا بعض دوسری روایات میں ذکر آیا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَتْ فِيْنَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلٰى أَرْبِعَاءَ فِيْ مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا، فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ جُمُعَةٍ تَنْزِعُ أُصُوْلَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِيْ قِدْرٍ، ثُمَّ تَجْعَلُ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال: وحديثه فی رتبة الحسن .وقال فی "الميزان :"أحد العلماء الكبار، احتجا به فی "الصحيحين ."

وقد صحح أحاديثه الإمام عبد الحق الإشبيلی على اطراد كما قال ابن القطان الفاسی فی "الوهم والإيهام .38 /4 "وصحح له الترمذی تارة وحسن له أخرى.

وصحح له الحافظ العراقی فی "تخريج أحاديث الإحياء "إسناد حديث:" من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله"، وهو الحديث السالف عند المصنف برقم (3664)، وحسن له البزار إسناد حديث عنده برقم .(343)

لكن ضعفه يحيى بن معين وأبو زرعة والنسائی وأبو داود، وتبعهم ابن القطان الفاسی.

وقد تتبعنا أحاديثه فی "مسند أحمد"، فإذا هی تزيد على مئة حديث، وقد توبع عليها كلها خلا ستة أحاديث، أخرج البخاری فی "صحيحه "أربعة أحاديث منها، والحديثان الباقيان، صحح أحدهما الحافظ العراقی فی "تخريج أحاديث الاحياء"، وسكت عنه عبد الحق الإشبيلی مصححا له، وهو حديث: " من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله ... "، والحديث الآخر فی "المسند(11628) "، وصححه ابن حبان (3006)، والحاكم 1/ 357، وسكت عنه الذهبی، وقال الهيثمی فی "مجمع الزوائد :26 /3 "رواه أحمد، ورجاله ثقات .وكنا قد ضعفنا إسناد هذا الحديث فی "المسند"، و"سنن ابن ماجه"، و"سنن الترمذی "فيستدرك من هنا.

أبو عامر: هو عبد الملك بن عمرو العقدی، وأبو داود: هو سليمان بن داود الطيالسی.

وأخرجه ابن ماجه (3442)، والترمذی (2156)من طريق أبی عامر وأبی داود، وابن ماجه (4423)من طريق يونس بن محمد، ثلاثتهم عن فليح بن سليمان، بهذا الإسناد.

وأخرجه الترمذی (2155)من طريق يونس بن محمد، عن .فليح، عن عثمان بن عبد الرحمن، عن يعقوب بن أبی يعقوب، به .وقال الترمذی: حديث حسن غريب، لا نعرفه إلا من حديث فليح.وهو فی "مسند أحمد.(27051) "

ناقة، أی: قريب العهد بالمرض .والدوالی: جمع دالية، وهی العذق من البسر يعلق فإذا أرطب أكل(حاشية سنن ابی داوٗد)

عَلَيْهِ قَبْضَةً مِنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا، فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ، وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنْ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ، فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا، فَتُقَرِّبُ ذٰلِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا، فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنَّى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذٰلِكَ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٩٣٨، كتاب الجمعة ، باب قول الله تعالى: فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض وابتغوا من فضل الله)

ترجمہ: ہم میں ایک عورت تھی، جو اپنے کھیت میں نہر کے کنارے چقندر بویا کرتی تھی، جب جمعہ کا دن آتا، تو وہ عورت چقندر کی جڑوں کو اکھاڑتی اور اسے ہانڈی میں پکاتی، پھر جو کی ایک مٹھی پیس کر اس میں ڈالتی تھی، تو چقندر کی جڑیں، گویا کہ اس کی بوٹیاں ہو جاتیں، اور ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے، تو اس کے پاس جا کر اسے سلام کرتے، وہ کھانا ہمارے پاس لا کر رکھ دیتی اور ہم اسے کھاتے اور چاٹتے تھے، اور ہم لوگوں کو اس کے اس کھانے کے سبب سے جمعہ کے دن کی تمنا ہوتی تھی (کہ کب جمعہ کا دن آئے) (بخاری)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ أُصُولَ السِّلْقِ، فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ لَهَا، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ، إِذَا صَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى، وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ، وَاللّٰهِ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٥٤٠٣، كتاب الأطعمة، باب السلق والشعير)

ترجمہ: ہمیں جمعہ کے دن کی بڑی خوشی ہوتی تھی، اس لئے کہ ایک بڑھیا تھی جو ہمارے لئے چقندر کی جڑیں اکھاڑ کر ایک ہانڈی میں ڈال دیتی تھی اور اس میں چند دانے جو کے بھی پکاتی تھی، جب ہم نماز پڑھ لیتے، تو اس بڑھیا کے پاس

www.idaraghufran.org

جاتے وہ ہمارے سامنے (چقندر کی جڑیں پکی ہوئی) پیش کر دیتی، ہمیں جمعہ کے دن کی اس سبب سے بہت خوشی ہوتی اور ہم جمعہ کے بعد ہی کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے اور اس کھانے میں نہ تو چربی ہوتی اور نہ ہی کوئی اور چکنائی ہوتی (بخاری)

آج کل چکنائی اور مصنوعی چکنائی کی کثرت ہے، جو مختلف بیماریوں کا سبب ہے۔

صحابہٴ کرام کا کھانا، اس طرح کی چیزوں کے بجائے، قدرتی چیزوں پر مشتمل ہوتا تھا۔

کئی احادیث میں ''جَو'' سے تیار شدہ تلبینہ کو مریض کے دل کی تسکین اور غم کے ازالہ کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

اس طرح کی چند احادیث ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عروہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا: أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلْبِينِ لِلْمَرِيضِ وَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ، وَكَانَتْ تَقُولُ: إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ التَّلْبِيْنَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِيْضِ، وَتَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ (صحيح البخاری، رقم الحديث ۵۶۸۹، كتاب الطب، باب التلبينة للمريض)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مریض کے لئے اور کسی کے فوت ہونے کی وجہ سے غمزدہ کے لئے تلبینہ کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے (بخاری)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا، فَاجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا، أَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِيْنَةٍ فَطُبِخَتْ، ثُمَّ صُنِعَ ثَرِيْدٌ فَصُبَّتِ

التَّلْبِيْنَةُ عَلَيْهَا، ثُمَّ قَالَتْ : كُلْنَ مِنْهَا، فَإِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اَلتَّلْبِيْنَةُ مُجِمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ، تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٥٤١٧، كتاب الاطعمة، باب التلبينة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب کوئی رشتہ دار فوت ہوجاتا، اور عورتیں جمع ہوتیں، پھر جب عورتیں واپس چلی جاتیں، اور صرف گھر کی، یا خاص عورتیں رہ جاتیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تلبینہ بنانے کا حکم دیتیں، پھر تلبینہ پکایا جاتا، پھر ثرید بنا کر تلبینہ اس پر ڈال دیا جاتا، پھر فرماتیں کہ اسے کھاؤ اس لئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے (بخاری)

ثرید دراصل اس کھانے کو کہا جاتا، جس میں روٹی کو سالن میں چور لیا جاتا ہے، اور بعض اوقات اس میں گوشت بھی شامل ہوتا ہے۔

اس طرح کا کھانا لذت والا ہونے کے ساتھ ساتھ زود اور جلد ہضم ہوتا ہے اور چبانے کی مشقت بھی زیادہ پیش نہیں آتی۔

تلبینہ دراصل جَو (Barley) کے آٹے سے مخصوص طرح پر تیار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ احادیث میں تلبینہ کی یہ افادیت بیان کی گئی کہ اس سے مریض کے دل کو تسکین حاصل ہوتی ہے، اور رنج وغم دور ہوتا ہے۔

بیماری کی وجہ سے مریض کی جو رطوبتیں خشک ہوجاتی ہیں، تلبینہ سے وہ خشکی دور ہوجاتی ہے، اور معدہ کی فاسد رطوبات سے صفائی ہوجاتی ہے۔ [1]

---

[1] (مجمة) بالتشديد وفتح الميمين أى مريحة قال القرطبى :روى بفتح الميم والجيم وبضم الميم وكسر الجيم فعلى الأول مصدر أى جمام وعلى الثانى اسم فاعل من أجم وفى رواية البخارى تجم بضم الجيم (لفؤاد المريض) أى تريح قلبه وتسكنه وتقويه وتزيل عنه الهم وتنشطه بإخمادها للحمى من الإجمام وهو الراحة فلا حاجة لما تكلفه بعض الأعاظم من تأويل الفؤاد برأس المعدة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت محمد بن سائب کی والدہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَخَذَ أَهْلَهُ الْوَعْكُ أَمَرَ بِالْحِسَاءِ فَصُنِعَ ثُمَّ يَأْمُرُهُ فَيَحْسُوْ مِنْهُ وَكَانَ يَقُوْلُ: إِنَّهُ لَيَرْبُوْ عَنْ فُؤَادِ السَّقِيْمِ، أَوْ يَسْرُوْ عَنْ فُؤَادِ السَّقِيْمِ، كَمَا تَسْرُوْ إِحْدَاكُنَّ الْوَسَخَ عَنْ وَجْهِهَا بِالْمَاءِ (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۱۲۲، کتاب الاطعمة، سنن ابن ماجه، رقم الحدیث ۳۴۴۵، باب التلبینة) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی گھر والے کو جب بخار ہوتا، تو (جو کا) حریرہ کا حکم فرماتے، پھر حریرہ تیار کیا جاتا، جس کا مریض کو کھانے کا حکم فرماتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حریرہ بیمار وکمزور کے دل کو بڑھاتا (وتقویت دیتا) ہے، یا بیمار کے دل کو (رنج وغم سے) اس طرح دھودیتا ہے، جس طرح تم میں سے کوئی پانی سے اپنے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فتدبر ونفع ماء الشعير للحى لا ينكره إلا جاهل بالطب (تذهب ببعض الحزن) فإن فؤاد الحزين يضعف باستيلاء اليبس على أعضائه وعلى معدته لقلة الغذاء والحساء يرطبها ويغذيها ويقويها لكن كثيرا ما يجتمع بمعدته خلط مرارى أو بلغمى أو صديدى والحساء يجلوه عن المعدة قال ابن حجر: النافع منها ما كان رقيقا نضيجا غليظا نيئا (فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۳۴۰۹)

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

وقال شعيب الارنؤوط:

حديث صحيح. أم محمَّد بن السائب انفرد بالرواية عنها ابنها، وقال عنها الحافظ ابن حجر في "التقريب": "مقبولة. وباقي رجال الإسناد ثقات.

وأخرجه الترمذي ۲۰۱۶، والنسائي في (الكبرى) ۷۵۲۹، من طريق إسماعيل ابن علية، بهذا الإسناد. وقال: حسن صحيح. وهو في مسند أحمد ۲۴۰۳۵.

وأخرجه بنحوه البخاري ۵۴۱۷ و ۵۶۸۹، ومسلم ۲۲۱۶، والترمذي ۲۱۶۱ من طريق الزهري، عن عروة بن الزبير، عن عائشة وفيه: إن التلبينة تُجِمُّ فؤاد المريض، وتذهب ببعض الحزن (حاشية ابن ماجه)

چہرہ کے میل کچیل کو دھو دیتا ہے (ابنِ ماجہ)

مذکورہ حدیث میں حریرہ سے مراد تلبینہ ہی ہے۔

اور مذکورہ حدیث میں تلبینہ، یا جَو (Barley) کے آٹے کے حریرہ کی یہ افادیت بیان کی گئی ہے کہ وہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور رنج وغم کو دور کرتا ہے، اور اس قسم کی چیزوں سے دل کو دھو دیتا ہے، اور بعض احادیث میں پیٹ کو دھونے، یعنی صاف کرنے کا بھی ذکر ہے۔

جبکہ بعض احادیث میں تلبینہ کو پیٹ کے میل کچیل اور معدہ کی گندگی کو صاف کرنے اور دھونے کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت اُمِ کلثوم سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ، رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا،أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِالْبَغِيْضِ النَّافِعِ التَّلْبِيْنَةِ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ إِنَّهٗ لَيَغْسِلُ بَطْنَ أَحَدِكُمْ كَمَا يَغْسِلُ الْوَسَخَ عَنْ وَجْهِهِ بِالْمَاءِ قَالَ: وَكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اشْتَكٰى أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِهٖ لَمْ تَزَلِ الْبُرْمَةُ عَلَى النَّارِ حَتّٰى يَقْضِىَ عَلٰى أَحَدِ طَرَفَيْهِ إِمَّا مَوْتٌ أَوْ حَيَاةٌ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۷۴۵۵، كتاب الطب،و رقم الحديث ۸۲۴۵) [1]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بغیض (یعنی ناپسند کیے جانے والی) مگر نافع (یعنی فائدہ پہنچانے والی) تلبینہ ضرور استعمال کرو، اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ یہ تمہارے پیٹ کو اس طرح دھو دیتی ہے، جیسے پانی چہرہ کے میل کو دھو دیتا ہے، اور

---

[1] قال الحاكم:هذا حديث صحيح على شرط الشيخين فقد احتج مسلم بمحمد بن السائب، واحتج البخاری بأيمن بن نابل المكی ثم لم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص: صحيح(تحت رقم الحديث ۵۴۵۵)

قال الحاكم: هذا حديث على شرط البخاری، ولم يخرجاه.

وقال الذهبی فی التلخيص: على شرط البخاری(تحت رقم الحديث ۸۲۴۵)

www.idaraghufran.org

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کسی کو جب کوئی شکایت (یا بیماری وغیرہ کی تکلیف) ہوتی تھی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم (تلبینہ تیار کرنے کے لئے) پتھر کی ہانڈی کو آگ پر اس وقت تک رکھواتے تھے، یہاں تک کہ دو کاموں میں سے ایک ہو جاتا، یا موت یا زندگی (حاکم)

آج کل بازاری مختلف غیر معیاری چیزوں کے کھانے کی وجہ سے معدہ اور پیٹ کی کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، خاص طور پر ہیپا ٹائیٹس (Hepatitis) کی بیماری اسی نوعیت کی ہے، تلبینہ اس قسم کی بیماریوں کے لیے بہترین غذاء اور دوا ہے۔

تلبینہ کو بغیض، یعنی ناپسند کئے جانے والی اس لئے قرار دیا کہ مریض اس کو دوسری دوائیوں کی طرح ناپسند کرتا ہے، مگر یہ مریض کے لئے انتہائی نافع ہے۔

حضرت اسحاق بن ابی طلحہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّـهُ قَالَ فِي التَّلْبِيْنِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ

(بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث بن أبي أسامة، رقم الحديث ٥٥٩، كتاب الطب، باب في التلبينة)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبینہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ ہر مرض کے لئے شفاء ہے (مسند الحارث)

یہ حدیث سند کے اعتبار سے کمزور اور مرسل ہے، یعنی اس میں روایت کرنے والے صحابی کا نام مذکور نہیں، بر سبیلِ تسلیم اس حدیث میں ممکن ہے کہ مبالغہ کے طور پر ہر مرض کے لئے شفاء کا باعث بتلایا گیا ہو، اور مطلب یہ ہو کہ مریض کے لئے کئی چیزوں کی افادیت کا باعث ہے۔ [1]

---

[1] قال الدكتور سعد بن ناصر بن عبد العزيز الشَّثري:
هذا إسناد ضعيف .رواه إسماعيل بن عياش، عن عبد الله بن عبد الرحمن بن معمر وهو مدني ورواية إسماعيل عن غير الشاميين ضعيفة علاوة على أنه مدلس لا يقبل حديثه إلا مصرحا بالسماع وقد عنعن، وهو مرسل(حاشية المطالب العالية محققا، ج ١١ ص ٣٨، تحت رقم الحديث ٢٤٤٥، كتاب الطب، باب التلبينة)

www.idaraghufran.org

تلبینہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ عمدہ جَو (Barley) کا ایسا آٹا کہ جس کے ساتھ اس کی اپنی بھوسی، یعنی چھلکا بھی پیسا گیا ہو، اس میں تقریباً پانچ گنا صاف پانی شامل کر کے معتدل اور درمیانی آگ پر پکایا جائے، اور جب پانی کے تقریباً چار حصے خشک ہو کر پانچواں حصہ باقی رہ جائے، تو اس حریرہ کو بقدرِ حاجت استعمال کیا جائے۔ [1]

بعض اوقات تلبینہ میں حسبِ ضرورت شہد، یا دودھ بھی شامل کر لیا جاتا ہے، جس کی افادیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، لیکن ایسا کرنا ضروری نہیں۔ [2]

تلبینہ کی اصل افادیت اسی وقت حاصل ہوتی ہے، جب اس کو آگ پر پکایا جائے، اور پتلا حریرہ بنایا جائے، کچی اور گاڑھی شکل میں اس درجہ کی افادیت حاصل نہیں ہوتی۔

اور جَو (Barley) کا پانی اس حریرہ سے الگ چیز ہے، جَو کا پانی ثابت جَو (Barley) سے کچی حالت میں بنایا جاتا ہے، جس کی افادیت بھی طبی اعتبار سے مسلم ہے۔

اور جَو (Barley) کا حریرہ اس کے چھلکے سمیت پسے ہوئے آٹے کو پانی میں پکا کر بنایا جاتا ہے، جس کی افادیت جَو (Barley) کے پانی سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

تلبینہ، غذائی اعتبار سے ایک لطیف اور نرم غذا شمار ہوتی ہے، جس کو ہضم کرنے میں مریض کو مشکلات پیش نہیں آتیں، اور غذا کے مقاصد بہتر طریقہ سے حاصل ہوتے ہیں، تلبینہ مریض کے جسم میں بہتر طریقہ سے سرایت کرتا ہے، اور اس کی فوت شدہ صلاحیتوں اور حرارتِ غریزیہ کو بحال کرنے میں مدد دیتا ہے، اور معدہ کو تقویت وجلاء بخشتا ہے، اور مریض کی تسکین

---

[1] قال ابن القیم :هـذا مـاء الشعيـر الـمغلي وهو أكثر غذاء من سويقه نافع للسعال قامع لحدة الـفـضـول مدر للبول جدا قامع للظمأ مطف للحرارة وصفته أن يرض ويوضع عليه من الماء العذب خـمسة أمثاله ويطبخ بنار معتدلة إلى أن يبقى خمساه(فيض القدير للمناوى، ج۵ص ۹۲، تحت رقم الحديث ۶۵۴۲)

[2] (التلبينة) بفتح فسكون حساء يتخذ من دقيق أو نخالة وربما جعل بعسل أو لبن وشبهه باللبن فى بياضه سمى بـالمرة من التلبين مصدر لبن القوم إذا سقاهم اللبن حكى الزيادى عن بعض العرب لبـنـاهـم فـلبـنـوا أى سقيناهم اللبن فأصابهم منه شبه سكر .ذكـره الـزمخشرى (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۳ص ۲۸۳، ۲۸۴،تحت رقم الحديث ۳۴۰۹)

کا ذریعہ اور رنج وغم دور کرنے کا باعث بنتا ہے۔

جَو (Barley) ویسے بھی بذاتِ خود انتہائی مفید غلہ شمار ہوتا ہے، جس میں کولیسٹرول کو کم کرنے اور دل ودماغ کے امراض سے حفاظت، اور شوگر وکینسر وغیرہ کی بیماری کو دور کرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

کھجور اور نبیذ کی افادیت

قرآن وسنت سے کھجور اور اس کو پانی وغیرہ کے ساتھ شامل کر کے استعمال کرنے کی بڑی افادیت معلوم ہوتی ہے، خاص طور پر عجوہ کھجور کا استعمال انتہائی مفید ہے، یہاں تک کہ زہر اور جادو تک سے حفاظت میں بھی مؤثر ہے۔

جب بحکمِ الٰہی حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو سب سے پہلے کھجور کھانے کا حکم فرمایا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا. فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا (سورۃ مریم، رقم الآیات ۲۵، ۲۶)

ترجمہ: اور ہلاؤ تم اپنی طرف، کھجور کے تنے کو پکڑ کر، گریں گی تمہارے اوپر تازہ کھجوریں۔ پس کھاؤ تم، اور پیو تم اور ٹھنڈا کرو آنکھوں کو (سورہ مریم)

اس سے معلوم ہوا کہ بچہ کی ولادت کے بعد عورت کے لئے کھجور انتہائی نافع ہے۔ [1]

---

[1] حدثنا وكيع، عن سفيان، عن نسير، عن بكر بن ماعز، عن الربيع بن خثيم، قال: ما للنفساء عندي إلا التمر، ولا للمريض إلا العسل (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٢٤١٥٦، باب ما قالوا في العسل)

حدثنا وكيع، عن سفيان، عن منصور، عن إبراهيم، قال: كانوا يستحبون للنفساء الرطب (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٢٤١٥٩، باب ما قالوا في العسل)

حدثنا ابن إدريس، عن حصين، عن عمرو بن ميمون، قال: ما للنفساء إلا الرطب، لأن الله تعالى جعله رزقا لمريم (مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٢٤١٦٠، باب ما قالوا في العسل)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Idara Ghufran

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچے کی پیدائش کے بعد عام طور پر کھجور کے ذریعہ سے تحنیک فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

وُلِدَ لِیْ غُلَامٌ فَأَتَیْتُ بِهِ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَّاهُ إِبْرَاهِیمَ فَحَنَّکَهُ بِتَمْرَةٍ وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَکَةِ وَدَفَعَهُ إِلَیَّ وَکَانَ أَکْبَرَ وَلَدِ أَبِیْ مُوْسٰی (صحیح مسلم ،رقم الحدیث ،۵۶۱۲ "۲۴"کتاب الآداب،باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته وحمله إلى صالح یحنکه)

ترجمہ: میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا، تو میں اس کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ابراہیم رکھا، اوراس کی کھجور کے ساتھ تحنیک فرمائی، اوراس کے لئے برکت کی دعاء فرمائی، اور پھر بچہ مجھے دے دیا، اور یہ حضرت ابوموسیٰ کا سب سے بڑا بیٹا تھا (مسلم)

کھجور کے ذریعہ سے تحنیک اس طرح فرمائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور اپنے منہ مبارک میں چبا کر نرم کی، اور پھر اس کو بچے کے تالو پر لگا دیا، جس کو بچے نے چوس لیا، اس عمل کو "تحنیک" کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ قال عمرو بن میمون :ما من شیء خیر للنفساء من التمر والرطب، ثم تلا هذه الآیة الکریمة(تفسیر ابنِ کثیر ج۵ص ۲۲۵، تحت رقم الآیة ۲۵ من سورة مریم)

وقال الربیع بن خیثم :ما للنفساء عندی خیر من الرطب، ولا للمریض من العسل، ثم قرأ هذه الآیة (عمدة القاری، ج۸ص ۶۸، کتاب الاطعمة، باب الرطب والتمر)

[1] قال أهل اللغة التحنیک أن یمضغ التمر أو نحوه ثم یدلک به حنک الصغیر وفیه لغتان مشهورتان حنکته وحنکته بالتخفیف والتشدید والروایة هنا(شرح النووی علٰی مسلم، ج۳ ص ۱۹۴، کتاب الطهارة، باب حکم بول الطفل الرضیع وکیفیة غسله)

(وعن عائشة رضی الله عنها: أن رسول الله صلى الله علیه وسلم کان یؤتی بالصبیان) : وکذا بالصبیات ففیه تغلیب (فیبرک علیهم) : بتشدید الراء أی یدعو لهم بالبرکة بأن یقول للمولود: بارک الله علیک .فی أساس البلاغة، یقال: وبارک الله فیه وبارک له، وبارک علیه وبارکه، وبرک على الطعام، وبرک فیه إذا دعا له بالبرکة .قال الطیبی: بارک علیه أبلغ فإن فیه تصویر صب البرکات، وإفاضتها من السماء کما قال تعالى:"لفتحنا علیهم برکات من السماء والأرض" (ویحنکهم) : بتشدید النون أی یمضغ التمر أو شیئا حلوا، ثم یدلک به حنکه(مرقاة المفاتیح، ج۷ص ۲۶۸۶، کتاب الصید والذبائح، باب العقیقة)

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ دنیا میں آنے کے ساتھ ہی بچہ اور زچہ کے لیے کھجور کا استعمال مفید ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً، أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ، أَوَّلَ الْبُكْرَةِ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٠٤٨ "١٥٦" كتاب الاشربة، باب: فضل تمر المدينة، مسند احمد، رقم الحديث ٢٥١٨٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عالیہ مقام کی عجوہ میں شفا ہے، یا یہ زہر کا توڑ ہے، صبح کے اول حصہ میں (یعنی نہار منہ کھانے میں) (مسلم، مسند احمد)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمَرَاتٍ عَجْوَةً، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ سُمٌّ وَلَا سِحْرٌ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٥٤٤٥، كتاب الاطعمة، باب العجوة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ہر دن صبح کے وقت میں سات عجوہ کھجوریں کھالیں، اسے اس دن زہر اور جادو، کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا (بخاری)

ویسے تو ہر کھجور غذائیت سے بھرپور اور مفید پھل ومیوہ ہے، اور اس کا نہار منہ استعمال انتہائی مفید ہے، کیونکہ سو کر اٹھنے اور کھانے کے طویل وقفہ کے بعد جسم کو حرارتِ غریزیہ (یعنی جسم کی اصلی حرارت) کی ضرورت ہوتی ہے، جو کھجور کے ذریعہ سے بہت عمدہ طریقہ پر حاصل ہوتی ہے، اور کھجور کے ذریعہ سے روزہ افطار کرنے میں بھی یہ حکمت موجود ہے، تاہم عجوہ کھجور کی افادیت زیادہ ہے۔

البتہ بعض احادیث میں "عجوہ" کھجور کے علاوہ "برنی" اور عام کھجور کی افادیت بھی بیان ہوئی ہے۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط الشيخين (حاشية مسند احمد)

چنانچہ حضرت ھود عصری اپنے دادا حضرت مزیدہ رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ:

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هٰذَا الْبَرْنِيُّ، أَمَا إِنَّهُ مِنْ خَيْرِ تَمَرَاتِكُمْ، إِنَّمَا هُوَ دَوَاءٌ، وَلَا دَاءَ فِيْهِ (مسند ابی یعلیٰ الموصلی، ج ۱۲ ص ۲۴۵، رقم الحدیث ۶۸۵۰، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۸۲۴۳، کتاب الطب) [1]

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ برنی کھجور ہے، جو تمہاری کھجوروں میں بہترین کھجور ہے، پس یہ تو صرف دوا ہے، جس میں کوئی بیماری نہیں (مسند ابی یعلیٰ، حاکم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ تَمَرَاتِكُمُ الْبَرْنِيُّ، يُذْهِبُ الدَّاءَ، وَلَا دَاءَ فِيْهِ (المعجم الأوسط للطبرانی، رقم الحدیث ۷۴۰۶، باب المیم، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۴۵۱، کتاب الطب) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری کھجوروں میں زیادہ بہتر کھجور برنی ہے، جو بیماری کو دور کرتی ہے، اور اس میں کوئی بیماری نہیں ہے (طبرانی)

مذکورہ احادیث سے عجوہ اور برنی کھجور کی افادیت معلوم ہوئی۔

---

[1] قال حسین سلیم أسد الدارانی: إسناده حسن (حاشیة مسند ابی یعلیٰ)

[2] قال الذهبی: أخرجناه شاهدا (حوالا بالا)

وقال الهیثمی: رواه الطبرانی، وأبو یعلی، ورجالهما ثقات وفی بعضهم خلاف (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۱۶۰۶۰ ، باب ما جاء فی الأشج ورفقته -رضی الله عنهم)

وقال الالبانی: روی من حدیث بریدة بن الحصیب و أنس بن مالک و أبی سعید الخدری و مزیدة جد هود ابن عبد الله و علی بن أبی طالب و بعض وفد عبد القیس ......وجملة القول أن الحدیث صحیح عندی بمجموع شواهده لأن غالبها لم یشتد ضعفها .و الله أعلم (سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی، تحت حدیث رقم ۱۸۴۴)

Idara Ghufran

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: لَا يَجُوعُ أَهْلُ بَيْتٍ عِنْدَهُمُ التَّمْرُ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۲۰۴۶ "۱۵۲" کتاب الاشربة، باب فی ادخار التمر ونحوه من الأقوات للعيال)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گھر والے بھوکے نہیں ہوں گے، جن کے یہاں کھجور ہو (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ اپنے گھروں میں کھجوروں کو رکھنا چاہیے، اس سے فاقہ اور بھوک سے حفاظت رہتی ہے۔

اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سحری اور افطاری میں بھی کھجور کا استعمال ثابت ہے، اور اس کو برکت کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ (سنن ابی داؤد،رقم الحدیث ۲۳۴۵،کتاب الصوم، باب من سمی السحور، سنن البیھقی، رقم الحدیث ۸۱۹۷،صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۴۷۵، مسند البزار، رقم الحدیث ۸۵۵۰،حلیة الاولیاء عن جابر، ج۳، ص ۳۵۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی کھجور کی سحری کیا ہی اچھی ہے (ابوداؤد)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْدَأُ إِذَا أَفْطَرَ بِالتَّمْرِ (السنن الکبریٰ للنسائی،رقم الحدیث ۳۳۰۴،کتاب الصیام، باب ما یستحب للصائم أن یفطر علیه) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط:إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين(حاشية ابنِ حبان)

[2] قال الالبانی:الإسناد صحيح (سلسلة الأحاديث الصحيحة،للالبانی، تحت رقم الحديث ۲۱۱۷)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تھے، تو کھجور سے ابتداء فرماتے تھے

(سنن کبریٰ نسائی)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلٰى تَمَرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ٢٣٥٦، كتاب الصوم، باب مايفطر عليه، مسند احمد، رقم الحديث ١٢٦٧٦؛ سنن دار قطنى، رقم الحديث ٢٢٧٨؛ شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٣٦١٧؛ مستدرك حاكم، رقم الحديث ١٥٧٦) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مغرب کی) نماز پڑھنے سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار فرمایا کرتے تھے اور اگر تر کھجوریں نہ ملتیں، تو چند چھواروں سے افطار کیا کرتے تھے اور اگر وہ بھی میسر نہ ہوتے، تو پانی کے چند گھونٹ سے افطار کرلیا کرتے تھے (ابوداؤد؛ ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلٰى رُطَبَاتٍ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَتُمَيْرَاتٌ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تُمَيْرَاتٌ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ (سنن الترمذى، رقم الحديث ٦٩٦، ابواب الصوم، باب ماجاء ما يستحب عليه الافطار، سنن ابى داؤد، رقم الحديث ٢٣٥٦؛ مسند احمد، رقم الحديث ١٢٦٧٦) [2]

---

[1] قال الدار قطنى: إسناد صحيح.
وقال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)
وقال ايضاً: إسناده صحيح على شرط مسلم (حاشية مسند احمد)

[2] قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب.
قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات رجال الشيخين غير جعفر بن سليمان، فمن رجال مسلم (حاشية مسند احمد)
وقال ايضاً: إسناده صحيح (حاشية سنن ابى داؤد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم (مغرب کی) نماز سے پہلے چند تر کھجوروں سے افطار کیا کرتے تھے، پھر اگر تر کھجوریں نہیں ہوتی تھیں، تو چند چھواروں سے افطار کیا کرتے تھے، اور اگر چھوارے نہیں ہوا کرتے، تو پانی کے چند گھونٹوں سے افطار کیا کرتے تھے (ترمذی، مسند احمد)

اس سے معلوم ہوا کہ خالی پیٹ، کھجور کھانا بہت مفید ہے۔

حضرت سلمان بن عامر ضبّی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّہٗ بَرَکَۃٌ فَاِنْ لَمْ یَجِدْ تَمْرًا فَالْمَاءُ فَاِنَّہٗ طَھُوْرٌ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۲۵۸، ابواب الزکاۃ، باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ، صحیح ابنِ خزیمۃ، رقم الحدیث ۲۰۶۶) [1]

ترجمہ: جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو اسے چاہئے کہ کھجور سے افطار کرے، کیونکہ یہ برکت والی چیز ہے اور اگر کھجور نہ ملے، تو پانی سے افطار کرے، اس لئے کہ پانی نہایت پاکیزہ چیز ہے (ترمذی، ابن خزیمہ)

اور حضرت سلمان بن عامر سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُکُمْ، فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ، فَإِنْ لَّمْ یَجِدْ، فَلْیَحْسُ حُسْوَۃً مِنْ مَّاءٍ (موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان، رقم الحدیث ۸۹۲، کتاب الصیام، باب علی أی شیء یفطر) [2]

---

[1] قال الألبانی: إسنادہ صحیح وقد أعل بما لا یقدح وصححہ الحاکم والذھبی ویشھد لہ حدیث سلمان بن عامر الآتی بعدہ وھما مخرجان فی الإرواء 922 معللین وقد صححھما جماعۃ (حاشیۃ ابنِ خزیمۃ)

[2] قال حسین سلیم اسد الدارانی:
إسنادہ جید أم الرائح الرباب قلت صلیع قلت أخی سلمان بن عامر فصلنا القول فیھا عند الحدیث المتقدم برقم .(833) والحدیث فی الإحسان 210 /5 برقم .(3506)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی افطار کرے، تو اسے چاہئے کہ وہ کھجور سے افطار کرے، اوراگر کھجور نہ ملے، تو چند گھونٹ پانی سے افطار کرے (مواردُ الظمآن)

مذکورہ احادیث سے سحری اورافطاری میں کھجور کھانے کی اہمیت وافادیت معلوم ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وهو في مصنف عبد الرزاق 224 /4برقم (7586).ومن طريقه هذه أخرجه أحمد 4/ 213، 18.وأخرجه أحمد 213 /4من طريق محمد بن جعفر، حدثنا هشام، به.

وأخرجه ابن أبي شيبة في الصيام 107 /3باب :من كان يستحب أن يفطر على تمر، والطيالسي 185 - 184 /1برقم (877)

وأحمد 214 /4،18، وأبو داود في الصوم (2355) باب :ما يفطر عليه، والترمذي في الصوم (695) باب :ما جاء ما يستحب عليه الإفطار.

وابن ماجه في الصيام (1699) باب :ما جاء على ما يستحب الفطر، وابن خزيمه 3/ 278برقم (2067)، والحاكم 432 - 431 /1، والبيهقي في الصيام 238 /4باب: ما يفطر عليه، والبغوي في "شرح السنة 67 - 266 /6 "بن برقم (1743) من طريق عاصم الأحول، عن حفصة بنت سرين، به .وانظر أسد الغابة .416 /2

وقال الترمذي" :هذا حديث حسن صحيح.

وهكذا روى سفيان الثوري، عن عاصم، عن حفصة بنت سيرين، عن الرباب، عن سلمان بن عامر، عن النبي -صلى الله عليه وسلم -نحو هذا الحديث.

وروى شعبة، عن عاصم الأحول، عن حفصة بنت سرين، عن سلمان بن عامر، ولم يذكر فيه الرباب، وحديث سفيان الثوري، وابن عيينة أصح.

وهكذا روى ابن عون، وهشام بن حسان، عن حفصة بنت سيرين، عن الرباب، عن سلمان بن عامر "، وصححه الحاكم على شرط البخاري ووافقه الذهبي .وليس الأمر كما قالا، الرباب لم يخرج لها البخاري.

وأخرجه النسائي في الزكاة 92 /5باب :الصدقة على الأقارب، من طريق محمد بن عبد الأعلى قال :حدثنا خالد قال :حدثنا ابن عون، عن حفصة، به.

وانظر الحدث التالي، وجامع الأصول .378 /6ونيل الأوطار 302 - 300 /4 وتلخيص الحبير .199 - 198 /2

وفي الباب عن أَنس خرجناه برقم (3305) في مسند أبي يعلى الموصلي(حاشية مواردُ الظمآن)

www.idaraghufran.org

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ۵۴۴۰، كتاب الاطعمة، باب الرطب بالقثاء، صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۰۴۳ "۱۴۷" سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۳۸۳۵)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تر کھجوریں، کھیرے کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ فَيَقُوْلُ: نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا، وَبَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا (سنن ابى داؤد، رقم الحديث ۳۸۳۶، كتاب الاطعمة، باب فى الجمع بين اللونين فى الأكل، سنن الترمذى، رقم الحديث ۱۸۴۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو کھجور کے ساتھ کھاتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس (کھجور) کی گرمی کو ہم اس (تربوز) کی ٹھنڈک کے ساتھ، اور اس (تربوز) کی ٹھنڈک کو اس (کھجور) کی گرمی کے ساتھ توڑتے ہیں (ابوداؤد، ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ کھجور کا مزاج، گرم ہوتا ہے، اس کے ساتھ دوسرے سرد مزاج کے پھل، یا سبزیات، مثلاً تربوز، یا کھیرے وغیرہ کا استعمال کرنا، اس کے اثرات کو معتدل بنانے کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَا كَانَ لَنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامٌ إِلَّا الْأَسْوَدَانِ: اَلتَّمْرُ، وَالْمَاءُ (مسند الإمام أحمد، رقم الحديث ۹۹۱۱) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہمارا کھانا، کھجور اور پانی تھا (مسند احمد)

---

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده جيد . من أجل سعيد بن نُصير –وهو البغدادى ثم الرقى– فهو صدوق لا بأس به (حاشية سنن ابى داؤد)

www.idaraghufran.org

کھجور اور پانی کا مجموعہ، انتہائی مفید اور طاقت ور ہوتا ہے، اور کھجور کو پانی میں ڈال کر رکھ دینے سے اس کا ''نبیذ'' بھی بنایا جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ يُنْتَبَذُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ، فَإِذَا لَمْ يَجِدُوْا سِقَاءً نُبِذَ لَهٗ فِيْ تَوْرٍ مِنْ حِجَارَةٍ (صحيح مسلم، رقم الحديث، ١٩٩٩، كتاب الاشربة،باب النهى عن الانتباذ فى المزفت، الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشکیزے میں نبیذ تیار کی جاتی تھی اور جب کبھی مشکیزہ نہ ملتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پتھر کے پیالے میں نبیذ بنائی جاتی تھی (مسلم، مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كُنَّا نَنْبِذُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سِقَاءٍ، فَنَأْخُذُ قَبْضَةً مِّنْ زَبِيْبٍ، أَوْ قَبْضَةً مِّنْ تَمْرٍ فَنَطْرَحُهَا فِي السِّقَاءِ، ثُمَّ نَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ لَيْلًا، فَيَشْرَبُهٗ نَهَارًا أَوْ نَهَارًا فَيَشْرَبُهٗ لَيْلًا (مسند احمد، رقم الحديث ٢٤١٩٨) [2]

ترجمہ: ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک (چمڑے کے) مشکیزہ میں نبیذ بنایا کرتے تھے، اور ہم ایک مٹھی کشمش، یا ایک مٹھی کھجور لے لیا کرتے تھے، جسے ہم اس مشکیزہ میں ڈال دیا کرتے تھے، پھر اس پر رات کو پانی ڈال دیتے تھے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں پیتے تھے، یا دن کے وقت پانی ڈال دیتے تھے، جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں پیتے تھے (مسند احمد)

عربی زبان میں نبیذ، ایسے پانی، یا شربت کو کہا جاتا ہے، جس میں کھجور وغیرہ ڈال دی جائے،

---

[1] قال شعيب الارنوؤط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنوؤط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

تا کہ اس کی مٹھاس اوراثرات پانی میں منتقل ہوجائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کھجور وغیرہ کے نبیذ وشربت کا استعمال ثابت ہے، کیونکہ یہ بھی صحت کے لئے مفید ہے، پانی کی خاصیت ٹھنڈی ہے، اور کھجور کی خاصیت گرم ہے، اور نبیذ بن جانے سے اس کی خاصیت معتدل بن جاتی ہے، اوراس مشروب میں پتلے اور رقیق ہونے کی وجہ سے جسم میں جلدی سرایت کرکے جزوِ بدن بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

شہد کی افادیت

شہد عمدہ غذا بھی ہے اور بہت سی بیماریوں کے لئے بہترین شفاء اور دوا بھی۔

قرآن وسنت میں شہد کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے، اوراسے شفاء قرار دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَوْحَىٰ رَبُّکَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ. ثُمَّ کُلِیْ مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا، یَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ، إِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَآیَةً لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ (سورة النحل،رقم الآیات ٦٨. و ٦٩)

ترجمہ: اور وحی بھیجی آپ کے رب نے شہد کی مکھی پر (یعنی اس کے دل میں یہ بات ڈال دی) کہ گھر بنا تو پہاڑوں میں، اور درختوں میں، اور لوگ جو اونچی چھتیں بناتے ہیں، اُن میں، اور کھا تو ہر قسم کے پھلوں میں سے۔ پھر چلی جا تو اپنے رب کے صاف راستوں پر۔

اس کے پیٹ سے مشروب (یعنی شہد) نکلتا ہے، جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ بے شک اس میں غور وفکر کرنے والوں

کے لئے (اللہ کی وحدت وقدرت کی) نشانی ہے (سورہ نحل)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مکھیوں کے ذریعہ سے شہد کو لوگوں کی عظیم شفاء کا ذریعہ بنایا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ، ثُمَّ جَاءَ هُ فَقَالَ :إِنِّي سَقَيْتُهُ عَسَلًا فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا، فَقَالَ لَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ جَاءَ الرَّابِعَةَ فَقَالَ : اِسْقِهِ عَسَلًا فَقَالَ : لَقَدْ سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : صَدَقَ اللّٰهُ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ فَسَقَاهُ فَبَرَأَ (صحیح مسلم، رقم الحدیث ۲۲۱۷ ”۹۱“ کتاب السلام، باب التداوی بسقی العسل)

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ چل گیا ہے (یعنی اس کو اسہال ودست ہو گئے ہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو شہد پلایئے، اس آدمی نے اپنے بھائی کو شہد پلایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہا کہ میں نے اپنے بھائی کو شہد پلایا ہے، لیکن اس کے پیٹ چلنے (یعنی اسہال) میں اضافہ ہوا ہے، اُس آدمی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی فرمایا، پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کو شہد پلایئے، اس نے کہا کہ میں نے اُسے شہد پلایا ہے، لیکن اُس کے پیٹ چلنے میں اضافہ ہی ہوا، تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے سچ فرمایا (کہ شہد میں شفاء ہے) اور آپ کے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ کہا (یعنی غلطی کی) پھر اس نے دوبارہ اپنے بھائی کو شہد پلایا، تو وہ صحت یاب ہو گیا (مسلم)

Idara Ghufran

محدثین نے فرمایا کہ اس شخص کے جسم میں فاسد رطوبات کا اضافہ ہوگیا تھا، جن کو جسم سے خارج کرنے کی ضرورت تھی، اور شہد میں فاسد رطوبات کو خارج کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔

رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار شہد پلانے کا حکم فرمانے کی وجہ یہی تھی تا کہ تمام فاسد رطوبات خارج ہو جائیں، اور جب وہ خارج ہو گئیں، تو اس شخص کو شفاء حاصل ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہے کہ:

عَلَيْكُمْ بِالشِّفَاءَ يْنِ: اَلْعَسَلِ، وَالْقُرْآنِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ٣٤٥٢، ابواب الطب، باب العسل، السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ١٩٥٩٣) [1]

ترجمہ: تم دو شفاء والی چیزوں کو لازم پکڑو (یعنی ان دو چیزوں کو اہتمام کے ساتھ اختیار واستعمال کرو) ایک شہد، اور دوسری قرآن (ابنِ ماجہ، بیہقی)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس طرح شہد کو شفاء کی چیز قرار دیا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

اسی طرح قرآن مجید کو بھی شفاء کا باعث قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

”وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ“ (سورة يونس)

”یعنی قرآن سینوں کے امراض کے لئے شفاء ہے“۔

محدثین نے فرمایا کہ قرآن مجید دینی (یعنی روحانی) بیماریوں، یا بدنی ودینی دونوں قسم کی بیماریوں کے لئے شفاء ہے، اور شہد حسی اور بدنی بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔

بہرحال مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ شہد میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار جسمانی وبدنی بیماریوں کے لئے شفاء رکھی ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً روایت ہے کہ:

---

[1] قال ابن كثير: وهذا اسناد جيد تفرد باخراجه ابن ماجه مرفوعا، وقد رواه ابن جرير عن سفيان بن وكيع عن ابيه عن سفيان هو الثورى به موقوفا وله شبه (تفسير ابن كثير، ج٤ص ٥٠١،سورة النحل)
وقال البيهقي في السنن: رفعه غير معروف، والصحيح موقوف، ورواه وكيع عن سفيان موقوفا.
وقال شعيب الارنؤوط: صحيح موقوفا، أخطأ زيد بن الحباب على سفيان –وهو الثورى– فرفعه، ورواه غيره موقوفا (حاشية سنن ابنِ ماجه)

www.idaraghufran.org

اَلشِّفَاءُ فِیْ ثَلاثَۃٍ: شَرْبَۃِ عَسَلٍ، وَشَرْطَۃِ مِحْجَمٍ، وَکَیَّۃِ نَارٍ، وَأَنْھٰی أُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۶۸۰، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث ،ورقم الحدیث ۵۶۸۱)

ترجمہ: تین چیزوں میں شفاء ہے، شہد کے پینے میں اور حجامہ کرانے میں، اور آگ کے داغ دینے میں اور میں نے اپنی امت کو داغ دینے سے منع کیا ہے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ : إِنْ کَانَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ أَدْوِیَتِکُمْ، أَوْیَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ مِنْ أَدْوِیَتِکُمْ، خَیْرٌ، فَفِیْ شَرْطَۃِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَۃِ عَسَلٍ، أَوْ لَذْعَۃٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَکْتَوِیَ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۶۸۳، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاث)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سُنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہے، یا تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہوگی، تو وہ حجامہ کرانے میں ہے، یا شہد کے پینے میں ہے، یا آگ کے داغ لگوانے میں ہے، جو مرض کے موافق ہو، لیکن میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا (بخاری)

حجامہ کرانے، یعنی پچھنے لگوانے سے جسم کا فاسد خون خارج ہوجاتا ہے، اور شہد کے ذریعے بلغمی فضلات خارج ہوجاتے ہیں، اور داغ کے ذریعے سے جلد میں پیدا شدہ باغی اور فاسد خِلط کا مادہ ختم ہوجاتا ہے۔

لیکن داغ میں تعذیب وتکلیف پائی جاتی ہے، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند نہیں فرمایا، ناپسندیدگی کے ساتھ اس کی اجازت دیدی، تاکہ متبادل صورت میسر آنے کے وقت تو اس کو اختیار نہ کیا جائے، البتہ مجبوری وضرورت کے وقت اس کو استعمال کرلینے میں حرج نہیں۔

بہر حال اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماریوں کے لئے شہد کو بہتر اور خیر والی، شفاء اور دواء قرار دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ (صحيح البخاري، رقم الحديث ٥٦٨٢، كتاب الطب، باب الشفاء في ثلاث)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حلواء (یعنی میٹھی چیز) اور شہد پسند تھا (بخاری)

پس شہد کا استعمال انتہائی مفید ہونے کے ساتھ ساتھ سنت بھی ہوا۔

حضرت عامر بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے مروی ہے کہ:

بَعَثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ الدَّوَاءَ أَوِ الشِّفَاءَ مِنْ دَاءٍ نَزَلَ بِهِ فَبَعَثَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَسَلٍ، أَوْ بِعُكَّةٍ مِّنْ عَسَلٍ (مصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ٣٣١٥٩، كتاب الفضائل، باب ما جاء في بني عامر)

ترجمہ: حضرت عامر بن مالک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک قاصد بھیجا، تاکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کسی مرض کی دواء، یا شفاء کا معلوم کرے۔

تو اُن کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد، یا شہد کی کُپی (یعنی شہد کی بوتل) روانہ فرمائی (ابنِ ابی شیبہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہد روانہ فرمانے کی وجہ یہی تھی کہ شہد میں شفاء ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ کھجور، یا شہد کو دودھ کے ساتھ استعمال کرنا بھی انتہائی، طاقت ور اور مفید ہے، اور خود دودھ بھی عمدہ مشروب اور غذا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

لَيۡسَ شَيۡءٌ يَجۡزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيۡرُ اللَّبَنِ (سنن الترمذی، رقم الحدیث ۳۴۵۵،ابواب الدعوات، باب ما يقول إذا أكل طعاما) [1]

ترجمہ: کھانے اور پینے (دونوں کی بیک وقت) کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دودھ سے زیادہ کوئی چیز کفایت کرنے والی نہیں ہے (ترمذی)

موجودہ تحقیق بھی دودھ کے اندر بے شمار فوائد ومنافع کو تسلیم کرتی ہے۔

اور دودھ میں کئی قسم کے عمدہ وٹامنز پائے جاتے ہیں۔

کلونجی کی افادیت

احادیث میں کلونجی کو موت کے علاوہ ہر بیماری کے لئے شفا قرار دیا گیا ہے۔

اور کلونجی کی افادیت مسلَّم ہے، اس لیے کلونجی کے استعمال کو اپنے معمولات میں شامل کر لینا چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّه سَمِعَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ: إِنَّ فِي الۡحَبَّةِ السَّوۡدَاءِ شِفَاءً مِنۡ كُلِّ دَآءٍ، إِلَّا السَّامَ وَالسَّامُ الۡمَوۡتُ وَالۡحَبَّةُ السَّوۡدَاءُ الشُّوۡنِيۡزُ (صحيح مسلم، رقم الحديث ۲۲۱۵ "۸۸" كتاب السلام، باب التداوى بالحبة السوداء)

ترجمہ: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ کالے دانے (کلونجی) میں ہر مرض کی شفاء ہے، سوائے سام کے؛ اور سام سے مراد موت ہے، اور کالے دانے سے مراد کلونجی ہے (مسلم)

معلوم ہوا ہے کہ کالے دانوں، یعنی کلونجی میں ہر بیماری کی شفاء ہے، خواہ کلونجی میں مکمل بیماری

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن.

www.idaraghufran.org

سے شفا یابی موجود ہو، یا بیماری کے کسی حصہ، یا جزء میں کلونجی میں شفاء ہو، چنانچہ کلونجی کو امراض میں تنہا، یا دوسرے مرکبات کے ساتھ استعمال کرنا مفید ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ، فَإِنَّ فِيْهَا شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَآءٍ، إِلَّا السَّامَ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٤٤٧، كتاب الطب، باب الحبة السوداء) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کلونجی کو استعمال کرنے کا اہتمام کرو، کیونکہ اس میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفاء ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَلَيْكُمْ بِالْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ، فَإِنَّ فِيْهَا شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ، يَعْنِيْ: اَلْمَوْتَ، وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ: اَلشُّوْنِيْزُ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٠٦٧) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کالے دانے (یعنی کلونجی) کو استعمال کرنے کا اہتمام کرو، کیونکہ اس میں سام کے علاوہ ہر مرض کی شفاء ہے، اور سام سے مراد موت ہے، اور کالے دانے سے مراد کلونجی ہے (مسند احمد)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ، وَهِيَ الشُّوْنِيْزُ، فَإِنَّ فِيْهَا شِفَاءً (مسند احمد، رقم الحديث ٢٢٩٩٩) [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: اسناده صحيح (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[3] قال شعيب الارنؤوط: صحيح لغيره (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم کالے دانے (یعنی کلونجی) کو استعمال کرنے کا اہتمام کرو، اور کالے دانے سے مراد کلونجی ہے، کیونکہ اس میں شفاء ہے (مسند احمد)

حضرت اُسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ (المعجم الكبير للطبرانی، ج ۱ ص ۱۸۷، رقم الحديث ۴۹۱) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کالے دانے (یعنی کلونجی) میں موت کے علاوہ ہر مرض کی شفاء ہے (طبرانی)

مذکورہ احادیث سے معلوم ہوا کہ کلونجی (Black Cumin) میں اللہ تعالیٰ نے موت کے علاوہ ہر مرض کی شفاء رکھی ہے۔

احادیث میں جو کلونجی کو موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاء اور دوا قرار دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر بیماری میں اس کو یکساں اور مفرد طریقہ پر استعمال کیا جاتا ہے، بلکہ بعض بیماریوں کے لئے اس کو تنہا اور بعض بیماریوں کے لئے دوسری اشیاء کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے، اور بعض بیماریوں کے لئے کھانے پینے کے علاوہ اس کے تیل کی مالش کر کے، یا ناک میں کلونجی اور زیتون کے یکجا کیے ہوئے تیل کے چند قطرے ڈال کر، یا مرہم کی شکل میں جسم کے کسی حصہ پر تنہا کلونجی، یا کلونجی اور زیتون کے مرکب تیل کا لیپ کر کے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

عام حالات میں پانی کے ہمراہ کلونجی ایک چٹکی کھا لینا مفید ہے۔

---

[1] قال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۲۹۷، باب فی الشونيز والعسل والكمأة وغير ذلك)

Idara Ghufran

”زیتون“ کے تیل کی افادیت

زیتون کا تیل بھی انتہائی مفید اور جراثیم کش ہے، جس کا داخلی اور خارجی طریقے سے استعمال کرنا مفید ہے، یعنی کھانے پینے کے طور پر بھی مفید ہے، اور جسم کے کسی حصے پر لگانے کے طور پر بھی مفید ہے۔

احادیث میں دونوں طریقوں سے استعمال کرنے کا ذکر آیا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِى أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَىْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ، اُنْظُرُوْا إِلٰى ثَمَرِهٖ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ إِنَّ فِىْ ذٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ۹۹)

ترجمہ: اور وہی ہے، جس نے نازل کیا، آسمان سے پانی کو، پھر نکال دیا ہم نے اس کے ذریعے سے، ہر اُگنے والی چیز کو، پھر نکال دیا ہم نے، اس سے سبزے کو، نکالتے ہیں ہم اس سے دانے کو تہہ بہ تہہ، اور کھجور کو، جس کے شگوفوں میں میوے ہوتے ہیں، جھکے ہوئے، اور باغات کو انگور کے اور زیتون کے اور انار کے، جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، اور ملتے جلتے نہیں بھی ہیں، دیکھو تم اس کے پھل کی طرف، جب وہ پھل لاتا ہے، اور اس کے پکنے کی طرف، بلاشبہ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں، اس قوم کے لیے جو ایمان لائے (سورہ انعام)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ کے زیتون کا ذکر فرمانے سے اس کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

قرآن مجید کی سورہ انعام میں ہی ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَهُوَ الَّذِىٓ أَنْشَأَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ إِذَآ أَثْمَرَ وَآتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا إِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (سورة الانعام، رقم الآية ۱۴۱)

ترجمہ: اور وہی ہے، جس نے پیدا کیے باغات، جو چڑھائے جاتے ہیں (کسی چیز پر، جیسا کہ انگور کی بیل) اور نہیں بھی چڑھائے جاتے، اور کھجور کو اور کھیتی کو، مختلف ہیں اُن کے ذائقے، اور زیتون کو اور انار کو، جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی نہیں ہیں، کھاؤ تم اس کے پھل کو، جب وہ پھل لے آئے، اور ادا کرو تم اس کے حق کو، اس کے کاٹنے کے دن، اور اسراف نہ کرو، بے شک وہ (اللہ) نہیں پسند کرتا، اسراف کرنے والوں کو (سورہ انعام)

مذکورہ آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کے زیتون کا ذکر فرمانے سے اس کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

قرآن مجید کی سورہ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

يُنْبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ إِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (سورة النحل، رقم الآية ۱۱)

ترجمہ: اُگاتا ہے، وہ (یعنی اللہ) تمہارے لئے اس (پانی) کے ذریعہ سے کھیتی کو اور زیتون کو، اور کھجوروں کو، اور انگوروں کو، اور ہر طرح کے پھلوں سے، بے شک اس میں یقیناً نشانی ہے، اس قوم کے لئے جو تفکر کرے (سورہ نحل)

مذکورہ آیت میں بھی زیتون کا ذکر ہے۔

قرآن مجید کی سورہ مومنون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنّٰهُ فِى الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ

لَقَادِرُوْنَ .فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّاتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ .وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِلْآكِلِيْنَ (سورة المومنون، رقم الآيات ١٨ الىٰ ٢٠)

ترجمہ: اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی کو، ایک مقدار کے ساتھ، پھر ٹھہرا دیا ہم نے اس کو زمین میں، اور بے شک ہم لے جانے پر اس کو یقیناً قادر ہیں، پھر اُگا دیا ہم نے تمہارے لیے، اس کے ذریعہ سے باغات کو، کھجور کے اور انگور کے، تمہارے لئے، ان میں میوے ہیں بہت سے، اور ان سے کھاتے ہو تم، اور درخت کو، جو نکلتا ہے، طورِ سیناء سے، جو اُگتا ہے تیل کے ساتھ اور سالن کے ساتھ کھانے والوں کے لیے (سورہ مؤمنون)

طورِ سیناء سے نکلنے والے درخت سے مراد زیتون کا درخت ہے، جس میں زیتون کا تیل بھی ہوتا ہے، اور وہ سالن کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔

جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ زیتون کا تیل لگانے اور کھانے دونوں طریقوں سے مفید ہے، احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

قرآن مجید کی سورہ نور میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكَاةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ، اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ،اَلزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ، يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ

---

[1] وأنشأنا "شجرة تخرج من طور سيناء" جبل بكسر السين وفتحها ومنع الصرف للعلمية والتأنيث للبقعة "تنبت" من الرباعى والثلاثى "بالدهن" الباء زائدة على الأول ومعدية على الثانى وهى شجرة الزيتون "وصبغ للآكلين" عطف على الدهن أى إدام يصبغ اللقمة بغمسها فيه وهو الزيت (تفسير الجلالين، سورة المؤمنون، تحت رقم الآية ٢٠)

الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (سورة النور، رقم الآية ۳۵)

ترجمہ: اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا، مثال اس کے نور کی ایسی ہے، جیسا کہ طاق، جس میں چراغ ہو، چراغ شیشہ میں ہو، گویا کہ موتی ہے چمکتا ہوا، جس کو روشن کیا جاتا ہے، مبارک درخت سے، جو زیتون کا ہے، نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف، قریب ہے کہ اس کا تیل روشن ہو جائے، اگرچہ نہ پہنچے اس کو آگ، نور ہے، نور پر، ہدایت دیتا ہے اللہ اپنے نور کے لئے، جس کو چاہتا ہے، اور بیان کرتا ہے، اللہ مثالوں کو لوگوں کے لئے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (سورہ نور)

مذکورہ آیت میں زیتون کی عجیب وغریب فضیلت واہمیت بیان کی گئی ہے، جو کسی دوسری چیز کے لیے بیان نہیں ہوئی، جس سے زیتون اور اس کے تیل کی بہت زیادہ اہمیت وافادیت کا پتہ چلتا ہے۔

قرآن مجید کی سورہ تین میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ (سورة التين، رقم الآيات ۱، ۲)

ترجمہ: قسم ہے، انجیر کی اور زیتون کی، اور طورِ سینین کی (سورہ تین)

انجیر اور زیتون کی قسم کھانے سے ان دونوں چیزوں کی فضیلت واہمیت معلوم ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِئْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ وَادَّهِنُوْا بِهِ، فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۳۳۱۹، ابواب الاطعمة، باب الزيت) [1]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:
حسن لغيره، عبد الرزاق فمن فوقه ثقات، وقد اختلف فيه على عبد الرزاق فى وصله وإرساله.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم زیتون کو سالن کے طور پر کھاؤ، اور اس کو تیل کے طور پر استعمال کرو، کیونکہ اس (زیتون) کا تعلق مبارک درخت سے ہے (ابنِ ماجہ)

اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

نیز اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]

اور حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كُلُوْا الزَّيْتَ فَإِنَّهُ مُبَارَكٌ وَائْتَدِمُوْا بِهِ، وَادَّهِنُوْا بِهِ، فَإِنَّهُ يَخْرُجُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ (سنن الدارمی،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه الترمذى (1956) عن يحيى بن موسى، عن عبد الرزاق، بهذا الإسناد.
وأخرجه أيضًا (1957) عن سليمان بن معبد، عن عبد الرزاق، به مرسلًا، لم يذكر فيه عمر بن الخطاب .
ويشهد له حديث أبى أسيد عند الترمذى (1958)، وأحمد فى "المسند(16054) "، وفى سنده ضعف.
قوله:" ائتدموا بالزيت "أى: اتخذوه إدامًا، بمعنى: كلوه (حاشية سنن ابن ماجه)

[1] عن عمر، رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ائتدموا بالزيت وادهنوا به فإنه من شجرة مباركة (مستدرک حاكم، رقم الحديث ٣١٤٢)
قال الحاكم:
هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه "
وقال الذهبى: على شرط البخارى ومسلم.

[2] عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: كلوا الزيت وادهنوا به؛ فإنه من شجرة مباركة. هذا حديث لا نعرفه إلا من حديث عبد الرزاق عن معمر، وكان عبد الرزاق يضطرب فى رواية هذا الحديث، فربما ذكر فيه عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم، وربما رواه على الشك فقال: أحسبه عن عمر، عن النبى صلى الله عليه وسلم، وربما قال: عن زيد بن أسلم عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وسلم مرسلا.
حدثنا أبو داود سليمان بن معبد، قال: حدثنا عبد الرزاق ، عن معمر ، عن زيد بن أسلم ، عن أبيه، عن النبى صلى الله عليه وسلم نحوه، ولم يذكر فيه عن عمر (سنن الترمذى، رقم الحديث ١٨٥١)

رقم الحدیث ۲۰۹۶، کتاب الاطعمة، باب فد فضل الزیت) لے

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم زیتون کو کھاؤ، کیونکہ وہ مبارک ہے، اور اس کو سالن کے طور پر استعمال کرو، اور اس کو تیل کے طور پر بھی استعمال کرو، کیونکہ یہ مبارک درخت سے نکلتا ہے (دارمی)

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۲

اور اس طرح کی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، مگر اس کی سند میں شدید ضُعف پایا جاتا ہے۔ ۳

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ زیتون اور اس کے تیل کی فضیلت وافادیت قرآن مجید کے علاوہ کئی احادیث سے بھی ثابت ہے۔ ۴

لے قال حسین سلیم اسد الدارانی: إسناده حسن (حاشية سنن دارمی)

۲ عن أبی أسید قال: قال النبی صلى الله عليه وسلم: كلوا الزيت وادهنوا به؛ فإنه من شجرة مباركة. هذا حديث غريب من هذا الوجه، إنما نعرفه من حديث سفيان الثوری عن عبد الله بن عيسى (سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۸۵۲)

۳ حدثنا عقبة بن مكرم، حدثنا صفوان بن عيسى، حدثنا عبد الله ابن سعيد، عن جده قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله – صلى الله عليه وسلم –: " كلوا الزيت وادهنوا به، فإنه مبارک" (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۳۲۰)

قال شعيب الارنؤوط:

إسناده ضعيف جدا، عبد الله بن سعيد –وهو ابن أبی سعيد المقبری– متروک، ويغنی عن حديثه هذا حديث عمر السالف.

وأخرجه الحاكم 2/ 398 من طريق بكار بن قتيبة، عن صفوان بن عيسى، بهذا الإسناد. وصحح إسناده فتعقبه الذهبی بتوهية عبد الله بن سعيد (حاشية سنن ابن ماجه)

۴ قال الالبانی:

كلوا الزيت وادهنوا به، فإنه من شجرة مباركة ."

وروى من حديث عمر، وأبی أسيد، وأبی هريرة، وعبد الله بن عباس.

1– حديث عمر، له طريقان:

الأولى: قال عبد الرزاق: عن معمر عن زيد بن أسلم عن أبيه عنه به.أخرجه الترمذی (1 / 340) وابن ماجه (3319) والحاكم (2 / 122) والضياء المقدسی فی "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں زیتون کے تیل کو کھانے اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأحاديث المختارة (35 / 1) "كلهم عن عبد الرزاق به.
وقد أخرجه عبد الرزاق فى "كتاب الجامع "(ج 1رقم 149– نسختى) بإسناده هذا إلا أنه قال: "عن أبيه أحسبه عن عمر ."وقال الترمذى عقبه: "لا نعرفه إلا من حديث عبد الرزاق عن معمر، وكان عبد الرزاق يضطرب فى رواية هذا الحديث، فربما ذكر فيه: عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم، وربما رواه على الشك فقال: أحسبه عن عمر (الأصل: معمر) عن النبى صلى الله عليه وسلم، وربما قال: عن زيد بن أسلم عن أبيه عن النبى صلى الله عليه وسلم نحوه
ولم يذكر فيه: عن عمر ."قلت: ونحوه فى "العلل "لابن أبى حاتم (16 - 15 / 2) عن أبيه، وهو أدق فى بيان مراحل اضطراب عبد الرزاق فيه، قال: "حدث مرة عن زيد بن أسلم عن أبيه أن النبى صلى الله عليه وسلم، هكذا رواه دهرا، ثم قال بعد: زيد بن أسلم عن أبيه أحسبه عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم، ثم لم يمت حتى جعله عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم بلا شك ."
قلت: وفيه إشعار بأن الصواب فيه مرسل، وهو ما صرح به ابن معين فيما روى عنه عباس الدورى فى كتاب "التاريخ والعلل ليحيى بن معين "قال ": (2 / 23)سمعت يحيى بن معين يقول: حديث معمر عن زيد بن أسلم عن أبيه (عن عمر) قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (فذكره) : ليس هو بشىء، إنما هو عن زيد مرسلا ."
وأما الحاكم فقال: " صحيح على شرط الشيخين !"ووافقه الذهبى! ومن قبله المنذرى فى "الترغيب ! (130 / 3) "
الطريق الأخرى: عن الصعب بن حكيم بن شريك بن نملة عن أبيه عن جده عنه به.
أخرجه الطبرانى فى "المعجم الكبير . (1 / 5 / 1) "
قلت: وهذا إسناد ضعيف، من دون عمر ثلاثتهم مجهولون.
2– حديث أبى أسيد.
يرويه سفيان عن عبد الله بن عيسى عن رجل يقال له عطاء من أهل الشام (وفى رواية: وليس بابن أبى رباح) عن أبى أسيد الأنصارى قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فذكره.
أخرجه البخارى فى "الكنى "من "التاريخ الكبير "(ص 6) والترمذى والدارمى (102 / 2) والحاكم (398 - 397 / 2)وأحمد (497 / 3)وكذا النسائى فى " مجلسين من الأمالى "(ق 2 / 58) والدولابى فى "الكنى (15 / 1) "والعقيلى فى "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لگانے کا ذکر ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الضعفاء (339) "والخطیب فی "الموضح (94 / 2) "والبغوی فی "شرح السنة (2 / 190 / 3) "من طرق عن سفیان به.
وقال الترمذی: " هذا حدیث غریب من هذا الوجه، إنما نعرفه من حدیث سفیان الثوری عن عبد الله بن عیسی ."
قلت: وهما ثقتان محتج بهما فی "الصحیحین "، وإنما علته من عطاء هذا،وكأنه خفی حاله علی الترمذی، وإلا لأعله به كما فعله العقیلی، فقد روی عن البخاری أنه قال فیه: "لم یقم حدیثه ."
قال العقیلی: " وهو هذا، وقد روی بغیر هذا الإسناد من وجه أیضا ضعیف ."
وقال الذهبی فی "المیزان "، وذكر له هذا الحدیث: "لین البخاری حدیثه، لا یدری من هو ."
ثم نسی الذهبی هذا، فإنه لما قال الحاكم عقب الحدیث: "صحیح الإسناد !"وافقه علیه!
3- حدیث أبی هریرة.
یرویه عبد الله بن سعید بن أبی سعید المقبری قال:سمعت جدی یحدث عن أبی هریرة رضی الله عنه به .أخرجه ابن ماجه (3320)والحاكم شاهدا، وقال: " إسناد صحیح !" ورده الذهبی فقال: " قلت: عبد الله واه ."وقال البوصیری فی "الزوائد "(200/ 1) ": هذا إسناد ضعیف لضعف عبد الله بن سعید المقبری ."وأقول: بل هو متروك كما قال الحافظ فی "التقریب "، فمثله لا یستشهد به.
4- حدیث ابن عباس.
أورده الهیثمی فی "المجمع (43 / 5) "بلفظ: "ائتدموا الشجرة، یعنی الزیت، ومن عرض علیه طیب فلیصب منه ."وقال: " رواه الطبرانی فی "الأوسط "، وفیه النضر بن طاهر، وهو ضعیف ."قلت: والجملة الأولی منه قد جائت فی بعض الطرق لحدیث عمر وأبی أسید بلفظ: "ائتدموا بالزیت ."والجملة الأخری وردت فی حدیث لأبی هریرة بسند صحیح علی شرط مسلم، خرجته فی "المشكاة . (3016) "
وجملة القول أن الحدیث بمجموع طریقی عمر وطریق أبی سعید یرتقی إلی درجة الحسن لغیره علی أقل الأحوال، والله أعلم . ویكفی فی فضل الزیت قول الله تبارك وتعالی: (یوقد من شجرة مباركة زیتونة لا شرقیة ولا غربیة، یكاد زیتها یضیء ولو لم تمسسه نار) .
وللزیت فوائد هامة، ذكر بعضها العلامة ابن القیم فی "زاد المعاد "، فمن شاء رجع إلیه (سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۳۷۹)

مگر اس کی سند پر کلام ہے۔ [1]

اور ایک حدیث میں زیتون کو کھانے، اور اس کا تیل لگانے کو ستر (70) بیماریوں کی شفاء قرار دیا گیا ہے، جن میں کوڑھ کی بیماری کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

لیکن یہ حدیث بھی سند کے اعتبار سے محلِ کلام ہے۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جو زیتون کا تیل استعمال کرتا ہے، اس کے پاس چالیس راتوں تک شیطان، قریب نہیں جاتا۔

---

[1] حدثنا محمد بن عمر، ثنا أبو حزرة يعقوب بن مجاهد، عن سلمة بن أبى سلمة، عن أبيه قال: سمعت عائشة رضى الله عنها تقول: وذكر عندها الزيت فقالت:" كان رسول الله –صلى الله عليه وسلم– يأمر أن يؤكل ويدهن به، ويقول: إنها شجرة مباركة."تخريجه: ذكره البوصيرى فى مختصر الإتحاف [1/44 /2]، وقال:" رواه الحارث عن الواقدى، وهو ضعيف ." ...

قلت: أخرجه الحارث بن أبى أسامة فى مسنده "بغية الباحث (578 /2) "، كتاب الأطعمة، باب ما جاء فى الزيت (رقم 533)، قال: حدثنا محمد بن عمر، ثنا أبو حزرة يعقوب بن مجاهد عن سلمة بن أبى سلمة، عن أبيه قال: " سمعت عائشة تقول: وذكر عندها الزيت فقالت: كان رسول الله –صلى الله عليه وسلم– يأمر به أن يؤكل ويدهن به ويقول:" إنها من شجرة مباركة."

وأخرجه البيهقى فى "شعب الإيمان (5540: 487 /10) "، قال: أخبرنا أبو الحسين بن بشران، أخبرنا أبو جعفر الرزاز، حدثنا أحمد بن الخليل، حدثنا الواقدى، به مثله، وزاد:" ويستعط به ."

الحكم عليه:الحديث بهذا الإسناد ضعيف جدا، من أجل حال:" محمد بن عمر الواقدى"، فإنه متروك كما فى ترجمته(حاشية المطالب العالية، ص ٤٦٤، تحت رقم الحديث ٢٤١٧،كتاب الأطعمة والأشربة، باب الزيت)

[2] "كلوا الزيت وادهنوا به، فإنه شفاء من سبعين داء، منها الجذام ."منكر.

أبو نعيم فى "الطب "من طريق الطبرانى: حدثنا يحيى بن عبد الباقى: حدثنا أحمد بن محمد بن أبى بزة: حدثنا على بن محمد الرحال مولى بن هاشم قال: سمعت الأوزاعى يقول: حدثنى مكحول عن أبى مالك عن أبى هريرة مرفوعا.

قلت: وهذا حديث منكر يحيى بن عبد الباقى هو الأذنى، روى عنه الطبرانى حديثا آخر فى " المعجم الصغير "(ص 244) ، كنيته أبو القاسم كما فى "معجم البلدان "مادة "أذنة "ولم أجد من وثقه .وابن أبى بزة هو أحمد بن محمد بن عبد الله بن القاسم بن أبى بزة المكى قال أبو حاتم: " ضعيف الحديث، ولست أحدث عنه فإنه روى حديثا منكرا "يعنى آخر غير هذا .وقال العقيلى: " منكر الحديث ."

وعلى بن محمد الرحال لم أر له ترجمة .وأبو مالك، الظاهر أنه الذى فى "الميزان "و "اللسان ":"أبو مالك الدمشقى، عداده فى التابعين، أرسل حديثا، وعنه عبد الله بن دينار، مجهول ." (سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ٥١٢)

Idaraghufran

لیکن یہ حدیث سند کے اعتبار سے غیر معتبر ہے۔[1]

بہرحال کئی معتبر احادیث سے زیتون کو کھانے، پینے اور لگانے کی اہمیت وافادیت معلوم ہوتی ہے۔

بعض روایات میں زیتون کے تیل میں کلونجی شامل کر کے، اس کو ناک میں ڈالنے کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ خالد بن سعد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبْجَرَ فَمَرِضَ فِي الطَّرِيقِ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ، فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ، فَقَالَ لَنَا: عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحُبَيْبَةِ السَّوْدَاءِ، فَخُذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْحَقُوهَا، ثُمَّ اقْطُرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطَرَاتِ زَيْتٍ، فِي هٰذَا الْجَانِبِ وَفِي هٰذَا الْجَانِبِ، فَإِنَّ عَائِشَةَ، حَدَّثَتْنِي: أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنَّ هٰذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، إِلَّا مِنَ السَّامِ قُلْتُ: وَمَا السَّامُ؟ قَالَ: اَلْمَوْتُ (صحيح البخاری، رقم الحديث ٥٦٨٧، كتاب الطب، باب الحبة السوداء)

ترجمہ: ہم لوگ چلے اور غالب بن ابجر (صحابی) بھی ہمارے ساتھ تھے، وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، ہم لوگ مدینہ پہنچے، تو وہ بیمار تھے، ابنِ ابی عتیق (تابعی، جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے کے بیٹے تھے) غالب بن ابجر (صحابی) کی عیادت کو آئے اور انہوں نے ہم سے کہا کہ (ان کے لئے) سیاہ چھوٹے چھوٹے دانے

---

[1] قال الحارث: حدثنا عبد الرحيم بن واقد عن حماد بن عمرو، عن السری بن خالد بن شداد، عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن جده، عن علی رضی الله عنه قال: قال لی رسول الله –صلى الله عليه وسلم–: " يا علی كل الزيت وادهن بالزيت، فإنه من ادهن بالزيت لم يقربه الشيطان أربعين ليلة ".

تخريجه: هذا الحديث جزء من الحديث الطويل المتقدم برقم (2381)، وقد تم هناک دراسة إسناده، وتخريجه، والحكم عليه بأنه موضوع (حاشية المطالب العالية، ص ٧٦٣، تحت رقم الحديث ٢٤١٦، كتاب الأطعمة والأشربة، باب الزيت)

www.idaraghufran.org

لازماً اختیار کرو، اس کے پانچ، یا سات دانے لے کر ان کو گھسو (یا پیسو) پھر زیتون کے تیل کے چند قطروں کے ساتھ اُن کو ان کی ناک میں اس طرف اور اس طرف (یعنی ناک کے دونوں سوراخوں میں) ڈالو، اس لئے کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ کالا دانہ (یعنی کلونجی) سوائے سام کے، تمام امراض کا علاج ہے، میں نے پوچھا کہ سام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ موت ہے (بخاری)

مذکورہ حدیث میں ابنِ ابوعتیق (تابعی) نے کلونجی کے استعمال کا یہ طریقہ بتلایا کہ ان کو پہلے گھس لیا جائے، اور اس کے بعد ان کو زیتون کے تیل میں ڈال لیا جائے، پھر اس تیل کو نتھار کر اِس کے چند قطروں کو ناک کے دونوں سوراخوں میں ڈالا جائے۔ [1]

---

[1] ذكره الأطباء فى علاج الزكام العارض معه عطاس كثير، وقالوا: تقلى الحبة السوداء ثم تدق ناعما ثم تنقع فى زيت، ثم يقطر منه فى الأنف ثلاث قطرات، فلعل غالب بن أبجر كان مزكوما، فلذلك وصف له ابن أبى عتيق الصفة المذكورة، وظاهر سياقه أنها موقوفة عليه، ويحتمل أن تكون عنده مرفوعة أيضا، فقد وقع فى رواية الأعين عند الإسماعيلى بعد قوله: من كل داء: وأقطروا عليها شيئا من الزيت، وفى رواية له أخرى: وربما قال: وأقطروا إلخ، وادعى الإسماعيلى أن هذه الزيادة مدرجة فى الخبر، وقد أوضحت ذلك رواية ابن أبى شيبة ;ثم وجدتها مرفوعة من حديث بريدة، فأخرج المستغفرى فى كتاب الطب من طريق حسام بن مصك، عن عبيد الله بن بريدة عن النبى صلى الله عليه وسلم: إن هذه الحبة السوداء فيها شفاء، الحديث، قال: وفى لفظ: قيل: وما الحبة السوداء؟ قال: الشونيز.

قال: وكيف أصنع بها؟ قال: تأخذ إحدى وعشرين حبة فتصرها فى خرقة ثم تضعها فى ماء ليلة، فإذا أصبحت قطرت فى المنخر الأيمن واحدة، وفى الأيسر اثنتين، فإذا كان من الغد قطرت فى المنخر الأيمن اثنتين وفى الأيسر واحدة، فإذا كان اليوم الثالث قطرت فى الأيمن واحدة، وفى الأيسر اثنتين، ويؤخذ من ذلك أن معنى كون الحبة شفاء من كل داء أنها لا تستعمل فى كل داء صرفا، بل ربما استعملت مفردة، وربما استعملت مركبة، وربما استعملت مسحوقة وغير مسحوقة، وربما استعملت أكلا وشربا وسعوطا وضمادا وغير ذلك .وقيل: إن قوله: كل داء تقديره: يقبل العلاج بها، فإنها تنفع من الأمراض الباردة، وأما الحارة فلا.

نعم قد تدخل فى بعض الأمراض الحارة اليابسة بالعرض، فتوصل قوى الأدوية الرطبة الباردة إليها

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ناک میں دواء اور خاص طور پر زیتون کا تیل اور کلونجی کے اثرات پر مشتمل زیتون کا تیل، ڈالنا نہایت فائدہ مند طریقۂ علاج ہے، خاص طور پر گلے کی خرابی وخشکی، کھانسی اور سردی وخشکی کے دیگر وبائی امراض میں، روغنِ زیتون کا دن میں دومرتبہ ناک میں ڈالنا مفید ہے۔

ناک میں دواء ڈالنے کا ویسے بھی احادیث میں ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بسرعة تنفيذها، ويستعمل الحار فى بعض الأمراض الحارة فيه لا يستنكر كالعنزروت فإنه حار، ويستعمل فى أدوية الرمد المركبة، مع أن الرمد ورم حار باتفاق الأطباء، وقد قال أهل العلم بالطب: إن طبع الحبة السوداء حار يابس، وهى مذهبة للنفخ، نافعة من حمى الربع والبلغم، مفتحة للسدد والريح، مجففة لبلة المعدة، وإذا دقت وعجنت بالعسل وشربت بالماء الحار أذابت الحصاة وأدرت البول والطمث، وفيها جلاء وتقطيع، وإذا دقت وربطت بخرقة من كتان وأديم شمها نفع من الزكام البارد، وإذا نقع منها سبع حبات فى لبن امرأة وسعط به صاحب اليرقان أفاده، وإذا شرب منها وزن مثقال بماء أفاد من ضيق النفس، والضماد بها ينفع من الصداع البارد، وإذا طبخت بخل وتمضمض بها نفعت من وجع الأسنان الكائن عن برد، وقد ذكر ابن البيطار وغيره ممن صنف فى المفردات فى منافعها هذا الذى ذكرته وأكثر منه .وقال الخطابى: قوله من كل داء هو من العام الذى يراد به الخاص، لأنه ليس فى طبع شىء من النبات ما يجمع جميع الأمور التى تقابل الطبائع فى معالجة الأدواء بمقابلها، وإنما المراد أنها شفاء من كل داء يحدث من الرطوبة.

وقال أبو بكر بن العربى: العسل عند الأطباء أقرب إلى أن يكون دواء من كل داء من الحبة السوداء، ومع ذلك فإن من الأمراض ما لو شرب صاحبه العسل لتأذى به، فإن كان المراد بقوله فى العسل: "فيه شفاء للناس" الأكثر الأغلب، فحمل الحبة السوداء على ذلك أولى .وقال غيره: كان النبى صلى الله عليه وسلم يصف الدواء بحسب ما يشاهده من حال المريض، فلعل قوله: فى الحبة السوداء وافق مرض من مزاجه بارد، فيكون معنى قوله: شفاء من كل داء، أى: من هذا الجنس الذى وقع القول فيه، والتخصيص بالحيثية كثير شائع، والله أعلم .وقال الشيخ أبو محمد بن أبى جمرة: تكلم الناس فى هذا الحديث وخصوا عمومه وردوه إلى قول أهل الطب والتجربة، ولا خفاء بغلط قائل ذلك، لأنا إذا صدقنا أهل الطب – ومدار علمهم غالبا إنما هو على التجربة التى بناؤها على ظن غالب – فتصديق من لا ينطق عن الهوى أولى بالقبول من كلامهم .انتهى وقد تقدم توجيه حمله على عمومه بأن يكون المراد بذلك ما هو أعم من الإفراد والتركيب، ولا محذور فى ذلك ولا خروج عن ظاهر الحديث، والله أعلم (فتح البارى لابن حجر، ج ١٠، ص ١٤٤، وص ١٤٥، كتاب الطب، قوله باب الحبة السوداء)

أن رَسُولَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اِسۡتَعَطَ (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۳۸۶۷، کتاب الطب، باب فی السعوط) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں دواء ڈالی (ابوداؤد)

مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناک میں دواء ڈال کر علاج کرنا ثابت ہے۔ [2]

ناک میں دواء ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو سیدھا لٹا دیا جائے، اور اس کے کندھوں کے نیچے کوئی تکیہ وغیرہ رکھ دیا جائے، جس سے مریض کا سر پیچھے کی طرف ہو جائے، پھر مریض کی ناک کے سوراخوں میں دواء ڈالی جائے، اور کچھ دیر مریض اسی حالت میں لیٹا رہے، تاکہ دواء اندر منتقل ہو جائے، علاج کا یہ طریقہ بہت مفید طریقہ ہے، جس کی افادیت حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

اور زیتون کے تیل میں کلونجی، شامل کر کے اس کو ناک میں ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ کلونجی کو کوٹ کر، تیل میں ڈال لیا جائے، پھر اس تیل کو چھان لیا جائے، اور اس تیل کو ناک میں ڈالا جائے۔

اور بعض احادیث میں زیتون کے ساتھ، قسط شامل کر کے مخصوص بیماریوں کے علاج کا ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ أَنۡ نَّتَدَاوَی مِنۡ ذَاتِ الۡجَنۡبِ

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسنادہ صحیح (حاشیة سنن ابی داؤد)

[2] والسعوط: ما یصب فی الأنف، وقد یکون بأدویة مفردة ومرکبة تدق وتنخل وتعجن وتجفف، ثم تحل عند الحاجة، ویسعط بها فی أنف الإنسان، وهو مستلق علی ظهره، وبین کتفیه ما یرفعهما لینخفض رأسه، فیتمکن السعوط من الوصول إلی دماغه، ویستخرج ما فیه من الداء بالعطاس، وقد مدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم التداوی بالسعوط فیما یحتاج إلیه فیه.

وذکر أبو داود فی سننه أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم استعط (زاد المعاد فی هدی خیر العباد، ج۴، ص۸۸، فصل هدیه صلی اللہ علیہ وسلم فی علاج العذرة وفی العلاج بالسعوط)

بِـالْـقُـسْطِ الْبَحْرِيِّ وَالزَّيْتِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٧٤٤٣، كتاب الطب، سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٠٧٩) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم ذات الجنب (کی بیماری) میں قسطِ بحری اور زیتون سے دواء (اور علاج) کریں (مستدرک حاکم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَدَاوَوْا مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ، وَالزَّيْتِ (مستدرک حاکم، رقم الحديث ٨٢٣٤، كتاب الطب) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذات الجنب (کی بیماری) میں قسطِ بحری اور زیتون سے دواء (اور علاج) کیا کرو (مستدرک حاکم)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُمْ أَنْ يَّتَدَاوَوْا مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْعُوْدِ الْهِنْدِي وَالزَّيْتِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٢٨٩) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا کہ ذات الجنب (کی بیماری) میں عودِ ہندی اور زیتون سے دواء (اور علاج) کریں (مسند احمد)

مذکورہ احادیث میں ذاتِ جنب کے مرض میں قسطِ بحری کے ساتھ زیتون کو مفید قرار دیا گیا ہے۔

اور ذاتُ الجنب، کوکھ میں اٹھنے والے درد کو کہا جاتا ہے، جس میں گردہ کا درد بھی شامل ہے۔

---

[1] قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح، لا نعرفه إلا من حديث ميمون عن زيد بن أرقم. وقد روى عن ميمون غير واحد هذا الحديث. وذات الجنب يعنى السل (سنن الترمذی، رقم الحديث ٢٠٧٩)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه "وقد رواه قتادة، عن ميمون أبى عبد الله.

وقال الذهبی: صحيح.

[2] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه.

وقال الذهبی: صحيح.

[3] قال شعيب الارنؤوط: التداوى بالعود الهندى منه صحيح.

اور قسط کا ذکر آ گیا ہے۔

جبکہ بعض روایات میں قسط کے ساتھ زیتون اور ورس کا بھی ذکر ہے، البتہ سند کے اعتبار سے ورس کے ذکر والی روایات کو ایک راوی عبدالرحمٰن بن میمون کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے، مگر قسطِ بحری اور زیتون کی افادیت دیگر صحیح سند والی احادیث سے ثابت ہے۔

چنانچہ عبدالرحمٰن بن میمون کی سند سے مروی ایک ضعیف سند والی حدیث میں ہے کہ:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ، قَالَ: نَعَتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ، وَرْسًا، وَقُسْطًا، وَزَيْتًا، يُلَدُّ بِهِ (سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ٣٤٦٧، ابواب الطب، باب دواء ذات الجنب) [1]

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الجنب (کی بیماری) میں ورس (زرد رنگ کی خوشبودار گھاس) اور قسط اور زیتون کو منہ کے ذریعہ (کھانے) کی تعریف فرمائی (مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَنْعَتُ الزَّيْتَ وَالْوَرْسَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ، قَالَ قَتَادَةُ: يَلُدُّهُ مِنْ جَانِبِهِ الَّذِي يَشْتَكِيهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٣٢٧) [2]

ترجمہ: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات الجنب (کی بیماری) میں زیتون اور ورس (زرد رنگ کی خوشبودار گھاس) کی تعریف کرتے ہوئے سنا، قتادہ کہتے ہیں کہ ذات الجنب (کی بیماری) میں جس طرف شکایت (وتکلیف) ہو، منہ میں بھی اسی طرف سے (زیتون اور

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده ضعيف لضعف عبد الرحمن بن ميمون وأبيه ميمون أبي عبد الله البصري (حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط: أبو عبد الله- وهو ميمون- ضعيف، وبقية رجاله ثقات (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

ورَس کو) ڈالا جائے (مسند احمد)

ذات الجنب، پہلو، یا سینہ کے درد، یا سینہ کے کسی دوسرے مرض کی تکلیف کا عربی نام ہے، سینہ میں دائیں، یا بائیں، جس طرف تکلیف زیادہ ہو، اسی طرف سے حلق کے راستے، اہتمام کے ساتھ، اس دواء یعنی قسط یا ورَس ملے ہوئے زیتون کے تیل کو نگلا جائے، یا گلے کے دائیں، یا بائیں جانب بیرونی طور پر، اس تیل کی مالش کی جائے، تو طبی اعتبار سے اس کا مفید ہونا ثابت ہوا ہے۔

''عودِ ہندی'' یا ''قسط'' کی افادیت

''قُسط'' عربی زبان کا لفظ ہے، یہ ایک پودے کی جڑ ہے، اُردو زبان میں اس کو ''کُٹھ شیریں'' کہا جاتا ہے، اور انگریزی زبان میں اس کے پودے کو ''Costus'' اور اس کی جڑ کو ''Costus Root'' کہا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُم بِهِ الْحِجَامَةُ، وَالْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ (صحيح البخارى ،رقم الحديث ٥٦٩٦، كتاب الطب، باب الحجامة من الداء، صحيح مسلم، رقم الحديث١٥٧٧ "٦٣")

ترجمہ: جن چیزوں سے تم دواء کرتے ہو، اُن میں بہترین حجامہ کرانا اور قسطِ بحری ہے (بخاری، مسلم)

حضرت اُمِ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ: يُسْتَعَطُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ، وَيُلَدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ (صحيح البخارى، رقم الحديث ٥٦٩٢، كتاب الطب، باب السعوط

بالقسط الهندی والبحری، وهو الكست، مثل الكافور والقافور، مثل كشطت وقشطت: نزعت، وقرأ عبد الله: قشطت)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم پر عودِ ہندی کو اختیار کرنا لازم ہے، کیونکہ اس میں سات (بیماریوں کی) شفائیں ہیں، عودِ ہندی کو عذرہ (یعنی گلے کی بیماری) میں ناک میں ڈالا جائے، اور ذاتِ جنب (یعنی کوکھ کی بیماری) میں منہ میں ڈالا جائے (بخاری)

بعض راویات میں ''قسط'' کو پانی میں بھگو کر، اس کا پانی چھان کر ناک میں ڈالنے سے گلے کی بیماری کے علاج کا ذکر آیا ہے۔ [1]

''سنا مکی'' کی افادیت

''سنا'' ایک پودے کے پتے ہیں، ''سنا'' کو اردو زبان میں ''سنا مکی'' اور عربی زبان میں ''السنا'' نیز ''السنا مکی'' کہا جاتا ہے، اور انگریزی زبان میں اس کو Senna کہا جاتا ہے۔

سناء کے پتوں کی مہندی کے پتوں کی طرح خوشبو ہوتی ہے، اور ''سنا'' کے پتوں کا رنگ سبز زردی مائل ہوتا ہے، حجاز اور مکہ کی ''سنا'' چونکہ زیادہ مشہور اور بہتر ومفید سمجھی جاتی ہے، اس لیے ''سنا'' کو مکہ کی طرف منسوب کر کے ''سنا مکی'' کہا جاتا ہے۔

احادیث میں ''سنا'' کو ہر بیماری کی شفاء قرار دیا گیا ہے۔

---

[1] عن جابر قال: دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم على أم سلمة؛ قال ابن أبى غنية: دخل على عائشة بصبى يسيل منخراه دما، قال أبو معاوية فى حديثه: وعندها صبى يثعب منخراه دما، قال: فقال: " ما لهذا؟ "قال: فقالوا: به العذرة .قال: فقال: " علام تعذبن أولادكن، إنما يكفى إحداكن أن تأخذ قسطا هنديا فتحكه بماء سبع مرات، ثم توجره إياه "قال ابن أبى غنية: " ثم تسعطه إياه .قال: ففعلوا فبرأ(مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث ۱۴۳۳۵)

قال شعيب الارنؤوط:إسناده قوى على شرط مسلم(حاشية مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ثَلَاثٌ فِيْهِنَّ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ، اَلسَّنَا وَالسَّنُّوْتُ، قَالَ مُحَمَّدٌ: وَنَسِيْتُ الثَّالِثَةَ، قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا السَّنَا قَدْ عَرَفْنَاهُ، فَمَا السَّنُّوْتُ؟ قَالَ: لَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَعَرَّفَكُمُوْهُ (السنن الكبرى، للنسائي، رقم الحديث ٧٥٣٣، كتاب الطب، باب الدواء بالسنا والسنوت)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزوں میں ہر بیماری کی شفاء ہے، سوائے موت کے، ایک تو ''سنا'' میں اور دوسرے ''سنوت'' میں، محمد راوی کہتے ہیں کہ میں تیسری چیز کو بھول گیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس ''سنا'' کو تو ہم پہچانتے ہیں ''سنوت'' کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا، تو اس کی پہچان بھی تم کو کرا دے گا (سننِ کبریٰ نسائی)

اس روایت کی سند معتبر اور صحیح ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو ابو نعیم اصبہانی نے بھی ''الطب النبوی'' میں روایت کیا ہے۔ [1]

اور اس روایت کی سند بھی معتبر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي السَّنَا وَالسَّنُّوْتُ شِفَاءٌ

---

[1] حَدَّثَنا عبد الله بن جعفر، حَدَّثَنا إسماعيل بن عبد الله، حَدَّثَنا علی بن بحر، حَدَّثَنا حاتم بن إسماعيل، عَن محمد بن عمارة، عَن عَبد الله بن عبد الله بن أبی طلحة، عَن أنس بن مالک، عَن النبی صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّم قال: ثلاث فيهن الشفاء من كل داء إلا السام السنا والسنوت قالوا: هذا السنا قد عرفناه فما السنوت؟ قال: لو شاء الله لعرفكموه.
قال محمد: ونسيت الثالثة (الطب النبوی، لابی نعيم الأصبهانی، ج٢ ص٥٨٣، رقم الحديث ٦١٢، باب سنا)

مِنْ كُلِّ دَاءٍ (الطب النبوی،لابی نعیم الأصبهانی، ج ۱ ص ۲۸۵، رقم الحديث ۱۷۸ ،باب إسهال الطبيعة فی حال الصحة يمنع من استفحال الداء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''سنا'' میں اور ''سنوت'' میں ہر بیماری کی شفاء ہے (الطب النبوی)

اس روایت کی سند بھی معتبر ہے۔

''سنا'' تو مشہور نبات ہے، جہاں تک ''سنوت'' کا تعلق ہے، تو اس کے معنیٰ بعض حضرات نے شہد، بعض نے زیرہ، بعض نے سونف اور بعض اہلِ لغت نے درجہ بدرجہ، تمام مفید جڑی بوٹیاں اپنے مزاج کے اعتبار سے ''سنوت'' کے مصداق میں بیان کی ہیں، جس سے جڑی بوٹیوں کے ذریعہ علاج کی افادیت معلوم ہوتی ہے۔

حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِی رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَاذَا كُنْتِ تَسْتَمْشِيْنَ؟ قُلْتُ: بِالشُّبْرُمِ، قَالَ: حَارٌّ جَارٌّ، ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ: لَوْ كَانَ شَيْءٌ يَشْفِي مِنَ الْمَوْتِ، كَانَ السَّنَا، وَالسَّنَا شِفَاءٌ مِنَ الْمَوْتِ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۳۴۶۱، ابواب الطب، باب دواء المشی، مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الحديث ۲۳۹۰۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تم کس چیز کو مسہل (یعنی دَست لانے اور پیٹ صاف کرنے) کے طور پر استعمال کرتی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ''شبرم'' کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو سخت گرم ہوتا ہے۔ پھر میں نے ''سنا'' کو بطور مُسہل کے استعمال کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت کا علاج ہوتی، تو سنا ہوتی، اور سنا تو موت کا بھی علاج ہے (ابنِ ماجہ)

مذکورہ حدیث کی سند کو بعض اہلِ علم حضرات نے ضعیف قرار دیا ہے۔

لیکن ''سنا'' سے متعلق دوسری احادیث کے ساتھ مل کر مذکورہ حدیث حسن درجہ میں داخل ہے۔

www.idaraghufran.org

حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: مَا لِيْ أَرَاكِ مُرْتَثَّةً؟ فَقُلْتُ: شَرِبْتُ دَوَاءً أَسْتَحْشِيْ بِهِ، قَالَ: وَمَا هُوَ؟ قُلْتُ: اَلشُّبْرُمُ، قَالَ: وَمَا لَكِ وَالشُّبْرُمِ؟ قَالَ: فَإِنَّهُ حَارٌّ نَارٌ، عَلَيْكِ بِالسَّنَا وَالسَّنُّوْتِ فَإِنَّ فِيْهِمَا دَوَاءٌ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ، إِلَّا السَّامَ (المعجم الكبير للطبراني، ج۲۳ ص۳۹۸، رقم الحديث ۹۵۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ تم پراگندہ حال کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے ایک دواء استعمال کی ہے، جس کی وجہ سے میری حالت خراب ہورہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے کون سی دواء استعمال کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ''شبرم'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ''شبرم'' کو کیوں استعمال کیا، کیونکہ وہ تو (اثر میں) گرم آگ ہے، تمہیں چاہیے کہ ''سنا'' اور ''سنوت'' استعمال کرو، کیونکہ اس میں ہر بیماری کی دوا ہے، سوائے موت کے (طبرانی)

مذکورہ حدیث بھی حسن درجہ میں داخل ہے، بالخصوص جبکہ اس کی تائید دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ ''سنا'' اور ''سنوت'' میں ہر بیماری کے لیے شفاء ہونے کی احادیث مختلف سندوں سے مروی ہیں، جس کی بعض اسناد میں اگرچہ ضعف پایا جاتا ہے، لیکن مختلف اسناد مل کر ''سنا'' اور ''سنوت'' میں ہر بیماری کی شفاء ہونے کی احادیث حسن اور معتبر درجہ میں داخل ہوجاتی ہیں۔

''دیسی سرکہ'' کی افادیت

''سرکہ'' وبائی امراض کے زمانہ میں بہت مفید چیز ہے۔

''سرکہ'' کو عربی زبان میں ''خلّ'' اور انگریزی زبان میں Vinegar کہا جاتا ہے۔
دیسی سرکہ مختلف پھلوں، غلوں اور ان کے رَس وشیرہ سے بنتا ہے، بلکہ عموماً سرکہ، شراب کے مرحلہ سے گزرنے کے بعد ہی تیار ہوتا ہے، جب اس سے نشہ کی ماہیت تبدیل ہوجاتی ہے، مگر سرکہ، شراب کی طرح نشہ آور اور مضر چیز نہیں، بلکہ انتہائی مفید مشروب ہے۔
''سرکہ'' حلال وپاکیزہ مشروبات میں سے ہے، اور احادیث میں اس کی تعریف وتوصیف کی گئی ہے۔
سرکہ، انگور، کھجور اور گنے کے علاوہ کئی دوسری چیزوں سے تیار کیا جاتا ہے، جس کا ذائقہ عموماً کھٹا ہوتا ہے۔
اور سرکہ کو طب میں بھی عمدہ مشروبات میں شمار کیا گیا ہے۔ [1]
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ أَهْلَهُ الْأُدُمَ، فَقَالُوْا: مَا عِنْدَنَا إِلَّا خَلٌّ، فَدَعَا بِهِ، فَجَعَلَ يَأْكُلُ بِهِ، وَيَقُوْلُ: نِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ، نِعْمَ الْأُدُمُ الْخَلُّ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٠٥٢ "١٦٦"، كتاب الاشربة، باب فضيلة الخل والتأدم به)

---

[1] الخل :ما حمض من عصير العنب وغيره، عربي صحيح، والطائفة منه :خلة، وأجوده خل الخمر، مركب من جوهرين حار وبارد، نافع للمعدة واللثة والقروح الخبيثة والحكة ونهش الهوام وأكل الأفيون وحرق النار وأوجاع الأسنان، وبخار حاره للاستسقاء وعسر السمع والدوى والطنين (القاموس المحيط، ج١، ص٩٩٤، باب اللام، فصل الخاء)

(نعم) كلمة مدح (الإدام) بكسر الهمزة ما يؤتدم به (الخل) لأنه سهل الحصول قامع للصفراء نافع لأكثر الأبدان .واللام فيه للجنس فالخبر حجة في أن ما خلل من الخمر حلال طاهر :أى بشرطه المعروف في الفروع وقد كان المصطفى صلى الله عليه وسلم يحبه ويشربه ممزوجا بالعسل وذلك من أنفع المطعومات .قال ابن العربي :ولذلك جمعهما الأطباء وجعلوهما أصل المشروبات ولم يكن في صناعة الطب شراب سواه ثم حدث عند المتأخرين تركيب آخر ولم يكن عند من تقدم قال :ولم يكن عند الأطباء إلا السكنجبين فلما كان زمان الخلفاء دبروا الأشربة وحركوها عنه والأول أقوى وأخرج الحكيم أن عامة أدم أزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعده كان الخل ليقطع شهوة الرجال (فيض القدير للمناوى، ج٦ص٢٨٥، ٢٨٦، تحت رقم الحديث ٩٢٦٧)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے سالن کو طلب فرمایا، تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس تو صرف سرکہ ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ منگا کر اس کو کھانا شروع کیا، اور یہ فرمانے لگے کہ سرکہ بہت اچھا سالن ہے، سرکہ بہت اچھا سالن ہے (مسلم)

اس حدیث سے سرکہ کی حلت اور اس کے کھانے کا جائز، بلکہ مسنون ہونا معلوم ہوا۔

حضرت طلحہ بن نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ، يَقُوْلُ: أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِىْ ذَاتَ يَوْمٍ إِلٰى مَنْزِلِهِ، فَأَخْرَجَ إِلَيْهِ فِلَقًا مِنْ خُبْزٍ، فَقَالَ: مَا مِنْ أُدُمٍ؟ فَقَالُوْا: لَا إِلَّا شَىْءٌ مِنْ خَلٍّ، قَالَ: فَإِنَّ الْخَلَّ نِعْمَ الْأُدُمُ، قَالَ جَابِرٌ: فَمَا زِلْتُ أُحِبُّ الْخَلَّ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وقَالَ طَلْحَةُ: مَا زِلْتُ أُحِبُّ الْخَلَّ مُنْذُ سَمِعْتُهَا مِنْ جَابِرٍ (صحيح مسلم، رقم الحديث ٢٠٥٢ "١٦٧"، كتاب الاشربة، باب فضيلة الخل والتأدم به)

ترجمہ: انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر کی طرف لے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روٹی کا ایک حصہ نکال کر دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گھر والوں سے مخاطب ہوکر) فرمایا کہ کیا کوئی سالن نہیں ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ نہیں، البتہ کچھ سرکہ ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرکہ بہت اچھا سالن ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جب سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (سرکہ کی تعریف سے متعلق) یہ بات سنی، اسی وقت سے میں سرکہ سے محبت کرنے لگا، اور حضرت طلحہ راوی کہتے ہیں کہ میں نے بھی جب سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ

حدیث سنی، اسی وقت سے میں بھی سرکہ سے محبت کرنے لگا (مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ خود استعمال فرمایا ہے، بلکہ دوسروں کو بھی استعمال کرنے کی اجازت دی ہے، اور اس کو عمدہ سالن یعنی روٹی کے ساتھ کھانے والی چیز قرار دیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ، مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ فِيهِ خَلٌّ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٤٨٠٧) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرکہ بہت اچھا سالن ہے، ایسا گھر (والا) فاقہ کا شکار نہیں ہوگا، جس میں سرکہ ہو (مسند احمد)

حضرت ام ھانی بنتِ ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ : لَا، إِلَّا كِسَرٌ يَابِسَةٌ وَخَلٌّ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَرِّبِيهِ، فَمَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدْمٍ فِيهِ خَلٌّ (سنن الترمذی، رقم الحديث ١٨٤١، ابواب الاطعمة، باب ماجاء في الخل) [2]

ترجمہ: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، پھر فرمایا کہ کیا آپ کے پاس کچھ (کھانے کے لئے) ہے؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں، سوائے خشک روٹی کے ٹکڑے اور سرکہ کے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قریب لائیے، پس وہ گھر (والا) سالن سے فاقہ کا شکار نہیں ہوگا، جس میں سرکہ ہو (ترمذی)

اس طرح کی حدیث حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے۔ [3]

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح دون قوله : ما أقفر بيت فيه خل، وهذا إسناد حسن فى المتابعات والشواهد (حاشية مسند احمد)

[2] قال الترمذى: هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه.

[3] عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما أقفر بيت، فيه خل (شعب الايمان للبيهقى، رقم الحديث ٥٥٤٣، المطاعم والمشارب، اكل اللحم)

www.idaraghufran.org

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۱۸۴۰، ابواب الاطعمة، باب ماجاء فی الخل،صحیح مسلم ، رقم الحدیث 2051 "۱۶۴")

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرکہ بہت اچھا سالن ہے(ترمذی، مسلم)

اس طرح کی احادیث اور کئی سندوں سے بھی مروی ہیں۔ [1]

اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکہ کو عمدہ سالن قرار دیا، اور فرمایا کہ جس گھر میں سرکہ ہوگا، اس گھر میں سالن کا فاقہ اور کمی واقع نہیں ہوگی۔ [2]

---

[1] عن السائب بن يزيد، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : نعم الإدام الخل (المعجم الكبير للطبرانی، ج۷ص ۱۵۹، رقم الحديث ۶۶۹۰)

قال الهيثمی:رواه الطبرانی وفيه يزيد بن عبد الملك النوفلی، وهو ضعيف عند جميع الأئمة إلا فی رواية عن ابن معين وضعفه فی أخرى(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۰۳۱،باب ما جاء فی الخل)

عن ابن عباس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :نعم الإدام الخل (المعجم الكبير للطبرانی، ج ۱۱ ص ۱۵۳، رقم الحديث ۱۱۳۳۸)

عن أنس رضی الله عنه، عن النبی صلى الله عليه وسلم، قال :نعم الإدام الخل (مستخرج ابی عوانة، رقم الحديث ۸۳۸۴، معجم ابن الاعرابی، رقم الحديث ۲۲۵۵)

عن أبی هريرة رضی الله عنه، قال :قال النبی صلى الله عليه وسلم :نعم الإدام الخل (مستخرج ابی عوانة، رقم الحديث ۸۳۸۲)

عن ابن عمر رضی الله عنهما، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : نعم الأدم الخل (مستخرج ابی عوانة، رقم الحديث ۸۳۸۳)

[2] (ما أقفر من أدم) بسكون القاف وفتح الفاء أی ما صار ذا قفار وهو الخبز بلا أدم ذكره الزمخشری (بيت فيه خل) ومنه أرض قفراء أی خالية من المارة أو لا ماء بها قال ابن الأثير :أی ما خلا من الإدام ولا عدم أهله الأدم والخل من الأدم العامة المنافع وهو كثير المنافع دينا ودنيا فإنه بارد يقمع حرارة الشهوة ويطفئها (فيض القدير شرح الجامع الصغير، ج۵ص ۴۲۴، تحت رقم الحديث ۷۸۲۹)

قوله: ما أقفر مأخوذ من القفار ، وهو كل طعام يؤكل بلا أدم ، يقال :أكلت طعاما قفارا ، إذا أكلته غير مأدوم ، ومنه الأرض القفر التی لا شیء فيها(شرح السنة۔للبغوی، ج ۱۱ ص ۳۱۰، كتاب الاطعمة ، باب الخل)

www.idaraghufran.org

دیسی سرکہ مختلف نباتات، زرعیات اور بطورِ خاص پھلوں وغیرہ سے تیار ہوتا ہے، جن میں انگور، کھجور، گنّا، سیب، جَو، ناریل، کشمش، شہد وغیرہ جیسی بہت سی نباتات شامل ہیں۔

مختلف پھلوں کے رَس، یا شیرہ کے سڑ کر ترش اور کھٹا ہو جانے اور نشہ آور نہ رہنے کے نتیجہ میں سرکہ تیار ہوتا ہے۔

قدرتی طور پر مختلف پھلوں کی شرابوں کو سرکہ سے تبدیل کیا جاتا ہے۔

شراب میں حمض الخل (Acetic acid) کے بیکٹیریا، اکسدۃ (oxidation) کے عمل کے ذریعے تبدیل ہو جاتے ہیں، اور سرکہ بننے کے بعد شراب اور نشہ کی خصوصیات نہیں رہتیں، اور اسی وجہ سے اس کو بعض اوقات شراب کی اگلی شکل بھی کہا جاتا ہے۔

سرکہ کے بنیادی اجزاء میں حمض الخل (Acetic acid) یعنی ایک کمزور تیزاب کے پتلے محلول کا شمار ہوتا ہے۔ [1]

آج کل سرکہ مصنوعی طریقہ پر بھی تیار کیا جاتا ہے، جس میں مختلف کیمیائی اجزاء شامل کیے جاتے ہیں، مگر یہ سرکہ، دیسی ساخت کے سرکہ کے مقابلہ میں اتنا مفید نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات مضر ونقصان دہ ہوتا ہے۔

اصلی سرکہ بدن کی رَگوں اور مسامات میں آسانی سے سرایت کر کے صحت افزائی کا باعث ہوتا ہے، اور سرکہ کو غذاء کے ساتھ استعمال کرنے کے علاوہ بعض دواؤں میں بھی شامل کیا جاتا ہے۔

طبی اعتبار سے سرکہ کے بے شمار فوائد ہیں، اور قدیم طب کے علاوہ جدید طب (ومیڈیکل سائنس) میں بھی سرکہ کے کئی فوائد تسلیم کیے گئے ہیں، چنانچہ سرکہ کو لیسٹرول اور ٹرائیگلیسر ائیڈ (Triglyceride) کم کرنے اور دل کے امراض کے لئے مفید قرار دیا گیا ہے۔

نیز ذیابیطس (وشوگر) اور خون میں گلوکوز کی مقدار (Glycemic index) کو درست

---

[1] آج کل سرکہ بنانے والے بیکٹیریا کو شامل کر کے بھی تیزی سے سرکہ تیار کیا جاتا ہے، اور سرکہ بنانے والے بیکٹیریا بظاہر بے ضَرر شمار ہوتے ہیں، اور یہ بیکٹیریا، ہوا، مٹی، پھلوں اور سبزیوں وغیرہ میں موجود ہوا کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کرنے اور اعتدال پر لانے کے لئے بھی اس کی افادیت کو تسلیم کیا گیا ہے، سرکہ کے استعمال سے خون میں شکر کی مقدار میں کمی ہو کر ذیابیطس (وشوگر) کے مرض میں کمی واقع ہوتی ہے۔

اور کھانے کے ساتھ سرکہ استعمال کرنے سے ہضم کے نظام میں بھی بہتر ائی آتی ہے۔

’’حجامہ‘‘ کی افادیت

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ، أَوْ إِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ

(سنن الترمذی، رقم الحديث ۱۲۷۸، ابواب البيوع، باب ما جاء في الرخصة في كسب الحجام، صحيح البخاری، رقم الحديث ۵۶۹۶، باب الحجامة من الداء، صحيح مسلم، رقم الحديث ۱۵۷۷ ”۶۲“) [1]

ترجمہ: تم جس چیز سے (بیماریوں کی) دواء وعلاج کرتے ہو، اُس میں افضل چیز حجامہ ہے، یا یہ فرمایا کہ تمہاری دواؤں میں سب سے بہتر دواء حجامہ ہے (ترمذی، بخاری، مسلم)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ مِنْ خَيْرِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۰۲۰۵) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ تمہاری (بیماریوں کی) بہترین دواء حجامہ ہے (مسند احمد)

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت ہے کہ:

---

[1] قال الترمذی: وفي الباب عن علي، وابن عباس، وابن عمر :حديث أنس حديث حسن صحيح.

[2] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ عَادَ الْمُقَنَّعَ، فَقَالَ: لَا أَبْرَحُ حَتّٰى تَحْتَجِمَ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ فِيْهِ شِفَاءً (صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۶۰۷۶، کتاب الطب) [1]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مقنع (ابنِ سنان تابعی) کی عیادت کی، پھر فرمایا کہ میں اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، جب تک آپ حجامہ نہ کروالیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ حجامہ میں شفاء ہے (ابنِ حبان)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً روایت ہے کہ:

اَلشِّفَاءُ فِيْ ثَلَاثَةٍ: شَرْبَةِ عَسَلٍ، وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ، وَكَيَّةِ نَارٍ، وَأَنْهٰى أُمَّتِيْ عَنِ الْكَيِّ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۶۸۰، کتاب الطب، باب: الشفاء فی ثلاث، رقم الحدیث ۵۶۸۱)

ترجمہ: تین چیزوں میں شفاء ہے، شہد کے پینے میں اور چیرا لگا کر حجامہ کرنے میں، اور آگ کے داغ دینے میں اور میں نے اپنی امت کو داغ دینے سے منع کیا ہے (بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنْ كَانَ فِيْ شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ، أَوْيَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَتِكُمْ، خَيْرٌ، فَفِيْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ، أَوْ لَذْعَةٍ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ، وَمَا أُحِبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ

(صحیح البخاری، رقم الحدیث ۵۶۸۳، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ ارشاد سُنا کہ اگر تمہاری دواؤں

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: إسناده صحيح على شرط مسلم، رجاله ثقات (حاشية ابن حبان)

میں سے کسی چیز میں خیر ہے، یا تمہاری دواؤں میں سے کسی چیز میں خیر ہوگی، تو وہ چیرا لگا کر حجامہ کرنے میں ہے، یا شہد کے پینے میں ہے، یا آگ کے داغ لگوانے میں ہے، جو مرض کے موافق ہو، لیکن میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا (بخاری)

خلاصہ یہ کہ حجامہ بھی مختلف بیماریوں کا مؤثر اور مسنون علاج ہے، اور اس کے ذریعے سے انسان بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے، اور یہ ان گنت بیماریوں کا علاج بھی ہے، بشرطیکہ ماہرِ فن کے مشورہ اور تجویز کے مطابق، اس کو اختیار کیا جائے۔

بہرحال قرآن وسنت کے مطابق غذاء اور دواء کے استعمال سے وبائی امراض سے بچنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان خان

06/رمضان المبارک/1441ھ 30/اپریل/2020 بروز جمعرات

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

Idara Ghufran

وبائی امراض

اور اسباب وعلاج

انسان کی زندگی میں ''جوانی کا دور'' بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے کہ اس میں اس کی قوتِ تمیز بھی اعلیٰ درجہ پر ہوتی ہے اور حساسیت کا جذبہ بھی انتہاء کا ہوتا ہے یہی دور شخصیت کی تعمیر کا بہترین دور ہے، چنانچہ اس عرصہ میں دعوت وتربیت کرنے والے لوگوں کی ذمہ داریاں پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں کہ وہ اپنے زیرِ تربیت افراد کی اصلاح وتزکیہ کا اب زیادہ سے زیادہ اہتمام کرے۔ بہترین نصیحت وہدایت کا فریضہ انجام دیں اور وقفے وقفے سے اپنا محاسبہ کرتا رہے تاکہ وہ ملت اسلامیہ کا ایک ایسا فرد بن جائے جو معاشرہ کے لئے فخر کا باعث ہو۔ جو مغرب کی فکری یلغار کے خطرات اور دینی انحراف کے اسباب وعوامل سے محفوظ ومامون رہتے ہوئے اپنے آپ کو ذلت آمیز تابعیت اور ماتحتی سے باہر نکال سکے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ کے زیرِ سایہ رہنے کا شرف حاصل ہوا اور آپ ﷺ کی رہنمائی حاصل ہوئی جس کی بدولت وہ ایمان وتقویٰ کے بلند درجے پر فائز ہوئے اور باعمل علماء کے لیے بہترین نمونہ بن گئے۔ ذیل نظر کتاب میں قارئین کی اصلاح کے لیے مصنف نے چند ارشاداتِ نبوی ﷺ کے ذریعے اصلاحی اور تربیتی پہلوؤں کو اُجاگر کیا ہے جو یقیناً پڑھنے والے قارئین کے لئے ایک بہترین رہنمائی کا ذریعہ بنیں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ اُمت اسلامیہ کے نوجوانانِ مسلم کو فکری بیداری بھی عطا فرمائے اور اعتقادی کج روی اور نفسانی وشیطانی خواہشات سے بھی محفوظ ومامون رکھے۔ (آمین)

ادارۂ غفران
راولپنڈی پاکستان